بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء

اصحابی

بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا

تالیف

مولانا رحمان علی قدس سرہ

اضافات و تعلیقات

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

نظر ثانی

مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی

مکتبہ نبویہ

لاہور

نام کتاب : اصحابی

مؤلف : مولانا عبدالشکور رحمان علی قدس سرہٗ

موضوع : تذکرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

نقش اوّل : "المشاہد" مؤلفہ مولانا رحمان علی

نقش ثانی : حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی

نظر ثانی : حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی کراچی

اضافات وتعلیقات : علامہ اقبال احمد فاروقی

سال طباعت : جنوری ۱۹۸۵ء ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

طابع : اکیڈیمک پریس اردو بازار لاہور

ناشر : مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور

قیمت : =/۳۹ روپے

تقسیم کار : مکتبہ بحر العلوم وہاب مارکیٹ اردو بازار لاہور

فہرست عنوانات کتاب

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

اصحابی

یہ کتاب ۔ اصحابی ۔ اُن صحابہ کرام کو خراجِ تحسین ہے ۔ جو آقائے دو عالم پر ایمان لائے ۔ آدابِ محبت سیکھے ، اور پروانہ وار قدموں پر نثار ہو گئے ۔ ان کی شہادت پر خود حضور شاہد بنے ۔ اور حضور کی شہادت انہیں زندۂ جاوید بنا گئی ۔ وہ زندہ ہیں ۔ زندہ رہیں گے ۔ وہ عند ربھم یرزقون کے اعزاز سے معزز ہوئے ۔ اُن کے سامنے حضور فداہُ اُمّی و اَبی ہی جانِ جہان تھے ۔ جانِ ایمان تھے ۔ ان کے لیے حضور کی ذات متاعِ عالم ایجاد سے ارفع تھی ۔ ماں باپ ، بہن بھائی سے اعلیٰ تھی ، بلکہ اپنی جان سے بھی عزیز تھی ۔ ان کے پاس ایک ہی جان تھی ۔ وہ حضورؐ کے قدموں پر نثار کرتے گئے اگر کروڑوں جانیں ہوتیں تو اسی طرح نثار کرتے جاتے ۔ حضور انہیں دل و جان سے چاہتے تھے اور اَصْحَابِیْ ۔ اَصْحَابِیْ کہہ کر بلاتے تھے ۔

صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گراں قدر زندگیوں کا یہ مرقع پہلی بار چھپا ۔ تو اُلمشاہدؒ کے نام سے علم و محبت کی دنیا میں جلوہ گر ہوا ۔ مولانا رحمٰن علیؒ (مولف تذکرۂ علماءِ ہند) کے قلم نے ترتیب دیا ۔ ایک سو سال گزر گئے ۔ کتاب کی زبان پرانی ہو گئی ۔ مگر موضوع تازہ تھا ۔ اسلوب قدیم تھا ۔ مگر بیان مرغوب تھا ۔ طباعت بوسیدہ تھی ۔ مگر ذکر محبوب تھا ۔ جو زمانہ گزرنے کے باوجود

کتابوں کا اضافہ ہوا۔ یہ موضوع محبوب و مرغوب بھی تھا۔ اور ایک بحر ناپیدا کنار بھی۔ اچھی اچھی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں۔ ترجمے شائع ہوئے۔ نظم و نثر میں اہل محبت نے بارگاہ رسالت میں نذرانے پیش کیے۔ حکومت وقت نے بعض حضرات کی عزت افزائی کی اور بعض کی حوصلہ افزائی۔ مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک اہل قلم نے صحابہ کرام پر بہت ہی کم لکھا ہے۔ ان کے حالات۔ ان کے کارنامے۔ ان کے تراجم۔ ان کے شب و روز۔ ان کی جانثاریاں۔ ان کی قربانیاں۔ ان کی جانفشانیاں۔ ابھی تک ہمارے اردو قلم کار دل کا سرمایہ سعادت نہیں بن سکیں۔ چند کتابیں۔ چند تالیفات۔ چند تصنیفات اس تشنگی کو دور نہیں کر سکتیں جو ایک ایماندار قاری محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ یہ مقدس لوگ۔ یہ قدسی پیکر۔ یہ عشق و محبت کی تصویریں۔ یہ نگاہ مصطفیٰ کی مکمل تفسیریں یہ حضور کی رضا کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہستیاں۔ یہ جان جہاں پر نثار ہونے والی زندگیاں اس قابل نہیں کہ ان پر بہت کچھ لکھا جائے اور ان کے بارے میں بہت کچھ سنا جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حضور کی پیاری زبان میرے اُصَیحَابِی اُصَیحَابِی اُصَیحَابِی (میرے صحابی میرے صحابی میرے صحابی کہہ کر پکارتے) قرآن اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا خطاب دیتا تھا۔ جو بارگاہ ایزدی میں سربسجود رہیں تو فرشتے بھی رشک کرتے تھے۔ جو رکوع و سجود میں اللہ کے فضل کے طالب ہوتے تھے۔ جن کے چہرے اللہ کے سامنے سجدہ ریزی کی ضیاؤں سے درخشاں تھے۔ جن کی مثالیں تورات و انجیل میں دی گئی تھیں۔ جنہیں جان دینے سے پہلے ہی مغفرت کے پروانے مل گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

مطلوب و مقصود ہی رہا۔ ہمارے فاضل ادیب حضرت مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی کے قلم نے زبان کو نئی چاشنی دی اور متن کو نیا رنگ بخشا۔ تو نقش ثانی بن گیا۔ میری نگاہ نے نقش ثانی کو دیکھا۔ تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ زبان سادہ۔ انداز شیریں۔ اسلوب البیلا۔ بات دلنشیں۔ بات حضور کے جانبازوں کی۔ جانثاروں کی۔ ذکر حضور کے سرفروشوں کا۔ تذکرہ حضور کے کفن بردوشوں کا۔ اللہ اللہ۔ نظریں سطر سطر پر جم گئیں۔ لگا ہیں حرف حرف پر نچھاور ہونے لگیں۔ آنکھیں ورق ورق پر بچھنے لگیں۔ کرشمہ دامن دل کھینچنے لگا۔ ع یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست!

متن لکھ نہیں سکتا تھا۔ بات کرنا نہیں آتی تھی۔ موضوع بنانا نہیں آتا تھا اسلوب بیان ناپختہ تھا۔ طرز تحریر ناقص تھا۔ بے بسی حد سے جب گزر جائے تو انسان ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ یہ اس کا قدرتی حق ہے۔ متن نہ لکھ سکا۔ حاشیہ آرائی کی سعادت کے لیے دامن قلم وا ہوا۔ تعلیقات کا اضافہ کیا۔ مقامات کی وضاحت کی۔ جہاد کے میدانوں کا تعارف کرایا۔ عشق و محبت کی منزلوں کی نشاندہی کرائی۔ بارگاہِ مصطفیٰ میں پروانہ وار جان دینے والوں کی خونیں قباؤں کی خوشبوئیں محسوس کیں اور یوں قارئین کے دل و دماغ کو معطر بنانے کی کوشش میں حصہ لیا۔ یہ اضافات۔ یہ تعلیقات۔ یہ حواشی۔ یہ توضیحات اور یہ تعارفات میری ناقص قلم کی کوشش ہے یہ بھی ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی رشحات قلم سے مستعار ہے اور یوں "نقش ثانی" کا حاشیہ بردار بنا۔

ہمارے اردو ادب میں گزشتہ چند برسوں میں سیرت طیبہ پر بہت سی

"اصحابی" میں انہی پروانگان شمع رسالت کے ایمان افروز واقعات کو
بیان کیا گیا ہے۔ انہی کی جانفروشیوں کو ہدیہ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ انہی
کے واقعات زندگی کو صفحہ قرطاس پر بچھایا گیا ہے۔ انہی کے شب وروز
کو قارئین کے مطالعہ کی جان بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اور انہی کی قربانیوں
کو اہلِ ایمان کے دل کی دھڑکن بنا کر سامنے رکھا گیا ہے۔ اس کتاب کی
سطر سطر بارگاہ رسالت کے پاسبانوں کی ترجمان ہے۔ اس کتاب کا ورق
ورق جانِ رحمت دوجہاں کے دیوانوں کی درخشاں تصویر ہے۔ اس کتاب
کا صفحہ صفحہ آقا و مولا پر جاں نثار کرنے والوں کے واقعات دلنشیں کا
مرقع ہے۔

اصحابی ان ہزاروں صحابہ کرام کا عموماً اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کا خصوصاً جنہوں نے حضور کے قدموں میں اپنی جان کے نذرانے
پیش کیے ہیں۔ کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو حضور کے
اشارہ ابرو پاکر اٹھے اور دشمنانِ رسول پر لوٹ پڑے۔ دشمنوں کا خاتمہ
کیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے اپنے
آقا کے بدخواہوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔
ان میں اکثر ایسے ہیں جو کفّار کے نرغے میں آ گئے مگر آخری دم تک حضورؐ
کے ذکر سے سرشار رہے۔ ان میں اکثر ایسے ہیں جو حضور کے حکم پر اٹھے
اور دشمنوں پر جھپٹے اور شہید ہو گئے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو حضور
پر تیروں کی بارش ہوتے دیکھ کر سینہ سپر ہو گئے اور جان دے دی۔
مگر جانِ جہاں کو آنچ نہ آنے دی۔ ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں تیر
قضا نے نشانہ نہ بنایا۔ مگر وہ حضور کے قدموں میں سر رکھ کر قربان ہوئے۔

ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو حضور پر نثار ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ یہ میرا شہید ہے یہ میرا صحابی ہے۔

ع بجرم عشق توام می کشند غوغا ایست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ایست

اقبال احمد فاروقی
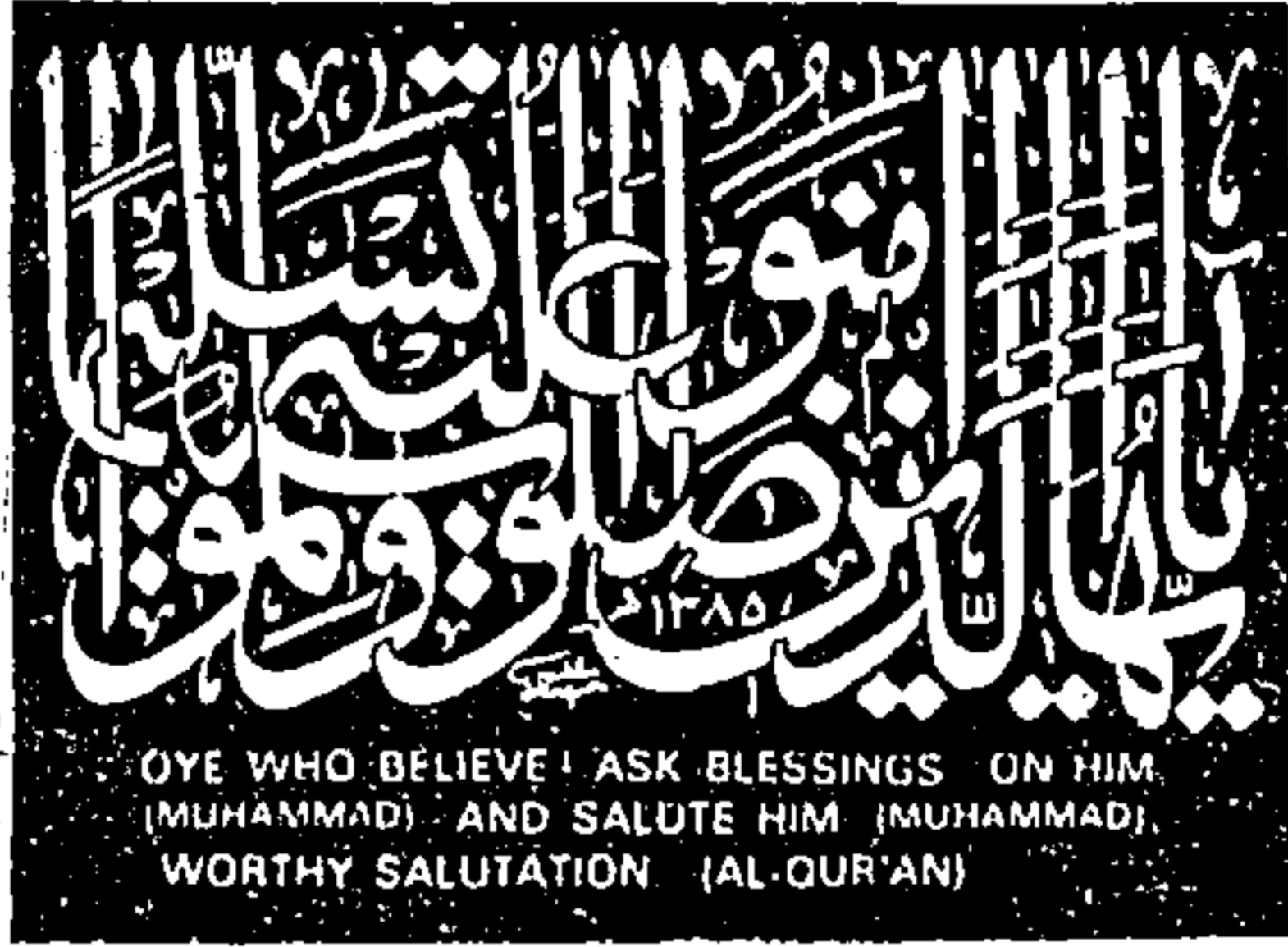
OYE WHO BELIEVE ! ASK BLESSINGS ON HIM (MUHAMMAD) AND SALUTE HIM (MUHAMMAD) WORTHY SALUTATION (AL-QUR'AN)

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

اصحابی

مقدّمہ

ناظرین۔ زیرِ نظر کتاب ــــــــ دراصل مولانا محمد عبد الشکور المعروف بہ رحمٰن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور کتاب اَلْمَشَاھِدُ کے موضوعات و مضامین کا عکس جمیل ہے۔ فاضل مصنّف نے اپنی کتاب کی بنیاد مندرجہ ذیل ماٰخذ پر رکھی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتابیں اسلامی تاریخ کے مستند مصنّفین اور محقق مورّخین کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔

١۔ امام المورّخین علامہ واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	کتاب المغازی (عربی)
٢۔ علّامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ	الاستیعاب فی الاسماء الاصحاب
٣۔ امام فخر الدین بن ابی الحسن ابن اثیر جزری	اسد الغابہ فی معرفۃ الصّحابہ
٤۔ حافظ شمس الدّین ذہبی	تجرید اسد الغابہ
٥۔ امام ابن حجر عسقلانی	الاصابہ فی تمیز الصحابہ
٦۔ امام علامہ علی بن برہان الدّین حلبی	سیرت حلبیہ
٧۔ سید احمد زین دحلان مفتی شافعیہ مکّہ مکرمہ	سیرت نبویہ
٨۔ علّامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	انوارِ محمدیہ
٩۔ محمد امین بغدادی سویدی	سبائک الذہب فی قبائل العرب
١٠۔ شیخ طٰہٰ ابن مہنا	شرح اسماء اہل بدر

۱۱۔ الشیخ عطاء اللہ جمال الدین حسینی — روضۃ الاحباب،
۱۲۔ ملا معین الدین کاشفی ہروی — معارج النبوت
۱۳۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی — مدارج النبوت

اَلْمُشَاهِدُ کے فاضل مصنف نے اپنی کتاب کو اپنے اپنے پیر و مرشد شیخ المشائخ مولانا الحاج محمد حسین صاحب الحنفی الصابری الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نذر کیا تھا۔ جو آپ نے بہ نظرِ قبولیت پسند فرمائی۔ یہ آپ کی شرفِ نگاہ کا نتیجہ ہے کہ مؤلف علام کی کوشش مقبول بارگاہ خواص و عام ہوئی۔

؎ آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

یہ کتاب مقدمہ۔ مشاہد اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فاضل مولف کی یہ قابلِ قدر تالیف شمع رسالت کے اُن پروانوں (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ہدیۂ تحسین ہے۔ جنھوں نے اپنی گراں قدر جانیں اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانِ جان آفرین پر نثار کر دیں۔ یہ لوگ عشق و محبت کی داستان لکھنے بیٹھے تو اپنے خون کی رنگینی سے رقم کرتے گئے۔ ان جانبازوں کے خانوادہ میں ہمیں ایک بھی ایسا فرد دکھائی نہیں دیتا جس نے حضور مکی مدنی العربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں جان قربان کرتے ہوئے ذرہ بھر بھی ملال کا اظہار کیا ہو۔ بلکہ انھیں حسرت رہی کاش ایک جان کی بجائے سینکڑوں جانیں ہوتیں تو پے در پے قربان کرتے جاتے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یوں تو تمام کے تمام اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ

کے مجسمے اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی تفسیریں ہیں۔ مگر جن صحابہ کرام نے اپنے آقا و مولا کی حیات ظاہر پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ اُن کی شان، اُن کی قدر و قیمت، ان کا مقام کچھ اور ہی ہے۔ وہ شہید عشق تھے۔ جانثارانِ مصطفےٰ تھے۔ وہ جانبازانِ محبتِ رسول تھے۔ وہ پروانگاں شمع رسالت تھے۔ انہی کے خون سے اسلام زندہ و تابندہ ہوا۔ انھیں کی قربانی سے عشق و محبت کو مقام ابدی ملا۔ انہی کے جذبے سے فرزندانِ اسلام کو قوتِ ایمانی ملی۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ اس کتاب میں انہی حضرات قدس کا تذکرہ ہے۔ انھیں کے شب و روز کی داستان ہے اور انہی کے صبح و شام کی جھلکیاں ہیں۔

؎ رُوح شان در باغ جنّت شاد باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات

حضور سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ ابد قرار سیدِ مختار جناب رسالتمآب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم دوشنبہ بارہ[۱۲] ربیع الاول سنہ[۱] عام الفیل مطابق ۲۹ راگست ۵۷۰ء وسنہ ۴۲ نوشیروانی اس کائنات ارضی پہ بوقت صبح تشریف فرما ہوئے۔ یہ آفتابِ نبوت بطن آمنہ سے ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ کہ والدگرامی حضرت عبداللہ بن عبد المطلب سفرِ آخرت فرما چکے تھے۔ آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ عمر کے چھ سال گزرے تو والدہ مکرمہ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آتے ہوئے بمقامِ ابوا[۱] جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ حضور اپنے دادا عبد المطلب

---

[۱] یہ مقام مکہ و مدینہ کی موجودہ شاہراہ سے قدرے ہٹ کر ہے۔ قدیم زمانہ میں قافلے اس

کے زیرِ کفالت آ گئے۔ لیکن یہ سایہ بھی تھوڑے عرصہ بعد اُٹھ گیا اور آپ کے چچا حضرت ابو طالب کا دامن اس نعمتِ خداوندی کی پرورش کے لیے پھیلا۔ آپ نے پرورش، تربیت اور محبت کے تمام فرائض کو نبایا۔ پچیس سال کی عمر تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح ہُوا۔ آپ ایک عرصہ تک تلاشِ حق اور محبت خداوندی میں وارفتہ رہے۔ حتیٰ کہ چالیس سال کی عمر تک پہنچے تو غارِ حرا کا وہ گوشہ منصب رسالت کی ضیا باریوں سے چمک اُٹھا۔ جہاں آپ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

چالیسؓ کی عمر میں ۸ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ عام الفیل کو پہلی بار وحی الٰہی کا نزول ہُوا۔ نبوّت کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت آسمانی کے بعد وحی کا جو سلسلہ رُک گیا تھا۔ خاتم النّبیین سیّد المرسلین پر جاری ہُوا۔ سیاسی طور پر یہ زمانہ فارس کے پرویز بن ہرمز بن نوشیروان کا دورِ حکومت تھا۔ آپ بعثت کے بعد رات دن عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنے لگے۔ خود ساختہ معبودوں کے خلاف ایک تحریک پیدا ہوئی۔ توحیدِ خداوندی کی یہ تبلیغ تین سال تک نہایت خاموشی سے جاری رہی۔ اسی دوران آیاتِ قرآنی میں آپ کو 'یا ایّہا المزمّل' اور 'یا ایّہا المدثّر' کے خطابات سے نوازا گیا۔ آپ سب سے پہلے اپنے گھر اعزا و اقربا کو دعوتِ توحید دیتے۔ بت پرستی کی مذمت فرماتے۔ اور انسان کے

راستہ سے ہو کر گزرے۔ راقم الحروف نے حج بیت اللہ کے موقعہ پر مدینہ جاتے آتے کئی بار مقامی لوگوں سے ابوا کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہیں ناواقف پایا۔ ایک دن حضرت شیخ المشائخ مولانا ضیاء الدین قادری مدنی کی مجلس میں پنجاب کے ایک عالم دین نے ابوا دیکھنے کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ تو شیخ موصوف نے ان کی رہنمائی فرمائی۔ اور وہ راستہ بتایا جو انہی دشوار گزار وادیوں سے ہوتا ہوا مقام ابوا تک پہنچاتا ہے۔ محمد اطہر نعیمی

ہاتھوں میں تراشے ہوئے بتوں کو بے کار اور بے مقصد قرار دیتے۔ مشرکین مکہ اس اعلان سے تھرا گئے۔ اور سرکشانِ مکہ آپ کی مخالفت پر اُتر آئے۔ قدم قدم پر درپے آزار ہونے لگے۔ حتیٰ کے خون کے پیاسے نظر آنے لگے۔ ان مشرکین اور سرکشان مکہ کی چیرہ دستیاں یہاں تک بڑھیں کہ آپ اپنے گھر سے جناب ارقم (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں منتقل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ پوری دنیائے عرب میں مسلمانوں کی تعداد صرف انتالیس ۳۹ تھی۔

سیرت نگارانِ مصطفےٰ لکھتے ہیں کہ آپ دارِ ارقم میں ایک ماہ تک قیام فرما رہے لیکن بعض حضرات نے مدت قیام کو چار سال تک لکھا ہے۔ ان کے نزدیک آپ یہاں بھی قیام فرما رہے۔ دارِ ارقم کو چار سال تک تبلیغ اسلام کی مرکزیت حاصل رہی۔ چار سال گزرنے کے بعد آپ کی تبلیغ علی الاعلان ہونے لگی۔ (غالباً یہ وہ موقعہ ہے جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابستہ دامن مصطفےٰ ہوئے) اس اعلانیہ تبلیغ کے پروگرام میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ اس سرزمین میں اگر باطل معبودوں کی تبلیغ اعلانیہ ہو سکتی ہے۔ تو خدائے برحق ولایزال کا نام خفیہ کیوں لیا جائے۔ چنانچہ چالیس مسلمانوں کی یہ جماعت (اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن) دارِ ارقم سے باہر نکلی۔ اور حضور کے ارشادات کائناتِ ارضی میں علی الاعلان پھیلنے لگے۔

دارِ ارقم کی تاریخی حیثیت: یہ مکان ارقم بن ارقم (عبد مناف) بن اسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریشی نے تعمیر کیا تھا یہ بابرکت مکان خلیفہ منصور (عباسی) نے جناب ارقم کی اولاد سے عقیدتاً خریدا اور اُسے مہدی تک پہنچایا۔ جس نے اپنے دورِ خلافت میں اپنی بیوی اُم ولد خیزران

کو دے دیا۔ یہی مکان ایک زمانہ تک خیزران کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ تھیں۔ یہ مکان آج تک زیارت گاہ عام و خاص [1] ہے۔

تبلیغ اسلام کی ابتدائی صورت: سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ حج کے دنوں دور دراز سے آنے والے قافلوں اور قبائل میں تشریف لے جاتے اور توحیدِ الٰہی کی تبلیغ فرماتے۔ اپنی رسالت کا تعارف کراتے، آپ کے اس طریق کار سے ایک عرصہ کے بعد ایک مثبت اور دوررس کامیابی ہوئی۔ بعثت کے گیارہویں سال مدینہ منورہ کا ایک سعادت مند قبیلہ خزرج کا ایک وفد حج کو آیا۔ ان میں سے چھ افراد نے خدا کی توحید اور حضور کی رسالت پر لبیک کہا۔ اور دامنِ اسلام سے وابستہ ہوئے۔ اُنھوں نے حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسلام کی حقانیت کا عہد کیا۔ اس واقعہ کو تاریخ میں بیعتِ عقبیٰ ثانی کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ کرنے کا بھی عہد کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ سے ایک اور قافلہ آیا جس میں قبیلہ اوس وخزرج کے دونوں قبائل کے لوگ شامل تھے۔ ان میں سے ستر یا بہتر آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کہا کہ وہ

---

[1] ان دنوں اس مکان کا نام کاغذات میں رہ گیا ہے۔ کوہ صفا کے دامن میں ایک بازار کی دکان پر ایک تختی لگا دی گئی تھی۔ جس سے اس عالی قدر تاریخی مکان کی نشان دہی ہوتی تھی مگر حال ہی میں حرم شریف نے وسعت اختیار کی تو اس مکان کو پیوست زمین کر دیا گیا۔ اور اب یہ مکان کی جگہ تلاش کے باوجود نہیں پائی جاتی۔

محمد اظہر نعیمی

آپ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے پر بھی تیار رہیں گے ۔ یہ واقعہ بیعت عقبہ ثالث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ یہی لوگ انصار النبی کہلائے ۔ اور یہی حضرات آگے جا کر اسلام کی اساس بنے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ (اللہ کی مدد کے لیے کون اٹھتا ہے) کا اعلان کیا۔ تو ساری قوم کے صرف بارہ افراد نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہہ کر لبیک کہا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پہ وادی منیٰ میں پوری قوم کی قوم نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لے کر اٹھی ۔

مشرکین مکہ اور دوسرے دشمنانِ اسلام نے اسلام کی اس ابتدائی کامیابی کا بہت برا منایا ۔ ان جانثاروں کے جذبہ سے وہ جل اٹھے ۔ بغض و عداوت کی آگ تیز ہونے لگی ۔ حضور فداہ اُمی و اَبی کے خون کے پیاسے بن گئے ۔ آپ کی جان لینے کے لیے دار الندوہ میں مجالس مشاورت منعقد ہونے لگیں ۔ جذبۂ انتقام میں خطرناک عزائم کا اظہار ہونے لگا ۔ شیخ نجدی عصائے ضلالت کے سہارے مجلس میں پہنچا ۔ تو مشرکین کی باتیں سن کر آگے بڑھا ۔ حضور کے قید و بند یا شہر بدر کرنے کی ساری تجاویز کو مسترد کرتے ہوئے تمام مجلس کو آپ کے قتل پر آمادہ کرنے لگا ۔ اور لوگوں کو اتنا گرمایا کہ ہر ایک سے حضور کی جان لینے کا عہد لے کر اٹھا ۔

؎ بدی کے غلغلے اس محفلِ حق پوش سے اٹھے

مشرکین کی یہ تدابیر اور خطرناک عزائم اپنی جگہ پوری رازداری سے طے پائے ۔ مگر ادھر عالم الغیب و الشہادۃ نے اپنے محبوب کو آگاہ فرما دیا ۔ اور ہجرت مدینہ کی اجازت دے دی ۔ حضور نے حضرت عمر فاروق اور دوسرے چند صحابہ کو ہجرت کا حکم دیا ۔ دوسرے اکابر صحابہ ایک ایک کر کے حضور کے اشارے پر مدینہ پہنچے

شروع ہو گئے۔ چند حضرات مکہ میں موجود تھے۔ خود حضور سرورِ کائنات اللہ کے حکم کے منتظر تھے۔ ایک رات جب دشمنانِ رسالتمآب نے آپ کے مکان میں محاصرہ کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو ان خطرناک دیواروں میں سے گزرنے کا حکم فرمایا۔ اور مکہ چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ کفار تلواریں کھینچے بازاروں میں کھڑے ہیں اور حضور ان کے درمیان سے سورۂ یٰسین کی آیات تلاوت کرتے گزر رہے ہیں۔

عزمِ ہجرت:
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا گیا۔ اور اللہ کے حکم سے آگاہ فرمایا گیا۔ اور بتایا کہ میں مدینہ جا رہا ہوں۔ مگر لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچانے تک مکہ میں قیام کرو۔ اور فارغ ہو کر مدینہ پہنچو۔ حضور روانہ ہوئے۔ تو حضرت علی ایک چادر اوڑھے آپ کے بستر پر آرام کرنے لگے۔ حضور نکلے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت آپ کے ہم رکاب تھی۔ غارِ ثور میں آپ قیام فرما تھے۔ اور تین دن تک یہ ویران غار آفتابِ نبوت کی ضیا باریوں سے منور ہوتی رہی۔ غارِ ثور سے نکل کر آپ مدینہ منورہ پہنچے تو اہلِ مدینہ نے پرجوش اور شاندار استقبال کیا۔ اور مسرت و شادمانی کا والہانہ اظہار کیا۔

مدینہ کے لوگ:
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پاک پہنچے تو اس شہر کی فضا برکتوں اور رحمتوں سے معمور ہو گئی۔ انصار مکہ کے مہاجرین کے بھائی بن گئے۔ اُخوت محبت کی فضا نے ایک دوسرے کو شیر و شکر بنا دیا۔ مدینہ کی واحد عبادت گاہ مسلمانوں کے سجدوں سے مزین ہو گئی۔ صلوٰۃ و سلام کی نورانیت نے مسجد کے در و دیوار کو نغمۂ توحید و رسالت سے مالا مال کر دیا۔ کعبۃ اللہ کو اپنی ذوقی سے بسانے والے وادیٔ بطحا میں پہنچے تو اللہ کی رحمتیں جھوم جھوم کر

آنے لگیں۔ حضرت جبرائیل اس فضا کی تائید لے کر آئے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت پر نکلے، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے لگے۔ پھر جو لوگ اُن کی امداد پر کمربستہ ہوئے یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

مدینہ پاک کی معاشرتی زندگی میں تبدیلی آنے لگی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوس و خزرج قبائل میں ایک معاہدہ صلح ہی نہیں میثاقِ محبت و اخوت بھی طے کرایا۔ اور یہ لوگ اپنے قبائلی تعصب کو بھول کر اسلام کے جاں نثار بن گئے انصار و مہاجرین کی اُخوت نے اسلام کو ایک زبردست قوت بنا دیا۔

جہاد کی اجازت: اس اخوت و یگانگت کی فضا کی برکت تھی۔ کہ مسلمانوں کو ۲ھ میں جہاد کی اجازت مل گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس اجازت کے بعد مسلمانوں کی صفوں کو مربوط کرنے میں مصروف ہوئے۔ مسلمانوں کی پہلی فوج ترتیب دی گئی۔ مظلوموں، زیردستوں، مصائب برداشت کرنے والوں کو میدانِ جہاد میں نکلنے کا حوصلہ بخشا گیا۔ جنگی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر ان اسلامی لشکروں کے سامنے دو قسم کی لڑائیاں سامنے آئیں جنھیں سریہ یا غزوہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا رہا۔ غزوہ اس جنگ کو کہا جانے لگا جس میں خواجہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذاتِ خود شریک ہوئے۔ مگر سریہ وہ جنگیں تھیں جن میں آپ بہ نفس نفیس تو شریک نہیں ہوئے مگر صحابہ کرام آپ کی ہدایات کے مطابق جہاد کرتے رہے۔ مؤرخین نے غزوات کی تعداد ستائیس لکھی ہے۔ آخری غزوہ تبوک تھا۔ سرایا کی تعداد میں مؤرخین کی روایات میں اختلاف ہے۔ ان کی تعداد پینتیس ۳۵ سے اڑتالیس ۴۸ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف: سیّد المفسرین عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کی حیاتِ ظاہری تریسٹھ سال لکھی ہے۔ چالیس سال قبل از بعثت تیئیس ۲۳ سال بعد از بعثت۔ بعثت کے پہلے دس سال مکہ مکرمہ میں گزرے اور تیرہ سال مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ حضور سیّد یوم النشور کی تاریخ ولادت، تاریخ ہجرت اور تاریخ وصال میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن میں نے ان تاریخوں کو اپنے اپنے مقام پر سند کے ساتھ درج کیا ہے۔

صحابی کون تھے؟ مؤرخین نے صحابی اس شخص کو قرار دیا ہے جسے حضور کی ذاتِ کریم سے کوئی خصوصیت ہو یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص سے کوئی خصوصیت رکھتے ہوں۔ وہ ایمان کی حالت میں حضور سے اعتقادی حیثیت رکھتا ہو۔ اس کی رازداری پر بھروسہ کیا جاتا رہا ہو۔ وہ سفر و حضر میں حضور کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتا ہو۔ ان مقتدر حضرات کی رائے میں صحابی وہ مسلمان ہے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں دیکھا ہو، آپ کی صحبت میں رہا ہو۔ خواہ یہ صحبت چند لمحات پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف اصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھا ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور کی زیارت کی ہو۔ اور اس کی موت حالتِ ایمان پر ہوئی ہو۔ ہمارے نزدیک یہی جامع تعریف ہے۔ اس سلسلہ میں مزید تشریح اور توضیح کی ضرورت نہیں۔

مقامِ شہادت اور شہید: شہید کے لغوی معنی گواہ ہیں۔ شہداء اسی کی جمع ہے۔ اسلامی اصطلاح میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے غیر مسلم قتل کر دے۔ مورّخین نے اس اصطلاح میں اس چیز کی پابندی لگائی ہے کہ شہید وہ ہے جو مشرکین اور غیر مسلم کے ہاتھوں قتل ہوا ہو۔ کسی مسلمان کے ہاتھوں ظلماً قتل ہونے والا بھی شہید ہی کہلاتا ہے۔

احادیث کی روشنی میں شہید کی موت کے وقت فرشتے موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔ اس لیے اس حاضری کی وجہ سے ایسا مقتول شہید کہلاتا ہے۔ شہید اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضری کا شرف پاتا ہے اس لیے بھی شہید کہلاتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط

"جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں جان دی۔ ان کو مردہ مت کہو۔ وہ حقیقت میں زندہ ہیں ہاں! تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں"

اس آیۂ کریمہ میں شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایک اور آیۂ کریمہ میں تو شہداء کو مردہ کہنے والوں کو تہدید فرمائی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ۔

"جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں جان دی ان کے متعلق یہ گمان بھی نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں انھیں رزق ملتا ہے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں۔ یہ شہداء اللہ کے اس انعام پر مسرت و اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔

شُہداء اس مقام اور مرتبہ پر اس لیے فائز ہوتے ہیں کہ انھوں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں دی۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ

وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور اموال کو اپنی جنت (رضا) کے بدلے خرید لیا ہے کیونکہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑے۔ انھیں قتل کیا اور اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔"

معرکۂ بدر

بدر اور اس کا محل وقوع: چونکہ حجاز کے مغربی علاقے میں پہاڑیاں ہی پہاڑیاں ہیں۔ اس لیے آنے جانے والوں کو وادیوں اور گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے[1] کارروانی راستہ عموماً چوڑی وادیوں سے گزرتا ہے۔ گھاٹیوں کا راستہ زیادہ دشوار گزار ہے۔ غرضیکہ کسی جگہ جانے کے لیے ایک سے زیادہ راستے ہوا کرتے تھے۔ کہیں سے لوگ پیدل جاتے مگر کسی راستے سے بڑے بڑے قافلے گزرتے۔ عہد نبوی اور اس سے پہلے مدینے اور بدر کا راستہ جن مقاموں یا منزلوں سے گزرتا تھا۔ وہ اب بڑی حد تک بدل گیا ہے۔ کیونکہ جب سے اسلام آیا اور حج کو جانے والے ہزاروں سے گزر کر لاکھوں ہونے لگے اور ابھی پہلی جنگِ عظیم سے پہلے دس دس پندرہ پندرہ ہزار اُونٹوں کے قافلے معمولی بات تھی۔ تو لازمی طور پر پانی اور پڑاؤ کی ضرورتوں نے بعض منزلوں کو بدلنے پر مجبور کیا اور نرکی زمانے کا "طریق سلطانیہ" وجود میں آیا، آج کل یہی اختیار کیا جاتا ہے۔ سعودی دور میں

---

[1] عہد نبوی کے میدان جنگ۔ مؤلفہ ڈاکٹر حمید اللہ صہ ۲۶ مطبوعہ لاہور

موٹریں بھی آگئی ہیں۔ ان کے راستے کی ضرورتیں اور رہی ہیں۔ اسی طرح سفر صلح حدیبیہ کا راستہ الگ تھا۔ غزوۂ فتح مکہ میں قریش کو خبر نہ ہونے دینے کے لیے ایک بالکل اور ہی راستہ اختیار کیا گیا تھا اور سفر حجۃ الوداع کا ایک اور، جن کی تفصیلیں ابن ہشام وغیرہ میں ملتی ہیں۔

بدر کو اب تک موٹر نہیں جاسکتی تھی۔ کیونکہ راستہ میں کئی جگہ بلند گھاٹیاں ہیں اور بہت نرم ریت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاص انتظام کے بغیر مکے اور مدینے کے مابین اُونٹوں کے سفر پر بھی بدر پر سے نہیں گزر سکتے تھے مگر اب سڑکیں بن گئی ہیں اور تیز رفتار موٹریں آتی جاتی ہیں۔

مدینے سے آنے والے مُسیجدؔ[1] پر طریق سلطانیہ چھوڑ دیتے ہیں اور قصبۂ خیف سے گزر کر حمراء میں منزل کرتے ہیں، پھر قصبۂ صفیہ سے گزر کر بدر پہنچتے ہیں۔ اس کے برخلاف مکے سے جانے والے براء الشیخ پر سے کسی قدر آگے درب العجرہ پر طریق سلطانیہ چھوڑتے ہیں۔ اور صبح نکلیں تو شام تک بدر پہنچ جاتے ہیں۔ بدر سے مدینے تک کا راستہ بہت سرسبز ہے۔ میلوں لمبے نخلستان ملتے ہیں، راستے میں خاص کر بدر و حمراء کے مابین گھنے جنگل بھی ہیں، پانی بھی میٹھا ہے، اُونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے گلّے بھی ہر جگہ چرتے نظر آتے ہیں۔

موجودہ شہر بدر: شہر بدر کی تاریخ سے یہاں بحث نہیں ہے۔ آج کل یہ ایک بہت بڑا گاؤں ہے۔ کئی سو پختہ مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ جن کو مقامی اصطلاح میں قصر (جمع قصور) کہتے ہیں۔ شہر میں

---

[1] اس مقام پر چند سال ہوئے مسلمانان حیدرآباد کے چندے سے نواب نظامت جنگ نے چند کمرے تعمیر کرائے ہیں جو سرائے کا کام دیتے ہیں۔

دو مسجدیں ہیں۔ ایک پنج وقتہ نماز کے لیے ہے۔ جس میں ایک منارہ یا اذان دینے کا "ماذنہ" بھی ہے، دوسری مسجد جسے مسجد غمامہ اور مسجدِ عریش بھی کہتے ہیں، یہاں کی جامع مسجد ہے، یعنی اس میں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک نہایت اہم تاریخی مسجد ہے، کیونکہ اس جگہ تعمیر ہوئی ہے جہاں غزوۂ بدر کے موقع پر جناب رسالتمآب کے لیے عریش یا جھونپڑی تیار کی گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ جہاں سے میدانِ جنگ کو دیکھ سکتے ہوں گے۔[1] مگر آج کل باغوں اور کھجور کی اونچی پیڑوں کی وجہ سے وہاں سے معرکۂ بدر کا رزار نہیں دیکھ سکتے۔

پانی کا چشمہ جو زمین دوز نہر کی صورت میں ہے، ان ہر دو مسجدوں کے صحن میں سے گزرتا اور وضوء کے حوضوں کا کام دیتا ہے۔ آبادی سے ملا ہوا دُور تک کئی میل کے رقبے پر پھیلا ہوا نخلستان کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ جس میں کچھ ترکاری کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کو یہاں ایک بازار لگتا ہے جس میں دُور دُور سے بدو آتے اور خرید و فروخت یا تبادلۂ اشیاء کرتے ہیں۔ بدو عموماً گھی، کھالیں، روغن بلسان، اُونٹ، بکریاں اور اُونی کمبلیں یا عبائیں فروخت کے لیے لاتے ہیں۔ قبل اسلام بدر میں سالانہ ہفتہ بھر ایک بڑا میلا لگتا تھا[2] اور غالباً یہاں ایک بڑا بت خانہ بھی تھا۔ اس کے آثار تو اب نہیں ہیں لیکن براہ الشیخ سے بدر کو جائیں تو بدر کے قریب، کوئی میل بھر پہلے، سڑک کے قریب ایک عجیب شکل کی چٹان ملتی ہے۔ جو بالکل بیٹھے ہوئے اُونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب ہر ایسی چیز کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ کوئی تعجب نہیں جو یہ بھی ایک بُت رہا ہو۔

---

[1] شامی کے الفاظ ہیں "تل مشرف علی المعرکۃ" [2] تاریخ طبری ص ۱۳۰۱، ۱۳۶۰

بدر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے۔ کوئی ساڑھے پانچ میل لمبا اور تقریباً چار میل چوڑا اطراف میں بلند پہاڑ ہیں۔ مکہ، شام اور مدینہ جانے کے راستے جو وادی بدر میں سے گزرتے ہیں یہیں ملتے ہیں۔ ترکی دور میں شریف عبدالمطلب نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ یہ میدان سنگلاخ ریتلا ہے۔ مگر جنوب مغربی حصے کی زمین نرم ہے۔ جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تھی تو یہ مقام، جہاں قریش کا پڑاؤ تھا، دلدل بن گیا تھا۔[1] مگر اب یہاں ایک سرسبز نخلستان ہے۔

بدر کے اطراف جو پہاڑ ہیں اُن کے مختلف نام ہیں۔ ان میں دُور دُور سے سفید ریت کے تودے نظر آتے ہیں۔ آج بھی ان سفید پہاڑوں میں سے ایک کا نام العدوة الدنیا اور دوسری کا العدوة القصویٰ ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو بہت اُونچا پہاڑ ہے۔ اسے اب جبل اسفل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے اور ابو سفیان کا قافلہ راستہ کترا کر ساحل کے کنارے کنارے گزر گیا تھا تو قرآن میں اس کا ذکر " وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (کاروان تم سے نیچے تھا) کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ بدر سے سمندر کی مسافت کے متعلق واقدی[2] نے " ھی من الساحل علی بعض نھ (وہ ساحل سے دن کے کچھ حصے پر واقع ہے) لکھا ہے جو چاہے موٹر کے لیے صحیح ہو لیکن اُونٹ پر سفر کے لیے یقیناً ممکن نہیں، واقدی نے محض قیاس کیا ہوگا۔ بجز اس کے کہ اب سمندر ہٹ گیا ہو۔

---

[1] ابن ہشام صہ ۴۳۹

[2] کتاب المغازی مخطوطہ برٹش میوزیم ورق (۳۰ ب)

میدان بدر کے ایک کنارے پر شتر نما چٹان جسے عرب اسلام آنے سے پہلے پوجتے تھے

میدانِ بدر کا تاریخی چشمہ جس نے لشکرِ اسلام کو پانی مہیا کیا۔

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا ۔ کہ تیرا ساقیٔ کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آکے ٹھہریں گے ۔ شہید آرام فرمائیں گے غازی آکے ٹھہریں گے
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا ۔ چھپا کر ایک گوشے میں مصفّا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس مہمانوں کو پلا دیتا ۔ میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرت سے بجھا لیتا
حضورِ ساقیٔ کوثر مری کچھ لاج رہ جاتی ۔ مری عزت مری شرمِ عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے ۔ الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی ۔ تو مجھ کو رحمت للعالمین سے شرم آئے گی

(صحرا کی دعا۔ شاہنامہ اسلام)

جنگ بدر کی چند جھلکیاں: ایک طرف تو قریش کا مسلمانوں پر مظالم توڑ کر انھیں جلاوطنی پر مجبور کرنا، جلاوطنی پر اُن کی جائدادوں کو ضبط کر لینا[1] اور ان کے نئے مسکن (حبشہ اور پھر مدینے) میں وہاں کے حکمرانوں اور با اثر لوگوں کو ان تارکین کو پناہ دینے کی ترغیب[2] دینا دوسری طرف ان ناانصافیوں کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ سے مسلمانوں کا قریش پر معاشی دباؤ ڈالنا اور بزور قریشی قافلوں کی آمد و رفت کو اپنے زیر اثر علاقے میں روک دینا۔ یہی بدر کی لڑائی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ قریشی قافلوں کو لوٹ لینا، ڈاکہ اس وقت سمجھا جائے جب یہ قصور ہوں اور لوٹنے والے حکومت نہیں بلکہ خانگی افراد ہوں ورنہ دو سلطنتوں میں کشیدگی پر نہ صرف جان و مال و آبرو کے خلاف بھی ہر فریق دوسرے کو نقصان پہنچانے کا پورا حق رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے۔ میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں جو قریشی قافلوں کو لوٹنے کے لیے بھیجی ہوں مہموں کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔ شبلی مرحوم[1] نے کانما یساقون الی الموت[2] کی آیت سے استدلال کر کے کم از کم جنگ بدر کی حد تک اپنی رائے کو مستحکم کر لیا ہے کہ آنحضرت قافلے کو روکنے کے لیے نہیں بلکہ قریشی امدادی دستے سے مقابلے کے لیے نکلے تھے لیکن "اِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحدَی الطَّائِفَتَینِ اَنَّھا لکم وتَوَدُّونَ اَنَّ غَیرَ ذَاتِ الشَّوکۃِ تَکُونُ لَکُم[3]" کی صریح آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے سے چلتے وقت مسلمانوں کو یقین نہ تھا کہ آیا وہ قافلے سے ملیں گے یا امدادی دستے سے مڈبھیڑ

---

[1] صحیح بخاری کتاب ص۶۴ باب ص۹۴ حدیث ص۳ نیز ابن ہشام ص۳۲۱ تا ۲۲ نیز ص۱:۳۳ بطبع ص۳۵۸ [2] تاریخ طبری ص۱۶۰۳ سیرۃ ابن ہشام ص۲۱۶ تا ۱۷ مسند ابن حنبل ج۴ ص۱۹۸

ہو گی۔ دونوں امکانات تھے چونکہ قریشی قافلہ ایک ہزار اُونٹوں پر مشتمل اور پانچ لاکھ درہم کا اسباب لے کر آرہا تھا[۱]۔ اس لیے مدینہ والوں کو یقین تھا کہ اسکی مدد اور حفاظت کے لیے قریش اپنے تمام حلیفوں کی مدد سے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مقابلہ اور کشمکش کریں گے۔ مدینے سے زیادہ دُور، مکے کی سمت جانا ہنوں کے لیے ,,موت کے منہ میں جانا،، معلوم ہوتا تھا۔

اس شام سے آنے والے قافلے کو مسلمان مدینے کے شمال یا مغرب میں روک سکتے تھے لیکن شام سے اس کے نکلنے کی اطلاع اُونٹ سوار ہی دے سکتے تھے۔ اور بمشکل دو ایک دن اوّل۔ مدینے سے ساحل کو سیدھا جانے میں دو تین دن ضرور لگ جاتے ہیں۔ ایک بڑا تجارتی قافلہ بے شبہ آہستہ آہستہ منزل بہ منزل ہی جا سکتا ہے۔ اور یلغار کرنے والی فوج خاص کر دشوار گذار گھاٹیوں کی مدد سے تیز تر جا سکتی ہے۔ بدر، ایسا مقام تھا جو ساحل سے بھی قریب تھا بڑا مقام ہونے کی وجہ سے قافلے وہیں سے گزرتے تھے[۲]۔ مدینے اور مکے کے راستے کا قریب ترین اتصال بھی وہیں ہوتا تھا اور اس کی توقع کی جا سکتی تھی کہ وہاں مسلمان اس قافلے کو جالیں گے۔ سیدھے مغرب کی سمت ساحل کو جائیں تو قافلہ گزر چکتا، اور ہوا بھی یہی۔ یعنی آنحضرت ابو سفیان سے بمشکل چند گھنٹے قبل بدر پہنچتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ غیر معروف راستوں سے چکر لگا کر جانا تھا۔ تاکہ حریف کو خبر نہ لگے۔ آنحضرت راستے میں بھی ٹوہ لیتے گئے[۳] اور بدر کے قریب پہنچ کر متعدد سانڈنی سوار بھیجے[۴] تاکہ اس کا

---

[۱] سیرۃ النبی جلد اول احوال جنگ۔

[۲] طبری ص ۱۲۸۶
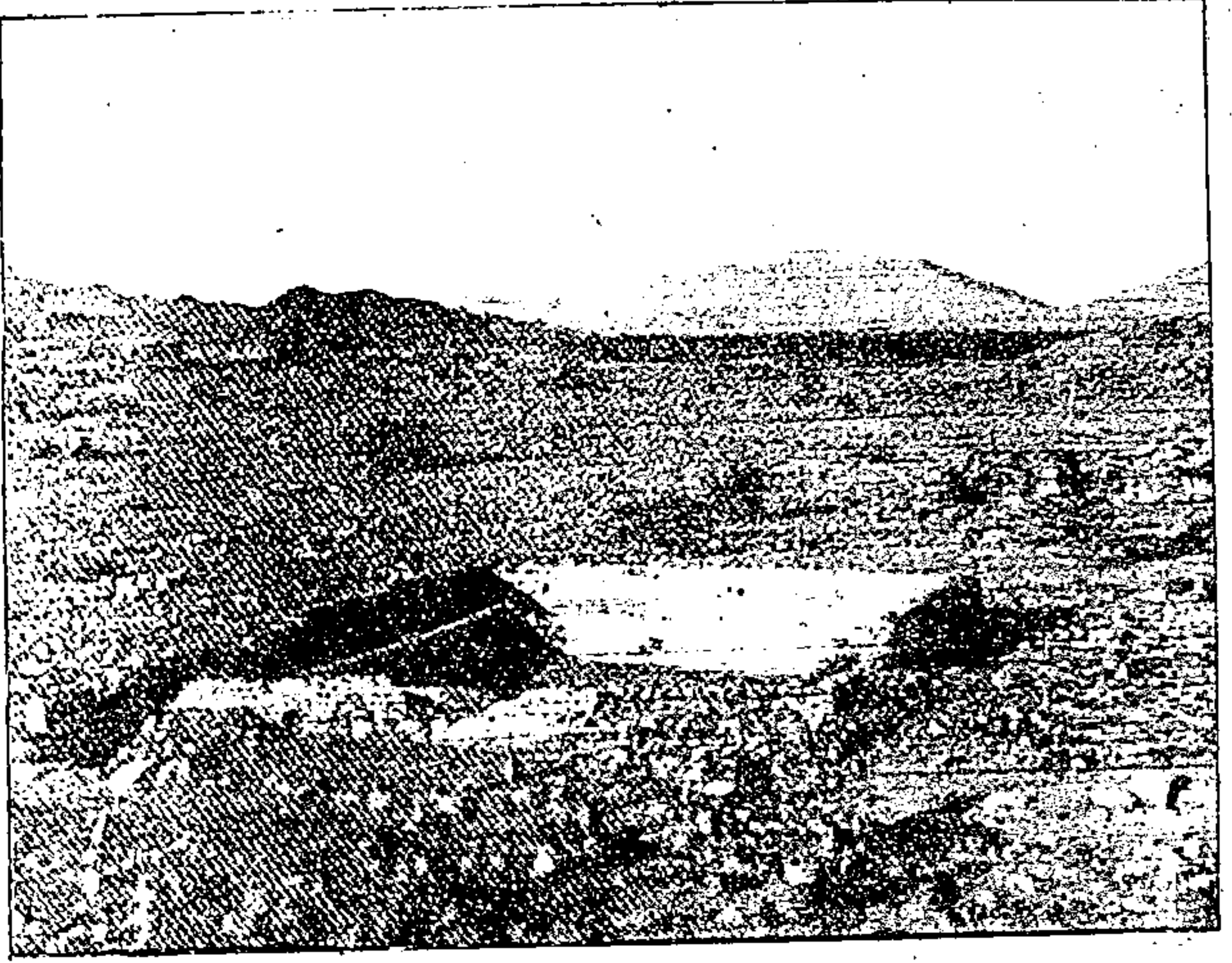
میدان بدر میں جانفروشانِ رسول کی ابدی آرام گاہیں

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقیٔ کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

پتہ چلائیں کہ قافلہ کہاں ہے جو سانڈنی سوار شمال مغرب میں شام کے راستے پر بھیجے گئے تھے، اُنھوں نے واپس آکر غالباً آنحضرت کو اطلاع دی ہوگی کہ قافلہ اب آیا ہی چاہتا ہے۔ اور اس اطلاع پر یہ گمان کرکے کہ قافلہ بدر میں سے گزرے گا۔ آنحضرت عین راستے پر وادی کے داخلے کے پاس پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ یہ سفر پوری تنظیم سے ہوا تھا۔ مدینے میں ایک نائب کو چھوڑا گیا تھا۔ فوج میں انصار اور مہاجرین کے الگ الگ جھنڈے بھی تھے۔ فوج کے مختلف حصے بھی تھے۔ ساقہ یعنی پیچھے کے اہم دستے پر قیس المازنی (انصاری) کو مامور کیا گیا تھا[3]۔

قافلے کو اطلاع مل گئی تھی کہ خود شام کو جاتے وقت مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا تھا[4]۔ اس سے پہلے چھ سات اور قریشی قافلوں کو بھی تجربہ ہو چکا تھا۔ اسی لیے قافلہ چوکنا تھا۔ قافلے عموماً رات کو چلتے ہیں اور صبح کے قریب منزل پر پہنچ کر آرام کرتے ہیں۔ بدر کی خطرناک گھاٹی سے

---

[1] طبری ص ۱۳۰۲

[2] ایضاً نیز ص ۱۲۹۹ و ص ۱۳۰۳

[3] دو بدری لڑکیوں کی گفتگو تاریخ آمد پر (طبری ص ۱۳۰۵

[4] طبری ص ۱۲۹۹

[5] مغازی الواقدی ص ۸ ب

قریش واقف تھے۔ اسی لیے بدر پہنچنے سے کافی مسافت پہلے (اور شامی
کے مطابق الحنین کے موڑ پر) قافلہ رُک جاتا ہے اور قافلہ سالار (ابوسفیان)
ٹوہ لینے نکلتا ہے۔ ابھی آنحضرت میدان بدر کے اندر نہیں آئے تھے۔ لیکن
ان چھوٹے مقاموں پر ایک بھی اجنبی گزرے تو اس سے واقف ہو جاتا ہے
آنحضرت کے سانڈنی سواروں کو لوگ دیکھ چکے تھے۔ گو ان کی غرض کا پتہ نہیں چل
تھا۔ ابوسفیان کو بھی ان بانونی بدوؤں نے سانڈنی سواروں کا پتہ دے دیا اس
نے ان کے قدموں پر چل کر اونٹ کی تازہ مینگنیاں دیکھیں اور فوراً معلوم کر لیا
کہ وہ مدینے کا چارہ کھائی ہوئی سانڈنیاں تھیں۔ قافلہ سالار اس پر بھاگا بھاگ بدر
سے واپس قافلے میں پہنچتا ہے۔ اور ایک طرف تو مکّے کو مدد کے لیے تیز رفتار
پیام رساں بھیجتا ہے۔ اور ساتھ ہی خود بھی راستہ کاٹ کر، بدر کو چھوڑتے ہوئے
ساحل کے قریب سے دو منزلے کو منزلہ کرتا ہوا، آرام لیے بغیر قافلے کو رات
بھر چلنے کے باوجود دن بھر چلا کر جل دے جاتا ہے اور چند گھنٹے ٹھہر کر پھر
آگے بڑھ جاتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی دسترس سے بچ کر صحیح سلامت
مکّہ پہنچ جاتا ہے[1][2]

بدر کی لڑائی: قافلہ سالار کا پیغام مکّہ پہنچا تو وہاں لازمی طور پر کہرام مچ گیا۔ کیونکہ ہر ایک گھرانے کا کچھ نہ کچھ سامان اس میں تھا
جلدی میں قریش نے ناکافی تیاری کی اور جملہ حلیفوں کے اکٹھے ہونے کا
انتظار نہ کیا۔ خاص کر جنگجو "احابیش"، کو ساتھ نہ لینے پر بعد میں وہ بہت

---

[1] سیرۃ شامی احوال جنگ بدر

[2] ابن ہشام صد ۴۲۷

پچھتاتے بھی رہے۔ پھر بھی ہزار کے قریب رضاکار جمع ہو گئے جن میں سے بعض کے پاس گھوڑے بھی تھے۔

اس کمک کو مکّے سے بدر پہنچنے میں کم و بیش ایک ہفتہ ضرور لگا ہوگا۔ یہ سوال کافی پیچیدہ ہے کہ قافلے کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آنحضرت کیوں فوراً مدینہ واپس نہیں ہو گئے۔ اور کیوں ہفتہ بھر بدر میں پڑاؤ ڈالے، اپنے مرکز سے دور خطرے کا سامنا کرتے مقیم رہے۔ جہاں تک غور کیا مجھے ایک ہی وجہ سمجھ میں آئی ہے۔ ہجرت کے ساتھ ہی آنحضرت نے آس پاس کے قبائل سے حلیفی اور معاونت کے معاہدے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱ھ میں جُہینہ کے بعض سرداروں سے معاہدہ ہُوا تھا۔ سنہ ۲ھ میں ینبوع کے آس پاس بسنے والے بنو ضمرہ، بنو مُدلج، بنو زرعہ اور بنو الرَبعہ سے دوستی اور اعانت یا غیر جانب داری کے معاہدے ہو گئے تھے۔ خوش قسمتی سے تاریخ نے ان معاہدوں کے متن کو محفوظ رکھا ہے[1]۔ اور ان معاہدوں کے ساتھ ہی قریش پر راستہ بند کیا جا سکا۔ کیونکہ یہ سب قبائل مدینے اور بحر قلزم کے مابین بستے تھے، اور انھیں کی سرزمین سے قریشی کاروانوں کو گزرنا پڑتا تھا۔

وجہ جو بھی ہوئی ہو، ابتداً شام سے آنے والے قافلے کو روکنے کے لیے آنحضرت نے ایک موزوں جگہ پڑاؤ ڈالا، پھر وہیں مقیم رہے۔ جب قریش کی فوج کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آنحضرت نے طے کیا کہ ان سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ دشمن کی تعداد تقریباً تگنی تھی۔ اس وقت ہمراہی افسروں نے جو بدر کے جغرافیہ

---

[1] ملاحظہ ہو الوثائق السیاسیہ طبع مصر ۱۹۴۰ء نیز ابن سعد وغیرہ

سے بہتر واقف تھے. مشورہ دیا کہ مکے یعنی جنوب سے آنے والے دشمن کے مقابلے کے لیے پڑاؤ کو بدلنا مناسب ہوگا - پانی پر اپنی بہتر دسترس اور دشمن کو اس سے محروم کرنا خاص طور پر پیشِ نظر رکھا گیا[1]۔ اسی طرح لڑائی چونکہ عموماً صبح کو شروع ہوئی تھی، اس لیے اس کا لحاظ رکھا گیا کہ دن چڑھے تو سورج آنکھوں پر نہ آئے[2]۔

بدر کے پانی کے متعلق مورخوں نے جو تفصیلیں لکھی ہیں. وہ کچھ زیادہ واضح نہیں ہیں. ممکن ہے گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال میں پانی کے بہاؤ اور سوتوں میں تبدیلی ہوئی ہو. بہر حال موجودہ حالت یہ دیکھی گئی کہ وہاں ایک چشمہ ہے جسے ہم کاریز یا زمین دوز نہر کہہ سکتے ہیں، اس کا بہاؤ شہر سے جبلِ عریش اور نخلستان کی طرف ہے، اور مسجدِ عریش سے کوئی پندرہ بیس قدم پہلے پانی کا لیول پیدل راستے کے برابر ہے. مگر ظاہر ہے مسجدِ عریش ایک ٹیلے پر ہے . اس لیے مسجد کے اندر اس کا منہ کافی گہرائی پر ہی کھولا جا سکتا ہے۔

غالباً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے آنے پر العدوۃ الدنیا سے آگے بڑھ کر مسجدِ عریش کے قرب و جوار میں اس چشمے کے بہاؤ کے موقع پر پڑاؤ ڈالا. اور متعدد حوض بنا کر اس بہتے پانی کو جنگ کے دن قریش پر روک دیا، کیونکہ ان کا پڑاؤ اور بھی نیچے العدوۃ القصویٰ پر تھا. متعدد بڑے حوضوں کے بغیر اس بہتے پانی کو زیادہ دیر تک روکا بھی نہیں جا سکتا تھا

فریقین کی صف بندی: مسلمانوں کے پاس تین سو سے کچھ ہی زیادہ سپاہی[3] تھے. دشمن کی تعداد مورخوں نے

---

[1] ابن ہشام ص ۴۳۹ [2] مغازی الواقدی، ورق ص ۱۵ [3] طبری ص ۱۲۹۸ و ص ۱۳۰۴

رساڑھے نو سو لکھی ہے۔ ایک بہتر "تعبیہ" (صف بندی) کے بغیر عام حالتوں میں مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا تھا۔ امام ترمذی[۲] کے مطابق اسلامی فوج کی تقسیم لڑائی سے پہلے کی رات ہی کو عمل میں آ چکی تھی۔ لڑائی کے دن سویرے ہی آنحضرت نے مسلمانوں کو قطاروں میں تقسیم کیا۔ اور صف بندی کا جنگ سے پہلے تنقیدی نظر سے معائنہ کیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ معائنہ میں کوئی سپاہی ذرا بھی آگے یا پیچھے نظر آتا تو آپ اسے فوراً درست کرتے[۳]

اس صف بندی کے بعد آپ نے فوج کے مختلف حصوں پر افسر مقرر کیے۔ واقدی[۴] کے مطابق میمنہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے مگر یہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورا وقت جناب رسالتماٰب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جیسا کہ ابھی آگے تفصیل آئے گی۔ واقدی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی فوج تین مستقل جماعتوں پر مشتمل تھی۔ مہاجرین اوس اور خزرج اور ہر ایک کا علمبردار الگ تھا (نیز طبری ص ۱۲۹۷)

اس صف بندی کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سپاہیوں کو اہم ہدایتیں دیں[۵] جن کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان اس صف بندی کو نہ توڑیں اور اس وقت تک لڑائی کا آغاز نہ کریں۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں۔ دشمن دور ہو تو تیر چلا کر ضائع نہ کریں۔ زد پر آئے تو تیر چلائیں۔ اور بھی قریب آئے تو پتھروں سے ماریں، اس سے بھی نزدیک

---

[۱] ایضاً نیز ابن ہشام ص ۴۴۳ [۲] جامع الترمذی ابواب الجہاد [۳] طبری ص ۱۳۱۹

[۴] مغازی الواقدی ورق (۵۱ اب) [۵] یہ ہدایتیں اکثر کتب حدیث میں ملتی ہیں مگر ان کا بہتر بیان واقدی کا بیان ہے۔ نیز ابن ہشام ص ۴۴۳۔

ہوجائے تو نیزوں سے روکیں اور سب سے آخر میں تلواریں کھینچیں۔ یقیناً ہر مسلم سپاہی نے اپنے کھڑے ہونے کی جگہ ہاتھ سے پھینکے جانے والے پتھروں کے ڈھیر لگائے ہوں گے جو میدانِ بدر میں اسلامی کیمپ پر کافی مقدار میں ملتے ہیں۔ مسلمان چونکہ کھڑے ہوئے اور مدافعت پر تھے۔ اس لیے یہ ان کے لیے ممکن تھا۔ دشمن جارحانہ حملہ کرکے آگے بڑھتا آرہا تھا۔ اس لیے وہ چاہتا بھی تو زیادہ مقدار میں پتھر نہ لے سکتا۔
مسلمان سپاہیوں کے پاس چونکہ کوئی امتیازی لباس نہ تھا۔ اس لیے "یا منصور آمت" کا جملہ ان کا شعار مقرر کیا گیا۔ جب دو آدمی مقابل ہوتے اور فریق ثانی یہ شعار نہ دہراتا تو فوراً معلوم ہوجاتا کہ وہ دشمن کا آدمی ہے "الملائکہ مسوّمین (نشان لگانے والے فرشتے) کی آیت کی تفسیر میں (جو بدر ہی کے سلسلے میں ہے) طبری وغیرہ نے یہ حکم نبوی بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان لباس و ہیئت وغیرہ میں امتیاز بھی پیدا کرلیں۔ "تسوّموا فانّ الملائکہ تسوّمت" (نشانیاں لگالو کیونکہ فرشتوں نے بھی نشانیاں لگالی ہیں)

دشمن کی تنظیم کا زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ واقدی[2] کے مطابق ان کا میمنہ و میسرہ دو حصے تھے، اور فوج میں تین جھنڈے تھے۔ انھوں نے پیش قدمی کرکے ایک خاص مقام پر توقف کیا۔ پھر اپنے زمانے کے جنگی رواج کے مطابق مبارزہ کیا۔ یعنی ان کا ایک بہادر صفوں سے آگے بڑھا اور دعوت دی کہ مسلمانوں کا بھی ایک پہلوان آگے آئے اور دونوں تنہا لڑیں[3]
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صف بندی مکمل کی اور انتظام کی

---

[1] مغازی الواقدی صـ۱؎ [2] مغازی صـ۱۵ب [3] ابن ہشام صـ۴۴۳

طرف سے مطمئن ہو کر اپنے "اسٹاف" کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ جہاں سے میدان جنگ صاف نظر آتا تھا۔ (علی تل مشرف علی المعرکۃ[1]) اس ٹیلے پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک جھونپڑی (عریش) تیار کی گئی تھی۔ جس کا منشاء کچھ تو دھوپ کے وقت سپہ سالار کے لیے سایہ مقصود تھا، اور کچھ دشمن کے تیروں سے بچاؤ پیش نظر ہوگا۔ یہاں چند تیز رفتار سانڈنیاں بھی متعین تھیں[2] یقیناً اپنی فوج کو ہدایات بھیجنے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے کام لیا ہوگا۔ ان سانڈنیوں کا منشا یہ تھا کہ ضرورت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر مدینہ جا سکیں۔ اور عریش سے مدینے کا راستہ کھُلا رکھا گیا تھا۔ نیز طبری کے مطابق عریش پر ایک محافظ دستے کا پہرہ بھی تھا[3]۔

اسی عریش یا جھونپڑی کی جگہ پر آج کل بطور یادگار ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں فی الوقت تین کتبے ہیں۔ ایک منبر کے اُوپر، دوسرا محراب کی کمان کے اُوپر قبلہ رُخ دیوار میں نصب ہے۔ تیسرا محراب کے پاس الگ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ مسجد کی دیواریں مٹی کی ہیں۔ جن کے اندر ممکن ہے اینٹ ہو۔ یا یہ پتھر کا ہے۔ منبر کے اُوپر جو کتبہ ہے اس میں مصر کے مملوک افسر خشقدم کا نام ملتا ہے۔ املاء کی غلطیاں (ہذا المکان، کانل الفراغ وغیرہ) بھی انھیں عجمیوں نے کی ہوں گی۔ محراب کی کمان کے اُوپر سنگِ مرمر کا ایک چھوٹا سا کوئی آٹھ انچ مربع کتبہ ہے جو کچھ تو آرائشی

---

[1] سیرۃ شامی غزوہ بدر [2] ابن ہشام ص۴۳۹ تا ص۴۴۰

[3] طبری ص۱۳۲۲

خط میں طغری کی طرح لکھا ہوا ہوئے اور کچھ قدامت کے باعث بہت کچھ گھس جانے کے باعث مجھ سے نہ پڑھا گیا۔ میری رائے میں یہ مملوکوں سے بھی پہلے کا ہے۔ تیسرا کتبہ جو نیچے پڑا ہوا ہے۔ وہ بہت بدخط معمولی ریت کے پتھر پر لکھا ہوا اور غالباً حال کا ہے اس کا زمین پر پڑا ہونا بتاتا ہے کہ مسجد کی موجودہ تعمیر بالکل جدید ہے اور دونوں نصب کیے ہوئے کتبے محض یادگار کے طور پر دیوار چنتے وقت لگا دیئے گئے۔ یہ تیسرا کتبہ بھی اپنے زمانے میں کہیں نصب ہوگا۔ اس میں بھی "کان الفراغ" کے الفاظ اب تک صاف پڑھے جاتے ہیں۔ مملوکوں کے کتبے کی عبارت میں نے یوں پڑھی ہے۔

سطر اوّل۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۔ انشا فی حضر ہذا المکان المبارک

۳۔ خشقدم امیر عسرہ (؟ عشرۃ، عشیرۃ) بدیارالمصریہ مشیدۃ العمارۃ السلطانیۃ

۴۔ وکان الفراغ من ہذا بستیۃ المبارک ربیع الاول احد و عشرین فی سنتہ ستۃ و تسعمایۃ۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس مبارک مقام پر حصار تعمیر کرنے کا آغاز خشقدم نے کیا جو سلطنت مصر میں امیر عشرہ اور سرکاری انجینئر تھا۔ اس مبارک عمارت کے بنانے سے ۲۱ ربیع الاول ۹۰۶ھ میں فراغت ہوئی۔

شہدائے بدر کا مقبرہ بھی ایک ممتاز احاطے میں آج تک موجود ہے

بدر کی مقامی روایتوں اور وہاں کے مزوّرین کے بیان کے مطابق لڑائی اسی جگہ ہوئی جہاں اب قبرستان واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی سی جمعیت کے لیے بھی رضا کار عورتیں مقرر کی تھیں جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں[1] سپاہیوں کو پانی پلاتیں۔ میدان میں گرے ہوئے دشمن کے تیروں کو جمع کر کے مسلم تیر اندازوں کو دینے کا خطرناک کام بھی کرتیں، غرض جتنا ہوتا ہاتھ بٹاتیں۔

لڑائی کے نتیجے سے سب واقف ہیں۔ مسلمانوں کے کوئی ایک درجن سپاہی شہید ہوئے۔[2] دشمن کے ستر آدمی کھیت رہے[3] اور اتنے ہی گرفتار ہوئے[4]۔ جو قید کر کے فوجی نگرانی میں غالباً پیدل مدینہ بھیجے گئے۔ ان کے ساتھ عام طور پر اچھا سلوک کیا گیا، جس کے پاس کپڑے نہ رہے تھے اُسے کپڑے دیئے گئے۔ اور انھیں مسلمان سپاہیوں کے برابر کھلایا پلایا گیا۔[5] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جملہ لاشوں کو دفن کرایا اور فوراً دو تیز رفتار مبشّر مدینہ بھیجے، ایک محلہ ہائے عالیہ کے لیے اور دوسرا محلہ ہائے سافلہ کے لیے تاکہ وہاں کی بے چین آبادی کو لڑائی کے نتیجے کی خوشخبری اور دیگر واقعات سنائیں[6] یہ رمضان ۲ھ کا واقعہ ہے۔

---

[1] بخاری ص ۵۶/۵ [2] ابن ہشام ص ۵۰۵ [3] ایضاً ص ۵۰۸ وما بعد [4] ایضاً ص ۵۱۲ وما بعد [5] ابن ہشام ص ۴۵۹ تا ۴۶۰ ابن سعد ۲/۲ ص ۱۶ نیز بخاری ص ۵۶/۴۲

[6] سیرۃ شامی غزوۂ بدر نیز ابن ہشام ص ۵۱۲

قیدیوں سے برتاؤ عرب میں یکساں نہ تھا۔ وہ قتل بھی کر دیئے جاتے، غلام بھی بنا لیے جاتے، خاص کر عورتیں اور بچے، اور مُفت بھی رہا کر دیئے جاتے مالی فدیئے کا رواج مسلمانوں میں جنگ بدر کے پہلے ہی سے چلا آ رہا تھا۔ اب ایک ہتھیار فروش (نوفل بن الحارث بن عبد المطلب) سے ایک ہزار نیزے مانگے گئے[1] عام قیدیوں سے چار چار ہزار کی خطیر رقم طلب کی گئی[2] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم کو جو اہمیت دیتے تھے۔ اس کا اندازہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ چار ہزار کی خطیر رقم کے عوض پڑھے لکھے قیدیوں کو دس دس بچوں کو لکھنا سکھانے پر رہا کر دیا گیا[3] چند ایک کو مسلمانوں سے آئندہ نہ لڑنے کے اقرار پر مفت بھی رہا کر دیا گیا[4]

اسلامی محدّث اور مورّخ لکھتے ہیں کہ بدر میں قیام کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ممتاز افسروں کے ساتھ پھر کر میدانِ جنگ کا معائنہ کیا اور جگہ جگہ بتاتے گئے کہ دشمن کا فلاں افسر فلاں جگہ ہو سکتا ہے اور اس کے مرکر گرنے کی جگہ فلاں ہے[5] سپہ سالار اعظم کا انتہائی خطرے کے موقع پر یہ اطمینان اور ایقان ماتحت افسروں اور اُن کے ذریعے سے پوری فوج میں جو خود اعتمادی اور جوش و ولولہ پیدا کر سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور ساتھ ہی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ دشمن کی صلاحیتوں اور تجویزوں کا پیش اندازہ کتنا مفید اور ضروری ہوتا ہے۔

---

[1] اصابہ ص ۸۳۳۶ از ابن سعد نیز کنانی ج ۲ ص ۲۸ [2] ابن ہشام ص ۴۶۲ وغیرہ [3] مسند ابن حنبل ۱/۲۴۶ ابن سعد ۲/۱ ص ۱۴ [4] طبری ص ۱۳۵۴ نیز ابن ہشام ص ۴۷۱ [5] مثلاً طبری ص ۱۲۸۸ "فلما در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدا قال ہذہ مصارعہم نیز ابن ہشام ص ۴۳۵ وغیرہ
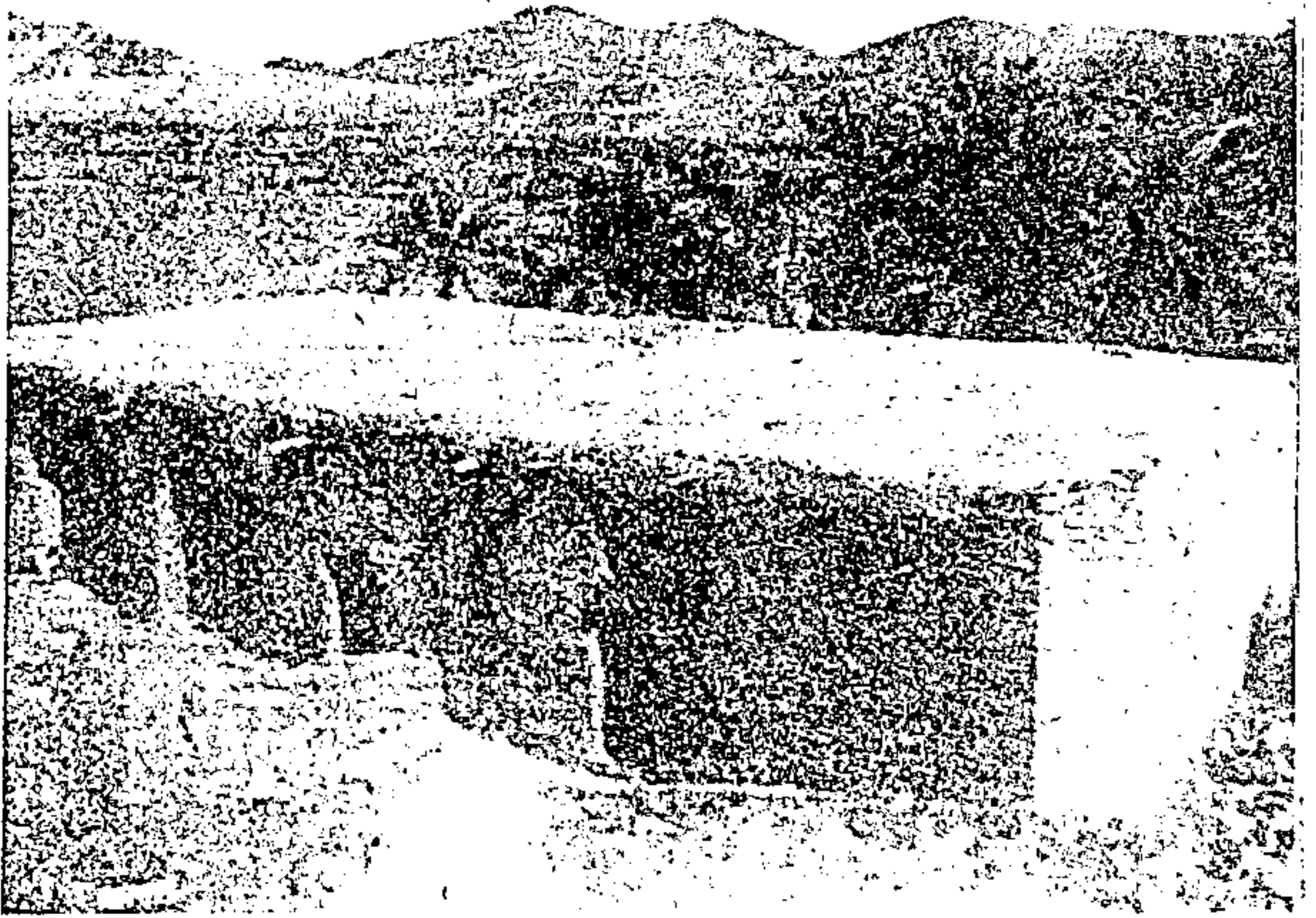
میدان بدر میں مسجد عریش جہاں حضور سجدہ ریز ہو کر دعا فرماتے رہے -

صحابہ کو پروسئے فوج دشمن کر کے استادہ - عریشے میں ہوا محوِ دعا اللہ کا دلدادہ
دعا مانگی "الٰہی یہ تیرے دیندار بندے ہیں - بہت ہی صاحبانِ جرأت و ایثار بندے ہیں
یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر - ترے نام کی خاطر ترے اسلام کی خاطر
یہ چند افراد ہیں، تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں - نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں
ضعیف و ناتواں ہیں اے خدا ان کو قوی کر دے - الٰہی ان پہ آساں دینِ حق کی پیروی کر دے
الٰہی نعمتوں سے ان کی خالی جھولیاں بھر دے - سر و ساماں نہیں ہے تو سر و ساماں عطا کر دے

وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہو اے خدا تیری
مسلماں اس پہ راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری

اسلام نے جہاں ہر چیز میں جمالیات کا لحاظ رکھا ہے۔ وہیں لڑائی کے لیے بھی انسانیت پرور اور قابلِ عمل قواعد بنائے ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث[1] جو غالباً اسی جنگِ بدر کے موقع پر ارشاد ہوئی تھی، یہ ہے کہ اذا قتلتم فاحسنوا القتلة (جب تم کسی کو قتل بھی کرو تو اچھے طور سے قتل کرو) خواہ مخواہ تکلیف دہ کاموں کی اور مقابلے کے ناقابل زخمیوں کو قتل کرنے، عورتوں بچوں اور لڑائی میں حصہ نہ لینے والے نوکروں، غلاموں وغیرہ پر ہتھیار چلانے کی سختی سے ممانعت کی گئی اور قرآن مجید میں اسی جنگِ بدر کے موقع پر ہتھیار[2] کے استعمال کی ایک بڑی اہم ہدایت آئی کہ: "واضربوا منهم كل بنان" (یعنی ان کی جوڑوں پر مارو) اور ظاہر ہے کہ دشمن کو ناقابل کر دینے اور ساتھ ہی خون ریزی کو حتی الامکان گھٹانے کی اس سے بہتر ہدایت کسی دست بدست لڑائی کے لیے نہیں دی جا سکتی۔

اسلامی لشکر کی کیفیت: مدینہ منورہ سے روانہ ہونے کے بعد اسلامی لشکر نے ابی علنبہ کے کنویں پر قیام کیا۔ یہ جگہ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکر کا جائزہ لیا۔ تعداد میں قلیل اور ساز و سامان میں کمزور لشکر کو خطاب فرمایا اور اللہ سے دعا کی:

"اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں انھیں اسبابِ زندگی عطا فرما، یہ لباس سے محروم ہیں انھیں لباس عنایت فرما ان کی تنگ دستی اور بے سر و سامانی کو بالادستی اور خوشحالی

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲ [2] دیکھیے تفسیر طبری

سے بدل دے۔"

یہ دُعا بارگاہِ الٰہی میں ایسی قبول ہوئی کہ جب یہ لوگ واپسی پر اسی مقام پر پہنچے تو فاتح بھی تھے۔ زندگی کے اسباب سے مالامال تھے۔ اور مالِ غنیمت سے اتنا سامان میسر آیا کہ نہتے کو عمدہ لباس میسر آیا۔

کمسن مجاہدین پر نگاہِ مصطفےٰ: لشکر کا جائزہ لیتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف و کرم ان کمسن مجاہدین اسلام پر پڑی جو جذبہ جہاد میں مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کے ساتھ چلے آئے تھے۔ ان میں عبداللہ بن عمر فاروق۔ اسامہ بن زید۔ رافع بن خدیج۔ اُسید بن حضیر۔ زید بن ارقم۔ زید بن ثابت۔ براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کمسن مجاہدین کے علاوہ عمیر بن ابی وقاص جو حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے۔ جہاد کی معیاری عمر پر پورے نہیں اُترتے تھے۔ مگر وہ جذبہ جہاد سے اتنے سرشار تھے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ سے چھپے چھپے پھرتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی نے چھپنے کی وجہ پوچھی تو عمیر نے بتایا۔ کہ حضور کمسن مجاہدین کو واپس فرما رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہیں مجھے بھی واپس نہ کر دیا جائے۔ میں تو جذبۂ جہاد لے کر آیا ہوں۔ واپسی کو قدم نہیں اُٹھتے۔ جب عمیر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا، عمیر۔ تم چھوٹے ہو۔ واپس چلے جاؤ۔ یہ حکم سنتے ہی عمیر رونے لگے۔ حضور کو ترس آ گیا اور عمیر کو لشکرِ اسلامی کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

لشکرِ اسلام کی تعداد: ان کمسن نوجوانوں کی واپسی کے بعد لشکر تین سو پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں اسّی مہاجر اور دو سو پچیس انصاری تھے۔ ان میں سے آٹھ افراد لشکر میں تو موجود نہیں تھے مگر وہ حضور کے فرمان پر بعض نہایت اہم خدمات پر مقرر تھے۔ مورخین نے انہیں بھی بدری صحابہ شمار کیا ہے اور بدر کے مالِ غنیمت سے انھیں اتنا ہی حصّہ دیا گیا۔ جتنا شرکاء جنگ نے پایا تھا۔ ان میں سے تین تو مہاجرین اور پانچ انصار سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ جناب رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کے پیشِ نظر میدانِ جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ جناب طلحہ اور سعید کو قریش قافلے کی خبر گیری کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ جناب ابو لبابہ (انصاری) کو مدینہ کے امور کا نگران بنا کر راستے سے واپس فرما دیا تھا۔ عاصم بن عدی کو اہل بیت کی نگہداشت کے لیے مقرر فرمایا تھا حارث بن حاطب (انصار) کو قاصد بنا کر بنی عمرو کی طرف روانہ فرمایا گیا تھا۔ ان سب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے شریکِ جنگ شمار کیا گیا۔ حارث بن ملعم اور حارث بن جبیر جو راستے میں سواری سے گر کر زخمی ہو گئے تھے۔ واپس بھیج دیئے گئے۔ ان آٹھ حضرات کو شامل کر لینے کے بعد لشکرِ اسلامی کی تعداد ۳۱۳ ہو جاتی ہے۔

اسلامی لشکر کی فوجی قوت: ان تین سو تیرہ قدسیوں کے پاس جو سامانِ جنگ تھا وہ صرف ستر اونٹ دو گھوڑوں، چھ زرہوں اور آٹھ تلواروں پر مشتمل تھا۔ اس تعداد اور اس سامانِ حرب کے ساتھ یہ لوگ قوم کی تقدیریں بدلنے نکلے تھے۔ دورانِ سفر ایک ایک اونٹ پر دو۔ دو تین تین صحابہ سوار تھے۔ خود سرکارِ

دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُونٹ پر حضرت علی اور زید بن حارثہ باری
سواری کرتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدل چلنے کی باری آ
آپ کے ساتھی اپنی سواری پیش کرتے۔ مگر وہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نہایت محبت سے اپنے ان ساتھیوں کو سوار ہونے کا حکم دیتے اور خو
پیدل چلتے اور حوصلہ افزائی کے طور پر فرماتے۔ میں تم سے طاقت ور ہ
ہوں اور سواری سے مستغنی بھی۔

اسلام کے پرچم بردار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ا
مختصر سے لشکر کو تین پرچم بردار حضرات مد
ترتیب دیا۔ مہاجرین کا ایک دستہ مصعب بن عمیر کے پرچم کے زیر سایہ تھا
قبیلہ خزرج کے لوگ خباب بن منذر کے پرچم کے نیچے تھے۔ اوس کے مجاہد
حضرت سعد بن معاذ کے زیر پرچم تھے۔

مشرکین مکہ کے لشکر کی شان بان: اللہ کے محبوب پاک صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب
تین سو تیرہ صحابہ کے سامان حرب کے مقابلہ میں مکہ کے مشرکین جس انداز
نکلے تھے۔ اس کا ایک جائزہ بھی مورخین نے پیش کیا ہے۔ اس لشکر میں نو سو
کار جنگ جو نوجوان موجود تھے۔ اور ان کے مختلف دستے مندرجہ ذیل آزمودہ کا
افراد کے زیر کمان تھے۔

۱۔ عمر بن ہشام المعروف بہ ابوجہل
۲۔ عتبہ و شیبہ پسران ابو البختری ربیعہ
۳۔ حکیم بن حزام
۴۔ حارث بن عامر

۵۔ طعیمہ بن عدی

۶۔ اُمیّہ بن خلف

۷۔ نبیہ و منبہ پسران حجاج

۸۔ سہیل بن عمرو

۹۔ عمرو بن ودّ

اس لشکر کے پاس ساڑھے سات سو اُونٹ اور ایک سو جنگی گھوڑے تھے۔ کفار نے اپنی فوج کو تین پرچموں کے نیچے ترتیب دیا تھا۔ جنھیں بنی عبدالدار کے طلحہ بن طلحہ۔ ابو عزیز بن عمیر۔ نضیر بن حارث اُٹھائے ہوئے تھے۔
ان نو سو جنگی سورماؤں کے علاوہ ایک سو سے زائد خدمت گار ساتھ تھے۔ جو سامان عیش و عشرت کی نگہداشت اور شراب و رباب کا اہتمام کرنے پر مامور تھے۔ جنگی سورما کسی جنگ میں شراب اور رباب کے بغیر لڑنے کے عادی نہ تھے۔ لشکر کا سپہ سالار ابوجہل اپنے جنگی سورماؤں کو بلانے کے لیے برملا کہتا تھا:

شرابیں ناچ گانا، کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں
بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہ لشکر ہیں
انھی کے حسن سے معمور یہ خرگاہ لشکر ہیں
انھی سے منزلوں میں اہتمام عیش رہتا ہے
کہ ہر سردار کا خیمہ مقام عیش رہتا ہے
ہماری رات غرق بادۂ سرجوش رہتی ہے
صدائے چنگ و دف گلبانگِ نوشا نوش رہتی ہے

یہ سارا اہتمام کافروں کے لشکر کا نشان تھا۔ اور یہی چیزیں قوموں کی تباہی کا سامان ہوا کرتی ہیں۔

کفر و اسلام ایک دوسرے کے مقابل

دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ یہ پہلی بار تھی کہ مسلمان کفارِ مکہ کی صفوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ ظالموں اور مظلوموں کو ایک دوسرے سے آنکھیں ملانے کا پہلی بار موقعہ ملا۔ صفیں جمیں۔ تلواریں لہرائیں۔ کمانیں چڑھیں۔ برچھیاں بلند ہوئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا۔ جاؤ۔ اور ان بدنصیبوں کو کہو کہ واپس چلے جائیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ جناب فاروق آگے بڑھے۔ انھیں سمجھایا۔ لیکن ان بدبختوں کے سروں پر تو موت سوار تھی۔ وہ حق بات سننے کی بجائے اسے لشکرِ اسلام کی کمزوری پر محمول کرنے لگے۔ ان کی عقلیں ماؤف ہو چکی تھیں۔ وہ موت کے سایوں کو دیکھنے سے قاصر تھے اور جہنم کے شعلے ان کو نظر نہ آتے تھے۔ ان کی بدبختی ابو جہل کی قیادت کی تصویر بن کر چھائی ہوئی تھی۔ یہ مغرور قیادت نہ انھیں واپس جانے دیتی تھی۔ ساری کوششوں کے باوجود جنگ کا آغاز ہوا۔ مجاہدین نعرۂ تکبیر کے ساتھ آگے بڑھے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سرِ اقدس بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہوا۔ مسلمانوں کی تلواریں مکہ کے متکبروں کے سروں کی پکی ہوئی فصل کاٹنے لگیں۔ شام سے پہلے مسلمان فتح یاب تھے۔ لشکرِ کفار بھاگ رہا تھا۔ بڑے بڑے سورماؤں کو پابہ زنجیر کر لیا گیا تھا۔ اور بڑے بڑے فرعون میدانِ جنگ میں خاک و خون میں تڑپ رہے تھے۔

مسلمانوں میں سے صرف چودہ جانثاروں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن

میں چھ مہاجر۔ اور آٹھ انصار تھے۔ ملّتِ اسلامیہ اپنے ان جاں نثاروں کے رنگین خون سے
قیامت تک زندہ و تابندہ ہو گئی۔ مجاہدین اسلام نے اپنی پہلی فتح سے کفر کی
گردن توڑ دی تھی۔ عرب کے تمام کافر قبائل دم بخود رہ گئے۔ جو لوگ اسلام کے
شیدائیوں کو لقمہ تر جانتے تھے۔ تھرتھرا گئے۔ اس جنگ کے نتیجہ میں سارے
عرب میں اسلامی قوت کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور مسلمانوں کی قوت کا سکّہ سارے
عرب نے مان لیا۔ میدانِ بدر کی فتح نے مسلمانوں کی قوت کو چار دانگ عالم
سے خراجِ تحسین حاصل ہوا۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ ط

بدری صحابہ اور بدری شہدا

بدر میں شریک اور شہید ہونے والے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
کے فضائل میں سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں بے پناہ مواد ملتا ہے۔ ہزاروں
صفحات ان نفوسِ قدسیہ کے کمالات کی شہادت دیتے ہیں۔ لاکھوں روایتیں
ان کی جرأتِ ایمانی کی گواہی دیتی ہیں۔ جنگِ بدر کے اختتام پر حضرت
جبرئیل بارگاہِ نبوت میں آئے تو دریافت کیا۔ یارسول اللہ۔ ان بدری صحابہ
کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لوگ بہترین افرادِ
امت ہیں۔ حضرت جبرائیل نے بتایا۔ یارسول اللہ۔ جن فرشتوں نے

میدانِ بدر میں اُتر کر صحابہ کی امداد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ بھی بہترین ملائکہ شمار ہوتے ہیں۔ جنابِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ صحابۂ بدر کے لیے بہترین انعام ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَطْلَعَ عَلٰی اَھْلَ الْبَدْرِ فَقَالِ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ اَوْ قَدْ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ ط

"اللہ تعالیٰ نے شرکاءِ بدر کو بشارت دی۔ تم جو چاہو کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مغفرت فرما دی ہے اور تمہارے لیے جنت واجب کر دی ہے۔"

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ صحابہ کتنے خوش قسمت تھے میدان بدر میں جن کی قیادت سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی۔ امیر لشکر خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں ان میں سپہ سالار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ ان کے معاون ملائکہ ہوں اور ان کے جہاد میں اللہ کی رضا شامل ہو۔ (رضی اللہ عنہم و رضو عنہ)

میدانِ بدر سے واپسی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادیٔ صفرا میں قیام پذیر ہوئے۔ مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ اُن آٹھ غیر حاضر صحابہ کا حصّہ محفوظ فرمایا۔ سارے صحابہ مالِ غنیمت سے مالا مال ہو گئے۔ مگر خود رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحبِ بدر و حنین کے حصّے میں

ایک تلوار ذوالفقار (جو منبہ بن حجاج کی ملکیت تھی) اور ایک اُونٹ (جس پر ابوجہل سوار ہو کر آیا تھا) آئے۔

شہدائے بدر کی داستان

کتاب کے دیباچہ میں کتاب کی تالیف کا مقصد آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ یہ صفحات اُن پروانگان شمع رسالت اور جاں نثارانِ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذکار کے لیے وقف ہیں۔ جنھوں نے اپنی جانیں اپنے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نثار کر دیں۔ یہ ان جاں نثاروں کا پہلا دستہ شہدائے بدر کے ان چودہ افراد قدسیہ پر مشتمل ہے۔ جنھوں نے حق و باطل کی پہلی جنگ میں اپنے خون کی قربانی دی۔ محبت رسول کا نذرانہ پیش کیا اور ملتِ اسلامیہ کی بنیادوں کو رہتی دنیا تک مضبوط کر دیا۔ انہی چودہ شہدار کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ آئندہ صفحات پہ پھیلا ہوا ہے۔

عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد مناف : یہ قبیلہ قریش کی مطلبی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحارث یا ابومعاویہ اور لقب شیخ المہاجرین ملا تھا۔ خاندانِ عبد المطلب میں سے آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف ملا تھا۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دار التبلیغ بیتِ ارقم کے افتتاح کرنے سے پہلے ہی دولتِ اسلام سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ عمر میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دس سال بڑے تھے۔ جب ہجرت کا حکم ملا تو آپ اپنے بھائیوں طفیل اور حصین اور مسطح بن اثاثہ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ عبداللہ

بن سلمہ عجلانی کے ہاں قیام کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں
آپ کو بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔

تاریخ اسلام کا پہلا تیر انداز: قریش کا ایک قافلہ جو دو سو افراد پر مشتمل شام سے مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس قافلہ کے
سالار ابو سفیان اور عکرمہ بن ابو جہل تھے۔ یہ قافلہ مدینہ کے نواح سے گزرنے
والا تھا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ کو ہی ساٹھ
اسی مہاجرین کی ایک جماعت کا امیر بنا کر قافلے کی نقل و حرکت اور نگرانی پر مامور
فرمایا۔ یہ دونوں جماعتیں ثنیۃ المرۃ کے مقام پر قریب ہوئیں۔ مگر ایک دوسرے
سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اور قافلہ والوں نے اپنے آپ کو بچا کر لے جانے میں
سلامتی سمجھی۔ تاہم اس نگران جماعت کے ایک فرد جناب سعد بن ابی وقاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تیر پھینکا[1] مورخین نے اس تیر کو اسلامی تاریخ کا
پہلا تیر بیان کیا ہے۔ جو کفار کی طرف پھینکا گیا تھا۔ پھر یہ اسلامی تاریخ کی اولین
مہم (سریہ) تھی۔ جس میں اسلامی پرچم کا استعمال کیا گیا۔ بعض مورخین نے
اپنی تحقیق کے پیش نظر لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلا پرچم اسلام حضرت حمزہ بن
عبد المطلب نے تیار کیا تھا۔ یہ بات بھی درست ہے۔ کیونکہ اسلامی لشکر میں تین
قسم کے پرچم استعمال ہوتے تھے۔ جنھیں حالات کے مطابق مختلف نام دیئے
گئے۔

---

[1] صدیاں گزرنے کے باوجود جس کمان سے یہ پہلا تیر نکلا تھا۔ وہ آج تک محفوظ ہے۔ اور یہ
کمان حمزہ ابوالجودت کے خاندان کے پاس امانت چلا آ رہا ہے۔ راقم الحروف نے
اس کمان کی حج کے موقعہ پر زیارت کی۔ (اطہر نعیمی)

لوا رایت اور علم[1]

مورخین نے میدانِ بدر میں لشکرِ اسلام اور لشکرِ کفار
الشہید الاول فی البدر : کا آمنا سامنا بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اور
اس معرکۂ حق و باطل کی اوّلین جھلک کو بڑے اہتمام سے لکھا ہے :

اس معرکہ کے اولین شہید جانثار مصطفٰے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میدانِ کارزار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں سے لپٹ کر پوچھتے ہیں ۔ یارسول اللہ ۔ کیا میری قربانی آپ کی نگاہوں میں قبول ہے ؟ کیا میں دولت شہادت سے محروم ہوں ؟ ——
آپ نے فرمایا ۔ نہیں ۔ تم نے شہادت پائی ۔ حضرت عبیدہ نے کہا ۔ آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے شعر کا مستحق میں ہی ہوں ۔

وَ نسلمهٗ حتّٰی نصرّع حوله
و نذهل انبائنا والحلائل

ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے ۔ جب ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے بھلا نہ دیئے جائیں ۔

سبحان اللہ ! یہ عاشق رسول جان دیتے وقت اپنے محبوب کے قدموں

---

[1] لغوی اعتبار پر موجودہ ادب عربی میں یہ تینوں مترادف چیزیں ہیں اگرچہ فاضل مولف نے ان تینوں کو علیحدہ علیحدہ خیال ہے ۔ ہماری تحقیق میں غیاث اللغات منتخب اللغات کے مولفین ان تینوں کو مترادف ہی لکھا ہے ۔ اطہر نعیمی ۔

سے لپٹ کر یقین حاصل کر رہا ہے کہ اس کی جان کا نذرانہ قبول ہے اور حضور اس پر ہاتھ رکھ کر اسے اللہ کی رضا کی بشارت دے رہے ہیں۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

آپ کو مقام صفرا میں دفن کیا گیا۔ آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کا ایک قافلہ اس مقام پر خیمہ زن ہوا تو ساری وادی سے مشک خالص کی خوشبو کی لپٹیں آنے لگیں۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! اس مقام پر مشک کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمھیں معلوم نہیں کہ یہاں میرے عبیدہ بن حارث (ابو معاویہ کنیت) کی قبر ہے۔ ماشاءاللہ

شدیم خاک و لیکن ز بوئے تربت ما
تواں شناخت کہ زیں خاک مرد می خیزد

۲۔ حضرت عمیر ذوشمالین: آپ کا اسم گرامی عمیر اور لقب ذوشمالین تھا اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ آپ دونوں ہاتھوں سے بیک وقت کام کرتے تھے۔ آپ کے والد عبد عمرو بن فضلہ بن غشان بن مالک بن افصیٰ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے اور اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں آگئے تھے اور عبدالحارث بن زہرہ کے حلیف بنے۔

عبدالحارث نے اپنی بیٹی نعمیٰ کی شادی عبد عمرو سے کی۔ اسی نعمیٰ کے بطن سے حضرت عمیر ذوشمالین پیدا ہوئے۔ آپ مہاجرین بنی زہرہ میں سے تھے۔ جنگِ بدر میں ابو اسامہ جشمی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ صفوان بن وہب قرشی فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ بنی حارث میں سے تھے۔
والدہ کا نام بیضا تھا۔ کنیت ابو عمرو اور جلیل القدر بدری شہداء میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ۔ ابن سعد۔ ابن حاتم وغیرہ نے آپ کو طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں میدان بدر کا شہید لکھا ہے۔ ابن حبّان نے لکھا ہے کہ آپ رمضان ۳۰ھ یا ۳۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مگر اتفاق اسی میں ہے کہ صفوان بن وہب اور آپ کے اسلامی بھائی رافع بن معلّٰی دونوں میدانِ بدر میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۴۔ حضرت عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ مدینہ پاک میں بن عدی کے حلیف تھے۔ "سابقون الاولون" میں شمار ہوتے ہیں۔ دارِ ارقم میں دولت اسلام ملی۔ اگرچہ آپ کے دوسرے بھائی عامر۔ ایاس۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کے ساتھ معرکہ بدر میں شریک تھے۔ مگر شہادت صرف آپ کو ہی نصیب ہوئی۔ دورِ جاہلیت میں آپ کو غافل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جب نگاہِ مصطفےٰ نے اسلام کے لیے آپ کو منتخب فرمایا تو آپ کا نام بھی غافل سے عاقل رکھا گیا۔ اور جب دل کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے۔ تو عاقل و دانا ہو گئے۔ میدان بدر میں مالک بن زہیر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۵۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: والد کا اسم گرامی مالک بن اہیب تھا۔ لیکن اپنی کنیت سے زیادہ شہرت یافتہ تھے۔ بنی زہرہ قریشی تھے سعد بن ابی وقاص فاتح قادسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی

تھے۔ سابقہ صفحات میں اُن کے شریک مجاہدین بدر ہونے کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ آپ عمرو بن ودّ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یمن کے رہنے والے تھے

مہجع بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ: عرب قزاقوں نے آپ کو گرفتار کیا اور مکّہ میں لے آئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ سابقون الاوّلون میں شمار ہوتے ہیں بنی عدی کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس کے ان غرباء صحابہؓ سے تعلق رکھتے تھے جن کے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں۔ حضرات صحابہ آپ کی غربت پر رشک کرتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف کا مرکز تھے۔

ایک بار مکہ کے رؤسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آئے۔ تو ان لوگوں نے دیکھا کہ مہجع بن صالح اپنے لباس مسکنت اور غربت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہیں۔ دوسرے غریب صحابہ بھی آپ کے پاس ہی بیٹھے ہیں۔ رؤسائے مکّہ نے ان غرباء کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قدر قریب دیکھا تو انھیں اپنی روایات کی روشنی میں بڑا تعجب ہوا کہ ایک عالی نسب قریشی ہاشمی غریبوں کے حلقہ میں تشریف فرما ہے۔ ان رؤساء کو ان غرباء کے پاس بیٹھنا ناگوار گزرا۔ اور اس مجلس میں بیٹھنا اپنی توہین خیال کرنے لگے۔ اُنھوں نے آپ سے گزارش کی کہ اگر آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیں تو ہم آپ کی باتیں سن سکیں گے۔ مگر غریب نواز آقا و مولا نے فرمایا: میں آپ لوگوں کی خاطر ان مخلص غرباء اور مساکین کو مجلس سے نہیں اُٹھا سکتا۔

انھوں نے کہا۔ اگر ایسا ناممکن ہے تو کم از کم آئندہ کے لیے یہ اہتمام کر دیں۔ کہ جب ہم لوگ آپ کے پاس آیا کریں۔ یہ ذرا دُور رہا کریں۔ کیونکہ فقرا اور رؤسا میں کچھ تو امتیاز رہے، ان کی بات سن کر مجلس کے اکثر صحابہ خاموش تھے اور چاہتے تھے کہ ان کی یہ بات مان لی جائے۔ حضور نے بھی اس مصلحت کے پیشِ نظر کہ شاید یہ لوگ دامنِ اسلام میں جگہ پالیں۔ ان کی درخواست قبول فرمالی۔ اب ان رؤسا نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور کہنے لگے۔ بہتر ہے کہ یہ بات معاہدہ کے طور پر ضبطِ تحریر میں لائی جائے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو طلب فرمایا گیا۔ کاغذ قلم دوات حاضر کیے گئے یہ غریب صحابہ ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ اور تصویر حسرت بنے اپنے آقا و مولا کے چہرۂ انور کو دیکھتے رہے۔

ہم فقیروں کو نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے
تیری محفل میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے

ادھر تحریر کی تیاریاں ہو رہی تھیں ادھر حضرت جبرائیل پیغام خداوندی لے کر نازل ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ
وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

مفسرین نے الذین یدعون سے مراد جناب بلال۔ صہیب۔ عمار۔ خباب۔ عتبہ بن عزدان۔ اوس بن خولی۔ عامر بن فہیرہ۔ مقداد۔ سالم۔ ابن مسعود۔ فاقد۔ عمرو بن عبد عمرو۔ مرثد اور ہمارے شہید مہجع مولی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم لی ہے۔

حضرت مہجع رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکہ بدر میں کسی کافر کے تیر کے

زخم سے شہید ہوئے۔ مؤرخین نے معرکۂ بدر میں حضرت مہجع کو نشانۂ تیر سے شہید ہونے والے کو اوّل حیثیت دی ہے۔ بعض مورخین نے آپ کے قاتل کا نام عمرو بن حضرمی لکھا ہے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی شہادت کا سُنا تو بے اختیار فرمایا:

یومئذٍ بہ مہجع سیدالشہداء

"آج مہجع سیّد الشہداء ہیں"

مورخین نے ایک غلام کو سیدالشہداء کے لقب سے مشرف پایا تو تعجّب کا اظہار کیا کہ دو جہاں کا آقا اپنے غلام کو اتنی قدر و منزلت دیتا ہے۔

انصاری شہداءِ بدر

معرکۂ بدر میں جہاں مہاجرین صحابہ نے اپنی جانِ شیریں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں نثار کیا۔ وہاں مدینہ کے رہنے والے انصار صحابہ بھی اس جانِ جہاں پر اپنی جان نچھاور کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ آئندہ صفحات میں ہم ان انصاری پروانگانِ شمعِ رسالت کا مختصر سا تذکرہ کر رہے ہیں جو میدانِ بدر میں اعزازِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۱۔ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ان بارہ مدنی بزرگوں میں سے تھے جو بیعتِ عقبیٰ میں شریک ہوئے اور جن کی جرأتِ ایمانی

نے مکّہ کے مظلوم مسلمانوں کو حوصلہ بخشا تھا۔

حضرت سعد غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ مگر آپ کے والد حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میدانِ اُحد میں شہید ہوئے۔ آپ عمرو بن ودّ یا طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں بدر میں شہید ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے کارزار بدر میں دیکھا کہ جنگ مغلوبہ کے دوران ایک ہٹّی کافر پر حملہ آور ہوا تو دور ایک ٹیلے پر جناب سعد کافروں کے ایک جمگھٹے سے نبرد آزما ہیں۔ میں ان کی طرف بڑھا ہی تھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ایک کافر کے وار سے آپ شہید ہو چکے تھے۔ یہ کافر جنگی گھوڑے پر سوار لوہے میں غرق نظر آیا۔ میں اسے پہچان نہ سکا کہ کون ہے۔ البتہ وہ مجھے دیکھتے ہی گھوڑے سے اُترا۔ اور مجھے للکار کر کہنے لگا۔ علی! آؤ۔ دو دو ہاتھ تم سے بھی کر لوں۔ میں اگرچہ پستہ قد تھا اور وہ طویل قامت۔ مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ کود کر مجھ پر ٹوٹ نہ پڑے۔ میں پینترا بدلنے کے لیے پیچھے ہٹا ہی تھا۔ تو وہ کہنے لگا۔ اگر مقابلے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ تو آ کیوں گئے ہو! میں یہ سُن کر آگے بڑھا اور اس کے پاس جا کر رُک گیا۔ اس نے تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ میں نے اس کی تلوار کے سامنے ڈھال کر دی۔ اس کی تلوار میری ڈھال میں پیوست ہو گئی۔ اب میں نے اُبھر کر اس کے شانے پر زور سے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ میرے حملے سے لڑکھڑا گیا۔ اس کی زرہ کٹ گئی۔ میرا خیال تھا کہ اس کا بازو کٹ گیا ہو گا۔ مگر میرے عقب سے ایک تلوار چمکتی دکھائی دی۔ میں نے اپنا سر نیچے کر لیا۔ تلوار کا یہ وار میری بجائے اس دراز قد دشمن پر آن پڑا۔

اس زور دار تلوار نے اس کا خود کاٹا۔ سر کو دو ٹکڑے کیا۔ اور للکارا کہ ایک اور وار کے لیے تیار رہ! میں ابنِ عبد المطلب ہوں! میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت حمزہ سید الشہداء تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور دشمن خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔ ~

یہ تیغ حمزہ تھی دعوے تھے اسکو خاکساری کے
زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جسم ناری کے

۲۔ مبشر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا اسم گرامی عبد المنذر تھا۔ اپنے بھائی ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک بدر ہوئے ابو ثور کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ ابو لبابہ نے میدانِ بدر میں اپنے جوہر دکھائے۔ مگر میدان احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت مبشر میدانِ بدر اور میدانِ احد دونوں میں شریک ہوئے تھے اور معرکہ احد میں شہید ہوئے۔

۳۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: عمیر بن الحمام انصاری قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ مدینہ پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا رشتہ مواخات جناب عبیدہ بن الحارث سے قائم کیا۔ یہ دونوں بھائی میدانِ بدر میں شہید ہوئے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ پہلے حضرت عمیر شہید ہوئے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب حضرت عبیدہ بن حارث شہید ہوئے تو حضرت عمیر نے زندگی کی بجائے شہادت کو ترجیح دی۔

میدانِ بدر میں جب جنگ مغلوبہ زوروں پر تھی تو حضرت رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔ آج کافروں سے لڑتے لڑتے جو

بھی شہید ہو گا۔ اللہ کی جنت اس کا استقبال کرے گی۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ تو واہ واہ (بخ بخ) کہتے ہوئے اُٹھے۔ ساری کھجوریں زمین پر پھینک دیں۔ اور فرمایا۔ آج میرے اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔ آگے بڑھے اور تلوار لہراتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ آپ خالد بن الاعلم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

۴۔ **یزید بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ:** آپ رشتہ مواخات میں ذوالشمالین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وابستہ تھے۔ یہی رشتہ اُخوت دونوں بھائیوں کو میدانِ بدر میں اعزازِ شہادت سے نوازتا گیا۔ مؤرخین اپنے اختلاف کے باوجود یہ رائے رکھتے ہیں کہ آپ طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کو نوفل بن معاویہ نے شہید کیا۔

۵۔ **حضرت رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ:** آپ کے والد کا اسم گرامی معلّٰی تھا۔ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ معرکہ بدر میں عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۶۔ **حضرت حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:** حارثہ بن سراقہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا نام ربیع النضر تھا۔ موصوفہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت حارثہ باقاعدہ جنگ کرنے کے لیے میدانِ بدر میں نہیں گئے تھے۔ ایک مبصر کی حیثیت سے شریک مجاہدین بدر ہوئے۔ لیکن حبان بن عرقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی

نے ابن مندہ کی سند سے آپ کو شہدائے بدر میں شمار کیا ہے۔ طبرانی نے بھی
اسی رائے کی تصدیق کی ہے۔ مگر مورخ واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت حارث
میدانِ بدر میں حوض کے کنارے پانی پی رہے تھے کہ اچانک ایک ایسا
تیر آیا کہ آپ کے حلق میں لگا جو آپ کی شہادت کا سبب بنا۔ ان کی شہادت
کی خبر ان کی والدہ کو مدینہ منورہ پہنچی۔ تو آپ نے قسم کھائی۔ جب تک حضور
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخیر و عافیت مدینہ پاک میں نہیں آجاتے اور
مجھے اپنی زبان مبارک سے میرے بیٹے کی شہادت کی خبر نہیں سناتے میں اس
کے لیے نہ روؤں گی، نہ ہی گریہ کروں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میدانِ بدر سے واپس تشریف لائے۔ حضرت حارث کی والدہ خدمت میں
حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ یارسول اللہ! حارث کی شہادت سے مجھے جو صدمہ
ہوا ہے۔ وہ آپ جانتے ہیں۔ مگر میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک یہ خبر
آپ سے نہ سن لوں کسی قسم کا گریہ وزاری نہیں کروں گی اور جب تک مجھے آپ
کی زبانی اس کا مقام معلوم نہ ہوگا میں اظہارِ غم بھی نہیں کروں گی۔ اگر وہ
جنت کا حقدار ہے تو مجھے گریہ وزاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بصورت
دیگر میں اتنا روؤں گی کہ زمین و آسمان تھرا اٹھیں گے۔ غمزدہ ماں کی
بات جب خواجۂ بیکساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا تم اس کے
غم میں کیوں غمزدہ ہو وہ تو جنت الفردوس میں شاداں و فرحاں ہے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زباں مبارک سے بشارت پاکر
صبر کے ساتھ اٹھی اور کہنے لگی اب میں اپنے بیٹے کو نہیں روؤں گی
بعض مؤرخین نے حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہیدِ اول معرکہ
بدر لکھا ہے۔ بعض مؤرخین نے جناب حارثہ کی والدہ کے استفسار پر بڑی

لطیف گفتگو کی ہے۔ ایک تو وجہ یہ تھی کہ حارثہ کم سن تھے۔ ابھی ان پر جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ اس لیے شہادت کے بعد اُس کی حیثیت کا تعین کرانا تھا۔
میدانِ بدر میں جانے سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے تمام مجاہدین کو واپس چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ جو کم عمر تھے لیکن جناب حارثہ کسی نہ کسی طرح شوقِ جہاد سے سرشار ہو کر چھپتے چھپاتے مجاھدین کے ساتھ چلے گئے تھے۔ وہ شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ اگرچہ جناب حارثہ لڑتے ہوئے شہید نہیں ہوئے تھے۔ مگر ان کا مقام جنت الفردوس اس لیے بھی مقرر ہوا کہ وہ ایک کافر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان حالات میں حضرت حارثؓ کی والدہ کے دل میں خدشہ تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق نے آپ کو مطمئن کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷۔ حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ: والد کا اسم گرامی حارث والدہ کا عفراء تھا۔ آپ عام عربوں کے طرز سے ہٹ کر والدہ کی بجائے اپنے بھائی کی نسبت سے مشہور تھے۔ ابن عفراء یا بنو عفراء کے اسمائے گرامی آپ کی شہرت کا باعث تھے۔ آپ اپنے مشہور چھوٹے بھائیوں معاذ اور معوذ کے ساتھ میدانِ بدر میں پہنچے۔ کہتے ہیں جب معرکہ بدر میں دونوں لشکر مقابلہ میں اترے تو آپ دوڑے دوڑے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ۔ وہ کون سا کام ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر راضی اور خوش ہوتا ہے۔ جو زرہ اور خود کی پرواہ کیے بغیر لڑائی میں شریک ہو۔ یہ بات سنتے ہی حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرہ اتاری۔

اور میدان کارزار میں کود پڑے شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ وہ کفار کے جمگھٹوں میں جاتے، تلوار کے وار کرتے اور کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے۔ ان کی تلوار کے سامنے کوئی ٹھہرنے کی تاب نہ لاتا آخرکار جامِ شہادت نوش کیا۔ کہتے ہیں آپ ابوجہل کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشا ئیست

انصار کے یہ دو کم سن

۸۔ ۹۔ معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما: مگر معروف بھائی معاذ اور معوذ حضرت حارث کے نامور فرزند تھے اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے بیعتِ عقبیٰ میں بھی شریک تھے۔ غزوہ بدر میں آپ اور آپ کے دوسرے دو بھائی حضرت عوف اور معاذ شریک تھے، یہی دو نوجوان تھے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارے پر ابوجہل پر ٹوٹ پڑے اور اسے زخمی کر کے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ ان کی تلوار کے زخم کے بعد ابوجہل دوبارہ اٹھ نہ سکا۔ اور دیر تک موت وحیات کی کشمکش میں تڑپتا رہا حتیٰ کہ حضرت ابن مسعود نے اس کا سر کاٹ دیا عکرمہ نے ان شائستہ صفت نوجوانوں کو اپنے باپ پر جھپٹتے دیکھا۔ تو معاذ کے بازو پر ایک کاری وار کیا۔ جس سے آپ کا بازو کٹ گیا۔ دوسری طرف معوذ کو ابومسافع نے شہید کر دیا۔

مورخ واقدی لکھتے ہیں کہ صحابہ بدر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پسران عفراء (معاذ اور معوذ) نے ابوجہل کو گھیر لیا۔ پھر للکارا کہ تم جو ہمارے آقائے مکرم کو ایذا دیتے رہے ہو۔ ابوجہل سمجھنے نہ پایا تھا

ان عقابوں نے اُسے گھوڑے سے نیچے گرا کر شدید زخمی کر دیا۔ حتیٰ کہ شام سے پہلے حضرت ابنِ مسعود نے اس کا سر کاٹ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی) بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں نوجوان معرکۂ بدر میں میرے ساتھ کھڑے تھے۔ مجھے خدشہ تھا کہ میرے پاس ان نوجوانوں کی بجائے آزمودہ کار لوگ ہوتے تو میں زیادہ محفوظ ہوتا۔ اسی اثنا میں ایک نوجوان نے مجھے پوچھا کہ چچا! وہ ابوجہل کہاں ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا رہا ہے۔ اس وقت ابوجہل گھوڑے پر سوار ایک اونچی جگہ کھڑا۔ فوج کو للکار رہا تھا۔ میں نے کہا۔ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ لوہے میں غرق۔ گھوڑے پر سوار کھڑا ہے۔ جس کے ارد گرد ایک دستہ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ
یہ دستہ کب تلک روکے عزرائیل کا رستہ

وہ عقاب کی تیزی سے جھپٹے۔ اور دیکھتے دیکھتے اُسے گھوڑے سے گرا کر ڈھیر کر دیا۔ موت نے ابوجہل کی ساری قوت اور پھرتی کو ان دونوں مجاہدوں کی تلواروں کے نیچے دبا دیا۔ جس وقت اُن کی تلواریں چلیں تو

؎ فلک گفت احسن ملک گفت زہ

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو معاذ پر تلوار کا ایک وار کیا۔ ان کا بازو کٹ گیا مگر لٹکتا بازو چونکہ لڑائی میں رکاوٹ تھا حضرت معاذ نے خود ہی اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبایا اور بازو کو علیحدہ

پھینک کر شریک جہاد رہے۔ مورخین لکھتے ہیں، حضرت معاذ اسی ایک بازو کے ساتھ حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔ حضرت عثمان فرمایا کرتے تھے کہ "معاذ کا دوسرا بازو جنت میں ہوں۔ کیونکہ یہ بازو میرے آقا و مولا کے دشمن کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے کٹا تھا۔"

فتح بدر کے وقت شام سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو حکم دیا کہ ابوجہل کے لاشے کی تلاش کریں۔ وہ مقتل میں آئے دیکھا کہ ابوجہل کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور کراہ رہا ہے۔ آپ اس کے سینے پر چڑھ گئے اور اُس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا۔ آج سناؤ! کس حالت میں ہو۔ ابوجہل کہنے لگا۔ اس سے بڑھ کر کیا خراب حالت ہو سکتی ہے کہ معمولی چرواہا میرے سینے پر چڑھا ہُوا ہے۔ اگر یہ دونوں دہقانی مجھے زخمی نہ کرتے تو میں اس حالت میں نہ ہوتا۔ پھر ابوجہل نے حضرت ابن مسعود سے دریافت کیا کہ جنگ کا نتیجہ کیا رہا۔ آپ نے بتایا کہ حق کی فتح ہوئی باطل سرنگوں ہُوا۔ اللہ اور اس کے رسول کے جاں نثار کامیاب و کامران ہوئے۔ ابوجہل کی بات سننے کے بعد حضرت ابن مسعود نے اپنی تلوار نکالی۔ اس کا سر گردن سے علیحدہ کرنا چاہا تو ابوجہل کہنے لگا۔ میرا سر گردن سمیت کاٹنا تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ سردارِ مکہ کا سر ہے۔ مجاہد مسکرایا اور اس خود سر کا سر کاٹا

مجاہد مسکرایا۔ اور اس خود سر کا سر کاٹا
بڑے اظلم بڑے اخبث بڑے اکفر کا سر کاٹا

کہتے ہیں حضرت ابن مسعود نحیف الجثہ تھے اور جنگ بدر میں لڑتے لڑتے تھکے ہوئے تھے۔ ابوجہل کا بھاری سر ان سے اُٹھایا نہ جاتا تھا۔ چنانچہ اس سر بے مغز کو گھسیٹتے گھسیٹتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں تک لے

گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوجہل کے سر کو دیکھ کر فرمایا۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس دشمنِ اسلام کو ذلیل کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس وقت کا فرعون تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدانِ بدر میں ہی سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔"

میدانِ بدر کے مُشرک مقتولین

معرکۂ بدر میں متکبر اور سرکش مشرکین مکّہ کا جو حشر ہوا۔ اس کا دنیائے عرب کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ میدانِ بدر میں آنے والے قریشی دنیائے جاہلیت میں سارے عرب کے جنگی آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ ان آزمودہ کار لڑاکا اور طاقت ور پہلوانوں کے مقابلے کا تصوّر بھی کر سکے۔ مگر حق و باطل کے مقابلہ نے یہ ظاہری طاقت اور غرور کی ساری بنیاد ہلا کر رکھ دی تھی۔ ہادیٔ برحق رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن تہیدستوں کو جذبہ ایمان بخشا تھا وہ دنیا بھر کے زبردستوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ آقائے مکّی و مدنی نے جن مساکین اور غربا کو قوتِ ایمان بخشی تھی وہ کسی دولت اور طاقت سے مرعوب ہونا جانتے ہی نہ تھے۔ مکّہ کے مظلوم اور مدینہ کے محروم الاقدار لوگ جب دامنِ مصطفٰے تھام کر میدانِ بدر میں اُترے تو آسمان جھک کر سلام کرتا تھا۔ صحرائے عرب اپنا دامن پھیلا کر مجاہدوں کے پاؤں میں سمٹتا جاتا تھا۔ یہ تین سو تیرہ قدسی نفوس جب مدینہ سے نکلے تو ان کا سالار خدائے واحد و قہار کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا۔ اے اللہ۔ یہ تیرے نام لیوا۔ آج تیرا نام بلند کرنے کے لیے کفر کے مقابلہ میں آنکلے ہیں تو ان کی نصرت فرما

تو اُن کی حفاظت کرنا، تو اُن کو فتح دینا۔

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا، نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کمبلی والا تھا

ان لوگوں کے پاس ساز و سامان کی کمی تھی۔ تعداد میں کم تھے، جنگی سامان نہ ہونے کے برابر تھا۔ دو گھوڑے۔ ستر اُونٹ۔ چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں سارا سامانِ جنگ تھا۔ مگر اللہ کا رسول انھیں مکّہ کی پوری حربی طاقت کے سامنے کھڑا کرنے لے جا رہا تھا۔ ان کے پاس ایمان تھا۔ ان کے پاس یقین تھا۔ ان کے پاس محبت رسول تھی۔ ان کے پاس بشارتِ جنت تھی۔ پھر وہ توحید و رسالت پہ جان دینا فخر سمجھتے تھے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

"ہم نے میدانِ بدر میں تمھاری مدد کی حالانکہ تم تعداد میں کم اور سامانِ جنگ میں کمزور تھے۔"

یہ لوگ اسی کمی اور کمزوری کے باوجود معرکۂ حق و باطل کا فیصلہ لینے جا رہے تھے۔ اور محدودے چند جانباز دنیا بھر کے مظلوموں۔ زیردستوں کی تقدیریں بدلنے نکلے تھے۔

میدانِ جنگ میں معرکوں پہ معرکے برپا ہوئے۔ ناتوانوں نے طاقتوں پہ ہلّہ بولا۔ تو طاقت کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ طاقت کا غرور ٹوٹا تو میدان جنگ ان سورماؤں کی لاشوں سے اَٹا پڑا تھا۔ جو کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے خاک و خون سے نہ بچ گئے۔ وہ جکڑے گئے۔ جو قتل و گرفت سے بچ گئے وہ راہ فرار اختیار کر گئے۔ مکّہ کے ان ناموروں کے ناموں کو تاریخ نے انھیں صفحات میں ضبط کیا ہے۔ جن پر چودہ شہداء بدر کا تذکرہ ہوا

مہاجرین و انصار کے چودہ شہداء کو جب والیٔ دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شفقت اور محبت سے اللہ کے سپرد کر رہا تھا۔ وہاں حدِ نگاہ تک بکھرے ہوئے کافر لاشے باطل کی شکست کی تصویر پیش کر رہے تھے۔ ان لاشوں میں ابو جہل جیسے متکبر۔ نوفل بن خویلد جیسے مغرور، اُمیہ بن خلف جیسے سفاک اُن تلواروں کی زد میں آئے جو پہلی بار میان سے نکلی تھیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ

عاصم بن ابی عوف اور معبد بن وہب کا قتل ؛ بدر کے معرکہ کے دن جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جھپٹیں شروع ہوئیں اور جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے تو عاصم بن ابی عوف بن جبیرہ بھی جو نہ صرف میدان جنگ کا آزمودہ کار سپاہی بلکہ اپنی شخصیت کے اعتبار سے درندہ صفت بھی تھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے گروہ قریش آج اس شخص سے ہاتھ نہ روکنا جو قاطع رحم اور آپس میں پھوٹ ڈالنے والا ہے اگر وہ محفوظ رہے اور بچ جائے تو میری نجات نہ ہو۔ آج میں اس کو ماروں گا۔ یا ہر خود جاؤں گا (قاطع رحم اور پھوٹ ڈالنے والے سے اس بدبخت کا اشارہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب تھا جن کی وجہ سے دلوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ اور بھائی، باپ، بیٹے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے)

اس کی یہ لاف و گزاف سُن کر جناب ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کو جوش آیا وہ اس دریدہ ذہن اور گستاخ کو سبق دینے کے لیے آگے بڑھے اور جھپٹ کر ایسا چاتلا ہاتھ مارا کہ ایک ہی وار میں داصلِ جہنم کر دیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر خدا و رسول کا دُوسرا دشمن معبد بن وہب آگے بڑھا۔ معبد نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا مگر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھل کر اس کے وار کو خالی کر دیا اور یکے بعد دیگرے معبد پر کئی وار

کیسے لیکن کوئی وار کارگر نہ ہوُا۔ ان کے تابڑ توڑ حملوں سے معبد گھبرا کر بھاگا اور ایک گڑھے میں جا گرا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ موقع سنہری تھا فوراً قید کر لیتے مگر آپ نے اس کو اس طرح ذبح کیا جس طرح شکاری ہرن کو ذبح کرتا ہے۔

نوفل بن خویلد کا قتل: بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکین مکّہ کے ساتھ نوفل بن خویلد بھی آیا ہوُا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ نَوْفَلَ بْنَ خُوَيْلَدَ۔

نوفل کافروں کے لشکر کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ اور اُن سے کہہ رہا تھا کہ آج کا دن سر بلندی اور فتح حاصل کرنے کا ہے اس طرح للکار للکار کر پست ہمت کافروں کو جنگ پر آمادہ کر رہا تھا لیکن نتیجہ جنگ نکلنے کے بعد جب اُس نے دیکھا کہ مسلمان کافروں کو گھیر گھیر کر قیدی بنا رہے ہیں تو چلاّ کر کہنے لگا۔ اے انصاریو مجھے قتل کر کے تمھیں کچھ حاصل نہ ہوگا بہتر یہ ہے کہ مجھے گرفتار کرو اور فدیہ لے کر آزاد کر دینا۔ آخر کار اس کی تمنا پوری ہوئی اور حضرت جبار بن صخر بن اُمیہ خزرجی نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے کر اپنی قیام گاہ کی طرف چلے اتفاقاً راستہ میں حضرت اسد اللہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے آئے۔ ان کو اپنی جانب آتا دیکھ کر نوفل نے حضرت جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے انصاری بھائی یہ کون ہے جو تیزی سے ہماری طرف آرہا ہے۔ حضرت جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔ آپ کا نام سن کر اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ کہنے لگا خدا کی قسم اپنی قوم کو قتل کرنے میں آج زیادہ سخت میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت شیرِ خدا

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کے سر پر آ پہنچے اور اُس کے سر پر ایسا ہاتھ مارا
کہ تلوار اُس کے سر میں گھس گئی۔ تلوار کو اُس کے سر سے نکال کر دوبارہ وار کیا اور
اس ضرب نے اس کی پنڈلی کاٹ ڈالی۔ اس طرح اس کا کام تمام کر دیا خدمتِ
اقدس سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آئے تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے پوچھا کہ کسی کو نوفل کا حال معلوم ہے تو حضرت علی نے بتایا میں اسے قتل کر
آیا ہوں یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَجَابَ دَعَائِیْ۔ تمام تعریفیں
اس خدائے لاشریک کے لیے ہیں جس نے میری دُعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔

اُمیّہ بن خلف اور اُس کے بیٹے کا قتل

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت
میں میرے اور اُمیّہ بن خلف کے درمیان بہت دوستی تھی اور رشتۂ محبت نہایت
مستحکم اور اُستوار تھا۔ بدر کے دن جب شکست خوردہ کافر میدانِ جنگ سے سر پر
پاؤں رکھ کر بھاگے تو ان بھگوڑوں کی دو زرہیں میرے ہاتھ آئیں۔ میں اپنے ہاتھوں
میں زرہیں لیے آ رہا تھا تو راستہ میں اُمیّہ نے مجھے دیکھ کر کہا اے ابن عوف مجھے
بچائیے تجھے ان زرہوں سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ میں نے دونوں زرہوں کو پھینک
دیا۔ اُمیّہ اور اُس کے بیٹے کو ساتھ لے کر حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی خدمتِ اقدس میں آ رہا تھا۔ کہ راستہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
ہمیں دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ اے اللہ اور اُس کے رسول کے مددگار دو
کافروں کا سرغنہ اور مشرکوں کا سردار اُمیّہ بن خلف یہی ہے اس کی رہائی میں بہتری
نہیں ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شور کو سُن کر مسلمانوں نے ان دونوں
دشمنانِ خدا و رسول کو گھیر لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے بہتیرا کہا کہ یہ میرے قیدی ہیں لیکن میری بات کسی نے نہ سُنی اور اُمیّہ کو
زمین پر گرا دیا۔ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ناک کاٹ لی

تو اُمیّہ نے مجھ سے کہا اب مجھے انھیں کے پاس چھوڑ دے ناچار و مجبور ہو کر میں ان کی حمایت سے دستبردار ہو گیا تو خبیب بن یساف نے ایسا ہاتھ مارا کہ ایک ہی دار میں اُمیّہ کا کام تمام کر دیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی بن اُمیہ کے پیر کاٹ ڈالے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ یہ وہ ستائے ہوئے لوگ تھے جنھیں مکّی زندگی میں اُمیّہ نے بے پناہ اذیتیں دیں۔ ان کی زندگی اجیرن بنا دی۔ اسلام لانے کے جرم میں اُس نے انھیں تختۂ مشق ستم بنائے رکھا

کہا جاتا ہے کہ جنگِ بدر میں ستّر یا اس سے زیادہ مشرکین قتل ہوئے لیکن تمام مقتولین کے نام تاریخ کے صفحات میں محفوظ نہیں رہ سکے۔ تاہم جتنے نام کتاب المغازی واقدی میں ہے ان کا نقشہ ناظرین کی پیشِ خدمت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ مقتولین بھرتی کا مال تھے۔ کسی شہرت کے حامل نہ ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے مورخین کے اختصار کے نقطہ نظر سے ان کو ترک کر دیا ہو یہاں صرف ستاون مشرکین کے نام اور وہ جن مسلمان مجاہد کے ہاتھوں قتل ہوئے درج کیے جاتے ہیں،

بدر میں مقتولین مشرکین کے نام

نمبر شمار	مشرک مقتول	مسلمان قاتل
۱	حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲	حارث بن الحضرمی	حضرت عمار بن یاسر
۳	عامر بن الحضرمی	حضرت عاصم بن ثابت بن الافلح
۴	عمیر بن ابی عمیر	حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ

۵۔ فرزند عمیر بن ابی عمیر	حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
۶۔ عبیدہ بن سعید بن ابی العاص	زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۷۔ عاص بن سعید	علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۸۔ عقبہ بن ابی معیط	ان کو اسیری کی حالت میں سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے عاصم بن ثابت نے مقام صفراء میں قتل کیا۔
۹۔ عتبہ بن ربیعہ	حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
۱۰۔ شیبہ بن ربیعہ	عبیدہ بن حارث کے ہاتھوں میں زخمی ہوا حضرت حمزہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قتل کیا۔
۱۱۔ ولید بن عتبہ بن ربیعہ	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۱۲۔ عامر بن عبد اللہ انصاری حلیف قریش	حضرت علی بن ابی طالب یا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حارث بن عامر بن نوفل	خُبیب بن یساف رضی اللہ عنہ
۱۴۔ طعیمہ بن عدی	حمزہ بن حُمیر رضی اللہ عنہ
۱۵۔ ربیعہ بن اسد	ابودجانہ یا ثابت بن الجدع رضی اللہ عنہما
۱۶۔ حارث بن ربیعہ	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۱۷۔ عقیل بن اسود بن مطلب	حضرت علی بن ابی طالب نے تنہا یا حضرت حمزہ کے اشتراک سے قتل کیا۔
۱۸۔ ابوالبختری عاص بن ہشام	حضرت مجذر بن زیاد یا ابوداؤد مازنی یا ابن الیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۹۔ نوفل بن خویلد بن اسد معروف بہ ابن عدویہ — حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۰۔ نضر بن حارث بن کلدہ — حضرت علی بن ابی طالب نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے دوران اسیری کلدہ کو قتل کیا۔

۲۱۔ زید بن ملیص مولیٰ عمر بن ہشام — حضرت علی بن ابی طالب یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

۲۲۔ ابن تیّم — حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۳۔ عثمان بن مالک — حضرت خبیب رضی اللہ عنہ

۲۴۔ ابوجہل بن ہشام — اس کے قتل کے بارے میں تفصیل کے ساتھ ماسبق میں ذکر کیا گیا ہے

۲۵۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ — حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

۲۶۔ یزید بن تمیم تمیمی — حضرت عمار بن یاسر یا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۷۔ ابو مسافع اشعری — حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ

۲۸۔ حرملہ بن عمرو بن ابی عتبہ — حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۹۔ ابوقیس بن الفاکہہ — حضرت حمزہ بن عبد المطلب یا حضرت خباب بن المنذر رضی اللہ عنہ

۳۰۔ ابوقیس بن الولید — حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۱۔ مسعود بن ابی امیہ — حضرت علی رضی اللہ عنہ

۳۲۔ رفاعہ بن ابی رفاعہ — حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ

۳۳۔ ابوالمنذر بن ابی رفاعہ — حضرت معن بن عدی العجلانی رضی اللہ عنہ

۳۴۔ عبداللہ بن ابی رفاعہ	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳۵۔ زہیر بن ابی رفاعہ	حضرت اسید الساعدی رضی اللہ عنہ
۳۶۔ سائب بن ابی رفاعہ	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۳۷۔ سائب بن ابی سائب	حضرت زبیر العوام رضی اللہ عنہ
۳۸۔ اسود بن عبدالاسد بن ہلال	حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
۳۹۔ عمرو بن سفیان	حضرت یزید بن رقیس رضی اللہ عنہ
۴۰۔ جبار بن سفیان	حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ
۴۱۔ حاجز بن سائب بن عویمر	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۴۲۔ اُمیّہ بن خلف	اس کے قتل کے بارے میں ماسبق میں کہا جا چکا ہے۔
۴۳۔ علی بن اُمیّہ بن خلف	اس کے قتل کے بارے میں ماسبق میں لکھا جا چکا ہے۔
۴۴۔ اوس بن معیّر بن لوذان	حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۴۵۔ منبہ بن الحجاج	حضرت علی بن ابی طالب یا حضرت ابوالیسر یا اسید الساعدی رضی اللہ عنہم
۴۶۔ نبیہ الحجاج	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۴۷۔ عاص بن منبہ	"
۴۸۔ ابوالعاص بن قیس بن عدی	حضرت علی بن ابی طالب یا حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
۴۹۔ عاصم بن ابی عوف بن جبیرہ سہمی	حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ

۵۰۔ معاویہ بن قیس	حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ
۵۱۔ سعید بن وہب کلبی	حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ
۵۲۔ زمعہ بن اسود	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
۵۳۔ حارث بن زمعہ	″ ″ ″
۵۴۔ عمرو بن عثمان بن کعب	″ ″ ″
۵۵۔ عثمان بن طلحہ	″ ″ ″
۵۶۔ عمرو بن سعید بن ابی وقاص	″ سعد بن ابی وقاص
۵۷۔ مالک بن طلحہ	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ان ستاون مقتولین میں سے اٹھارہ افراد بالاتفاق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور نو افراد ایسے ہیں جن کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس قتل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاونت شامل رہی ہو۔ جس طرح اس جنگ میں مکہ کے آزمودہ کار سپاہی اور اس کے جیالے فرزند بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھ کھیرے ککڑی کی طرح کاٹے گئے۔ ایسے بہادر جن کی بہادری کی داستانیں بیان کی جاتی تھیں وہ ایسی کس مپرسی کے عالم میں خاک و خون میں لوٹتے نظر آئے جس کی مثال تاریخ میں مشکل ہی سے ملتی ہے۔ مکہ کے ان نام نہاد جیالوں کا میدان جنگ میں جو حال ہُوا اس سے بدتر حالت اس وقت ہوئی جبکہ مسلمانوں نے جتنی تعداد میں انھیں قتل کیا تھا۔ تقریباً اسی تعداد میں ان کو پابند سلاسل کیا۔

افسوس یہ ہے کہ مورخین نے اسلامی تاریخ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ غیر مسلموں نے ملتِ مسلمہ سے اپنی مخاصمت کی وجہ سے اس کو مسخ کرنے کی کوشش کی لیکن مزید قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ مسلمان مورخین نے

بھی اس سلسلہ میں ذمہ داری کا ثبوت نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے
کہ مشہور مؤرخین میں یعقوبی وطبری وغیرہ چونکہ ایک خاص فرقہ سے متعلق تھے اس
لیے یہ بات قرین قیاس ہے کہ انھوں نے بعض مخصوص حضرات کے کارناموں
پر پس پشت ڈالنے کے لیے قصداً یہ وطیرہ اختیار کیا ہو[۱]۔

عام مصنفین نے طوالت سے اجتناب برتتے ہوئے قیدیوں کے ناموں
و نام بنام ذکر نہیں کیا۔ جتنے نام مستند کتابوں سے ملے ان کا نقشہ قیدی کا نام
اس کے اسیر کرنے والے کا تعارف ہمیں اس کے انجام کے بارے میں ایک
نقشہ مرتب کیا ہے اور مشہور قیدیوں کے بارے میں علیحدہ علیحدہ تعارف
بھی پیش کیا گیا ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے سلسلہ
فدیہ کی تجویز: میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ فرمایا
ان کے انجام کار کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے آیا انھیں قتل
کیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے مصداق عرض کیا کہ یہ لوگ حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے ہم قوم اور رشتہ دار ہیں اگر ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیں
گے تو شاید اللہ ان کو ایمان نصیب کر دے یا ان کی نسل سے کوئی مسلمان پیدا

---

[۱] یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیش پیش نظر
آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تجربہ کار صحابہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو جنگی امور میں مہارت حاصل کرنے کا موقع دینے کی وجہ سے انہیں زیادہ سے
زیادہ موقع دیا گیا ہو تاکہ وہ ان تجربہ کار لوگوں کے ساتھ تجربہ حاصل کریں۔

ہو اس طرح غریب اور محتاج صحابہ کی ضروریات کی کفالت ہو جائے گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصدا
عرض گزار ہوئے۔ سرکار آپ حکم فرمائیں کہ سب کی گردن مار دیں۔ یہی لوگ کف
کے علمبردار اور اُن کے سردار ہیں اور اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے آپ
کی ذاتِ اقدس کو فدیہ سے بے نیاز کیا ہے لہذا میرے اعزہ کو میرے سپ
فرمائیں۔ عقیل کو حضرت علی، عباس کو حضرت حمزہ کے سپرد کیا جائے اور ہ
لوگ ان کو پہلے قتل کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ خون کی محبت اسلامی اُخوت
مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور ہم نے اپنی ذاتی محبت کو فراموش کرکے
اللہ کی رضا کو اختیار کیا ہے۔ اس سے ایک فائدہ اور بھی مرتب ہو گا کہ کفر کی بند
ہوئی ساکھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ ع
کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی کا دل ایسا زم کر دیتا ہے جیس
مکھن اور کسی کا دل ایسا سخت فرما دیتا ہے جیسے پتھر اے صدیق! آپ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں ع
کیا تھا:

فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ وَ مَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جس نے میرا اتباع کیا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی
کی اس کے لیے تیری ذات غفور و رحیم ہے۔

پھر حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب فرمایا:

"تم حضرت نوح کے نقشِ قدم پر ہو انھوں نے اپنی قوم
کی نافرمانیوں سے تنگ آکر بارگاہِ رب العزت تبارک
وتعالیٰ میں دُعا کی تھی، رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا "اے ربِ کریم خطۂ زمین پر
کسی نافرمان کافر کو زندہ باقی مت رکھ۔"

یہ فرمانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو
اختیار دے دیا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جس طرح چاہیں کریں خواہ فدیہ لے
کر اسیروں کو چھوڑ دیں یا ان کو قتل کردیں۔ ایک روایت کے مطابق حضور سیّد عالم
مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

"تم لوگ مالی مصائب کا شکار ہو کوئی قیدی رہائی حاصل نہ
کرے تاوقتیکہ وہ فدیہ ادا نہ کردے۔ اگر وہ فدیہ ادا نہ کرے
تو اس کو قتل کیا جائے۔"

آخر کار فدیہ لینے کا فیصلہ ہوا۔ بعض جو قیدی انتہائی غریب تھے اور اُن سے
کوئی منفعت متصور نہ تھی ان کو استحساناً چھوڑ دیا گیا۔ البتہ اُن سے یہ عہد لیا گیا کہ
آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ آئیں گے اور نہ کسی طرح کسی کو مسلمانوں کے مقابلہ
پر برانگیختہ کریں گے جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کے بارے میں طے ہوا
کہ وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے۔ اس کے بعد وہ رہا ہوں گے
اور جو مالی طور پر مستحکم تھے وہ فدیہ ادا کریں جس کی رقم کم از کم ایک ہزار درہم یا دینار
اور زیادہ سے زیادہ چار ہزار ہونی چاہیئے۔

تجویزِ فدیہ پر اظہارِ ناپسندیدگی: اُدھر صحابہ کرام قیدیوں سے فدیہ وصول
کر رہے تھے اور قہار و جبار خالق و مالک

کو مسلمانوں کی یہ ادا پسند نہ آئی۔ حامل وحی الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام آیت کریمہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ الخ

کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے قیدیوں کے ساتھ (آخر آیت تک)

اس آیت کے نزول سے مسلمان بہت پریشان ہوئے اور تیر جستہ کو واپس لانے کی طرح دشوار سمجھ کر خاموش ہو رہے لیکن دلوں کی جو حالت تھی اسے خالق و مالک ہی جانتا ہے۔ سخت پریشانی کے عالم میں تھے کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ان کی تسلی کی خاطر دوسری آیت نازل ہوئی:

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اس آیت کریمہ کے نزول سے دل گرفتہ مسلمانوں کو تسلی ہوئی۔ انکے قلب مضطر کو سکون و اطمینان نصیب ہوا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر پہلی آیت کی تنبیہہ کی وجہ سے عذاب الٰہی نازل ہوتا تو سوائے عمر بن خطاب کے سب عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے کیونکہ وہی واحد[1] فرد ایسے تھے جنھوں نے اس سلسلہ میں برملا اپنی مخالفانہ رائے کا اظہار کیا تھا۔"

---

[1] حضرت عمر کے علاوہ ایک انصاری صحابی حضرت سعد بن معاذ کی شخصیت تھی جنھوں نے فدیہ کی تجویز سے اتفاق نہ کیا تھا۔ تفصیل کے لیے ان کے حالات کا آئندہ صفحات میں مطالعہ کریں۔ (محمد اطہر نعیمی)

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خصوصیت اور ان کا طرۂ امتیاز
اَلَّذِیْ کَانَ رَأْیُہٗ مُوَافِقًا بِالْوَحْیِ وَالْکِتَابِ
جن کی رائے اکثر وحی و کتاب کے مطابق ہوتی رہی
ہے اور وہ برملا اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور ان
کی حقانیت بارگاہِ ایزدی میں قبولیت حاصل کرتی
ہے۔"

رت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری: حضرت عباس بن عبدالمطلب نوفل بن حارث۔ حضرت
ل بن ابی طالب تینوں کو ایک ہی رسی سے باندھا گیا تھا اور اسی حالت
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو نبی مکرم رسول
ظم شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن اوس ظفری کو
قرن" کے لفظ سے مخاطب فرمایا۔ یعنی ایک ہی خاندان کے تین افراد
یک رسی میں باندھ دیا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت عباس کو کعب بن عمرو نے گرفتار کیا تھا
ور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبید سے حضرت عباس کی گرفتاری
بارے میں دریافت فرمایا۔ یاد رہے کہ حضرت عباس تن و توش کے اعتبار سے
م و جسیم تھے جبکہ اسیر کنندہ جسمانی اعتبار سے اسیر سے کمزور تھا۔ اس سے حضو
ر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے انھیں کس طرح
تار کیا تو ان اسیر کنندہ نے بتایا ایک شخص جس کو میں نہیں جانتا آئے اور
رت عباس کو گرفتار کر کے میرے سپرد کر گئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ

علیہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتہ تھا جس نے تمہاری معاونت کی۔

حضرت عباس بن عبد المطلب کی بندشیں سخت تھیں
عدل کی نادر مثال: اس لیے جب اذیت کا احساس بڑھا تو شدتِ تکلیف سے کراہنے اور شور مچانے لگے جس کی وجہ سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ آسکی۔ اسیروں کی نگرانی کرنے والے صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آج نے آرام نہیں فرمایا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا میری حضرت عباس کے کراہنے کی وجہ سے خراب ہو گئی۔ نگرانی کرنے والے حضرت عباس کی بندشیں ڈھیلی کر دیں۔ تھوڑی دیر تک جب حضور نبی کریم معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس کی آواز نہ سُنی تو نگرانوں سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہم نے اُن کی بندشیں ڈھیلی کر دی ہیں اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عباس کے ساتھ امتیازی سلوک کیوں سب قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کر دی جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اوّل کا لطف و کرم۔ عفو۔ مواخذہ۔ ترکِ عفو سب اللہ کے لیے تھا۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والثناء کا شعارِ حیات اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کے مصداق تھا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس آئینہ حق نما تھی۔ جب حضرت عباس کی بندشیں نرم کی گئیں تو غیرت نبوی نے گوارا نہ کیا کہ حضرت عباس کو آرام ملے اور دوسرے قیدی حسب سابق اذیت میں مبتلا رہیں اور دشمنوں کو کہنے کا موقعہ مل جائے کہ حضرت عباس نے قرابت کی وجہ سے آسانی حاصل کی اس لیے سب کو سہولت دلوا دی۔ کسی اہل دل نے نہایت ہی پیارے انداز میں اپنے تاثرات کو شعری

ان ادا کیا ہے:

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

جب فدیہ وصول کرنے کا کام شروع ہوا تو حضرت
عالم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: عباس نے کہا کہ میں تو پہلے سے مسلمان تھا
اہل مکہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ میرا فدیہ معاف کیا جائے۔ حضور سرور
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان آپ کا قلبی ایمان اللہ اور آپ
کے درمیان ہے۔[1]

بظاہر تو آپ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے
آئے ہیں۔ اس لیے آپ کا قول تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

جب حضرت عباس کی یہ بات تسلیم نہ ہوئی تو آپ نے فدیہ سے بچنے
کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ میرے گھر میں تو فدیہ کے
لیے کچھ بھی نہیں ہے اس پر عالم الغیب والشہادہ کے برگزیدہ رسول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم عطائی سے فرمایا چچا جان مکہ سے
آتے وقت جو سونا اپنی بیگم اُم الفضل کو یہ کہہ کر دے آئے تھے کہ
اس کو حفاظت سے رکھو۔ یہ کسی وقت کام آئے گا۔ اب اس سونے کے

---

[1] ایمان زبانی اقرار اور قلبی تصدیق کا نام ہے۔ بقول حضرت عباس قلبی تصدیق کو ان کے کہنے سے تسلیم کر لیا جائے تو زبانی اقرار کے فقدان کی وجہ سے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ایمان کو تسلیم نہ کیا۔

کام آنے کا وقت آگیا ہے۔ یہ بات سُن کر جناب عباس نے کہا۔ بلاشک آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ میں اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جس وقت وہ سونا میں نے اُم الفضل کو دیا تھا اس وقت اللہ کے سوا اور کوئی دیکھنے اور سننے والا نہ تھا۔ الغرض فدیہ وغیرہ کے مراحل سے فراغت کے بعد حضور نبی مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عباس مکہ کو واپس آ گئے۔

حضرت عباس کے مکہ واپس جانے میں اللہ کی حکمت تھی کہ اگر آپ اس موقعہ پر مدینہ میں قیام کر لیتے تو ہجرت کے شرف سے محروم رہتے۔ مکہ کے دوران قیام اسلام کی خیر خواہی اور اہل مکہ کو فتح مکہ کے دن امن دلانے کا فخر کس طرح حاصل کرتا۔

بدر کے قیدی بارگاہِ رسالت میں

اسلام کا لشکر ظفر پیکر فتح و نصرت کے پرچم لہراتا ہوا بدر سے روانہ ہو کر اثیل کے مقام پر خیمہ زن ہوا تو مکّہ کے قیدی بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں پیش کیے گئے۔ ان میں حسبِ ذیل لوگوں کے معاملات میں کچھ انفرادیت نظر آئی اس لیے ان کا تذکرہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

ابو عزّاء: یہ اپنی طاقت لسانی اور شاعری کے ذریعہ لوگوں کے جذبات مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بھڑکاتا تھا۔ اور مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کرتا تھا۔ اس غزوہ میں بھی اس نے یہی کام انجام دیا

نا۔ معاشرہ میں اس کو کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔[1]

اس نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا سرکار ایک مفلس ہوں۔ دوسرے پانچ لڑکیوں کا باپ عجب مصیبت میں رفتار ہوں۔ اس پر طرفہ تماشہ اسیری آپ اگر کرم فرمائیں اور مجھے چھوڑ دیں مدت العمر احسان فراموشی نہ کروں گا اور نہ دوسروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں نے کے لیے برانگیختہ کروں گا۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی حالت پر رحم آگیا اور اس کی آزادی کا حکم فرمایا۔ یہ پروانۂ آزادی لے کر مکہ چلا گیا لیکن اپنے اس عہد و میثاق کی پرواہ نہ کی اور غزوۂ اُحد میں پھر مسلمانوں کے مقابلے پر آگیا۔ اس کے بارے میں تفصیلات غزوۂ اُحد اور اس کے ضمن میں بیان کی جائیں گی۔

نضر بن الحارث : اس شخص کو دوسرے قیدیوں کے ساتھ جب خدمت اقدس

---

[1] جناب مؤلف نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے لیئے بھاٹ کا لفظ استعمال کیا ہے کہ جس طرح بھاٹ آج کل اپنے اپنے فکاہی کلمات اور مزاجیہ انداز اختیار کر کے اپنے مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔ شاعر ابو عزا بھی بھائیوں کی طرح عرب کے لوگوں کے جذبات اشعار طلاقت لسانی سے برانگیختہ کرتا تھا۔ غرضیکہ یہ صاحب کوئی اہم حیثیت کے مالک نہ تھے بلکہ اگر یہ لکھا جائے کہ امرائے عرب کی محفلوں میں وہی کردار ادا کرتے تھے جو اکبری دربار میں بیربل۔ بدر کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد جب فاتح قوم نے اسے گرفتار کیا اور زر فدیہ طلب کر کے چھوڑ دینے کی تجویز پیش کی تو کہنے لگے کہ میں تو تہیدست ہوں اور اُمراء و رؤسا کی خدمت میں خوشامدی قصائد لکھ کر پیٹ پالتا رہا ہوں۔ (محمد اظہر نعیمی)

میں لایا گیا تو حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندازِ نظر سے اُس نے محسوس کر لیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے قتل کا حکم دیں گے اور اُس نے اپنے کسی ساتھی سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اب میری جان بخشی مشکل ہے حالانکہ اس کے ساتھی نے بہت تسلی دی کہ میرے دل میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خوف جاگزین ہو گیا ہے اس لیے مجھے یہ خیال ہوا ہے۔ ایسی تو کوئی بات نہیں معلوم ہوتی لیکن نضر کو تسلی نہ ہوئی۔

رہائی کی درخواست: اس نے حضرت مصعب بن عمیر سے کہا کہ ہماری قرابت داری ہے۔ تم اپنے آقا (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے میری یہ سفارش کرو کہ وہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کریں جو دوسرے قیدیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ نضر کی یہ بات سن کر حضرت مصعب نے فرمایا تجھے اوروں سے کیا نسبت تو وہی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ تو نے قرآن کریم پر جرح کی اور طعنہ زنی کی ہے کیا تو اپنا سلوک اور طرزِ عمل کو فراموش کر چکا ہے۔

حضرت مصعب کی باتیں سن کر نضر نے کہا اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا اور قریش نے تم کو قید کیا ہوتا تو میں تم کو اپنی زندگی میں ہرگز قتل نہ ہونے دیتا۔ نضر کی باتیں سن کر حضرت مصعب نے فرمایا میں تیری طرح کب ہوں مسلمان ہونے کے بعد سارے معاہدے یکسر ختم ہو گئے ہیں اور اسلام نے خونی و نسلی قرابتوں اور رشتوں کو ختم کر کے اخوت اسلامی کے رشتہ کو استوار کیا ہے۔

اور حضرت مصعب اور نضر میں گفتگو ہو رہی تھی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اُٹھو اور اس دشمن خدا و رسول کی گردن تن سے جدا کر دو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کی دیر تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اس دشمن خدا و رسول کی گردن تن سے جدا کر دی۔

عقبہ بن معیط: یہ وہ مردود ہے جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے میں کوئی کمی نہ کی تھی اور کوئی موقع حضور نبی مکرم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کا ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ ایک مرتبہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں مصروفِ نماز تھے۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو اوجھڑی لی اوجھڑی آپ کے کاندھوں پر رکھ دی اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی حالت میں سر بسجود رہے۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس خبیث کی خباثت کی اطلاع ہو گئی تو اُنھوں نے آکر اُس نجاست کو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے کاندھوں سے ہٹایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعائے بد فرمائی تھی۔ معرکہ بدر میں عقبہ کو گھوڑے نے ٹپک دیا۔ جب یہ گھوڑے سے گر پڑا تو حضرت عبد اللہ بن سلمہ نے فوراً اس کو گرفتار کر لیا۔

اللہ اور اُس کے رسول سے دشمنی کی سزا: جب قیدیوں کو حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے عقبہ کی گردن مارنے کا حکم دیا عقبہ نے کہا کہ میرے ساتھ امتیازی سلوک کیوں؟ میرے ہی قتل کا حکم کیا جا رہا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے دشمنی کا سبب ہے۔ یہ جواب سن کر عقبہ نے کہا۔ نہیں یہ بات مناسب نہیں جو سلوک دوسرے قیدیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے وہی میرے ساتھ بھی کیا جانا چاہیئے لیکن حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی باتوں کی جانب التفات نہ فرمایا تو عقبہ نے کہا اگر آپ میرے قتل کا حکم دیتے ہیں تو بتایئے میرے پسماندگان اور میرے چھوٹے بچوں کی کفالت کون کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تو انسانوں میں بدترین فرد ہے۔

اس گفتگو کو سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ سے کہا خدائے لم یزل کی قسم میں نے تجھ سا کوئی دوسرا کافر نہیں دیکھا۔ اُس خدا کا شکر ہے جس نے تجھے قتل کی منزل تک پہنچایا اور تیرے قتل سے میری آنکھوں کے نور میں اضافہ فرمایا۔ اب میری آنکھیں روشن ہوں گی۔

آخر کار عاصم بن ثابت بن الافلح اُٹھے اور اس کافر خاسر کو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے تہ تیغ بے دریغ کیا۔

عمرو بن ابی سفیان: اس بدنہاد کو حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اسیر کیا۔ یہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حصّہ میں آیا۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ایک مدت تک قید میں رکھا۔ اہل مکہ نے ابوسفیان سے کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ بھیج کر اس کو آزاد کرالو تو ابوسفیان نے کہا کہ ایک بیٹا (حنظلہ) مارا گیا۔ اب اگر اس کا فدیہ بھی دوں تو جانی اور مالی دونوں نقصان برداشت کروں۔ میں بیک وقت نقصان مایہ دشماتت ہمسایہ کا متحمل

نہ ہو سکوں گا۔

اہلِ مکہ کی بد عہدی: مکہ والوں نے یہ یقین دہانی کرا رکھی تھی کہ وہ عمرہ سے آنے والوں سے کچھ نہ کہیں گے اور ان سے مزاحم و معترض نہ ہوں گے اس لیے بنی عوف کے ایک ضعیف سعد بن نعمان عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ آئے تھے یہاں انھیں ابو سفیان نے قید کر لیا اور یہ کہا کہ جب تک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے بیٹے عمرو کو رہا نہ کریں گے میں سعد کو نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ سعد نے یہ اطلاع اپنے قبیلہ والوں کو کرا دی۔

بنی عوف کے لوگوں نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر عرض کیا کہ عمرو بن ابی سفیان کو ہمیں بخش دیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالے کر دیا۔ بنی عوف کے کچھ لوگ اس کو لے کر مکہ آئے اور سعد بن نعمان کو رہائی دلا کر مدینہ لے آئے۔

حضرت خدیجہ کا ہار ابو العاص کا فدیہ بنا: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو العاص کے بھائی عمرو بن ربیع کو اپنا (جمیل) ہار دے کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ وہ ہار تھا جس کو حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں (جناب زینب کو) شادی کے دن رخصتی کے وقت پہنایا تھا۔ حضور نبی مکرم رسول معظم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھ کر پہچان لیا۔ ہار کو دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد آگئی۔

صحابہؓ سے فرمایا اگر تمہاری رائے ہو تو زینب کا ہار واپس کر دیا جائے۔

اور ابو العاص کو رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لے لیا کہ وہ مکہ جاتے ہی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدینہ واپسی کا انتظام کرے گا۔ مکہ آکر ابو العاص نے حسبِ وعدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے بھائی کنانہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔ لیکن ابو سفیان کو جب معلوم ہوا تو اس نے انھیں روک لیا لیکن ابو العاص نے وعدہ کی پاس داری کی اور شب میں پوشیدہ طور پر انھیں زید بن حارثہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا اور زید بن حارثہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مدینہ آگئے۔

اسیرانِ بدر ایک نظر میں

نیچے دیئے ہوئے نقشہ سے قارئین بدر میں گرفتار شدہ مشرکینِ مکہ کے ناموں۔ ان کے قید کرنے والے کے اسم گرامی پھر قید و بند کی مختصر سی کیفیت سے واقف ہو سکیں گے۔

اسیرانِ غزوہ بدر

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
۱	عقیل بن ابی طالب (بنو ہاشم)	عبید بن اوس ظفری	حضرت عباس بن عبد المطلب کے ذریعہ رہائی ہوئی۔
۲	نوفل بن حارث (بنی ہاشم)	"	"

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
۳	جبار بن صخر ــــــ (بنی ہاشم)	عابید بن اوس ظفری	حضرت عباس بن عبد المطلب کے ذریعہ رہائی پائی
۴	عتبہ (حلیف بنی ہاشم)	"	"
۵	سائب بن عبید (بنی مطلب)	سلمہ بن اسلم الاشہلی	مفلسی کی وجہ سے بغیر فدیہ کے رہا کیے گئے۔
۶	عبید بن عمرو (")	"	
۷	عقبہ بن ابی معیط (بنی عبد شمس)	عبد اللہ بن سلمہ عجلانی	ان کے بارے میں سابق لکھا جا چکا ہے۔
۸	حارث بن وحرہ	سعد بن ابی وقاص	ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے چار ہزار دینار دیکر رہا کرایا۔
۹	ابو العاص بن ربیع	خراش بن الصِّمہ	ان کا ذکر سابق صفحات میں کیا جا چکا ہے۔
۱۰	ابو ریشہ	"	عمرو بن ربیع نے اپنے حلیف ہونے کی وجہ سے فدیہ دے کر رہا کرایا
۱۱	عمرو بن ارزق	"	تمیم مولی خراش بن صمہ کے حصہ میں آیا جس کو عمرو بن ربیع نے فدیہ

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
			دے کر رہا کرایا۔
۱۲	عمرو بن ابی سفیان	حضرت علی رضی اللہ عنہ	اس کا ذکر ماسبق میں کیا جا چکا ہے۔
۱۳	عقبہ بن حارث حضرمی	عمارہ بن حزم	حضرت ابی بن کعب کے حصہ میں آیا اور عمرو بن سفیان بن امیہ نے رہائی دلوائی۔
۱۴	ابو العاص بن نوفل	عمار بن یاسر	اس کے عم زاد بھائی کے ذریعہ رہائی ملی۔
۱۵	عدی بن خیار بن نوفل	خراش بن صُمّہ	
۱۶	عثمان بن عبد الشمس (حلیف قریش)	حارثہ بن نعمان	ان تینوں کو جبیر بن مطعم نے فدیہ دے کر رہا کرایا۔
۱۷	ابو ثور	مرثد غنوی	
۱۸	مالک بن عبد اللہ (بنی تمیم)	قطبہ بن عامر	اسیری کے دوران قید زندگی سے رہائی حاصل کر لی۔
۱۹	ابو عزیز بن عمیر (بنی عبد الدار)	ابو الیسر	قرعہ میں محرز بن نضلہ کے حصہ میں آیا اس کے بھائی مصعب بن عمیر

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
			محرز کو بتایا کہ اپنے قیدی کو ہاتھ پاؤں باندھ کر قبضہ میں کر لو۔ اس پر محرز نے تعجب کیا۔ چنانچہ ابوعزیز قیدی کی ماں نے بنی قریش کے فدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے چار ہزار دینار فدیہ دیکر رہا کرایا۔
۲	اسود بن عامر	حضرت حمزہ بن عبد المطلب	طلحہ بن ابی طلحہ نے دو ہزار دینار دے کر رہا کرایا۔
۱	سائب بن ابی جبیش	عبدالرحمٰن بن عوف	بنی اسد کے ان تینوں قیدیوں کو عثمان بن ابی جبیش نے چار ہزار دینار دیکر رہا کرایا۔
۱	حارث بن عائذ	حاطب بن ابی بلتعہ	
۱	سالم بن شماخ	سعد بن ابی وقاص	
۱	خالد بن ہشام	سواد بن غزیہ	بنی مخزوم کے ان تینوں قیدیوں کو عبداللہ بن ربیعہ نے فی کس چار ہزار دینار دے کر رہا کرایا۔
	اُمیہ بن ابی حذیفہ	حضرت بلال	
	عثمان بن عبداللہ	عبداللہ تمیمی	

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
۲۷	قیس بن سائب	اس کا غلام ابن خشخاش	قیس کے بھائی مرزدہ بن سائب نے چار ہزار درہم مع دیگر اجناس دے کر رہا کرایا۔
۲۸	صفی بن رفاعہ	اس کو قید کرنے والے کا نام معلوم نہ ہو سکا	افلاس کی وجہ سے بغیر فدیہ کے رہا کیا گیا۔
۲۹	ابوالمنذر بن ابی رفاعہ	”	دو ہزار درہم فدیہ دے کر رہا کیا گیا۔
۳۰	عبداللہ بن سائب	”	ایک ہزار درہم فدیہ دے کر رہا ہوا۔
۳۱	مطلب بن حیطب	ابوایوب انصاری	مفلسی نے معاونت کی اور بغیر فدیہ دیئے رہائی نصیب ہوئی۔
۳۲	ولید بن ولید بن مغیرہ	عبداللہ بن جحش یا سلیط بن قیس	اس کو رہا کرانے کے لیے اس کے بھائی ہشام اور خالد بن ولید دونوں نے اور اس کوشش میں کہ فدیہ کی رقم میں کمی ہو جائے لیکن کامیاب

کیفیت رہائی	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	نام کافر اسیر	شمار
ہوئی آخر کار چار ہزار دینار دے کر رہائی دلائی لیکن ولید بن ولید سے بھی بھائیوں سے علیحدہ ہو کر مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے۔ لوگوں نے معلوم کیا کہ پہلے ہی کیوں نہ مسلمان ہو گئے تو کہنے لگے میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ اپنی قوم کی طرح فدیہ دے کر آزاد ہوں۔ پھر آزادی کی زندگی میں اسلام سے مشرف ہوں۔			
عکرمہ بن ابی جہل نے فدیہ دے کر آزادی دلائی۔	خباب بن منذر	خالد بن اعلم (حلیف قریش)	
ابی بن خلف اس کو رہا کرانے آیا تھا۔ مزید تفصیلات دریافت نہ ہو سکیں۔	مزدہ بن عمرو البیاضی	عبداللہ بن ابی بن خلف۔	
اس کے بارے میں ماسبق صفحات میں لکھا جا چکا ہے۔	—	عمرو بن عبداللہ المعروف بہ ابو عزاء (شاعر)	
فدیہ دینے کے لیے اس کا	رفاعہ بن	وہب بن عمیر	

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
		ابی رافع زرقی	باپ عمیر بدینہ آکر مسلمان ہوگ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر فدیہ کے وہب کو رہا کر دیا۔ عمیر کے اسلام لانے کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے جس کو آئندہ تحریر کیا جاتا ہے۔
۳۷	ربیعہ بن دراج	—	اس کو حسب حیثیت فد لے کر رہا کیا گیا۔
۳۸	فاکہہ (غلام امیہ بن خلف)	سعد بن ابی وقاص	تفصیل معلوم نہ ہو سکی
۳۹	ابو داعہ بن صبیرہ	—	ابو داعہ کے بیٹے مطلب نے چار ہزار درہم دیکر رہائی دلائی۔
۴۰	فروہ بن خنیس	ثابت بن اقرم	عمرو بن قیس نے چار ہز درہم دے کر رہا کرایا
۴۱	حنظلہ بن قبیصہ	عثمان بن مظعون	تفصیل معلوم نہ ہو سکی
۴۲	حجاج بن حارث	عبد الرحمن بن عوف	"
۴۳	سہیل بن عمرو (بنی مالک)	مالک بن دخشم	مکرز بن خفش اس کی ر کے لیے آیا اور چار ہز

نمبر شمار	نام کافر اسیر	اسیر کنندہ مسلمان کا نام	کیفیت رہائی
			درہم کے بدلے خود کو قید کرایا جب مکہ جا کر سہیل نے رقم بھیجی تو مکرز کو رہائی ملی۔
۱	عبد بن زمعہ (بنی مالک)	عمیر بن عوف (مولی سہیل بن عمرو)	تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔
۱	عبد العزی بن مشنو (〃)	نعمان بن مالک	اسلام قبول کر لیا اسلامی نام عبد الرحمٰن رکھا گیا۔
	طفیل بن قنیع (بنی فہر)	—	تفصیل معلوم نہ ہو سکی
	سہل بن بیضاء	—	یہ پوشیدہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے لیکن قریش انھیں زبردستی لے آئے تھے۔ معرکہ بدر کے بعد قید ہوئے عبداللہ بن مسعود نے ان کے اسلام لانے کی شہادت دے کر رہائی دلائی۔

[جیسا کہ گذشتہ سطور میں کہا گیا ہے کہ مؤلف کتاب نے نہایت محنت و جانفشانی سے جتنے نام کتب سیر و تاریخ سے معلوم ہو سکے ان کو جمع کر دیا ہے حالانکہ اسیران بدر کی تعداد بھی تقریباً مقتولین کے برابر تھی۔ (محمد اظہر نعیمی)]

عمرو بن وہب بن حذافہ بن جمح القرشی

خون کے پیاسے دامن اسلام میں: الجمحی (ابو اُمیّہ) کا مکّہ کے شیاطین قریش میں شمار ہوتا تھا۔ یہ شخص سخت قسم کا مفسد اور فتنہ پرداز تھا۔ معرکہ بدر میں وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گیا لیکن اس کا بیٹا وہب بن عمیر مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا۔

بدر کے بھگوڑے مشرک مکہ واپسی کے بعد آپس میں سازشیں کرتے رہتے ایک دن صفوان بن اُمیہ اور عمیر حطیم میں بیٹھے ہوئے آپس میں کہہ رہے تھے کہ صفوان نے کہا بدر میں قتل ہونے والوں کے بعد زندگی کی رعنائیاں ختم ہو گئیں۔ اب زندگی میں کوئی مزہ باقی نہیں رہا۔ عمیر نے اس کی تائید کی کہنے لگا خدا کی قسم تو جو کہتا ہے بعینہٖ ایسا ہی ہے۔ اگر میرے ذمہ لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور فکر معاش سے آزاد ہوتا اہل و عیال کے کفالت کی ذمہ داری نہ

تو میں اپنے بیٹے کی رہائی کے حیلہ سے مدینہ (طیبہ) جاتا اور (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ختم کر کے آتا۔ میرے خیال میں یہ کام کوئی مشکل بھی نہیں ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مدینہ کے بازاروں میں آزادانہ تنہا گھومتے ہیں۔ گھات لگا کر ان کو قتل کرنا کوئی مشکل کام نظر نہیں آتا۔

صفوان، عمیر کی بات سُن کر پھولا نہ سمایا۔ کہنے لگا تجھے معلوم ہے ایسے کاموں میں پیش پیش رہنا میری عادت ہے۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کی معاشی مدد کرنا میں اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں اور اس کام میں کوئی دوسرا میرا مقابل نہیں ہے۔ میں تیرے قرضے کا ذمہ دار ہوں اور تیرے اہل و عیال کی ضروریات کی کفالت بھی کروں گا۔

عمیر ایسے مواقع کا جویا اور ریاحی کار سیا تھا فوراً صفوان کی معاونت قبول کرنے پر تیار ہو گیا اور مدینے جانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ صفوان نے نہ صرف

سامانِ سفر مہیا کیا بلکہ ایک تیز رفتار اُونٹ بھی سواری کے لیے خرید کر دیا۔ اہل و عیال کی کفالت کی ذمہ داری لی اور قرض کی بھی ضمانت لے لی۔

عمیر نے صفوان سے کہا کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں۔ یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اس عہد و پیمان کے بعد عمیر نے اپنی تلوار کو زہر میں بجھایا اور اس کی تاب درست کی اور سامانِ سفر لے کر مدینہ کا رُخ کیا۔ منزلیں مارتا ہُوا مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ پہ پہنچ کر اُونٹ کو ہٹایا تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے اُونٹ سے اُتر کر چاہا کہ وہاں پہنچے جہاں حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات رونق افروز تھے لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے باہر احباب کے ساتھ بدر کے واقعات پر گفتگو فرما رہے تھے۔ ان کی نظر جونہی عمیر پر پڑی تو آپ کی مردم شناس نظروں نے اُس کے مکر و فریب کا اندازہ لگایا اور اس کے انداز سے پہچان لیا کہ یہ بُرے ارادہ سے آیا ہے لہٰذا اپنے احباب سے فرمایا دیکھو عمیر ارادۂ بد سے آیا ہے یہ کسی طرح مسجد میں جانے نہ پائے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے کی دیر تھی صحابہ نے اُٹھ کر دروازۂ مسجد کو گھیر کر عمیر کو مسجد میں جانے سے روک دیا۔

خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمیر کے مسلح آنے اور اس کے انداز کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ اس کے شر سے مطمئن ہونا مناسب نہیں حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے (عمیر کو) میرے سامنے لاؤ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین بارگاہِ نبوی سے کہا کہ آپ لوگ یہاں ہوشیاری سے بیٹھے رہیں اور خود جا کر ایک ہاتھ سے عمیر کی تلوار پر قبضہ کیا۔ دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اس کو حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لائے۔ سید

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اس کو چھوڑ دیجیے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعمیل ارشاد میں علیحدہ ہو گئے۔

عمیر نے جاہلیت کے دستور کے مطابق انعموا صباحًا کہا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رب کریم نے اس تحیّت کو ہمارے لیے مکروہ قرار دیا ہے اور اہل جنت کی تحیّت ہم کو عطا فرمائی ہے اور وہ سلام ہے۔ آیت قرآنی ہے تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر ملاقات کرو۔

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمیر سے اس کی آمد کا سبب معلوم کیا تو عمیر نے کہا کہ میرا بیٹا وہب آپ کے پاس مقید ہے اس کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔ ازراہِ نوازش اس کو میرے سپرد فرما دیں۔

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ یہ تلوار کیسی ہے کہنے لگا کہ حق تعالیٰ اس تلوار کو رسوا کرے۔ اس سے کوئی کام نہیں ہوا۔ اور میری خود فراموشی کا عالم یہ ہے کہ اونٹ سے اترتے وقت میں نے تلوار کو گردن ہی میں حمائل رہنے دیا۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمیر سے دوبارہ اس کی آمد کی وجہ دریافت فرمائی تو اس نے وہی پہلا جواب دیا کہ بیٹے کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے استفسار فرمایا کہ اے عمیر سچ بتانا تو نے مکہ میں صفوان کے ساتھ کیا عہد و پیمان کیا ہے۔ اب عمیر ہٹ دھرمی پر اتر آیا کہنے لگا آپ ہی بتا دیں کہ صفوان سے میں نے کیا شرط کی ہے۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا تو نے صفوان سے میرے قتل کا وعدہ کیا ہے جس کے بدلے اس نے تیرے اہل و عیال

کی کفالت کی ذمہ داری لی ہے اور تیرے قرضوں کی ضمانت لی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمیر اور صفوان کے درمیان ہونے والی گفتگو من وعن بیان فرما دی اور یہ بھی فرمایا تو اپنے دل میں کوئی بات نہ لانا میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔

آیت قرآنی ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے نبی آپ اور آپ کے متبعین کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے) عمیر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا اور نہایت نادم وشرمندہ ہوا کہنے لگا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صادق ہیں۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ آپ اللہ رب العالمین کے بارے میں جو کچھ فرماتے تھے ہم اس کی تکذیب کرتے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ سب باتیں درست اور سچ تھیں۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت میرے اور صفوان کے درمیان یہ بات ہوئی تھی اس وقت ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی تیسرا فریق نہ تھا اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کسی دوسرے نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہے۔ اس توفیق عطا کرنے والے معبود وحدہ لاشریک کا شکر ہے جس نے طریق قدیم اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

جب عمیر دولت اسلام سے مشرف ہونے کے بعد قدر ومنزلت کے مستحق قرار پائے۔ تمام مسلمانوں نے ان کے اسلام لانے پر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا حق وصداقت کے پیکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر سے فرمایا:

"عمیر اب سے تھوڑی دیر قبل تم میری نظروں میں
خنزیر سے زیادہ بدتر تھے لیکن اسلام کے دائرہ میں
داخل ہونے کے بعد میرے نزدیک اُمت مسلمہ میں
سب سے زیادہ وقیع ہو"

عمیر کے اسلام لانے کے بعد سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ
سے فرمایا۔ کہ اب تم لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ عمیر کو قرآن کریم پڑھاؤ
اور ان کے بیٹے وہب کو قید سے رہا کرو۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی باتیں سن کر عمیر نے عرض کیا یارسول اللہ پہلے میں نور الٰہی کو بجھانے
کی کوشش میں تھا۔ اسی نور نے میری آنکھیں کھولیں توفیق الٰہی میرے شامل حال
ہو گئی۔ اب اگر اجازت ہو تو میں مکہ جا کر اپنی قوم (قریش) میں تبلیغ اسلام
کروں۔ شاید اللہ تعالیٰ انھیں راہِ راست پر لائے۔ حضور پُرنور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کا احترام فرماتے ہوئے انھیں مکہ جانے
کی اجازت مرحمت فرمادی۔

کچھ دنوں عمیر مدینہ میں رہے۔ صفوان مکہ میں لوگوں سے کہا کرتا
تھا کہ عنقریب عمیر مدینہ سے آکر ایسی خوشخبری سنائے گا جس سے
تم لوگ بدر کی تکلیف کو فراموش کر دو گے۔ اس دوران وہ مدینہ سے آنے
والوں سے یہ معلوم کرتا رہتا تھا کہ مدینہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ تو پیش نہیں
آیا۔ لوگ یہ کہہ دیا کرتے تھے تم کیسے واقعہ کو معلوم کرتے ہو۔ ہمیں تو
معلوم نہیں۔

اتفاق سے مدینہ سے آنے والے ایک شخص نے صفوان کو بتایا
کہ عمیر کو میں نے مدینہ میں دیکھا ہے۔ میں اس سے بخوبی واقف ہوں وہ

تو مدینہ جا کر اسلام لے آیا ہے۔ یہ سنتے ہی صفوان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور اُس نے عمیر کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِھِمْ وَ یَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ جب عمیر مکہ آئے تو ان کی تبلیغ سے مشرکین کی ایک جماعت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اُن لوگوں کے اسلام لانے سے بت پرست صفوان خود ہی بُت بن گیا۔

اسمائے شُرکاء صحابہ بدر

۱۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۲۔ عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق
۳۔ عمر بن خطاب عدوی۔
۴۔ عثمان بن عفان قرشی جن کو حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی رقیہؓ کو تیمارداری کے لیے چھوڑا تھا اور آپ کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ مقرر فرمایا تھا۔
۵۔ علی بن ابی طالب ہاشمی
۶۔ ایاس بن بکیر
۷۔ بلال بن رُباح حضرت صدیق اکبر کے آزاد کردہ غلام
۸۔ حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی
۹۔ حاطب ابن ابی بلتعہ قریش کے حلیف
۱۰۔ ابوحذیفہ ابن عتبہ قرشی
۱۱۔ حارثہ بن سراقہ
۱۲۔ خبیب بن عدی انصاری
۱۳۔ خنیس ابن حذافہ سہمی
۱۴۔ رفاعہ بن رافع انصاری
۱۵۔ رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ انصاری
۱۶۔ زبیر بن عوام قرشی
۱۷۔ زید بن سہل ابوطلحہ انصاری
۱۸۔ ابوزید انصاری

۱۹۔ سعد بن مالک زہری
۲۰۔ سعد بن خولہ قرشی
۲۱۔ سعید بن زید قرشی
۲۲۔ سہل بن حنیف انصاری
۲۳۔ ظہیر بن رافع انصاری
۲۴۔ ظہیر بن رافع کے بھائی
۲۵۔ عبد اللہ بن مسعود ہذلی
۲۶۔ عبد الرحمٰن بن عوف زہری
۲۷۔ عبیدہ بن حارث قرشی
۲۸۔ عبادہ بن صامت
۲۹۔ عمرو بن عوف عامر بن لوئی کے حلیف۔
۳۰۔ عقبہ بن عمرو انصاری
۳۱۔ عامر بن ربیعہ عنزی
۳۲۔ عاصم بن ثابت انصاری
۳۳۔ عویم بن ساعدہ انصاری
۳۴۔ عتبان بن مالک انصاری
۳۵۔ ارقم بن ابو الارقم انصاری
۳۶۔ ربیعہ بن اکثم
۳۷۔ ذاہر بن صرام
۳۸۔ زید بن خطاب قرشی

۳۹۔ زیاد بن کعب
۴۰۔ سالم بن معقل
۴۱۔ سائب بن مظعون قرشی
۴۲۔ سائب بن عثمان قرشی
۴۳۔ سبزہ بن فاتک الاسدی
۴۴۔ سعد بن ابی وقاص قرشی الزہری
۴۵۔ سلیط بن عمرو
۴۶۔ سوید بن مخشی الطائی
۴۷۔ سویط بن سعد القرشی
۴۸۔ سہل بن بیضاء القرشی
۴۹۔ شجاع بن ابی وہب الاسدی
۵۰۔ شقران حبشی
۵۱۔ شماس بن عثمان قرشی
۵۲۔ صفوان بن بیضاء القرشی الفہ[illegible]
۵۳۔ صہیب بن سنان الرومی
۵۴۔ طفیل بن حارث القرشی المطل[illegible]
۵۵۔ طلحہ بن عبید اللہ
۵۶۔ طلیب بن عمرو بن وہب ال[illegible]
۵۷۔ عاقل بن بکیر
۵۸۔ عامر بن حارث
۵۹۔ عامر بن عبد اللہ بن جراح القر[illegible]

۶۰۔ عامر بن فہیرہ ازدی
۶۱۔ عبداللہ بن جحش بن رباب الاسدی
۶۲۔ عبدالرحمٰن بن سہل الانصاری
۶۳۔ عبداللہ بن سراقہ القرشی العدوی
۶۴۔ عبداللہ بن سعید القرشی الاموی
۶۵۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو القرشی العامری۔
۶۶۔ عبداللہ بن عبد الاسد بن ہلال القرشی المخزومی
۶۷۔ عبداللہ بن مخرمہ
۶۸۔ عبداللہ بن مظعون
۶۹۔ عبد یالیل بن ناشب اللیثی
۷۰۔ عمرو بن حارث بن زہیر القرشی الفہری
۷۱۔ عمر بن سراقہ القرشی العدی
۷۲۔ عمرو بن ابی عمرو بن شداد قرشی
۷۳۔ عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ القرشی الفہری۔
۷۴۔ عثمان بن مظعون القرشی
۷۵۔ عمار بن یاسر
۷۶۔ عمیر بن ابی وقاص القرشی الزہری
۷۷۔ عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمر العامری
۷۸۔ عقبہ بن وہب
۷۹۔ عوف بن اثاثہ قرشی المطلبی
۸۰۔ عیاض بن زہیر بن ابو شداد القرشی۔
۸۱۔ قدامہ بن مظعون القرشی
۸۲۔ کثیر بن عمرو السلمی
۸۳۔ کناز بن حصین ابو المرثد الغنوی
۸۴۔ مالک بن اُمیّہ بن عمرو السلمی
۸۵۔ مالک بن ابو خولی الجعفی
۸۶۔ مالک بن عمرو السلمی
۸۷۔ مالک بن عمیلہ بن السباق
۸۸۔ محرز بن نضلہ الاسدی
۸۹۔ مدلاج بن عمرو السلمی
۹۰۔ مرثد بن ابو مرثد
۹۱۔ مسعود بن الربیع القاری
۹۲۔ سیدنا مصعب بن عمیر القرشی
۹۳۔ معتب بن حمراء الخزاعی
۹۴۔ معمر بن ابی سرح بن ابی ربیعہ
۹۵۔ مہجع بن صالح المہاجر
۹۶۔ واقد بن عبداللہ تمیمی
۹۷۔ وہب بن محصن الاسدی

۹۸۔ وہب بن ابی سرح القرشی الفہری
۹۹۔ وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی
۱۰۰۔ ہلال بن ابی خولی
۱۰۱۔ یزید بن رقیس
۱۰۲۔ ابوسبزہ قرشی
۱۰۳۔ ابوکبشہ مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
۱۰۴۔ ابوواقد اللیثی
۱۰۵۔ ابی بن ثابت الانصاری
۱۰۶۔ ابیّ بن کعب
۱۰۷۔ اسعد بن یزید بن فاکہہ
۱۰۸۔ اسید بن حضیر بن سماک
۱۰۹۔ اسیرہ بن عمرو الانصاری النجاری
۱۱۰۔ انس بن مالک بن نضر
۱۱۱۔ انس بن معاذ بن انس بن قیس
۱۱۲۔ انیس بن قتادہ
۱۱۳۔ انسہ مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
۱۱۴۔ اوس بن ثابت الانصاری
۱۱۵۔ اوس بن خولی بن عبد اللہ
۱۱۶۔ اوس بن صامت الانصاری
۱۱۷۔ ایاس بن ودقہ الانصاری الخزرجی
۱۱۸۔ بشر بن برار بن معرور الانصاری الخزرجی۔
۱۱۹۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ
۱۲۰۔ ثابت بن اخرم
۱۲۱۔ ثابت جذع (ثعلبہ)
۱۲۲۔ ثابت بن خالد بن نعمان خلد الانصاری۔
۱۲۳۔ ثابت بن عامر بن زید الانصاری
۱۲۴۔ ثابت بن علید
۱۲۵۔ ثابت بن عمرو بن زید بن عدی
۱۲۶۔ ثابت بن ہزال بن عمرو الانصاری
۱۲۷۔ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو
۱۲۸۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر
۱۲۹۔ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی
۱۳۰۔ جابر بن عبد اللہ بن رباب
۱۳۱۔ جابر بن عتیک الانصاری الاوسی۔
۱۳۲۔ خلاد بن رافع
۱۳۳۔ ربیع بن ایاس
۱۳۴۔ رفاعہ بن حارث بن رفاعہ

۱۳۵۔ رفاعہ بن عمرو بن زید الخزرجی الانصاری۔
۱۳۶۔ رفاعہ بن عمرو الجہنی
۱۳۷۔ زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی العجلانی
۱۳۸۔ زید بن دثنہ الانصاری البیاضی
۱۳۹۔ زید بن عاصم المازنی الانصاری
۱۴۰۔ زید بن المزبن انصاری
۱۴۱۔ زید بن ودیعہ الانصاری
۱۴۲۔ زیاد بن لبید بن ثعلبہ انصاری البیاضی۔
۱۴۳۔ سالم بن عمیر الانصاری
۱۴۴۔ سبیع بن قیس بن علیشہ الانصاری الخزرجی۔
۱۴۵۔ سراقہ بن عمرو بن عطیۃ الانصاری
۱۴۶۔ سفیان بن بشر بن حارث انصاری الخزرجی۔
۱۴۷۔ سراقہ بن کعب الانصاری
۱۴۸۔ سعد بن خولی الانصاری
۱۴۹۔ سعد بن خیثمہ الانصاری الاوسی
۱۵۰۔ سعد بن ربیع الانصاری الخزرجی
۱۵۱۔ سعد بن زید زرقی الانصاری
۱۵۲۔ سعد بن سہل الانصاری
۱۵۳۔ سعد بن عبید الانصاری الاوسی
۱۵۴۔ سعد مولی عتبہ بن غزوان
۱۵۵۔ سعد بن عثمان بن خلدہ الانصاری
۱۵۶۔ سعد بن معاذ الانصاری سیّد الاوس
۱۵۷۔ سعید بن سہیل الانصاری الاشہلی
۱۵۸۔ سفیان بن بشر
۱۵۹۔ سلمہ بن اسلم الانصاری الحارثی
۱۶۰۔ سلمہ بن ثابت بن وقش الانصاری الاشہلی۔
۱۶۱۔ سلمہ بن حاطب الانصاری
۱۶۲۔ سلمہ بن سلامت بن وقش
۱۶۳۔ سلیط بن قیس الانصاری۔
۱۶۴۔ سلیم بن حارث الانصاری
۱۶۵۔ سلیم بن قیس بن فہد الانصاری
۱۶۶۔ سلیم بن عمرو انصاری۔
۱۶۷۔ سلیم بن طحان الانصاری
۱۶۸۔ سماک بن خرشنہ الانصاری
۱۶۹۔ سماک بن سعد الانصاری
۱۷۰۔ سنان بن ابی سنان
۱۷۱۔ سنان بن صیفی

۱۷۲۔ سہل بن عتیک الانصاری
۱۷۳۔ سہل بن قیس الانصاری السلمی
۱۷۴۔ سہیل بن عمرو بن ابی عمرو الانصاری
۱۷۵۔ سہیل بن رافع الانصاری
۱۷۶۔ سواد بن عزیۃ الانصاری
۱۷۷۔ سواد بن یزید الانصاری السلمی
۱۷۸۔ ضحاک بن حارثہ انصاری
۱۷۹۔ ضحاک بن عبد عمرو الانصاری
۱۸۰۔ حمزہ بن عمرو الانصاری
۱۸۱۔ طفیل بن مالک انصاری
۱۸۲۔ عاصم بن بکیر الانصاری
۱۸۳۔ عاصم بن قیس بن ثابت
۱۸۴۔ عامر بن امیہ
۱۸۵۔ عامر بن ثابت انصاری
۱۸۶۔ عامر بن سلمہ بن عامر البلوی
۱۸۷۔ عامر بن عبد عمرو الانصاری
۱۸۸۔ عامر بن مخلد بن الحارث الانصاری
۱۸۹۔ عائذ بن ماعض الانصاری
۱۹۰۔ عبداللہ بن ثعلبہ البلوی الانصاری
۱۹۱۔ عبداللہ بن جبیر بن النعمان الانصاری
۱۹۲۔ عبداللہ بن الجد

۱۹۳۔ عبداللہ بن الحمیر الاشجعی
۱۹۴۔ عبداللہ بن ربیع بن قیس الانصاری الخزرجی۔
۱۹۵۔ عبداللہ بن رواحہ الانصاری الخزرجی
۱۹۶۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبداللہ الانصاری الحارثی۔
۱۹۷۔ عبداللہ بن سعد بن خثیمہ الانصاری الاوسی۔
۱۹۸۔ عبداللہ بن سلمۃ العجلانی البلوی الانصاری
۱۹۹۔ عبداللہ بن سہل الانصاری
۲۰۰۔ عبداللہ بن سہل الانصاری
۲۰۱۔ عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک البلوی الانصاری
۲۰۲۔ عبداللہ بن عامر البلوی الانصاری
۲۰۳۔ عبداللہ بن عبد مناف الانصاری
۲۰۴۔ عبداللہ بن عبس الانصاری
۲۰۵۔ عبداللہ بن عبیس الانصاری
۲۰۶۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول الانصاری الخزرجی۔
۲۰۷۔ عبداللہ بن عرفطہ الانصاری
۲۰۸۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری

۲۰۔ عبداللہ بن عمیر بن عدی الانصاری الخزرجی۔

۱۔ عبداللہ قیس الانصاری بن خالد

۲۔ عبداللہ بن قیس بن صخر الانصاری

۲۔ عبداللہ بن کعب الانصاری المازنی

۲۔ عبداللہ بن نعمان بن بلذمہ الانصاری

۱۔ عبدالرحمٰن بن جبر الانصاری

۲۱۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ البلوی الانصاری

۲۱۔ عبدالرحمٰن بن کعب المازنی الانصاری

۲۱۔ عبد ربہ بن حق الانصاری الساعدی

۲۱۔ عباد بن بشر بن وقش الانصاری الاشہلی۔

۲۱۔ عباد بن الخشخاس بن عمرو الانصاری۔

۲۲۔ عباد بن عبید بن التیہان

۲۲۔ عباد بن قیس

۲۲۔ عباد بن قیس الانصاری

۲۲۔ عبادہ بن قیس الانصاری

۲۲۱۔ عبید بن ابو عبید الانصاری

۲۲۷۔ عبید بن اوس الانصاری الخضری

۲۲۶۔ علید بن تیہان الانصاری

۲۲۷۔ علید بن زید الانصاری الزرقی

۲۲۸۔ علس بن عامر الانصاری

۲۲۹۔ عتبہ بن ربیعہ البہرانی الانصاری

۲۳۰۔ عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء الانصاری۔

۲۳۱۔ عتبہ بن عزوان بن جابر المازنی

۲۳۲۔ عدی بن الزغباء الجہنی الانصاری

۲۳۳۔ عصمت الانصاری

۲۳۴۔ عصمۃ بن الحصین الانصاری

۲۳۵۔ عصیمۃ الاسدی

۲۳۶۔ عصیمۃ الاشجعی

۲۳۷۔ عطیہ بن نویرہ

۲۳۸۔ عقبہ بن عامر الانصاری الخزرجی السلمی

۲۳۹۔ عقبہ بن ربیعہ الانصاری

۲۴۰۔ عقبہ بن عثمان بن خلدہ

۲۴۱۔ عقبہ بن وہب بن کلدۃ الغطفانی

۲۴۲۔ علیقہ بن عدی بن عمرو الانصاری البیاضی۔

۲۴۳۔ عمرو بن ایاس بن زید الیمنی الانصاری۔

۲۴۴۔ عمرو بن ثعلبہ بن وہب الانصاری
۲۴۵۔ عمرو بن الجموع الانصاری السلمی
۲۴۶۔ عمرو بن عنمہ بن عدی الانصاری الخزرجی۔
۲۴۷۔ عمرو بن غزیہ بن عمرو الانصاری المازنی۔
۲۴۸۔ عمرو بن قیس بن زید الانصاری النجاری۔
۲۴۹۔ عمرو بن معاذ بن النعمان الانصاری الاشہلی۔
۲۵۰۔ عمارہ بن حزم الانصاری الخزرجی
۲۵۱۔ عمرو بن معبد
۲۵۲۔ عمیر بن عامر بن مالک الانصاری
۲۵۳۔ عمیر بن حارث بن ثعلبہ الانصاری
۲۵۴۔ عمیر بن حرام بن عمرو بن الجموع الانصاری۔
۲۵۵۔ عمیر بن الحمام بن الجموع الانصاری السلمی۔
۲۵۶۔ عمیر بن معبد بن ازعر الانصاری
۲۵۷۔ عمیر الانصاری
۲۵۸۔ عمارہ بن زیاد بن سکن الانصاری

۲۵۹۔ عنترۃ السلمی ثم ذکوانی
۲۶۰۔ عوف بن عفراء الانصاری
۲۶۱۔ عویم بن ساعدہ بن عائش
۲۶۲۔ عویمر بن اشقر بن عوف الانصاری
۲۶۳۔ غنام
۲۶۴۔ فروہ بن عمرو الانصاری
۲۶۵۔ فاکہہ بن بشیر الانصاری الزرقی
۲۶۶۔ قتادہ بن نعمان بن زید انصاری
۲۶۷۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ الانصاری الخزرجی۔
۲۶۸۔ قیس بن السکن الانصاری الخزرجی
۲۶۹۔ قیس بن عمرو بن سہل الانصاری المدنی۔
۲۷۰۔ قیس بن محصن بن خالد بن مخلد الانصاری الزرقی۔
۲۷۱۔ قیس بن مخلد الانصاری المازنی
۲۷۲۔ قیس بن ابی صعصعہ الانصاری المازنی۔
۲۷۳۔ کعب بن جماز الانصاری
۲۷۴۔ کعب بن زید الانصاری
۲۷۵۔ کعب بن عمرو بن عباد الانصاری

السلمی۔

۲۰۔ مالک بن تیہان۔

۲۔ مالک بن وخشم الانصاری

۲۔ مالک بن رافع بن مالک الانصاری۔

۲۔ مالک بن ربیعہ الانصاری الساعدی

۱۔ مالک بن قدامہ انصاری الاوسی

۔ مالک بن مسعود بن البدن الانصاری الساعدی

۲۔ مالک بن نمیلہ مزنی الانصاری

۲۸۔ مبشر بن المنذر الانصاری

۲۸۔ المجذر بن زیاد البلوی الانصاری

۲۸۔ محرز بن عامر بن مالک الانصاری

۲۔ محمد بن مسلمہ الانصاری الحارثی

۲۔ مرارہ بن ربیعہ العمری الانصاری

۱۔ مسعود بن ربیع القاری
۲۔ مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق الانصاری
۱۔ مسعود بن سعد

۱۔ مسعود بن عبد سعد الانصاری

۲۔ امام العلماء معاذ بن جبل الانصاری الخزرجی۔

۲۔ معاذ بن عفراء الانصاری

۲۔ معاذ بن عمرو بن الجموح الانصاری

السلمی۔

۲۹۵۔ معاذ بن ماعض انصاری

۲۹۶۔ معبد بن عبادہ انصاری السلمی

۲۹۷۔ معبد بن قیس بن صخر الانصاری

۲۹۸۔ معبد بن وہب العبدی بن عبد القیس

۲۹۹۔ معتب بن بشیر بن ملیل الانصاری

۳۰۰۔ معتب بن علید بن ایاس البلوی الانصاری۔

۳۰۱۔ مغفل بن منذر سرح الانصاری

۳۰۲۔ معمر بن حارث القرشی

۳۰۳۔ معن بن عدی بن جابن عجلان بن ضیعۃ البلوی الانصاری۔

۳۰۴۔ معن بن یزید بن اخنس بن خباب السلمی

۳۰۵۔ معن بن عفراء الانصاری

۳۰۶۔ معوذ بن عفراء بن الجموع انصاری

۳۰۷۔ ملیل بن ویرہ بن خالد بن عجلان الانصاری۔

۳۰۸۔ منذر بن قدامہ الانصاری الاوسی۔

۳۰۹۔ منذر بن عرفجہ الاوسی الانصاری

۳۱۰۔ منذر بن محمد بن عقبہ الانصاری

۳۱۱۔ نحاث بن ثعلبہ بن حزمہ البلوی
۳۱۲۔ نصر بن حارث بن علید بن رزاح
بن کعب الانصاری الظفری۔
۳۱۳۔ نعمان بن ابی خزمہ الانصاری الاوسی
۳۱۴۔ نعمان بن سنان الانصاری۔
۳۱۵۔ نعمان بن عبد عمرو نجاری الانصاری
۳۱۶۔ نعمان بن اعقر بن الربیع البلوی
الانصاری۔
۳۱۷۔ نعمان بن عمرو بن رفاعہ الانصاری
۳۱۸۔ نعمان بن مالک بن ثعلبہ الانصاری
۳۱۹۔ نعیمان بن عمرو بن رفاعہ
الانصاری۔
۳۲۰۔ نوفل بن ثعلبہ الانصاری
السالمی الخزرجی۔
۳۲۱۔ ہانی بن نیار
۳۲۲۔ ہیبل بن وبرۃ الانصاری
۳۲۳۔ ہلال بن امیہ الانصاری الواقفی
۳۲۴۔ ہلال بن معلی الانصاری
۳۲۵۔ ودقہ بن ایاس الانصاری
۳۲۶۔ ودیعہ بن عمرو بن جراد بن
یربوع الجہنی۔
۳۲۷۔ یزید بن ثابت بن الضحاک
الانصاری۔

۳۲۸۔ یزید بن حارث الانصاری
۳۲۹۔ یزید بن عامر بن جدیدۃ
الانصاری۔
۳۳۰۔ یزید بن منذر الانصاری
۳۳۱۔ ابوصرمہ الانصاری المزنی
۳۳۲۔ ابوعلیی الحارثی الانصاری
۳۳۳۔ ابوفضالہ انصاری
۳۳۴۔ ابوقتادہ انصاری السلمی
۳۳۵۔ ابومليل الانصاری الضبعی
رضی اللہ عنہم اجمعین

نوٹ: صحیح روایت کے مطابق اصحابِ بدر ۳۱۳ ہی ہیں۔

MAP OF THE BATTLEFIELD
OF
UHUD

MOUNT UHUD
NORTH
MUSLIM CAMP
THE PROPHET'S CAVE
MUSLIM ARMY ATTACKS
MUSLIM ARMY FORMATION
THE PROPHET'S RESTING PLACE
GRAVE OF THE TOOTH OF THE PROPHET
FORMELY A DATE PALM GROVE
PLATE
SPRING
SPRING
MARTYRS' CEMETERY
MARTYRS' CEMETERY
MAIN ENEMY ATTACK
(ARMY & CAVALRY OF THE QURAISH)
CAVALRY
GRAVE OF HAMZAH
WADI QANAT
OLD BRIDGE
WHERE HAMZAH WAS FIRST BURIED
MOUNT RUMAT OR 'AINAIN
WHERE HAMZAH FELL
ENEMY CAVA UNDER KHALID AL-WA
DATE PALM GROVE

SCALE 0 25 50 75 100 METRES
M. H. - 80/1/1356 H.

یدان احد کا ایک منظر۔ لشکروں کی نقل وحرکت کے راستے دکھائی دے رہے ہیں۔

شہادت گاہِ اُحد

شام جانے کا بری راستہ قریش کے تجارتی کاروانوں کے لیے جو اہمیت
تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کو کھلا رکھنے کے لیے ڈھائی لاکھ
م کا چندہ کرنا اہل مکہ کے لیے ذرا بھی بار نہ گزرا۔ کم وبیش اتنی ہی اور رقم
ں نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے میں صرف کی۔ سیرۃ
ی[۲] وغیرہ میں[۳] تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کس طرح قریش نے علاوہ
ذاتی رضاکارانہ جمعیت کے جس میں جنگجو "احابیش" بھی شریک تھے
بن العاص، عبداللہ بن ربیعہ، ہبیرہ ابن ابی وہب، مسافع بن
مناف اور ابوعزہ عمرو بن عبداللہ الجمحی کو تمام قبائل عرب میں بھیجا
طرے کی اہمیت سمجھا کر مدینے پر حملہ کے لیے مدعو کیا۔ اس میں اتنی
ابی ہوئی کہ "فالبوا العرب وجمعوھا" غرض تین ہزار کی جمعیت سال بھر
رصے میں تیار ہوئی جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے بھی
۔ اس تیاری کی اطلاع مسلمانوں کے خفیہ نگار نے بروقت آنحضرت
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دی[۵] اور مدینہ بھی مدافعت کے لیے تیار ہو گیا

یرۃ شامی احوال اُحد ۔ ۲ برموقع ۳ ابن ہشام ص۵۵۵ ومابعد
ابن ہشام ص۵۶۱ ۵ سیرۃ شامی "کتب العباس الی رسول اللہ بذلک مع
جل من غفار"

اور وسط شوال ۳ھ میں اُحد کی معرکہ آرائی ہوئی۔ قریشی مع اپنے حلیفوں کے مدینے پر دھاوا بول دیتے ہیں اور اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑائی ہوتی ہے۔

محل وقوع اور وجہِ انتخاب: اُحد ایک پہاڑ ہے جو مدینے کے شمال میں تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ مکے کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ مدینے کے جنوب میں واقع ہے۔ عرصے سے میں یہ سوچتا اور دوسروں سے پوچھتا رہا کہ مکے والے مدینے کے جنوب پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے اور کس مصلحت سے مدینے کے شمال میں جا کر اپنی واپسی اور اپنی کمک وغیرہ کا راستہ بند کر لیا۔ جب میری کسی طرح تشفی نہ ہوئی تو مجبوراً میں اس نتیجے پر پہنچا کہ موجودہ اُحد وہ مقام نہیں ہے جہاں غزوۂ اُحد پیش آیا اور یہ کہ قدیم اُحد اصل میں مدینے کے جنوب میں قبا کے قرب وجوار میں کسی جگہ واقع ہوگا۔ قدیم مؤرخین اور جغرافیہ نگاروں کا متفقہ بیان کہ اُحد مدینے کے شمال میں ہے اور حتیٰ کہ حضرت حمزہ کا مزار بھی میری تشفی نہ کر سکے۔

لیکن جب میں نے برسرِ موقع مقامیاتی (ٹوپوگرافیکل) مطالعہ کیا تو وہ چیز سمجھ میں آگئی جو بیسیوں کتابوں کی سالہا سال ورق گردانی سے بھی نہ آئی تھی۔

مدینہ ایک ایسے مقام پر آباد ہے جو دس میل لمبے اور اتنے ہی چوڑے میدان پر مشتمل ہے اسی میدان کو "جوفِ مدینہ" اور بعد میں "حرم مدینہ" کا نام دیا گیا۔ اس میدان کے اطراف ہر سمت میں اُونچی اور ایک دوسرے سے متصل پہاڑیوں کا سلسلہ بڑی دُور تک چلا گیا ہے اور آمد و رفت تنگ وادیوں گھاٹیوں میں سے ہوتی ہے۔ جبلِ عَیر اور جبلِ ثور سے محدود ہونے والا یہ

کل ہموار بھی نہیں ہے بلکہ بیچ میں سَلع کا پہاڑ اور متعدد دیگر چھوٹی پہاڑیاں واقع ہیں جن کو بڑی جنگی اہمیت حاصل ہے۔

عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدینہ کوئی اس طرح کا شہر نہ تھا جیسا وہ آج کل ہے، یا جس طرح کے گنجان محلّوں کے مجموعوں کے ہم عادی ہیں۔ اس زمانے میں وہاں عرب اور یہودی قبیلے بستے تھے اور ہر قبیلے کا محلہ اور گاؤں دوسرے سے الگ اور فرلانگ دو فرلانگ یا اس سے بھی زیادہ فاصلے پر واقع تھا۔ اس طرح کے گاؤں کا سلسلہ جبلِ عیر سے جبلِ ثور تک برابر پھیلا ہوا تھا۔

ان گاؤں کی حالت یہ تھی کہ ان میں ایک یا زیادہ پانی کے کنوئیں ہوتے، رہائشی مکان پتھر کے بنے ہوئے اور عموماً دو منزلہ ہوتے۔ ہر گاؤں میں بُرج کی وضع کی مستحکم عمارتیں جن کو آطام اور آجام کہا جاتا ہے۔ جنگ کے زمانے میں عورتیں، بچے، جانور اور دیگر اسباب ان میں منتقل کردیا جاتا۔ ایک زمانے میں ان آطام کی تعداد ایک سو سے زائد ہوگئی تھی[۱] ایک اور زمانے میں خاص ایک قبیلۂ بنی زید میں (۱۴) آطام تھے[۲]۔ ان میں سے بعض بہت بڑے ہوتے تھے۔ چنانچہ اُحیحہ بن الجلاح کا اُطم الضیحان کتاب الاغانی کے مطابق سہ منزلہ تھا۔ سب سے نیچے کی منزل لاوے کے سیاہ پتھروں سے تعمیر ہوئی تھی۔ اس سے اُوپر کے دو درجے (نبرۃ) "چاندی کی طرح سفید پتھروں" سے بنائے گئے تھے اور یہ اطم اتنا اُونچا تھا کہ اُونٹ ایک دن کی مسافت سے اس کو دیکھ سکتے تھے۔ قبا کے قریب اس اطم کے کھنڈر اور اس کا سب سے نیچے کی منزل اب تک باقی ہیں۔ اور مدینے کی دورِ جاہلیت کی عربی تعمیر کے مطالعے کا موقع دیتے ہیں۔ ان آطام کے اندر اکثر پانی کے

---

[۱] جیسا کہ متعدد مورخوں نے لکھا ہے [۲] ایضاً

کنوئیں بھی ہوتے ہیں، تاکہ محاصرے کے وقت کام دیں۔

ان منتشر اور دُور دُور بسے ہوئے محلوں کے علاوہ مختلف افراد یا قبائل کے باغ تھے اور عموماً ان کا احاطہ پتھر کی دیوار سے بنایا جاتا تھا۔ یہ باغ آبادی کے اطراف چوطرف پھیلے ہوئے تھے۔

ان قبائلی آبادیوں میں سے ایک کا نام یثرب تھا اور یہ گاؤں اب تک باقی ہے۔ ممکن ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ سب سے اہم آبادی ہو اور اسی کی بنا پر پورے جوفِ مدینہ کے دیہات پر یثرب کا اطلاق ہوتا ہو۔ جس کی نظیر ہر ملک میں ملتی ہیں۔ مدینۃ النبی کا محلہ، جہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و رہتے تھے۔ کم و بیش وسط میں واقع ہے۔ مکے والوں کو عام اہلِ مدینہ سے کو پرخاش نہ تھی۔ وہ صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا غصہ اُتارنا چا تھے۔ مسکن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچنے کے لیے جنوب میں گنجان ا حائل تھے۔ جن کے باعث لڑائی کا کوئی میدان نہ تھا۔ جنوب مشرق میں قبا او عوالی کی آبادیاں اور باغ تھے۔ مشرق میں قبا اور یہودی محلے ہی تھے۔ جو جنوباً قبا سے لے کر تقریباً اُحد تک چلے گئے تھے۔ باغوں یا محلوں کا سلسلہ جنو مغرب اور مغرب میں بھی پھیلا ہوا تھا مگر نسبتاً کم گنجان تھا۔ مدینے کے موجو فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنو ساعدہ رہتے تھے جن کا سقیفہ ا تک موجود ہے۔ اس سے آگے خود جبل سلع پر بنو حرام رہتے تھے۔ ان کے قبرستان اور سقیفہ بھی اب تک باقی ہیں۔ شمال مغرب میں وادی العقیق کے کنارے بحر رومہ تک بکثرت باغ تھے۔ بحر رومہ مع اراضیٔ تابعہ ابتداً یہود کے قبضے میں تھی[1] شمالی حصہ البتہ کھلا ہوا تھا۔ چونا ملی ہوئی سفید چوڑی کی ز

[1] احادیث فضائل حضرت عثمان میں بحر رومہ کی خریداری کا ذکر کسی بھی کتاب حدیث

کے باعث آج بھی وہاں زراعت نہیں ہو سکتی۔ اِدھر سے مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راستہ کھلا ہوا ابھی تھا۔ مدینے کے جنوب میں بلند پہاڑیاں ہیں۔ اور راستہ صرف وادیوں اور گھاٹیوں میں سے گزرتا ہے۔ عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدینے کو براہِ راست جنوب سے آنے کے لیے قبا کی طرف ایک سخت دشوار گزار راستہ تھا۔ جو لاوے کے پتھروں سے اٹا ہوا ہونے کے باعث شاذ ہی اختیار کیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت دشمن کے تعاقب کے خیال سے مصلحتاً یہی راستہ اختیار فرمایا تھا۔ کسی فوج کے لیے لاوے سے اَٹے ہوئے میدانوں میں سے گزرنا آدمی اور جانور دونوں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے۔ اور دوپہر کو ان پتھروں کے گرم ہو جانے کے باعث وہاں پڑاؤ ڈالنا بھی کم پسند کیا جا سکتا ہے۔ مدینے کے مشرق اور مغرب دونوں طرف شمالاً جنوباً لاوے کے یہ میدان پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو "لابہ" "حرہ" کہا جاتا ہے، ان حروں میں آزادی کے مکان تو تھے۔ غالباً جنگی مصلحت سے۔ لیکن باغ نہیں۔ اگر تکلیف گوارا کر کے ان حرّوں پر سے فوج گزر بھی جائے تو ایسے میدانوں میں لڑائی بھی آسان نہیں۔

مزید برآں مدینے کو آنے کا جنوبی راستہ جو آج کل باب العنبریہ سے داخل ہوتا ہے۔ ابھی تین سو سال پہلے تعمیر ہوا۔ ورنہ قدیم زمانے میں کاروانوں کا راستہ یہ تھا کہ ذوالحلیفہ سے گزرتے ہی جبلِ عَیر کے مغرب سے وادی العقیق کے اندر سیدھے شمال میں زغابہ کے سنگم (مجمع الاسیال) تک جائیں اور وہاں سے مدینے کو جانے کے لیے جنوبی طرف مڑیں۔ وادیوں کے یہ راستے نرم ریت پر مشتمل ہونے کے باعث اونٹوں کو بھی پسند تھے۔

غرض یہ جغرافی دشواریاں تھیں جن کے باعث قریش کی تھکی ہوئی فوج

اور بارہ دن کے کوچ سے نیم مردہ جانوروں نے بھی مدینے سے دور زغابہ میں جا کر
ٹھہرنا پسند کیا۔ وہاں پانی افراط سے تھا۔ چارہ بھی ملتا تھا۔ اور چونکہ کامیابی کا
یقین تھا۔ اس لیے واپسی کے راستے کی بھی فکر نہ تھی۔

جیسا کہ بیان ہوا اُحد پہاڑ مدینے کے شمال میں شرقاً غرباً کم و بیش خط
مستقیم پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً وسط میں اس میں ایک جگہ خماؤ آتا تھا اور
نیم دائرے یا گھوڑے کی نعل کی شکل کا ایک کافی وسیع میدان بن گیا ہے
اس کے عقبی یعنی شمالی حصے میں ایک بہت ہی تنگ دَرّے سے گزر کر
پر اندر مزید کھلے یا محفوظ میدان مل جاتے ہیں۔ اُحد کے جنوبی دامن میں
وادی قناۃ گزرتی ہے۔ وادی قناۃ کے جنوب میں جبل عینین واقع ہے
جسے اب جنگِ اُحد میں تیر اندازوں کے تعین کے باعث جبل اُرماۃ کہا جاتا
ہے۔ وادی قناۃ کے شمال میں جبل اُحد کے دامن میں جو کھلا میدان ہے
اس میں پانی کے دو چشمے اب بھی موجود ہیں۔ اور کوئی تعجب نہیں جو انھیں چشموں
کے باعث جبل الرماۃ کو جبل عینین (دو چشموں والا پہاڑ) کہا جاتا رہا ہو۔

جب قریشی فوج مدینے کے قریب ذوالحلیفہ پہنچی تو مسلمانوں کے
جاسوس ان میں شامل ہو گئے اور جب یہ فوج جبلِ اُحد کے مغرب میں
میں مقیم ہو گئی تو مدینہ آ کر رپٹ دی[1]۔ آنحضرت نے بھی (جو ابتدائً شہر کے
اندر ہی رہ کر مدافعت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں فوج کے نوجوان اور
کے اصرار پر باہر نکل کر مقابلے کو منظور فرماتے ہیں[2]) اپنی فوج کو اُحد

---

[1] مغازی الواقدی ورق (۴۹ ب)

[2] ابن ہشام ص ۵۵۸

طرف چلنے کا حکم دیا۔ آبادی کے باہر جمع ہونے پر شیخین کی گڑھیوں کے پاس استعراض (ریویو) ہوا اور رضا کاروں کا تنقیدی نظر سے معائنہ فرمایا۔ کم عمر بچے واپس کر دیئے گئے[1] البتہ عورتوں کی کافی تعداد ساتھ رکھی گئی جو لڑائی کے وقت زخمیوں اور دیگر سپاہیوں کی خدمت کرتی رہیں۔ ان میں ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جن کا مشکیں بھر بھر کر پانی لانا اور زخمیوں کو پلانا صحیح بخاری میں تفصیل سے بیان ہوا ہے اس فوج میں کل سات سو آدمی تھے۔ جن میں سے صرف ایک سو کے پاس زرہیں تھیں[2] باقی مختلف قسم کے ہتھیاروں میں سے ایک یا چند لیے ہوئے تھے۔ پہلے دن اسی جگہ قیام رہا رضا کاروں کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا تھا اور جہاں فوج کا معائنہ ہوا تھا۔ اس جگہ شیخین نامی دو مشہور آطام (چھوٹے قلعے) بھی تھے[3]۔ رات کو پچاس سپاہی حفاظت کے لیے اسلامی پڑاؤ کے اطراف گشت کرتے رہے[4] تاکہ شب خون کا اندیشہ نہ رہے۔ دوسرے دن آگے بڑھ کر جبل احد کے مذکورہ خماؤ کے اندر پڑاؤ ڈالا گیا[5] جس سے بہتر اور محفوظ مقام نہیں مل سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً مورچوں پر قبضہ کیا اور جبل عینین (جبل الرماۃ) پر پچاس تیر انداز متعین کیے کہ اگر دشمن وادی قناۃ کی راہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کو کوئی ٹکڑی بھیجے تو اسے روکیں[6] باقی چھ ساڑھے چھ سو سپاہیوں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

۱ سیرۃ شامی بر موقع ۲ ایضاً (نزل بالشیخین وہما اطمان) ۳ ایضاً (استعمل علی الحرس تلک اللیلہ محمد بن مسلمہ فی خمسین رجلا یطوفون بالعسکر) ۴ ایضاً ۵ ابن ہشام صفحہ ۵۶۰

نے قریش کی تین ہزار جمعیت کے مقابلے کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ متعدد مؤرخوں نے لکھا ہے کہ لڑائی کے دن آپ نے دوہری زرہ زیب تن فرمائی تھی[1] اور بعض بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے دن آپ نے کعب بن مالک سے زرہ بدلی بھی فرمائی[2]۔ غالباً اس لیے کہ دشمن پہچان نہ سکے۔

جبل عینین اور جبل اُحد کے درمیان آج کل جو فاصلہ ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ پچاس تیر اندازوں کا سواروں کے ایک رسالے کو روکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ قریش کے پاس دو[2] سو گھوڑوں کا ہونا بیان کیا جاتا ہے جو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی کمان میں تھے[1]۔ دوسرے الفاظ میں وادی قناۃ سے گھسنے کی کوشش کرنے والا خالد بن الولید کا رسالہ کم سے کم سو سواروں پر مشتمل تھا، اور موجودہ چوڑائی اتنی ہے کہ یہ رسالہ مسلم تیر اندازوں کی زد سے پرے حفاظت سے گزر سکتا ہے۔ اس دشواری کا حل سوائے قیاسات کے ممکن نہیں۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ اُحد اور وادی قناۃ کے مابین اس وقت جو ہلکے سے ڈھلوان کا میدان ہے۔ وہ ۳ھ[3] میں اتنا ہموار نہ تھا جتنا اب ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق وادی قناۃ میں بارہا شدید طغیانیاں آتی رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت حمزہ کو اسی بناء پر ابتدائی مدفن سے نکال کر موجودہ قبر میں دفن کرنا پڑا تھا۔ ان طغیانیوں نے اس ڈھلوان کو، جو اُحد کی طرف سے اُترتا ہوا قناۃ

---

[1] ابن ہشام صہ ۵۶۰ [2] کتانی ۱/۳۲۵ نیز استیعاب صہ ۹۰۲

[3] ابن ہشام صہ ۵۶۱

کی طرف آنا ہے ہموار کر دیا ہے۔ دوسرے جبل الرماۃ پر حالیہ زمانوں میں جو مکان تعمیر ہوئے ہیں، نیز حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے اور عظیم الشان مسجد کو بنانے اور ان کئی درجن مکانوں کو تعمیر کرنے میں جو وادی قناۃ کے کنارے مقبرہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرق میں ہیں۔ اُحد کے دامن سے پتھر حاصل کیے گئے اور اس سنگ تراشی یا سنگ براری نے بھی اُحد و عینین کے درمیانی ڈھلوان کو مسطح کر دیا۔ ورنہ قدیم زمانے میں اُحد کے دامن میں جبل عینین کے تیر اندازوں کو زد سے بچ کر سوار نہیں گزر سکتے ہوں گے۔ ایک یہ بھی امکان ہے کہ وادی قناۃ کے باعث نیز دو چشموں کی موجودگی کی بنا پر اُحد اور قناۃ کے مابین باغ، مکانات وغیرہ ہوں جو اب باقی نہیں رہے اور یہ رسالے کو روکتے ہوں گے اور وہ صرف وادی قناۃ میں سے گزر سکتا ہو گا۔ اگر رسالہ صرف وادی قناۃ میں سے گزرنا چاہے تو تیر انداز اسے اچھی طرح زد میں لے سکتے ہیں۔ اس دشواری کا ایک خاصا بڑا حل اس تفصیل میں مل جاتا ہے کہ تیر اندازوں کی ہمکاری کے لیے چند سوار بھی متعین تھے۔ جیسا کہ ابھی نیچے ذکر آئے گا باغوں کا بھی ہمیں ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو دجانہ کا دامن اُحد میں رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خصوصی تلوار اپنی بہادری کے اظہار کے لیے حاصل کرنا مشہور واقعہ ہے۔ اس موقعہ پر ان کا کہا ہوا ایک شعر جو طبری (ص ۱۴۲۶) اور ابن ہشام (ص ۵۶۲) میں محفوظ ہے۔ کوئی تعجب نہیں جو اصلی ہو ؎

انا الّذی عَاھَدَنی خَلِیْلی
وَ نَحنُ بِالسَّفحِ لَدَی النَخِیْلِ

ترجمہ: میں وہ ہوں جس سے میرے دوست نے معاہدہ کیا
جب کہ ہم نخلستان کے پاس پہاڑ کے دامن میں تھے

جنگ اُحد کے دن قریشی فوج زغابہ سے سیدھے اُحد کے جنوبی دامن میں پہنچ گئی اور موجودہ مغربی مقبرۂ شہداء پر مسلمانوں سے اس کی مٹ بھیڑ ہوئی ہو گی۔ خالد بن الولید کا رسالہ کدھر سے آیا؟ میرا قیاس ہے کہ وہ زغابہ کے شمال مشرق میں اُحد کے پیچھے سے گزرتا ہوا مشرقی طرف سے میدان اُحد کی طرف آیا۔ جہاں باوجود کئی بار بڑھنے کی کوشش کے تیروں کی باڑھ اُسے پسپا ہونے پر مجبور کرتی رہی۔ طبری (۱۳۹۴ و مابعد) سے یہ اہم واقعہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے رسالوں کے مقابلے کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مختصر رسالے کے بھی دو حصے کیے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ تیر اندازوں کے ساتھ ہم کاری کرتے ہوئے خالد کے رسالے کو پسپا کرنے میں کامیاب حصہ لیتا رہا۔

تاریخ بین جانتے ہیں کہ اہل مدینہ کی جانبازی کے باعث قریشی لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے[1] اور مسلمان سپاہی لوٹ کھسوٹ کرنے لگے۔ اس وقت تیر انداز بھی پہاڑ سے اُتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے کے لیے چوطرف پھیل گئے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ہر حال میں اپنی ہی جگہ جمے رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمان فوج کو شکست بھی کیوں نہ ہو جائے۔ سات آٹھ تیر انداز جو وہاں رہ گئے خالد بن الولید کے رسالے کے نئے دھاوے کو روکنے کے ناقابل تھے

---

[1] ابن ہشام ص ۵۶۹

جب ان سواروں نے مسلمانوں پر اچانک پیچھے سے حملہ کیا[۱] اور وہ پلٹے تو پسپا ہونے والا قریشی لشکر بھی تھما اور دوبارہ حملہ کیا۔ اب مسلمان دو طرف سے گھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی[۲] تو ان کے اوسان اور بھی خطا ہوئے اور آخر انھیں شکست ہو گئی۔ اور اکثر مدینے کی طرف بھاگنے لگے[۳]

قریش سمجھے کہ ان کا کام ختم ہو گیا اور وہ اپنے اُونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے[۴]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تھے آپ کے دندان مبارک کو بھی دشمن کی سنگ اندازی سے صدمہ پہنچا تھا[۵] اور دشمن کے کھودے ہوئے ایک گڑھے میں بھی اتفاقاً آپ گر پڑے تھے[۶] مگر دشمن مسلمانوں سے میدان کو خالی پا کر اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہونے لگا تو بچے کھچے مسلمان سپاہی پھر جمع ہونے لگے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اپنے گڑھے سے نکلے اور اُحد پہاڑ کے مشرقی حصے پر اپنے ساتھیوں کی مدد سے چڑھے اور وہاں کے محفوظ غار میں جا کر آرام لیا جس میں ایک آدمی آرام سے

---

۱ ابن ہشام ص ۵۷۰ ۲ موقع پا کر ایک منافق نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالا۔ تو پتہ چلنے پر بعد میں آنحضرت نے قصاص کا حکم فرمایا (دیکھئے کتاب المحبر ابن حبیب ص ۴۶۶ و ابن ہشام ص ۵۷۹) لیکن ایک اور صحابی کو بھی دیگر رفیقوں نے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا تو مقتول کے بیٹے حذیفہ بن الیمان نے خون بہا معاف کر دیا ابن ہشام ص ۶۰۷) حذیفہ کے والد "یمان" (یعنی یمن والے) کا نام حسیل بن جابر تھا) ۳ ابن ہشام ص ۵۵۵ و ما بعد
۴ ابن ہشام ص ۵۷۱ ۵ ایضاً ص ۵۷۲ ۶ ایضاً ص ۵۷۲ ، ص ۵۷۶

سکتا اور متعدد لوگ اس کے بازو بیٹھ سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر پھیلی تو مسلمان سپاہی بھی اس غار کی طرف چڑھنے لگے۔ اس اجتماع کو دیکھ کر دشمن کے چند سپاہی متوجہ ہوئے مگر مسلمان بلندی پر تھے۔ ان کی سنگ اندازی[1] کا مقابلہ ایک چھوٹی ٹکڑی نہیں کر سکتی تھی، اور اپنے ساتھیوں کو جاتا دیکھ کر انھوں نے اس آخری مورچے کو زیادہ اہمیت بھی نہیں دی، اور خود بھی روانہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف ہوا کہ کہیں یہ شہر مدینہ میں گھس کر وہاں لوٹ مار اور آتش زنی نہ کریں۔ مگر جب یہ خبر ملی کہ گھوڑوں کو کوتل بنا کر دشمن اونٹوں پر سوار جا رہا ہے تو یہ نتیجہ نکالا گیا کہ وہ لمبے کوچ کا ارادہ رکھتا ہے، مدینہ پر دھاوے کا نہیں[2] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور اس خیال سے کہ دشمن اپنی غلطی پر نادم ہو کر پھر راستے سے واپس نہ پلٹے۔ آپ قریش کے پیچھے روانہ ہوئے اور آٹھ دس میل تک جا کر کافی عرصے راستے پر قیام کیا[3]۔

اس غزوہ کے اسباب کے سلسلہ میں مورخین نے لکھا ہے:

اسباب جنگ: واقعہ بدر سے پہلے جب ابوسفیان مال تجارت لیکر شام سے آیا لیکن سامان تجارت کے دوسرے مالک چونکہ واپس نہیں آئے تھے اس لیے وہ سامان ان کے انتظار میں دار الندوہ میں رکھ دیا گیا جب

---

[1] ابن ہشام ص ۵۷۶ [2] ابن ہشام ص ۵۸۳

[3] ایضاً ص ۵۸۸

...ر کے بگھوڑے واپس مکہ آئے۔ اور تاجروں نے مالِ تجارت کا حساب کیا تو اصل
...ل کے علاوہ پچاس ہزار مثقال کی قیمت کے سونے کے برابر منافع ہوا۔ قریش
...ے سرداروں کے دل میں بدر کی شکست کسکنے لگی تھی اور ہزیمت کا کانٹا
...روقت ان کے دل میں چبتا رہتا تھا۔

...اسود بن مطلب بن اسد۔ خویطب بن عبد العزیٰ۔ صفوان بن اُمیہ۔
...رمہ بن ابوجہل وغیرہ سرداروں نے ابوسفیان سے کہا کہ جو مال تجارت
...ر الندوہ میں رکھا ہے وہ اہل مکہ کا ہے کیونکہ بدر میں جن مصائب کا سامنا
...پڑا ہے وہ سب کو معلوم ہے لہٰذا اہل مکہ کی خواہش یہ ہے کہ اصل مال
...علاوہ جتنا منافع ہوا ہے اس سے ایک لشکر جرار تیار کر کے محمد (صلی اللہ
...لیٰ علیہ وسلم) کا مقابلہ کیا جائے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں سب سے پہلے
...ا تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ہمارے بڑے سرغنہ ہی نہیں میرا لخت جگر
...ظلہ بھی جنگ بدر میں مارا گیا ہے۔ میں بھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
...ے بدلہ لینے کے لیے بے قرار ہوں۔ اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا۔ عوام
...ا جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے ان چار طاقت لسانی رکھنے والے مقررین
...قرر کیا گیا کہ وہ لوگوں میں جنگ کا جذبہ پیدا کریں؛

۱۔ عمرو بن العاص ۲۔ ہبیرہ بن وہب ۳۔ عبداللہ بن ربیعہ
۴۔ ابوعزہ شاعر جمحی (جو بدر کے بعد اس وعدہ پر رہا کیا گیا تھا کہ آئندہ
مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہ کرے گا) پہلے تو ابوعزہ نے منع کیا لیکن
جب اس کو مجبور کیا گیا تو وہ قریش مکہ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گیا۔

قصہ مختصر یہ کہ ان چاروں کو منتخب قبائل عرب میں بھیج دیا گیا جنھوں
...ے اپنی چرب زبانی کے ذریعہ اطراف و جوانب سے لوگوں کی بڑی تعداد

اکٹھی کر لی۔ حضرت عباس بن عبد المطلب کو جب اہل مکہ کی مدینہ پر چڑھائی کی اطلاع ملی تو انھوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا اور قبیلہ غفار کے ایک شخص کی معرفت روانہ کیا اور اس سے کہا کہ تین دن کے اندر یہ خط حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دے۔ چنانچہ اس نے مدتِ معیّنہ میں وہ خط حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب سے تنہائی میں وہ مکتوب سنا اور ان کو راز داری کی نصیحت فرما دی لیکن سعد بن ربیع نے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خط کے مضمون کے متعلق بتایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں بھی راز داری اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے اکابر صحابہ سے بھی فرمایا تھا کہ خط کی آمد کے سلسلہ میں اخفاء سے کام لیں لیکن جائزہ لینے والوں نے اندازے لگا لیے۔ خصوصیت کے ساتھ یہود اور منافقین مدینہ کو کسی قاصد کی آمد کی اطلاع مل گئی اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ مکہ سے آنے والا قاصد کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہے۔

ع زباں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

الغرض جب مشرکین مکہ کی جنگی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو آپس میں مشورہ ہونے لگا کہ اس جنگ میں لشکر کے ساتھ عورتوں کو ساتھ لیا جائے کیونکہ جب غزوۂ بدر کے مقتولین کا مرثیہ پڑھ کر روئیں گی اور لشکریوں کا حوصلہ بڑھے گی۔ لشکر کے ساتھ خواتین کو لیجانے کی تجویز میں ہند زوجہ ابوسفیان بہت پیش پیش تھی اور اس تجویز کو منظور کرانے کے لیے اصرار کر رہی تھی پہلے ابوسفیان اس تجویز کا مخالف تھا لیکن زن مریدی کی وجہ سے خود اپنی دونوں

ویوں کو ساتھ لے جانے پر راضی ہو گیا۔ اس نے اپنی بیویوں کیلئے علیحدہ علیحدہ
ودج بنوائے۔

اس کی دیکھا دیکھی صفوان بن اُمیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ طلحہ بن ابی طلحہ۔
ارث بن ہشام وغیرہ نے اپنی اپنی بیویوں کے لیے بھی ہودج بنوا لیے۔

فروں کے لشکر کی تعداد: ابو عامر فاسق مدینہ کے پچاس افراد کے ساتھ مشرکوں کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اس طرح مشرکین کی
ج کی تعداد تین ہزار ہو گئی جس میں سات سو زرہ پوش شامل تھے ان کے ساتھ
سو گھوڑے تین ہزار اُونٹ اور گیارہ یا پندرہ ہودج تھے جن میں نوجوان عورتیں
رتھیں۔ ان کے سرغنہ لوگوں میں۔ اسود بن مطلب۔ جبیر بن مطعم۔ صفوان بن
۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ حارث بن ہشام۔ عبداللہ بن ربیعہ۔ خویطب بن عبدالعزیٰ
مدبن ولید اور ابو عزہ جحمی جیسے تجربہ کار اور آزمودہ کار لوگ شامل تھے۔

اس جنگ میں ان مشرکین کے سردار لوگوں کی سرداری ابو سفیان بن حرب
حصہ میں آئی۔

فروں کے لشکر کی روانگی: مشرکین لشکر منزلیں طے کرتا ہوا جب ذوالحلیفہ پہنچا تو وہاں تین دن قیام کیا
دوران حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انس و مونس پسران فضالہ کو
رت حال معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا ان دونوں نے آکر خبر دی کہ
رکین نے اپنے گھوڑے اور اُونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیئے ہیں۔ اس
بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خباب بن المنذر کو روانہ
یا کہ وہ جا کر صحیح صحیح حالات کا جائزہ لیں اور آکر اطلاع دیں۔ اُنھوں نے
رکین کے لشکر میں جا کر ایک ایک چیز اور بات کا جائزہ لیا اور تمام

کم وکیف سے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی۔ وہ کیفیت جوانس ومونس اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جائزہ سے معلوم ہوئی وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے مکتوب کے عین مطابق تھی۔ حضرت خباب سے حالات معلوم کر کے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل اَللّٰھُمَّ بِکَ اَحوال وبِکَ اَصول

ان اطلاعات کے ملنے کے بعد ہادی

جنگ اُحد اور صحابہ سے مشورہ: انسانیت محسن اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مشورے کے لیے بلایا آیا کافروں سے مقابلہ مدینہ میں کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر کیا جائے۔ اکثر مہاجرین۔ انصار اور عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کی رائے تھی۔ یہ مقابلہ مدینہ میں کیا جائے اور مدینہ سے باہر نہ کیا جائے۔ لیکن انصار و مہاجرین کے نوجوان نے جو کم عمری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ یہ مقابلہ مدینہ سے باہر کیا جائے۔ نوجوانوں کی رائے کی تائید حضرت حمزہ۔ سعد بن ابی عبادہ نعمان بن مالک وغیرہ نے کی اور اپنی رائے پر اصرار کیا۔ تاہم حضور پُرنُور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوجوان مجاہدین کی عرضداشت بکراہت منظور فرمائی۔ غرضیکہ یہ طے ہو گیا کہ کافروں سے مقابلہ مدینہ سے باہر کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطاب: جمعہ کے دن حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں حاضرین کو نصائح سے نوازا اور بشارت عطا فرمائی۔ اگر تم صابر و شاکر رہے تو انشاء اللہ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی۔ اختتام خطبہ کے

پ نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ وہ نوجوان جو مدینہ سے باہر لشکر کشی کے آرزو مند تھے
ادمانی و مسرت سے سرشار ہو گئے۔

نماز عصر کے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں تشریف
ئے حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پہلو میں تھے حجرہ شریفہ
ں آکر آپ نے سر مبارک پر دستار باندھی، ہتھیار زیب تن فرمائے اور حجرۂ
رک سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ کرام نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ب اس انداز میں دیکھا تو عرض کرنے لگے اے ملجا و ماویٰ بیکساں اللہ کے رسول
لیہ السلام ہم آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔"
ہمیں سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ ہمیں تامل نہیں اور وہی کریں
جو آپ کا حکم ہوگا۔ صحابہ کی یہ عرضداشت سن کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
م نے فرمایا:

"نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہتھیار اٹھائے
اور لگانے کے بعد تا وقتیکہ ان کے اور دشمنوں کے معاملہ
میں حکم الٰہی نازل نہ ہو ہتھیار رکھ دے۔ اب جو میں کہوں
اس پر عمل کرو۔ بسم اللہ سفر کی ابتداء کرو اور توجہ سے
پھر سنو اگر تم صابر و شاکر رہے تو انشاء اللہ فتح تمھاری
ہو گی۔"

سرداران اسلام: اس کے بعد حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے تین پرچم تیار کر دیئے۔ مہاجرین کی جماعت
حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ بعض مؤرخین نے

مہاجرین کا علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا ہے۔ انص
میں قبیلہ اوس کا علم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور قبیا
خزرج کا علم حضرت خباب بن منذر یا سعد بن عبادہ کو مرحمت فرمایا۔

مدینہ میں نیابت کا شرف: حضور سید عالم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علی
وسلم اپنی عدم موجودگی میں مدینہ طیبہ م
نیابت کا شرف حضرت عبداللہ بن مکتوم کو تفویض فرما کر خود بدولت گھوڑ
پر سوار ہو کر اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔

اسلامی لشکر کی تعداد: جس وقت لشکر اسلام نے مدینہ سے اُحد کی جا
کوچ کیا تو اس لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔
دفعہ تمام کے تمام میدانِ جنگ کے آزمودہ کار تھے۔ ان میں سو افراد زرہ
اس لشکر میں نو سو اٹھانوے پیادے اور صرف دو افراد گھوڑوں پر سوار تھ
ان میں ایک تو خود سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس
دوسرے سوار ابو بردہ بن نیار تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
کی سواری کے آگے دو زرہ پوش حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عب
تھے۔ دوسرے صحابہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے اور
پیچھے تھے۔

جب اسلامی لشکر نے شیخین کی منزل پر نزول اجلال فرمایا تو ح
پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کا ایک بھرپور جائزہ لیا او
مجاہدین (عبداللہ بن عمر ۲۔ زید بن ثابت ۳۔ اسامہ بن ز
۴۔ زید بن ارقم ۵۔ براء بن عازب ۶۔ اُسید بن ظہیر ۷۔ عرابہ
اوس ۸۔ ابو سعید خدری ۹۔ سمرہ بن جندب ۱۰۔ رافع بن

ی اللہ تعالیٰ عنہم) کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا۔ ان میں سے نو صاحبزادے
واپسی پر آمادہ و تیار ہو گئے۔ لیکن حضرت رافع کی نسبت جناب زہیر (ظہیر)
عرض کیا کہ میرا لڑکا مشاق تیر انداز ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
وسلم نے فرمایا کہ اس کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت رافع بن
دیج پیش کئے گئے تو شوق شرکت جہاد میں خوب تن کر کھڑے ہوئے۔
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آن بان کے ساتھ ساتھ جذبۂ جہاد
حظہ فرما کر انھیں رکھنے کی اجازت دے دی۔ اب دیکھئے کہ حضرت سمرہ بن
جندب کو بھی حوصلہ ہوا اور دل میں کھلبلی مچی تو انھوں نے مری (مصفر) بن سنان
جو ان کے سوتیلے باپ تھے سے کہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے رافع
لشکر میں رکھنے کی اجازت دے دی ہے حالانکہ میں رافع سے زیادہ طاقتور
ہوں انھیں پچھاڑ سکتا ہوں۔ چنانچہ مری نے ان کی گفتگو حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ان دونوں کی کشتی کرائی جائے۔ چنانچہ جوش جہاد سے سرشار اللہ کے سپاہی اکھاڑ
میں کود پڑے اور خم ٹھونک کر مقابلہ پر آئے۔ چنانچہ سمرہ بن جندب نے رافع بن
خدیج کو پچھاڑ کر اپنے لیے لشکر میں رہنے کا جواز پیدا کر لیا اور انھیں بھی لشکر
میں رکھنے کی اجازت مل گئی۔

شیخین کی وجہ تسمیہ: یہ جگہ دو ٹیلوں پر مشتمل ہے۔ دورِ جاہلیت میں ایک ٹیلہ پر ایک نابینا ضعیف اور دوسرے پر ایک نابینا ضعیفہ رہتے تھے اس لئے یہ دونوں شیخین کے نام سے موسوم و مشہور ہوئے۔

منافقین کی دھوکہ بازی: احد کے مقام پر جب حضور پر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری کی تو عبداللہ بن ابی بن

سلول منافق نے اپنی خباثت کا اظہار اس طرح کیا کہ وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو لیکر علیحدہ ہو گیا اور مدینہ واپس چل دیا۔ اس خباثت کے لیے اس نے جواز یہ پیدا کیا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی رائے کو اہمیت نہیں دی اور مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کے مشورہ کو قبول فرما لیا۔ اس لیے واپس جاتا ہوں۔

اس کے جانے کے بعد حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ صفوں کی درستی کا حکم دیا اور بہ نفس نفیس اسلامی لشکر کی صف بندی کو ملاحظہ فرمایا۔ لشکر کا رُخ مدینہ کی جانب اور پشت پر اُحد کی پہاڑی تھی عینین کی گھاٹی لشکر کے بائیں جانب تھی۔ اس گھاٹی کے پر خطر ہونے کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کو پچیس تیر اندازوں کے ساتھ متعین فرمایا۔ (اس سلسلہ میں تفصیل آئندہ بیان ہو گی)۔

عینین : ایک پہاڑ کا نام ہے اور اس سے متصل آبادی (راس العینین) کے نام سے موسوم تھی۔ رفتہ رفتہ آبادی کا نام راس العینین ختم ہو گیا۔ پہاڑ اور آبادی دونوں عینین کے نام سے ہی پکارے جانے لگے۔

اسلامی لشکر کی ترتیب : حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن وقاص کو مقدمۃ الجیش عکاشہ بن محض اسدی کو میمنہ اور میسرہ پر ابو سلمہ اسدی مخزومی کو اور ساقۃ الجیش پر مقداد بن عمرو کو افسر مقرر فرمایا؛

ادھر مشرکوں نے اپنے لشکر کی ترتیب اس طرح کی کہ میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر کیا۔ سواروں کی قیادت عمرو بن العاص اور صفوان

ن اُمیہ کے حصہ میں آئی۔ تیر اندازوں کی افسری عبداللہ بن ربیعہ کو ملی۔ کافروں
کے لشکر کا پرچم طلحہ بن طلحہ عبدری کے پاس رہا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں لکھا گیا ہے
۔(باختلاف روایت) اسلامی لشکر کا پرچم مصعب بن عمیر کے پاس تھا۔
عینین کی پہاڑی میں ایک ایسا شگاف تھا جو جنگی نقطۂ نظر انتہائی
طرناک تھا اور دشمن اس کو کمین گاہ بنا کر اسلامی لشکر پر اچانک حملہ کر سکتا تھا
س لیے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو اس
رہ پر متعین فرمایا تھا اور ان کی قیادت حضرت عبداللہ بن جبیر کی سپرد فرما کر
صیحت فرمائی تھی کہ جنگ کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہم غالب ہوں یا مغلوب
م درہ کی نگرانی سے نہ ہٹنا تاکہ دشمن اس راستہ سے نہ آنے پائے۔ اس کی پوری
ری نگہداشت کرنے کی تاکید کی۔

آغاز جنگ: شنبہ ۷ شوال ۳ھ کو جنگ کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے مشرکوں
کی طرف سے ابوعامر بن راہب المعروف بہ فاسق پچاس افراد
کے ساتھ جنھیں اکثریت قریش کے غلاموں کی تھی۔ مقابلہ پر آیا اور ان سب نے مسلمانو
ں سنگ باری سے جنگ کی ابتدا کی۔ مسلمانوں نے بھی ان سنگ دلوں پر پتھر
رسائے۔ مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر بدبخت ابوعامر اپنے ساتھیوں سمیت
مقابلہ سے بھاگ گیا تو ہوازن کے سوار مقابلہ کے لیے آئے۔ مسلمان تیر اندازوں
نے تیروں سے ان کا استقبال کیا تو یہ بھی مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے اور
شرکوں کی عورتیں دف بجا بجا کر رجز پڑھتیں اور اپنے بزدلوں کے حوصلے
بڑھاتیں اور انھیں غیرت دلاتیں مگر جان کے آگے کون ان کے رجز اور
رونے کی پرواہ کرتا جب جنگ کا نقشہ پلٹتا نظر آیا تو مشرکین مکہ کے لشکر
کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ خود آگے بڑھ کر آیا اور اسلامی لشکر سے مبارز طلب

کیا۔ قوت بازوئے مصطفےٰ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا کیا تو خود لڑے گا۔ طلحہ نے کہا ہاں میں خود اسی لیے آیا ہوں تو اسلامی لشکر سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑنے کے لیے آئے۔

اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زرہ پہنے خود لگائے اسلامی پرچم تلے رونق افروز تھے۔ جب دونوں مبارز ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کا ایسا ہاتھ مارا جس سے اُن کی تلوار طلحہ کے سر سے گزرتی ہوئی اس کی کمر تک آگئی۔ جناب امیر کی تلوار کا وار ایسا کاری تھا جس کو طلحہ برداشت نہ کر سکا اور وہ زمین پر گر گیا۔ حضرت امیر اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کے طور پر نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور سب مسلمانوں نے باآواز بلند اللہ اکبر کہا جس سے سارا میدان جنگ گونج گیا۔ ادھر طلحہ کے فی النار والسقر ہونے سے کافروں کے دل بیٹھ گئے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

لشکر کفار کا دوسرا علمبردار: طلحہ کے مرنے کے بعد ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے کافروں کے لشکر کا پرچم سنبھالا اور عورتوں کے آگے آگے رجز پڑھتا ہوا میدان میں اُترا۔ عورتوں نے اپنے نام جیالوں کے حوصلے بڑھانے کے لیے دف بجا بجا کر گیت گائے اور ان کے سفلی جذبات کو اُبھارا لیکن جب ابو شیبہ عثمان اسلامی لشکر کے مقابل آیا تو شیر خدا سید الشہداء عم مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ابو عمارہ حمزہ لشکر اسلام سے نکلے۔ بڑھ کر اس کے شانہ پر اپنی شمشیر آبدار کا ایسا بھرپور وار کیا

جو شانہ سے گزرتی ہوئی ناف تک چیرتی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے للکار کر کہا اَنَا ابْنَ سَاقِی الْحَجِّ میں ساقی حج کا بیٹا ہوں۔ ابوشیبہ عثمان کا پھیپھڑا باہر نکل آیا۔ اور عثمان بھی طلحہ کی طرح موت کے منہ میں جا پڑا۔ اس کے بعد ابوسعید بن ابی طلحہ لشکر کفار سے آگے بڑھا۔

ابوسعید بن ابی طلحہ: مشرکین کا پرچم اپنے ہاتھ میں لیا لیکن لشکر اسلام سے حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس کے حلق کا نشانہ لے کر ایک تیر چھوڑا جو اپنے ہدف پر لگا اور اس بدبخت کی زبان باولے کتے کی طرح باہر آگئی۔ اب حضرت سعد نے بڑھ کر تلوار کے ایک وار سے اس کو واصل جہنم کر دیا۔ کفار کے لشکر سے مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے بڑھ کر پرچم اپنے ہاتھ میں لیا تو حضرت عاصم بن ثابت کا جذبہ شجاعت جوش میں آیا اور انھوں نے مسافع سے کہا کہ اس کے لیے تو میں کافی ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے ایک تیر مارا اور اس کے بعد تلوار کا ایک ہاتھ مارا جس نے اس کو قریب المرگ کر دیا ابھی اس میں تھوڑی سی جان باقی تھی کہ کافر اس کو اٹھا کر لے گئے اس کی ماں سلامہ بنت سعد بھی لشکر کفار کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے مسافع سے دریافت کیا کہ تجھے اس حال تک کس نے پہنچایا ہے تو یہ کہنے لگا کہ اس شخص کو جبکہ وہ تیر چلا رہا تھا یہ کہتے سنا تھا کہ میں عاصم ابن ابی الافلح ہوں چنانچہ سلافہ نے نذر مانی کہ میں عاصم کے کاسہ سر میں نہ صرف خود شراب پیوں گی بلکہ قوم کے اور لوگوں کو بھی پلاؤں گی اور جو شخص مجھے عاصم کا سر لا کر دیگا اس کو سو اونٹ انعام دونگی۔ الغرض مسافع کے جہنم رسید ہونے کے بعد کافروں کے لشکر سے کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے آگے آ کر پرچم اٹھایا لیکن سنبھل نہ پایا

تھا کہ حضرت زبیر بن العوام نے مار گرایا تو جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ نے بھائی کی جگہ سنبھالی لیکن طلحہ بن عبیداللہ نے اس کو واصل جہنم کر دیا اس کے بعد ارطاۃ بن عبد شرحبیل وہ نشان اپنے ہاتھ میں لیا لیکن حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو میدان میں ٹکنے نہ دیا اور اس کو بھی دوسرے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا۔

شریح بن فارظہ مشرکین کا علمبردار بن کر بڑھا لیکن اس کو بھی میدان جنگ میں رکنے کا موقع نہ ملا اور کسی نے (یہاں مصنف نے اس کے قاتل کا نام نہیں لکھا ہے) اس کو بھی واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد کعب بنی عبد الدار کا غلام صواب آگے بڑھ کر آیا اور کافروں کے لشکر کا پرچم اٹھایا لیکن اس کو قزمان بن حارث (منافق) نے قتل کر دیا۔ اس کے بارے میں تفصیل علیحدہ بیان کی جائے گی۔

یاد رہے کہ مشرکین کے لشکر کے یکے بعد دیگرے آٹھ آدمی کیفر کردار کو پہنچے تو ان کافروں کے چھکے چھوٹ گئے اور ان کے قدم اُکھڑ گئے اور بھگوڑے بھاگ نکلے۔ ان کی عورتیں ڈھول دف بجاتی رجز گاتی اور انھیں غیرت دلاتی رہیں لیکن وہ واپس نہ پلٹے تو کوس کوس کر ان کو بلایا اور شرم دلائی مگر کسی نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا اور دل میں کہنے لگے کہ جان ہے تو جہان ہے۔

جب کفار کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور انھوں نے پریشانی میں راہ فرار اختیار کی تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا کیفر کردار کو پہنچایا یہاں تک کہ ان مشرکوں کو ان کے خیموں سے دور دھکیل دیا۔ اور ان بھاگے ہوئے کافروں کا مال و اسباب سمیٹنے لگے۔

نافرمانی کی سزا: عبداللہ بن جبیر کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عینین کے درہ پر متعین فرمایا تھا کہ تمھیں یہاں سے کسی حالت میں بھی نہ ہٹنا چاہیئے نتیجہ جنگ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب ان کے ساتھیوں نے دوسرے مسلمانوں کو مالِ غنیمت سمیٹتے دیکھا تو یہ لوگ بھی اس طرف بڑھے۔ حضرت ابن جبیر نے انھیں روکا اور سمجھایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنی جگہ کسی حال میں بھی نہ چھوڑیں لہٰذا یہاں سے کوئی نہ ہلے لیکن باغور کے شیطاں یا بمطابق مصرعہ حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ

بدرزد طمع دیدۂ ہوش مند

اُنھوں نے ابن جبیر کی ایک نہ سنی اور مال غنیمت لوٹنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اب درہ پر عبداللہ بن جبیر اپنے چند فرمانبردار ساتھیوں کے ساتھ رہ گئے۔

فتح شکست میں بدل گئی: خالد بن ولید جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے موقع کی تلاش میں تھے۔ اُنھوں نے مسلمان تیر اندازوں کی کوتاہی سے بھرپور فائدہ اُٹھایا اور حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو پیچھے سے یلغاریوں نے شہید کر کے اسلامی لشکر پر بھرپور حملہ کیا اور اسلامی لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ اور بھاگتے ہوئے کافر بھی پلٹ آئے اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

اسلامی لشکر میں افراتفری: اس وقت اسلامی لشکر عجیب عالم میں تھا۔ صفیں درہم برہم تھیں۔ بعض لوگ تو بھاگ کر مدینہ کی طرف دوڑے۔ بعض لوگ تھوڑی دور بھاگے اور واپس آ کر میدان

جنگ میں ثابت قدم ہو گئے اور بعض وہ لوگ جو افراتفری کا شکار ہو گئے تھے انھوں نے بھی حالات کا جائزہ لے کر قدم جما لیے لیکن اسلامی لشکر میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور ان میں بعض تو اوپر ہو کر ٹولیوں میں بٹ کر مصروف کارزار رہے بعض حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرداگرد چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے آخر کار سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔

ثابت قدم مسلمانوں کی تعداد: مؤرخین نے ایسے ثابت قدم مسلمانوں کی تعداد تیس ۳۰ لکھی ہے جو اس موقع پر ثابت قدم رہے تھے۔ صاحب تلخیص المغازی کی روایت کے مطابق ان افراتفری کے موقع پر صرف چودہ اصحاب ثابت قدم رہے تھے۔ جن میں سے سات صحابہ مہاجرین میں سے تھے اور سات انصار سے تعلق رکھتے تھے

ثابت قدم مہاجر: جنگ احد میں افراتفری کے وقت جن مسلمان مہاجر صحابہ نے ثابت قدمی اور استقلال کا ثبوت دیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت قدم انصار: مندرجہ ذیل حضرات جو انصار میں سے تھے اس موقع پر ثابت قدم رہے تھے:

۱۔ حضرت خباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مورخین کی ایک جماعت نے حضرت عمر بن الخطاب اور محمد بن مسلمہ کے نام بھی ثابت قدم مہاجرین میں شامل کیے ہیں۔ بعض مورخ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس افراتفری کے وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تیس مسلمان صحابہ مصروفِ جنگ تھے اور اس وقت ان کا نعرہ یہ تھا:

وَجْهِي دُوْنَ وَجْهِكَ وَ نَفْسِي دُوْنَ نَفْسِكَ
وَعَلَيْكَ السَّلَامُ

شکست کی وجہ: مسلمانوں کی یہ ہزیمت اور شکست حضور اکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کا نتیجہ تھی۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن جبیر اور ان کے ساتھی تیر اندازوں کو حکم دیا تھا کہ جنگ کے نتیجہ کی پرواہ کیے بغیر تمہیں اپنی جگہ پر

ہر قیمت پر متعین رہنا ہے اور کسی قیمت پر بھی یہاں سے ہلنا نہیں ہے
لیکن مالِ غنیمت کے لالچ نے ان کے پائے ثبات میں لغزش ڈا
اور انھوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بارے میں گزش
باب میں تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

ایک بات یہ ہوئی کہ اس ہنگامہ میں کافر اور مسلمان مختلط ہو گئے او
ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے ہو گئے لیکن تعجب کی بات یہ ہو
کہ اس وقت مسلمان ایسی کیفیت سے دوچار ہوئے کہ انھیں اپنے او
غیر کا امتیاز ختم ہو گیا اور یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو مارنے لگے
اس حالت میں ایک نے دوسرے کو نہیں پہچانا۔ چنانچہ اسید بن حضیر
ابو بردہ کے ہاتھوں زخمی ہوئے۔ حضرت ابو حذیفہ نے مسلمانوں ہی کے
ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت خباب بن المنذر کو جبار بن صخ
نے مجروح کر دیا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان واقعات کو سن کر فرمایا کہ
یہ مسلمان مجاہدین مرنے والے اور مارنے والے دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے نکلے
تھے اس لیے دونوں بخشش کے حقدار ہوں گے۔

مسلمانوں کا جنگ سے بھاگنا وسوسہ شیطا
شکست اور فضل خداوندی: کی وجہ سے تھا اور ہر مجاہد شرمسار خائف
و ترسان تھا۔ ایسے موقع پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور رحمت عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے خالق و مالک، ستار و غفار معبود نے جبریل امین کو
آیت کریمہ:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا
وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ: "وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے دونوں کے مقابلہ میں انھیں اس غلطی میں شیطان نے مبتلا کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کوتاہی سے درگزر فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ رحمت و مغفرت فرمانے والا ہے۔"

حضرت علی کا ردعمل: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معرکہ اُحد کے دن جب کافر مسلمانوں پر غالب آئے اور میں نے حضور نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تو مجھے شدید پریشانی ہوئی۔ اس پریشانی کے عالم میں اس طرف گیا جہاں مقتولوں کی نعشیں رکھی تھیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں نظر نہ آئے۔ مجھے یقین تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان جنگ چھوڑنے والے نہیں ہیں یہ ہماری شامتِ اعمال ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے آسمان پر اٹھا لیا ہوگا۔ اب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں زندگی کا کیا مزہ لہٰذا اب یہی بہتر ہے کہ کافروں سے لڑتے لڑتے مر جائیں۔

چنانچہ میں تلوار گھماتا ہوا کفار کے مجمع میں گھس گیا اور اس زور سے تلوار چلائی کہ اس حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے کفار منتشر ہونے لگے

اسی اثناء میں میری نظر جمال جہاں آرائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر پڑی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح سالم دیکھ کر میری آنکھیں روشن اور دل مسرور ہو گیا۔ اب مجھے یہ یقین ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ فرمائی ہے۔

حضرت علی کے اعزاز: جنگ میں ہزیمت کی وجہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبع مبارک پر نہایت گرانی تھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم اپنے بھائیوں سے کیوں نہیں ملے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ اِنَّ لِیْ بِكَ اُسْوَة۔ مجھے آپ کی اقتداء اور آپ کے اُسوہ پر عمل کرنا ہے۔ اس اثنا میں کفار کا ایک اور گروہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے علی انہیں دیکھو۔ حضرت علی یہ ہیں سنتے ہی ان پر ٹوٹ پڑے اور اس گروہ میں سے بعض کو منتشر کر دیا اور بعض کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور جماعت شمع جمال مصطفےٰ کی طرف بڑھی تو اس کو بھی قوت و باز و مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے مار بھگایا تو حضرت جبریل نے آکر حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا:

اِنَّهٗ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُ

وہ مجھ سے ہیں اور میں اُس سے ہوں۔

یہ سن حضرت جبریل نے کہا:

وَ اَنَا مِنْكُمَا

کوہِ احد کا وہ مقام جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد کے وقت قیام فرماتے تھے - اور کفار کے تیراندازوں نے آپ پر شدید حملہ کر دیا تھا - اور صحابہ پروانہ وار آپ کے لئے سینہ سپر رہے دائرہ وہ مقام ہے جہاں کفّار نے ایک گڑھا کھودا تھا -

گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے - مگر وجہ حفاظت بن گیا اِن بدنہادوں سے
ہدف تھی اس طرح جان دو عالم چہرہ دستی کی - کہ چلتے چلتے نبضیں رُک گئیں دنیائے ہستی کی
جبیں رخسار لب دنداں و شانہ زخم خوردہ تھے - دعائے خیر کرتے تھے محمدؐ اور کہتے تھے
کہ اے پروردگار، آمرزگاران کو معافی دے - نہ کران کی خطاؤں کا شماران کو معافی دے
نہیں ابھری ابھی یہ قوم جاہل اپنی پستی سے - خداوندا یہ بندے بے خبر ہیں راز ہستی سے
نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم پر ہی نظر فرما - الٰہی بخش دے ان کو الٰہی در گذر فرما

اور میں آپ دونوں کے ساتھ شامل ہوں۔

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیّ: ایک روایت کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت یہ آواز سنی گئی لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ۔ اس روایت کو بعض اکابر محدثین اور اربابِ سیر نے نقل کیا ہے مگر ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس روایت سے اختلاف کیا ہے۔ و اللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(مؤلف کتاب مولوی رحمٰن علی فرماتے ہیں کہ میری دانست میں جس طرح حدیث لولاک مطبوع و مقبول علمائے نامدار ہو چکی ہے اگر لا فتیٰ کو بھی صدقنا کہیں تو کیا نقص ہے بلفظہ)

یہاں ہماری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ ہم اس روایت کو درست تسلیم کریں جبکہ یہ بات محل نظر نہیں کہ اگر اس قسم کی روایت اور حضرت صدیق و فاروق یا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ہوتی تو برصغیر کا ایک فرقہ اس پر طرح طرح کے نقص وارد کرتا اور کیا طوفانِ بے تمیزی مچاتا اور عداوتِ شیخین میں صفحات کے صفحات کالے کر دیتا۔

چار مشرکوں کی سازش: اُحد کے دن جب مسلمانوں کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا تو ان چار مشرکوں نے خاکم بدہن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا اور یہ عہد کیا کہ آج حضور کو ختم کریں گے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبد اللہ بن شہاب علیہ اللعنۃ

۲۔ عتبہ بن ابی وقاص علیہ اللعنۃ

۳۔ ابی بن خلف علیہ اللعنۃ

۴۔ ابن قمئہ علیہ اللعنۃ

بعض مورخین نے عبداللہ بن حمید اسدی کا نام بھی انہی ملعونوں میں شامل کیا ہے۔ ان ملعونوں نے معدن جوہر رسالت پر پہلے سنگ باری کی۔ ابن قمئہ کا پتھر سرکار کی نورانی پیشانی پر لگا تو پیشانی مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر مبارک سے اس کو صاف کیا۔ اتنے میں ابن شہاب کے پتھر سے بازوئے مقدس زخمی ہوا۔ ادھر سے ابن وقاص نے پتھر پھینکا جو دندان مبارک پر لگا جس سے دندان مبارک شہید ہوا۔ ابن قمہ نے تلوار کا وار کیا لیکن سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا وار خالی دیا۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا پائے مبارک پھسلا اور آپ ایک قریبی گڑھے میں جا گرے۔ گھٹنے زخمی ہو گئے۔ بازوئے مبارک زخمی ہو گئے۔ خود پھٹ گیا اس کی کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں۔

عقل کا دشمن ابن قمئہ سمجھا (نعوذ باللہ) آفتاب رسالت غروب ہو گیا۔ اب تو وہ پھولا نہ سمایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا خاکم بدہن میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دیا۔

ابن قمئہ کی شیطانی آواز ساری وادی میں گونجی: اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ، بیشک (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس درد کی آواز مدینہ کے گلی کوچوں میں سنی گئی جس سے پوری آبادی میں کہرام مچ گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یَا اَبَتَاہ کہتی ہوئیں احد کی طرف دوڑیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو صدمہ ہوا وہ اس سے بھی شدید تھا۔

حضور علیہ السلام کا گڑھے سے باہر آنا: ابن قمئہ کی تلوار کے وار سے بچنے کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے اس کا وار خالی دیا مگر حضور علیہ السلام گڑھے میں گر گئے لیکن اسلحہ کے بوجھ زخموں کے ضعف کی وجہ سے اتنی طاقت نہ رہی کہ خود اٹھ کر ڑھے سے باہر آجائیں۔ حضرت علی اور طلحہ بن عبید اللہ وہاں موجود تھے لحہ فوراً کود کر گڑھے میں بیٹھ گئے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ن کے کندھے پر پائے مبارک رکھا اور حضرت علی نے گڑھے کے اوپر سے ضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اس طرح حضور لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گڑھے سے باہر تشریف لائے ؎

ابی ابن خلف نے جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گڑھے سے باہر آتا ہوا دیکھا تو گھوڑا کدا تا ہوا آپ کی جانب لپکا حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زخمی ہونے کے باوجود برچھی کا ایسا وار کیا جس سے وہ گھوڑے سے گرا اور اس کی پسلی ٹوٹ گئی اور اس صدمہ سے وہ واصل جہنم ہو گیا۔ مشرکین مکہ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ اب مشرکین کے

؎ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف کیا جا رہا تھا اس وقت چند بت جو اونچائی پر نصب تھے ان کو گرایا جا رہا تھا اس موقع پر حضرت علی کا ایک مقولہ بڑی شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت علی نے حضور سے عرض کیا تھا کہ آپ میرے کاندھوں پر چڑھ کر انھیں اتار دیں۔ اس وقت حضور نے حضرت علی کو اپنے کاندھوں پر چڑھا کر ان بتوں کو اتارنے کے لیے فرمایا اور یہ کہا کہ اے علی تم بار نبوت نہیں اٹھا سکتے جبکہ بار ولایت اٹھانا میرے لیے دشوار نہیں لیکن یہ اعزاز حضرت طلحہ کو نصیب ہوا کہ آپ کے دوش پر قدم ناز آئے اور بار

حملوں میں پہلی سی تیزی نہ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے اعضاء مضمحل ہو گئے ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ عینین کی گھاٹی کی جانب چڑھنے لگے۔ اس وقت حضور پر نور باعث ایجاد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں۔ اور ایک بڑا پتھر بھی راہ میں حائل تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھاٹی چڑھنے میں تکلف ہوا۔ یہاں بھی حضرت طلحہ نے سعادت مندی کا شرف حاصل کیا اور فوراً زمین پر بیٹھ گئے اور دوسری مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شانے پر پائے مبارک رکھ کر اوپر آئے اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "طلحہ پر جنت واجب ہو گئی"۔

حضرت ابو عبیدہ کی خدمت گزاری: حضور سیّد المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں گڑ گئی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کو اپنے دو دانتوں سے پکڑ کر نکالا اور اس جدوجہد میں خود ان کے اگلے دو دانت اکھڑ گئے اس وجہ سے عوام انھیں اہتم کہا کرتے تھے۔

حضرت طلحہ کی جاں نثاری: جب ابن قمئہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تلوار کا وار کیا تھا اور مالک بن زہیر جشمی نے تیر چلایا تو حضرت طلحہ نے اس تیر کو اپنے ہاتھ سے روک لیا تھا اور اس کے نتیجہ میں ہاتھ کی دو انگلیاں بیکار ہو گئی تھیں"۔

جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی ہوئے اسی وقت ایک مشرک عبداللہ بن حمید اسدی گھوڑا کدواتا ہوا آیا اور دیوانہ وار آپ

گا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مجھے دکھاؤ۔ یا تو میں ان کو قتل کر دوں یا
د مارا جاؤں گا۔ یہ سن کر ابو دجانہ آگے بڑھے اس بدبخت کو آڑے ہاتھوں
با اور ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ ایک ہی وار میں داصلِ جہنم ہو گیا۔

سلمان شہداء کی لاشیں فاحشہ عورتوں کی زد میں: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پہاڑی پر تشریف لے گئے اور کافروں کی عورتوں نے میدان جنگ کا
یہ حال دیکھا تو شہدائے اسلام کی لاشوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اکثر شہداء کے پیٹ
چاک کر کے کلیجے نکال لیے۔ ان کے کان ناک کاٹ کر ان کو دھاگوں میں
پرو کر ان کو دست بند اور گلو بند کے طور پر استعمال کیا گیا۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان کا وحشیانہ طرزِ عمل: ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے عم رسول سید الشہداء حضرت
حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کے ساتھ نہایت وحشیانہ طرزِ عمل
اختیار کیا نہ صرف ان کا مثلہ کیا بلکہ ان کا شکم چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا
شقاوت قلبی کی بدترین مثال ہے۔ ان کی شہادت کے سلسلہ میں آپ کے اہل
خانہ کے تاثرات آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

میدان خالی پا کر ابوسفیان اپنی جماعت کے ساتھ اس گھاٹی کی طرف
آیا اور یہاں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما تھے اور بآواز بلند کہا کہ
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہم) زندہ ہیں۔ حضرت عمر

نبوت اٹھانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس طرح اس اعزاز کے
منفرد حقدار ہوئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارہ پر جواب دیا۔ "ہاں" بعض راویوں نے یوں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا اور منجانب اللہ ایسا رعب غالب ہوا کہ یہ بزدل صدیق فاروق کا مقابلہ نہ کرسکا اور پیچھے ہٹتا ہوا یہ کہتا چلا گیا کہ آئندہ سال پھر ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایماء پر ابوسفیان کے چیلنج کا جواب دیا گیا "بہتر ہے" ہمیں تیار پاؤ گے۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب: یہاں اگر کوئی ضعیف الاعتقاد اعتراض کرے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو محبوب رب العالمین تھے پس اعلائے کلمۃ الحق حضور کو تکالیف و اذیتوں سے کیوں ہم کنار کیا گیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بلاؤں اور مصیبتوں میں ابتلاء انبیاء کرام کی سنت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء و رسل آئے وہ تمام مصائب کا شکار ہوئے اور رب کریم نے ان کو مصائب سے نجات عطا فرمائی[۲]۔

سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدتنا حوا رضی اللہ عنہما کا بہشت سے نکالا جانا ان دونوں کے درمیان جدائی ہونا عرصہ دراز تک دونوں کا مصروف گریہ رہنا۔ یہاں یہ بات

---

[۱] مثلہ ناک اور کان کاٹنے کو کہتے ہیں۔ اظہر نعیمی

[۲] فارس کی ایک مثل کے مطابق نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔

قابل غور ہے کہ ابھی ابوالبشر علیہ السلام کتم عدم سے عالم وجود میں تشریف نہ لائے
کہ فرشتوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا تھا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ

اے خالق و مالک تو ایسی قوم میں اپنا نائب بنا کر بھیجنا چاہتا
ہے جو خطۂ زمین پر فتنہ فساد برپا کریں گے اور خونریزی کریں گے۔

آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کا کئی سالوں تک اپنی قوم کو ہدایت فرمانا اور قوم کا مسلسل نافرمانی کیے جانا بلکہ طرفہ تماشا یہ کہ نبی وقت کو قوم کا اذیتیں دینا لیکن جب ان کی حرکتیں ناقابل برداشت ہو گئیں تو نوح علیہ السلام کا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا[1] کے الفاظ سے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمانا اور تمام قوم کا طوفان میں غرق ہونا۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا اور جلا وطن ہونا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام: کے لیے ذبح کا حکم ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس حکم کی تعمیل کرنا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا امتثال امر الٰہی پر راضی ہونا۔

حضرات یعقوب و یوسف علیہم السلام: کے درمیان جدائی واقع ہونا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیت الاحزان میں بیٹھ کر حضرت یوسف کے غم میں رونا اور کثرت گریہ سے ان کی آنکھوں کا سفید ہو جانا۔

---

[1] اے اللہ خطۂ زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رکھ۔

کا کنوئیں میں ڈالا جانا اور انتہائی کم قیمت پر فروخت

حضرت یوسف علیہ السلام کیا جانا۔ عزیز مصر کی غلامی میں داخل ہونا۔ زلیخا کا آپ پر عاشق ہونا اور آپ کا زندان میں قید ہونا۔

یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگل جانا اور مدت کے بعد شکم موت سے باہر آنا

ایوب علیہ السلام کا اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہونا اور آپ کا اپنے اہل و عیال سے دور رہنا

زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلنا اور اسی حالت میں آپ کا راہی ملک بقا ہونا۔

یحییٰ علیہ السلام کی گردن کا کاٹا جانا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ فرعونہ کے ان کے ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھونکے جانا۔ مصلوب کیا جانا اور بعد میں آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا۔

یہ اُن مصائب کی جھلکیاں تھیں جنسے انبیاء سابقین دوچار ہوئے لیکن رضائے الٰہی کی خاطر وہ ان مصائب پر صابر و شاکر رہے۔

جنگ اُحد کی وقتی ہزیمت اسی قسم کی مصیبت تھی جو حضور سید عالم نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طاری ہوئی لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو نہایت صبر و شکر سے برداشت کیا اور صابر و شاکر رہے۔ ا

ل بعض محتاط حضرات نے اس سلسلہ میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر نفرت والی بات سے معصوم ہوتے ہیں اور جسم میں کیڑے پڑنا نفرت کا سبب ہوتا ہے لہذا یہ کہنا کہ ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے درست نہیں۔

محمد اطہر نعیمی

اس شکست کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آئندہ کفار کو کبھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ مدینہ کا رُخ کریں

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہادت سے واسطہ نہ ہوا لیکن یہ امتحان آپ کے جگر گوشہ امام عالی مقام حضرت حسین کریمین کے ذریعہ حاصل ہوا۔ شہادت سری امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات زہر خورانی کی وجہ سے ہوئی جبکہ شہادت جہری امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو اوصاف انبیاء سابقین میں انفرادی طور پر تھے۔ وہ اجتماعی طور پر سرکار رسالتآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مجتمع تھے اور کئی خصائص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں کسی شاعر نے اس مفہوم کو اپنے شعر میں بہترین انداز میں ادا کیا ہے:

جدا جدا جو کمالات انبیاء میں تھے
وہ سب حبیب خدا یعنی مصطفیٰ میں تھے

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو خصوصیات دوسرے انبیاء سے زیادہ عطا ہوئیں ان کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔

جانثار نبی حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر جس طرح صحابہ کرام نے اپنی جانیں فدا کر دیں اسی طرح اس وقت کی اہل ایمان عورتوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر قربان کیا۔ ان میں سے حضرت نسیبہ بنت کعب بن عمرو ہیں جو انصار کے قبیلہ خزرج کی مازینہ شاخ سے تعلق رکھتی تھیں آپ کی کنیت اُم عمارہ ہے بیعت عقبہ میں اپنے شوہر زید بن عاصم اور دونوں صاحبزادوں حضرت حبیب اور

عبداللہ کے ساتھ حاضر تھیں۔ اس موقع پر ان کو شرف بیعت حاصل ہوا۔

غزوۂ اُحد میں آپ بھی اپنے شوہر اور

مسلمان خواتین اور مجاہدین اسلام، فرزندوں کیساتھ شریک تھیں پہلے تو آپ غازیوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی رہیں لیکن جب مسلمانوں کو جنگ میں ہزیمت کا سامنا ہوا۔ اور گروہ اشرار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر اُمنڈ پڑا تو یہ حضرت ام عمارہ بھی سینہ سپر ہو کر دفاع جانِ جانِ جہاں کرنے لگیں۔

کافروں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے ہٹانے میں تلوار اور تیر دونوں کا استعمال کرنے لگیں۔ یہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر جان قربان کرنے پر آمادہ تھیں۔ مورخین لکھتے ہیں اس جنگ میں ان کے جسم پر بارہ زخم آئے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر آنچ نہیں آنے دی۔ حضرت اُم عمارہ کی جرأت اور بہادری رہتی دنیا تک اسلام کے کارناموں میں نمایاں رہے گی۔ اور کسی قوم میں ایسی مثال کم ہی ملے گی کہ اتنے طوفانوں کے سامنے ایک عورت ذات نے اپنی جان کی بازی لگادی ہو۔

ایک شخص ڈھال لیے بھاگا جارہا تھا۔

میدانِ جنگ میں لڑنے کا انداز: حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا اے بھاگنے والے شخص یہ ڈھال کسی لڑنے والے کو ہی دے دے۔ اُس نے بھاگتے ہوئے ڈھال زمین پر ڈال دی۔ حضرت نسیبہ نے ڈھال اُٹھالی اور حضور نبی کریم رؤف الرحیم پر اس سے آڑ کرنے لگیں۔ ایک کافر نے ان پر تلوار سے حملہ کیا۔ آپ نے اس کا وار ڈھال پر روکے

کر جوابی حملہ کیا اور پے در پے ایسے وار کیے جس سے اس کو مقابلہ پر لڑنا مشکل ہو گیا۔ آپ نے اس کے گھوڑے کے سم کاٹ دیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کے بیٹے عبد اللہ کو آواز دی کہ آکر اپنی ماں کی مدد کرو۔ حضرت عبد اللہ بڑھے اور ایک ہی وار میں اس دشمن خدا اور رسول کو واصلِ جہنم کر دیا۔

ایک مشرک نے اپنے ساتھی کا جب یہ حشر دیکھا تو وہ بڑھا اور تیزی میں عبد اللہ پسر حضرت نسیبہ کا بازو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ نسیبہ نے بیٹے کی خبر گیری کی ان کے زخم پر پٹی باندھی اور فرمایا بیٹا اٹھو اور دشمنوں سے جنگ کرتے رہو۔ انھیں کیفر کردار تک پہنچاؤ اور اپنے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر دو۔ اس دوران وہی مشرک جو عبد اللہ کو زخمی کر گیا تھا پلٹا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نسیبہ سے فرمایا کہ تمھارے بیٹے کو زخمی کرنے والا آ رہا ہے۔ اب تو نسیبہ نے اس پر ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ وہ بدبخت اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور نسیبہ کے وار سے دو ٹکڑے ہو گیا۔

حضور نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شجاعت دیکھ کر اظہار مسرت فرمایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا نسیبہ واہ تو نے کمال کر دیا اپنے شوہر اور بیٹے کا انتقام لے لیا۔ نسیبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ ہیں آپ کے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ بہشت میں رہوں ان کی استدعا پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست دعا بلند فرمائے اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ (اے خدا جنت میں انھیں میرا رفیق بنا دے) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دعائیہ کلمات سن کر حضرت نسیبہ نے فرمایا کہ اس دعا کے بعد دنیا میں جس

مصیبت سے واسطہ پڑے اس کو سہنا مشکل نہیں۔ ساری مصیبتیں اس دُعا کے بعد آسان ہو جائیں گی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دُعا کے بعد

حضرت اُم عمارہ کی آرزو: میسلمہ کذاب مدعی نبوت کے ہاتھوں اُم عمارہ نسیبہ کے بیٹے حبیب نے جام شہادت نوش کیا تھا تو آپ نے یہ عہد کیا کہ یا تو مسیلمہ کے ہاتھوں میں بھی جان دے دوں گی یا اس کو قتل کر کے رہوں گی۔" اللہ تعالیٰ نے اس پاک بی بی کی آرزو کو خلیفہ راشد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں پورا کیا جب یمامہ پر فوج کشی ہوئی تو حضرت نسیبہ اپنے فرزند عبداللہ کے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں جنگ میں شریک ہوئیں۔ اس لڑائی میں موصوفہ کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ لیکن مسیلمہ کے مارے جانے کی خبر سے بہت مسرور ہوئیں اور اپنی تکلیف کو بھول گئیں۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس کے بیٹے کے قاتل کو اس کی آنکھوں کے سامنے عبرتناک موت دی۔

میدان اُحد سے لشکرِ کفار کی واپسی: ابو سفیان نے گھاٹی سے واپسی کے بعد اپنے لشکر کو جمع کیا اور واپسی کا حکم دیا تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی یا سعد بن ابی وقاص (شک راوی) کو حکم دیا دیکھو کافروں کا لشکر کس طرف جا رہا ہے۔ اگر یہ اُونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے کوتل ہیں تو یہ لوگ مکہ جا رہے ہیں اور اگر گھوڑوں پر سوار ہیں اور اُونٹ خالی ہیں تو ان کا رُخ مدینہ کی جانب ہوگا۔

حضرت علی یا سعد یا دونوں نے جا کر کفار کے لشکر کا جائزہ لیا اور واپس آکر حقیقت حال بیان کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی جانب گئے ہیں اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطمینان ہو گیا۔ لشکرِ کفار کی واپسی سے مسلمانوں کو اطمینان ہوا تو یہ لوگ میدان جنگ کی طرف اُترے اور اپنے شہیدوں اور زخمیوں کو تلاش کرنے لگے اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَا فَعَلَ عَمِّی حَمْزَہ

یہ فقرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا یعنی "میرے چچا حمزہ کس حال میں ہیں؟ مجھے وہ نظر نہیں آرہے اور انھیں نہیں دیکھ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور انھیں تلاش کرتے رہے۔ جب ان کی نعش نظر آئی تو جا کر حقیقت حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اُٹھ کر آئے اور حضرت حمزہ کے سرہانے کھڑے ہو کر دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد آپ کا مثلہ کیا گیا ہے۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ناقابل ضبط رقت طاری ہو گئی۔ رضائے الٰہی پر صبر و شکر کرتے ہوئے ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت صفیہ کی گریہ وزاری: ابھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں رونق افروز تھے کہ حضرت صفیہ سید الشہداء کی بہن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت زبیر بن العوام کی والدہ آتی ہوئی نظر آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا جلدی جاؤ اور اپنی ماں کو وہیں سے واپس پہنچا دو۔ حضرت زبیر جلدی سے والدہ

کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی یہ ہے کہ آپ یہیں سے واپس چلیں۔ حضرت صفیہ نے جواب دیا بیٹا میں نے سنا ہے کہ میرا بھائی حمزہ جنگ میں شہید ہوا ہے اور دشمنوں نے اس کا مثلہ کیا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ اس پر یہ مصیبت رضائے الٰہی کے حصول کے لیے آئی ہے مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صبر عطا فرمائے گا اور یہ مصیبت جو میرے بھائی پر پڑی ہے رضاءِ الٰہی کے حصول کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔

والدہ کی یہ باتیں سن کر حضرت زبیر نے ساری کیفیت حضور کے سامنے بیان کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو قریب آنے کی اجازت دے دی۔ وہ قریب آئیں اور بھائی کی نعش دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بھائی کے لیے دُعائے مغفرت کی لیکن نعش کی حالت دیکھ کر اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکی۔ ان سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہوگیا۔ پھوپی کو روتا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمہائے مبارک سے بھی آنسو ٹپکنے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر حضرت فاطمہ بھی رونے لگیں۔ پھر سارے صحابہ پر ایک رقت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو مخاطب فرمایا اور کہا اے چچا اس مصیبت جیسی اور کوئی مصیبت مجھ پر نہیں پڑے گی اس کے بعد حضرت صفیہ و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا جبریل آئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حمزہ بن عبد المطلب کو ساتوں آسمانوں میں اسد اللہ اور اسد الرسول کے خطابات سے نواز گیا ہے

شہدائے اُحد کی تدفین

محدثین اور ارباب سیر نے متفقہ طور پر لکھا ہے اور یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ اُحد کے شہیدوں کو غسل نہیں دیا گیا تھا اور ان کو انہی خون آلود کپڑوں میں دفن کیا گیا جو وہ زیب تن کیے ہوئے تھے۔ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ شہیدوں کو اس طرح اُٹھائے گا اور خون ان کے زخموں سے بہتا ہو گا۔"

البتہ شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں اربابِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ محدثین نے فرمایا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے۔ امام شافعی اور ان کے مقلدین اسی سے استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

بعض محدثین نے لکھا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی نماز جنازہ پڑھی۔ ان میں سب سے پہلے سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ ان کے بعد جن کا جنازہ سامنے لایا جاتا اس کو حضرت امیر حمزہ کے جنازہ کے سامنے رکھا جاتا اور حضور اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ اس طرح اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستر بار نماز

جنازہ پڑھی۔ علمائے احناف اسی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔

تدفین: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام شہیدوں کو میدان اُحد میں دفن کیا جائے۔ حضرت جابر اپنے والد کی نعش مدینہ لے گئے تھے لیکن ان کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنے والد کی نعش واپس لائیں۔ تدفین کے لیے طریقہ کار یہ اختیار کیا گیا کہ جو شہید آپس میں نہایت قریب تھے اور ان کا رشتہ اخوت و دوستی نہایت استوار تھا۔ ان کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے اس طرح حضرت حمزہ کو عبداللہ بن جحش کے ساتھ ایک قبر میں دفنایا گیا۔ عبداللہ بن عمرو بن الحرام کو عمرو بن الجموح کے ساتھ اور خارجہ بن زید کو سعد بن الربیع کے ساتھ ایک قبر میں نعمان بن مالک اور عبیدہ بن الحسحاس مجذر بن زیاد تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ اس مرحلہ پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص قرآنی علوم سے زیادہ واقف ہو اس کو لحد کے قریب رکھا جائے۔"

بملک جم ندہم مصرعۂ نظیری را
"کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست"

شہداء کی تدفین

شہداء اُحد کی تدفین سے فارغ ہوتے عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پر سکینہ کو اپنے قدوم میمنت

...یم سے عزت افزائی فرمائی۔ راستہ میں جس قبیلہ پر آپ کا گزر ہوا ان لوگوں نے
...کی پیشوائی کی اور آپ کے صحت و سلامتی کے ساتھ تشریف لانے پر شکر الٰہی
...لائے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ ہر مصیبت و اذیت آپ کی صحت و سلامتی کے
...مقابلہ میں ہیچ ہے اور ہر قربانی آسان اور کم ہے۔

...ی اشہیل میں حضور کی تشریف آوری: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
...شہیل کی آبادی میں رونق افروز ہوئے تو کبشہ بنت رافع بن عبید انصاریہ
...یہ والدہ سعد بن معاذ اپنے گھر سے نکل کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
...م کی طرف دوڑیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت گھوڑے پر سوار
...ے۔ اور سعد بن معاذ گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھے انھوں نے سید عالم
...ی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری
...لدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
...م نے فرمایا مَرحَبَا بِھَا۔

...ہید اپنے رشتہ داروں کی شفاعت کریں گے: کبشہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ
...الیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو عافیت کے ساتھ دیکھ کر اب
...غم برداشت کرنے کا اور کڑوا گھونٹ نگلنا مجھ پر آسان اور سہل ہو گیا ہے
...رکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ان کے بیٹے عمرو بن معاذ کی
...ریف کرتے ہوئے فرمایا اے ام سعد میں تمھیں بشارت دیتا ہوں اور تم
...پنے قبیلہ والوں کو سنا دو کہ تمھارے شہیدوں کو اپنے قبیلہ والوں کی شفاعت کے
...حق دے دیا گیا ہے اور اللہ کے حضور ان شہیدوں کی شفاعت اپنے قبیلہ

والوں کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔
کبشہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر عرض کیا کہ جب ان شہیدوں کا مآل کار اور ان کی انا بیت کا حال معلوم ہوا تو میں راضی ہوں اور یہ بشارت تو میرے لیے تہنیت ہے نہ کہ تعزیت۔ کبشہ نے پھر عرض کیا کہ حضور باقی ماندہ لوگوں کے لیے دعا فرمایئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حَزَنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَجِرْ مُصِیْبَتَھُمْ

"خداوندا ان کے قلوب کے رنج و غم کو دور فرما اور ان کی مصیبتوں پر اجر عطا فرما۔"

مدینہ کے جو...

اہل مدینہ اور مصیبت زدگان اُحد کا استقبال

: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے آبادی سے باہر آئے تھے اُنمیں حضرت فاطمہ بنت سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھیں۔ یہ اپنے والد کے لیے شیر خرما بنا کر لائی تھیں کہ جب وہ جنگ سے تھکے ماندے آئیں گے تو یہ شیر و خرما کھائیں گے۔ ابھی تک حضرت فاطمہ کو اپنے والد کی شہادت کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ جب فاطمہ نے دیکھا کہ لشکر اسلام جوق در جوق چلا آرہا ہے لیکن اس میں حضرت حمزہ نظر نہیں آتے تو اُنھوں نے بڑھ کر حضرت صدیق اکبر سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا بیٹی کی زبان سے باپ کے بارے میں سن کر زبان گنگ، دل رنجور اور آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے لیکن حالات کا تقاضا یہ تھا کہ کچھ نہ کچھ جواب دیا جاتا لہٰذا کہنے لگے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اب آپا ہی چاہتے ہیں ان سے دریافت کرنا"۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری آئی ان کے ساتھ بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والد کہاں ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آج سے تیرا والد میں ہوں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ آپ کے جواب سے خون کی بو آتی ہے۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگیں ان کو روتا دیکھ کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلو میں جتنے صحابہ تھے سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فاطمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد کی شہادت کی کیفیت بیان فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ اگر میں وہ کیفیت بیان کردوں تو تم اس کو برداشت نہ کرسکو گی یہ سن کر حضرت فاطمہ اور شدت سے رونے لگیں اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش ہمایوں میں ایک آواز آئی اوپر دیکھا تو حضرت حمزہ کی شکل نظر آئی وہ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری فاطمہ کو اچھی طرح رکھیئے گا اور اس بیٹی پر شفقت فرمایئے گا اور نظر التفات رکھیئے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو اپنی (اولاد) میں لے لیا ہے۔

اس کے بعد غیب سے ندا آئی اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اگر فاطمہ کو اپنی بیٹی بنالیا ہے تو ہمارے لطف و کرم نے آپ کی اُمتِ مسلمہ کے گناہ گاروں کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

ترجمہ : اور آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"

ایک فاسق کے ذریعہ دین کی معاونت : قزمان بن حارث انصار کے قبیلہ بنی ظفر کا حلیف تھا۔ اس شخص کی اصلیت معلوم نہیں لیکن اس کے بارے میں یہ بات مصدقہ ہے کہ یہ تنہا تھا نہ بیوی نہ بچے نہ رشتہ دار۔ بنی ظفر میں قلندرانہ زندگی بسر کرتا اور ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرتا اپنی شجاعت و بہادری میں بہت مشہور تھا۔

جب بنی ظفر کے مجاہدین لشکر ظفر پیکر کے ہمراہ گئے تو بنی ظفر کی عورتوں نے قزمان کو شرم دلائی، لعنت و ملامت کی کہ مرد تو لڑنے چلے گئے تم کیا گھر میں بیٹھ کر چرخہ کاتو گے۔ عورتوں کا طعنہ سن کر قزمان کو جوش آگیا بڑھ کر بنی ظفر کے لوگوں کے ساتھ ہو لیا اور میدانِ جنگ میں دشمنوں سے سخت جنگ کی۔ اس کی نسبت مخبر صادق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

"اللہ تعالیٰ اس دین کی فاجر فرد سے مدد کرا دیتا ہے۔"

قزمان کا اندازِ جنگ : اُحد کے معرکہ میں جب قزمان آگے بڑھا اور مشرکوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگا تو مشرکوں کے لشکر سے خالد بن الاعلم مقابلہ کے لیے آیا۔ دونوں ایک دوسرے پر تلوار سے بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اتفاقاً خالد بن ولید ادھر سے گزرے انھوں نے اپنے ہم نام کی مدد میں قزمان پر نیزے سے حملہ کیا لیکن یہ حملہ ناکام رہا۔ خالد بن ولید نے خیال کیا کہ حملہ کامیاب ہوا ہے

اور ہیں نے قزمان کو مار دیا ہے لہذا وہ وہاں سے آگے روانہ ہو گئے لیکن قزمان اور خالد بن الاعلم پھر لڑنے لگے اتفاقاً عمرو بن العاص اُدھر آ گیا تو اُس نے اپنے ہم مذہب خالد بن الاعلم کی مدد کے لیے قزمان پر نیزہ سے حملہ کیا لیکن اس کا حملہ بھی کارگر نہ ہوا۔ حتیٰ کہ قزمان نے خالد بن الاعلم کو قتل کر دیا۔

قزمان تلوار چلاتے ہوئے مشرکوں کی صفوں میں گھس جاتا لوگ یہ سمجھتے کہ اس حملہ میں وہ مارا گیا ہوگا لیکن قزمان لڑتا بھڑتا دشمنوں سے نکل آتا اور نعرہ لگاتا کہ میں ظفری ہوں وہ یہ کلمہ کہہ کر بنی ظفر اپنی شجاعت کا اظہار کرتے چنانچہ اس نے چھ سات مشرکوں کو قتل کیا اور خود بھی زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر گیا۔

قتادہ بن النعمان نے اُس کے پاس آ کر معلوم کیا اے ابو الغیداق (قزمان) تمھارا کیا حال ہے۔ قزمان نے جواب دیا کاش تو میری جگہ ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا یہ سن کر قتادہ نے کہا شہادت مبارک ہو۔ قزمان نے جواب دیا کہ میں شہادت کی نیت سے نہیں لڑا بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ اگر اہل مکہ فتح یاب ہو نگے تو وہ ہمارے نخلستان تباہ و برباد کر دیں گے۔

چنانچہ جب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قزمان کے جنگ کرنے اور زخمی ہونے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا؛

إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ

قزمان دوزخیوں میں سے ہے

ہائے بد قسمت قزمان!

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب بھی قزمان کی شجاعت کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے کہ وہ تو ناری ہے چنانچہ جب قزمان زخموں کی کثرت اور ان کی اذیت سے پریشان ہوا اور زخموں میں تکلیف بڑھی تو اس نے خودکشی کرلی:

خسر الدنیا والاخرۃ ذٰلک خسران مبین ط

"دنیا و آخرت میں خسارہ اُٹھایا اور یہ بہت بڑا نقصان ہے۔"

کفّار کا تعاقب: جنگ اُحد سے فارغ ہو کر جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آٹھویں شوال ۳ھ اتوار کے دن بعد نماز فجر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا، اعلان کریں کہ دشمنوں کے تعاقب کے لیے مسلمان تیار ہو جائیں لیکن اس تعاقب میں صرف وہی لوگ شریک ہوں گے جو کل کی جنگ میں شریک تھے۔ صحابہ کرام حالانکہ جنگ کے تھکے ماندے اور زخموں سے چُور تھے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنتے ہی لبیک لبیک پکارتے ہوئے دولت سرائے نبوی پر حاضر ہو گئے۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان جاں نثاروں کے ساتھ حمراء الاسد تک ان نابکاروں کا تعاقب فرمایا۔

کافر اتنی تیزی سے بھاگے تھے۔ کہ انھیں پکڑا نہ جا سکا۔ بایں ہمہ حمراء الاسد میں یہ دو کافر مسلمانوں کے ہاتھ آگئے۔

معاویہ بن مغیرہ بن اُمیہ اور ابو عزہ شاعر۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ بن مغیرہ کی

جان بخشی کی سفارش کی تو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی سفارش منظور کی جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تین دن کے اندر مدینہ سے باہر چلا جائے اور اگر وہ یہاں دکھائی دیا تو نہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چنانچہ یہ بدبخت مدت معینہ میں مدینہ سے باہر نہ گیا چنانچہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر اور زید بن حارثہ سے فرمایا کہ معاویہ فلاں جگہ روپوش ہوا ہے اور معاہدہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا ہے لہٰذا جا کر اس کو قتل کر دو۔ تعمیل ارشاد میں ان دونوں جاں نثاروں نے اس بدبخت کو قتل کر دیا۔

کفار مکہ کا مسخرہ شاعر ابو عزہ: عمرو بن عبداللہ مشرکین کا بھاٹ شاعر تھا اس کے بارے میں غزوہ بدر کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے کہ اس کو بغیر فدیہ کے اس وعدہ پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ یہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ آئے گا۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ نے اُحد کے معرکہ کی تیاری کی تو ابو عزہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے مطابق اس کی معاونت سے انکار کر دیا تو صفوان بن اُمیہ اس کے پاس گیا کہ تم اس معرکہ میں ہماری مدد کرو۔ ابو عزہ نے کہا کہ ابھی کل کی بات ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوۂ بدر کے موقع پر بغیر فدیہ کے مجھے اس وعدہ پر رہائی دی تھی کہ میں آئندہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف نہیں لڑوں گا اور نہ اسلام دشمنوں کی کسی طرح معاونت کروں گا۔

صفوان نے کہا تو ان معاہدوں کا دھیان نہ کر اور ہمارا ساتھ دے ہم تجھے کثیر مال دے کر نہال کر دیں گے۔ اس کے علاوہ تیری اولاد کو اپنے خاندان میں شامل کر لیں گے۔ ابو عزہ صفوان کے دام ابلہ فریبی کا شکار

ہو گیا اور صفوان نے اس کو ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ اپنے وعدوں کو یکسر فراموش کر بیٹھا اور مشرکوں کے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہو گیا۔

ابو غزہ کے تعاون کے وعدہ پر مشرکین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ان کے سر برآوردہ لوگوں نے اس کے ساتھ تین اور شعلہ بیان مقرروں کو منتخب کیا تاکہ یہ لوگ جا کر قبائل عرب میں جنگ کے لیے فضا ساز گار کریں۔

۱۔ عمرو بن العاص

۲۔ ہبیرہ بن ابی وہب

۳۔ عبداللہ بن ربیعہ

۴۔ ابو غزہ (شاعر) تھا۔

چنانچہ ان چاروں نے اطراف و اکناف میں جا کر آگ سی لگا دی اور اپنی چرب زبانی سے ایک کثیر تعداد کو جنگ کے لیے آمادہ کر لیا۔

ابو غزہ کی بارگاہ رسالت میں پیشی: جب ابو غزہ کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو یہ بہت رویا اور گڑگڑا کر عذر و معذرت کی اور عرض کرنے لگا کہ مجھے اس مرتبہ معاف فرما دیں لیکن حضور سید عالم نور مجسم رحمت اللعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المومن لا یلدغ من حجر واحد مرتین

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا یعنی ایک مرتبہ سے زیادہ دھوکہ نہیں کھاتا۔

اور تیرا حال تو یہ ہے کہ تو خانہ کعبہ میں حطیم کے مقام پر داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہے گا کہ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پھر دھوکہ دے
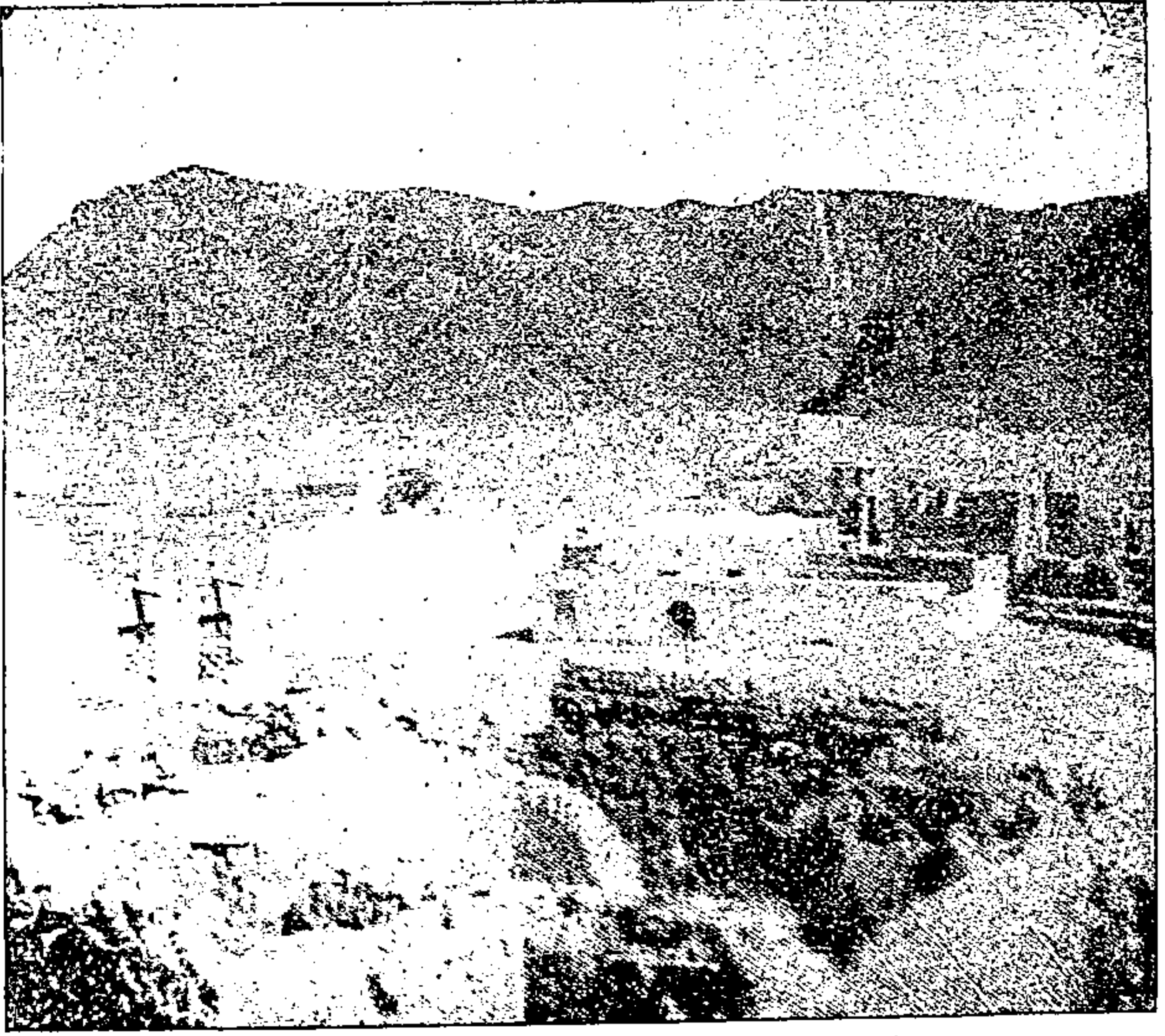
میدان اُحد کا ایک منظر اور شہیدان اُحد کی آخرین آرام گاہیں

یہ ریگ و سنگ کے تودے یہ قبریں پاکبازوں کی ۔ انہی سے آج دنیا میں رہی ہے سرفرازوں کی

پیام قسمتِ بیدار میں سوئے ہوئے غازی ۔ انہی سے ہے نشان سرفروشی جانِ جانبازی

یہی تھے شمع دین کے اوّلین پرسوز پروانے ۔ صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے متانے

انہی روشن چراغوں سے زمانے میں اُجالا ہے ۔ خدا کا اور محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہے

اُحد میں سو رہی ہے آج بیشک مشتِ خاک ان کی ۔ مگر گرم عمل ہے جاگتی ہے جانِ پاک ان کی

انہی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی ۔ غلامانِ محمد کر گئے دنیا میں آقائی

اُحد کی تربتیں ہیں حریت کے سنگ بنیادی
ہے جن پر استوار اسلام کا ایوان آزادی

شاہنامۂ اسلام

لہذا تجھے یہ موقع نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے عاصم بن ثابت کو حکم دیا کہ اس کو کیفر کردار کو پہنچائیں۔ اس طرح اس بدبخت کو حضرت عاصم نے بدعہدی کی سزا دے کر واصل جہنم کیا۔

شہدائے اُحد

سابقہ صفحات میں میدان اُحد کی مختصر سی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ معرکہ اُحد کے نامساعد حالات میں جاں نثاران نبی نے پروانہ وار جانیں دیں۔ مشرکین مکہ کی یلغار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ڈٹے رہے، کٹتے رہے۔ قربان ہوتے رہے۔ مگر اپنے محبوب کے وجود پاک کو آنچ نہیں آنے دی۔ دشمنوں کے طوفان اُمڈ اُمڈ کر اس شمع رسالت کو بجھانے کے لیے بڑھتے رہے۔ مگر عاشقانِ رسول نے ان طوفانوں کو آپ تک پہنچنے نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں مہاجرین کی بجائے انصار مدینہ نے جس تعداد میں قربانیاں پیش کیں۔ اسلامی جنگوں میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اس معرکہ میں ستر صحابہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن میں چھیاسٹھ انصاری تھے۔ امام المورخین علامہ واقدی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب المغازی میں ان انصار جانبازان مصطفےٰ کو بھرپور ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے۔ ہم شہدائے اُحد کا تذکرہ چار حصوں میں کر رہے ہیں۔

۱۔ شہدائے مہاجرین

۲۔ شہدائے انصار (قبیلہ خزرج مدنی)

۳۔ شہدائے انصار (قبیلہ اوس مدنی)

۴۔ شہدائے انصار (اوس اور خزرج کے علاوہ قبائل میں سے)

مہاجر شہداء: میدان اُحد میں مہاجر صحابہ نے جس پامردی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ اس کی تفصیلات غزوات نبوی کی تواریخ اور تذکروں میں پائی جاتی ہیں۔ ان جانبازوں نے ہر محاذ پر اپنی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ اور مشرکین مکّہ کے اُمنڈتے ہوئے طوفانوں کو ہر قدم پر روکتے رہے۔ جب کفار کا پورا ریلا حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ٹوٹ پڑا۔ تو ان مجاہدوں نے آپ کو اپنے حلقے میں لے لیا اور تیر و سناں کی بارش کے سامنے ڈھال بنے رہے۔ پھر اپنی فنی صلاحیتوں سے ان حملہ آوروں کو شمع رسالت سے دُور ہٹا دیا۔ اگرچہ اس کام میں انھیں آپ کے معروف اور آزمودہ کار صحابہ کی قیمتی جانوں کی قربانیاں دینا پڑیں۔ مگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو ان حملوں سے محفوظ کرتے گئے۔ ان میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب (سید الشہداء) حضرت عبداللہ بن جحش۔ حضرت عمیر بن ہاشم اور حضرت شماس بن عثمان، حضرت سعد بن خولی اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام، ہمیشہ ہمیشہ درخشاں رہیں گے۔

سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی ابوعمّارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو ہاشم کے سربرآوردہ اور بہادر فرد تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعظمت چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکہ بدر میں اپنی شمشیر زنی میں سارے عرب میں معروف رہے۔ اور آپ کی تیغ آبدار نے مکّہ کے بڑے بڑے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا

تھا۔ آپ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے تین رشتوں کی وجہ سے منسلک تھے۔ آپ کے چچا تھے۔ رضاعی بھائی تھے (ثوبیہ کنیز ابولہب نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دودھ پلایا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بھی) اور پھر تیسرے رشتہ میں خالہ زاد بھائی تھے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہالہ بنت اُہَیب بن عبدمناف بن زہرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف کی چچیری بہن تھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف تین سال بڑے تھے۔ بعثت کے پانچویں یا چھٹے سال میں دارارقم میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔

لہ عبدالمطلب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا محترم کا اصلی نام شیبۃ الحمد یا عامر تھا۔ مورخین نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ اپنے والد ہاشم کے انتقال کے وقت اپنے ننہال مدینہ میں قیام فرما تھے۔ مطلب آپ کے چچا کا نام تھا۔ ہاشم نے اپنے بھائی مطلب کو مرنے سے پہلے وصیت کی تھی اَدْرِکْ عَبْدَکَ بِیَثْرِبَ۔ (یثرب میں اپنے غلام کی تربیت کرو) اس دن سے حضرت عامر کو مدینہ سے مکہ لائے۔ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اور اور روایت یوں ملتی ہے کہ جب مطلب اپنے برادرزادہ عامر کو مدینہ سے مکہ لائے تو دونوں ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ تو لوگوں نے پوچھا آپ کا ردیف یعنی پیچھے کون بیٹھا ہے۔ مطلب نے اپنے بھتیجے کے سفری لباس اور گرد آلود کپڑوں کی وجہ سے بتایا کہ یہ میرا غلام ہے۔ تو مکے والے اس دن سے آپ کو عبدالمطلب کہنے لگے۔

محمد اطہر نعیمی

اسلام قبول کرنے کا واقعہ: مورخین نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ آپ شکار کے دلدادہ تھے۔ عام طور پر مکہ سے دور وادیوں میں شکاری مہموں پر وقت گزارتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ کے مشرکین مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھاتے اور دامن اسلام سے وابستہ ہونے والوں کو صرف صبر و تسلیم کا حکم تھا۔ ابوجہل کی چیرہ دستیاں تو مسلمانوں پر آفت بن کر ٹوٹ رہی تھیں۔ یہ بدبخت نبی مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر بھی ہر قسم کی زیادتی روا رکھتا تھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار سے واپس آ کر طوافِ کعبہ میں مصروف تھے۔ کہ عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز نے ابوجہل لعین کی چیرہ دستیوں کا تفصیلی طور پر ذکر کیا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کو للکار کر کہا۔ آپ کی شکارگاہوں میں شاہ زوری کس کام آئے گی۔ کہ آپ کا نیک سیرت یتیم بھتیجا ظلم وستم کا نشانہ بنتا رہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے سے بھڑک اٹھے اور کندھے پر کمان رکھے سیدھے ابوجہل کے مکان پر پہنچے اس وقت ابوجہل اپنے خوشامدی دوستوں کی مجلس سجائے خوش گپیوں میں مشغول تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آدابِ مجلس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زور سے کمان اس کے سر پر دے ماری۔ اور اُسے زخمی کر دیا۔ اور کہا تم میرے بھتیجے کو بے سہارا سمجھ کر ستاتے ہو۔ یاد رکھو آج کے بعد میں نے اس کا دین بھی قبول کر لیا ہے اور اس کی طرف جو ہاتھ بڑھا اس کو کاٹنے کا عہد بھی کر لیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر ساری محفل دنگ رہ گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے سیدھے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہنچے اور اسلام

قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس بہادر چچا کے اسلام قبول کرنے پر بے پناہ مسرت ہوئی۔ اسلام کو ایک قوت مل گئی اور مکّہ کے کفار پر اسلام کا رُعب چھا گیا۔

ایک وقت آیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ پاک میں پہنچ کر آپ نے زید بن حارث سے رشتہ اُخوت استوار کیا۔ آپ کو کئی مہموں (سرایا) پر امیر لشکر بنا کر بھیجا گیا۔ جنگ بدر میں آپ کی تلوار کے جوہر کھلے۔ آپ نے مکہ کے طاقت ور پہلوانوں کو موت کی وادی میں پہنچایا۔ اور سارے معرکے میں آپ کی تلوار آبدار چھائی رہی۔ شیبہ بن ربیعہ جو مکہ والوں کی قوت کا نشان تھا آپ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

جبیر بن مطعم کا چچا طیمہ بن عدی۔ ابوسفیان کی بیوی ہند کا باپ عتبہ اور حارث بن عامر جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ یہ تینوں مکہ کے قریشی لشکر کی آن بان تھے چونکہ اس دن زیادہ تر کفار حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تلواروں کا شکار ہوئے تھے۔ اس لیے ہند اور حارث کی بیٹی نے یہ عہد کیا تھا کہ حمزہ اور علی کو انتقامی طور پر قتل کروا کے دم لیں گی۔ چنانچہ ان عورتوں نے ایک وحشی غلام جو نیزہ بازی اور چھپ کر وار کرنے میں بڑا مشاق تھا۔ کو تیار کیا۔ اسے آزاد کرانے کا وعدہ دیا۔ اپنے قیمتی زیورات پیش کیے۔ حارث کی بیٹی نے وحشی کو کہا۔ کہ اگر تم ان دونوں صحابہ میں سے کسی ایک کو قتل کر دو گے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ وحشی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت سے اتنا خوفزدہ تھا۔ کہ ان کے سوتے ہوئے بھی پاس نہیں پھٹکتا تھا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے

میں اس نے عہد دیا کہ انھیں قتل کر کے اپنی آزادی حاصل کرے گا۔

میدان اُحد میں وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کر رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھیڑ کو چیرتے چلے آرہے ہیں۔ وہ ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سباع بن اُم انمار[1] آیا۔ آپ نے اسے للکار کر کہا "آج تم بھی ہمارے مقابلہ میں آگئے ہو"۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور پاؤں کے نیچے دبا کر بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ وہ پھر اُٹھے۔ آگے بڑھے۔ وہاں پانی کی پھسلن تھی۔ آپ کا پاؤں پھسلا۔ زمین پر گرے ہی تھے کہ وحشی نے چٹان کے پیچھے سے نکل کر ایک زوردار برچھا مارا۔ آپ کے پیٹ میں لگا۔ آپ گر پڑے۔ جب دوسرے صحابہ ادھر اُدھر جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے تو حبشی آپ کی نعش کے پاس گیا اور آپ کا کلیجہ نکال کر ہند زوجہ ابوسفیان کے پاس لے گیا۔ اور کہا کہ یہ حمزہ کا کلیجہ حاضر ہے۔ ہند نے کہا آج میرے بدن کے سارے زیورات تمہارے ہیں۔ وحشی کے ہاتھ سے کلیجہ لیا۔ اور شدتِ غضب میں اسے دانتوں سے چبانے لگی۔ مگر اگل دیا۔ اور کہنے لگی۔ اب مجھے حمزہ کی نعش کے پاس لے چلو! وحشی اسے وہاں لے گیا جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑے تھے۔ ہند نے بھوکی لومڑی کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] ام انمار مکہ میں لڑکوں کے ختنے کرتی تھی۔ اس کا بیٹا بھی اُحد میں شریک لشکر کفار ہو کر آگیا۔ حضرت حمزہ نے کہا کہ یہ کمینے لوگ بھی آج میدان جنگ میں آمقابل ہوئے ہیں۔

کی نعش پر ٹوٹ پڑی اور ناک کان اور دیگر نازک اعضاء کاٹ لیے۔ اپنے بازو بند کڑے۔ پائے زیب وغیرہ اُتار کر وحشی کو دے دیئے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اعضاء کو ایک رسی میں پرو کر گلے میں ڈالا اور میدان جنگ میں دندناتی رہی۔ حتیٰ کہ یہ ہار مکہ میں لے آئی۔ اور لوگوں کو دکھاتی رہی۔

حضرت حمزہ کی شہادت پر حضور کے تاثرات: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش پر آئے۔ آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور یہ دلدوز منظر دیکھ نہ سکے۔ زباں سے فرمایا:

رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا عَمِّ. لَقَدْ كُنْتَ وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ فَعُوْلًا لِلْخَيْرَاتِ ط

"میرے چچا۔ اللہ آپ پر اپنی رحمت برسائے۔ آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور نیکیوں پر عمل کر کے دکھا دیا۔"

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میدان اُحد میں مجھے حضرت جبرائیل نے بتایا کہ حمزہ ساتوں آسمانوں پر اسد اللہ اور سید الشہداء کے القاب سے مشہور ہوئے ہیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہی کے لیے دو القاب اسد اللہ اور سید الشہداء کا اعلان فرمایا:

حضور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اور ان کے برادرِ اخوت عبد اللہ بن جحش ابن ریاب برادر ابن یعمر جعفر الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت عبد اللہ بن جحش: حضرت عبد اللہ بن جحش ابن ریاب بن یعمر جعفر الاسدی بنی اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کی والدہ ماجدہ اُمیمہ بنت عبد المطلب حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ ابو احمد عبد بن جحش آپ کے ہی بھائی تھے آپ ایک طرف السابقون الاولون کی عظمت سے سرفراز تھے۔ دوسری طرف آپ کو اسلام کی راہ میں دوبار ہجرت کرنا پڑی (حبشہ اور مدینہ) اس طرح ذو ہجرتین کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے ایک دوسرے بھائی عبید اللہ بن جحش تھے۔ جن کے نکاح میں اُم حبیبہ تھیں۔ میاں بیوی مسلمان ہوئے اور م ہو گئے۔ اُم حبیبہ بیوہ بھی ہوئیں اور تنہا بھی۔ انھیں اپنے خاوند کے عیسائی کا بھی صدمہ تھا۔ اور پردیس کی مشکلات کا بھی سامنا تھا۔ نجاشی (رضی اللہ عنہ) اُم حبیبہ بنت ابو سفیان کی اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ التفات فرمائیں تو میں آپ کی طرف سے وکیل ہو کر اُم حبیبہ کا نکاح آپ سے کر دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منظوری کے بعد آپ کا نکاح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا۔ جو بعد از ہجرت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین بہنیں تھیں۔ یہ
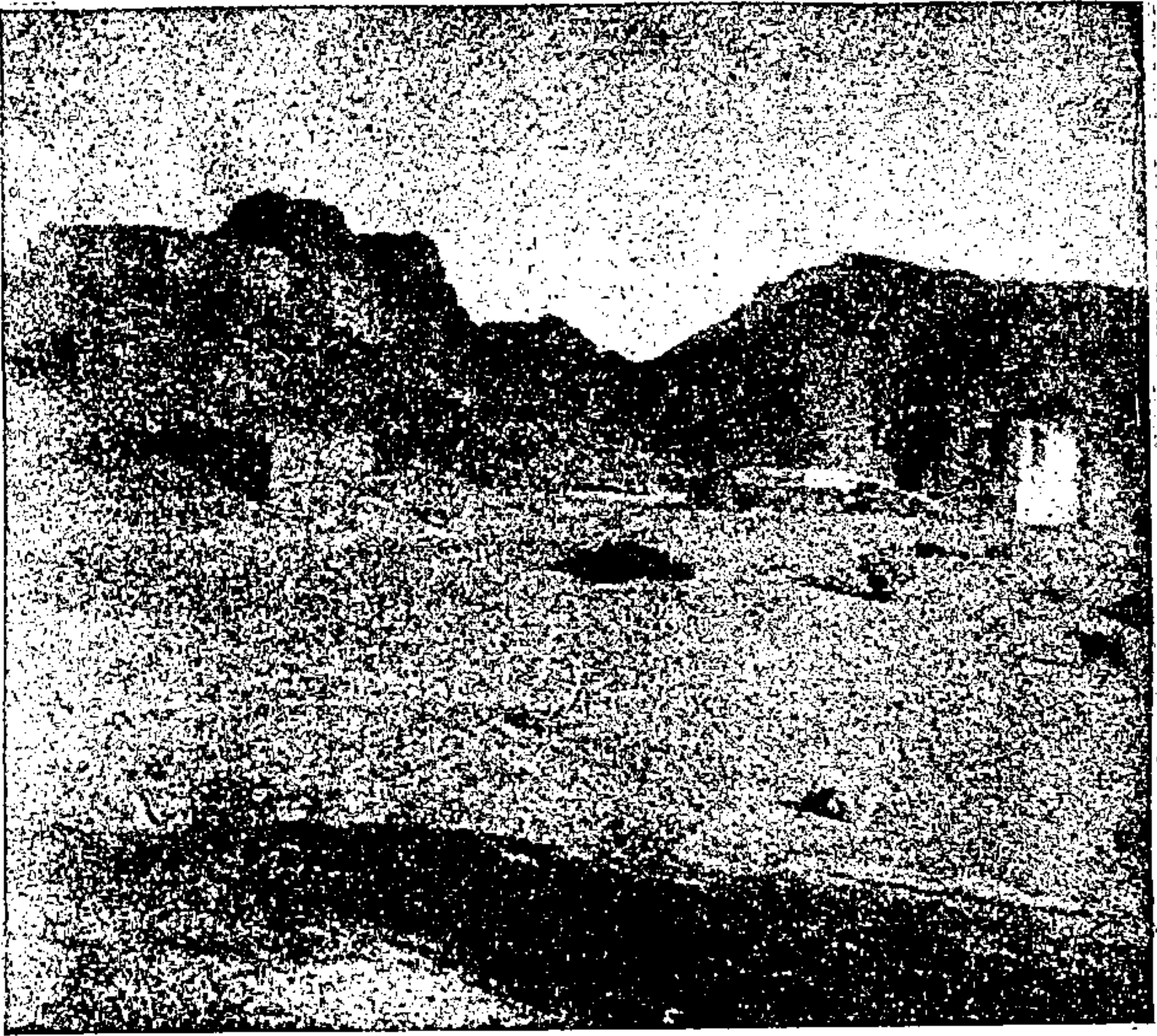
میدان اُحد کا وہ مقام جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کی شہادت گاہ پر پہنچے نعش کو دیکھا اور دعائے مغفرت کی۔ تصویر میں حضرت حمزہ کا مزار دکھائی دے رہا ہے،

پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خون وخاک کے اندر ۔ کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر

وہی شیرانہ صورت تھی وہی مردانہ چہرہ تھا ۔ شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولہا کا سہرا تھا

ہوئے غسل فرما کر، نہا کر باوضو ہو کر ۔ خدا کے رُوبرو آئے تھے حمزہ سرخرو ہو کر

فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدام سرگوشی ۔ مسلسل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی

ہر سو خونچکاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے ۔ جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے

ئیب بنت جحش (جو حضور کے نکاح میں آئیں) اُم حبیبہ بنت جحش عبدالرحمٰن
ن عوف کے نکاح میں آئیں۔ اور حمنہ بنت جحش کی شادی حضرت مصعب
ن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ
نہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ تو آپ نے طلحہ بن عبید اللہ سے شادی
لی۔

ضرت عبداللہ بن جحش کے اعزاز: حضور نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے
رت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سریہ نخلہ پر امیر بنا کر بھیجا حضرت
د بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

"کہ جب حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نخلہ بھیجنے کا ارادہ
فرمایا تو پہلے ایک خطبہ پڑھا اور عام مسلمانوں کو مخاطب
کرتے ہوئے فرمایا:
میں ایک مختصر سا لشکر ایک سریہ کی طرف روانہ کرنے
والا ہوں۔ اس مہم پر میں ایسے شخص کو امیر بنانے والا
ہوں جو تم سب سے بہتر تو نہیں البتہ تم میں سے زیادہ
صبر کرنے والا اور بھوک کی شدت اور پیاس کی تلخی کو
برداشت کرنے والا ہے۔"

اس مہم میں جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ مگر آپ نے حضرت عبداللہ
جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنانے کا اعلان کیا۔ اور سب سے پہلا اسلامی
آپ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اگرچہ ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے

علمبردار حضرت عبیدہ بن الحارث تھے اور مؤرخین حضرت حمزہ کو اولین علمبردار
بردار قرار دیا ہے۔
ہمارے نزدیک یہ اختلاف عَلَم۔ لوآء اور رایت کے مختلف مراتب
کو یکجا کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَ

ایک آیت کریمہ کا شان نزول: فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ کا شان نزول
حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ
دربار رسالت میں پیش کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس سریہ سے قبل
چوتھا حصہ پیش کیا جاتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے اس بدری صحابہ کی تقسیم
کو وحی کے ذریعہ رائج کرنا پڑا۔ جو آج تک رائج ہے۔

حضرت ابن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبداللہ کی عجیب آواز: بدری صحابی تھے۔ آپ میدان اُحد
میں بھی شریک جہاد و قتال تھے۔ آپ نے میدانِ جنگ میں اپنے ایک
دوست سعد بن ابی وقاص کو ایک طرف بلایا اور کہا کہ آج مبارک دن ہے۔
آؤ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تاکہ ہماری دلی آرزو بر آئے۔

پہلے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ اُٹھا کر بارگاہ
الٰہی میں دعا مانگی،

"اے اللہ۔ میں جب تیرے دشمنوں کے مقابلہ میں
نکلوں تو مجھے ایسے دشمن سے سامنا ہو جو سخت جنگجو
ہو۔ زور آور ہو، غصے والا ہو۔ میں تیرے لیے اس
سے لڑوں وہ تیری مخالفت پہ میرے مقابلہ میں

پوری قوت کا مظاہرہ کرے۔ لیکن تو مجھے اس پہ فتح
دے تاکہ ان کے سخت دشمن کے قتل سے کفر کی
قوت کم ہو جائے۔ اس کا سامان میرے لیے
غنیمت بنے۔"

حضرت ابن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کرتے رہے اور حضرت
عبداللہ ابن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمین کہتے گئے۔ اب حضرت عبداللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ اٹھائے اور کہنے لگے:

"یا اللہ۔ میں جب معرکۂ بدر میں نکلوں تو میرا مقابلہ کسی
تجربہ کار۔ آزمودہ کار اور سخت جان دشمن دین وایمان
سے ہو۔ میں تیری رضا کے لیے اس سے لڑتا رہوں
اور اس کے ہاتھوں تیری ہی راہ میں شہید ہو جاؤں
وہ اپنی بربریت کے پیش نظر میرے اعضاء بے دردی
سے کاٹ دے۔ میرا مثلہ کر دے۔ تیری راہ میں میرے
بازو ناک کان کاٹ دیئے جائیں۔ میرے بدن کا ایک
ایک حصہ تیری راہ میں کٹتا چلا جائے۔ جب میں تیرے
حضور پیش کیا جاؤں تو مجھے پوچھا جائے۔ اے اللہ
کے بندے۔ یہ ساری سختی تجھے کیوں دیکھنا پڑی۔ تو
میں جواب دوں۔ یا اللہ۔ یہ تیرے نام کی سربلندی کی
خاطر۔ تو میری اس گزارش پر خوش ہو جائے۔"

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا اسی میدان جنگ میں اور اس کی عین آرزو کے

مطابق قبول ہوئی۔ میدان اُحد میں ظہر کے بعد آپ شہید ہوئے۔ کافر عورتوں نے ان کے ناک، کان کاٹ دیئے۔ اور ایک دھاگے میں پرو کر درختوں کی ٹہنیوں پر لٹکا دیئے۔ اور ان کی نعش اُس وقت تک بے گور وکفن پڑی رہی جب تک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفنانے کا حکم دیا۔

زبیر بن بکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میدان

لکڑی تلوار بن گئی: اُحد میں لڑتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑھ کر ایک درخت کی ٹہنی آپ کے ہاتھ میں دے دی اور کہا عبد اللہ۔ اس سے کام لو۔ یہ ٹہنی آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی اور آپ جہاد میں کام لیتے رہے۔ یہ تلوار آپ کی اولاد کے پاس بطور یادگار تبرک کے رہی اور عرجون کے نام سے مشہور ہوئی۔ حتیٰ کہ معتصم عباسی کے دورِ حکومت میں بغا ترکی نے اسے دو سو دینار دے کر خریدی۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان اُحد میں ابو الحکم بن الاخنس بن الشریق ثقفی نے شہید کیا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی دفن کیا گیا۔

حضرت مصعب بن عمیر

۲۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ہاشم بن عبد مناف بن عبد بن قصی بن کلاب سابقین الاولین میں سے تھے۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ دو دفعہ ہجرت کا شرف نصیب ہوا۔ اور اس طرح ذوالہجرتین کہلائے۔ آپ جوانی عالم میں بڑے خوش لباس۔ خوش شکل اور خوش باش انسان تھے۔ ہاتھ کھلا۔ اور سخاوت میں بے مثال تھے۔ آپ کی والدہ کو آپ سے بڑا پیار تھا۔ حتیٰ کہ جوانی تک اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتیں۔ اور منہ میں لقمے ڈالتیں۔ آپ نے دارِ

کے قیام سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر اپنی والدہ کی خاطر اسلام کو چھپائے رکھا۔ عثمان بن طلحہ نے آپ کے گھر والوں کو آپ کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ تو گھر والوں نے آپ کو گھر کے اندر ہی جکڑ دیا۔ تاکہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مل سکیں۔ کفار کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ تو آپ بھی موقع پا کر حبشہ پہنچ گئے۔ وہاں کچھ دن تو رہے مگر بعد میں آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار اور دید کی تڑپ نے بیتاب کر دیا۔ اور اسی بے تابی میں اہل قبیلہ کے مظالم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زیارت محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مکہ پہنچے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے رہے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

عقبہ ثانیہ کے موقع پر جب بارہ انصاری بیعت سے مشرف ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ پاک میں پہنچ کر تبلیغ دین کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ مدینہ پہنچے۔ حضرت اسعد بن زراہ کے گھر قیام کیا۔ اور قرآن و احکام اسلام کی تعلیم دینے لگے۔ انہی کی تعلیم سے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشرف باسلام ہوئے۔

انصاری وفد کے ساتھ: حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے لوگوں میں ہر دلعزیز ہوتے۔ بعثت کے تیرھویں سال ستر انصاری مردوں اور دو انصاری عورتوں کے وفد کو لے کر بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ آدھی رات کے وقت یہ وفد وادی منا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور ملاقات

کے لیے چشم براہ تھا۔ عرب کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے
سب سے بیعت لی۔ اور اپنے ارشاداتِ گرامی سے سینوں کو روشن فرمایا
بعض مورخین اس بیعت کو بھی عقبہ ثانیہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر
حقیقت میں ان ستر انصاریوں کی بیعت ترتیب کے لحاظ سے بیعت عقبہ
ثالثہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت
مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ والوں میں مقری کے خطاب سے یاد
کیا ہے۔

آپ نے مزید فرمایا:

اِنَّ رسول اللّٰہ یشھد علیکم انکم شھداء
عند اللّٰہ یوم القیامۃ۔

"بیشک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے۔ کہ تم لوگ قیامت
کے دن اللہ کے سامنے شہداء کی صف میں پیش ہوں گے"[1]

شہداء اُحد پر سلام: حضور سید عالم رسول معظم نبی محتشم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے وقت تمام صحابہ
کرام کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا:

"سب آؤ۔ شہیدوں کی زیارت کرو۔ ان پر سلام بھیجو

---

[1] حضرت مصعب بن عمیر اس لحاظ سے کتنے خوش قسمت ہیں کہ نجدی دور میں جب تمام
شہداء احد کی قبروں کے نشانات مٹا دیئے گئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت
مصعب کی قبروں کے نشان آج تک باقی ہیں۔ والسلام علی الشہداء الاحد

مجھے اللہ کی قسم ہے۔ قیامت تک جو شخص بھی ان پر سلام بھیجے گا وہ اُس کے سلام کا جواب دیں گے۔"

حضرت شماسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : عثمان بن شرید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم المخزومی کے فرزند تھے جنگِ بدر میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ ان کا نام عثمان تھا اور والدہ کا نام بھی عثمان ہی تھا لیکن شماس کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں ایک شماس (آتش پرست) مکہ مکرمہ آیا۔ یہ شخص نہایت خوبرو اور گورا تھا۔ اہل مکہ اس کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور اس کے گرویدہ ہو گئے۔ عثمان بن عفان کے ماموں عتبہ بن ربیعہ نے مکے کے لوگوں سے کہا تم اس شماس کو دیکھ کر متعجب کیوں ہو اس سے زیادہ خوب صورت شماس میں تمہارے روبرو پیش کرونگا چنانچہ عتبہ نے اپنے بھانجے عثمان بن عثمان کو پیش کیا اُسی دن سے آپ کا لقب شماس ہو گیا۔

میدانِ جنگ میں شجاعت : غزوۂ اُحد میں حضور سید کائنات فخرِ موجودات باعثِ ایجادِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات جدھر نظر اُٹھاتے وہیں شماس نظر آتے۔ وہ کافروں کو تلوار سے پیچھے دھکیل رہے تھے۔ جب میرے سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافروں نے گھیر لیا تو شماس آپ کی ڈھال بن گئے۔ اس حال میں آپ شہید ہوئے[1] حضور سید المرسلین صلی اللہ

---

[1] حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے میدان جنگ میں شہید ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ تفصیل ذیل کے عنوان کے تحت بیان کی گئی ہیں۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَا وَجَدتُ الشَمَّاس شيأً الا الجُبَّه

”شماس کے لیے میں نے زرہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پائی۔“

جُبَّہ فتح جیم کے ساتھ جس کے معنی زرہ کے ہیں بعض اہل علم اس کو جُنَّۃ بہ ضمِ جیم کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی سپر آتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ

”حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے چُور تھے، زخمی حالت میں انھیں مدینہ منورہ حجرہ سیدہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں لایا گیا۔ اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب اُن کی آمد کے متعلق معلوم ہُوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے عم زاد کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کیوں پہنچایا گیا۔ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جذبات کا علم ہُوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجرۂ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجرۂ ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں ایک رات اور ایک دن زندہ رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس

دوران نہ تو آپ نے کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب ان کے انتقال کی اطلاع ہوئی تو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نعش کو اُحد میں منگوایا اور وہیں (اُحد میں) مدفون ہوئے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عم زاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا نسب نامہ مخزوم میں ملتا ہے۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی سلسلۂ نسب ان کے ابتدائی حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ سیدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب نامہ یہ ہے:۔

اُم سلمہ (آپ کا اصلی نام ہند تھا) بنتِ ابی اُمیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

مخزوم کے دو بیٹے تھے:۔

عامر اور عمر

عامر کی اولاد میں حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر کی اولاد میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سعد بن خولی بن سبرہ بن دریم بن قیس بن مالک بن عمیر بن عامر الکلبی لخمی۔ آپ حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام ہیں اور حاطب لخمی بنی اسد بن عبد العزیٰ قریشی کے حلیف تھے۔ عرب کے معاشرہ میں یہ اُصول جاری وساری تھا کہ حلیف اور غلام کو اس قبیلہ کا

فرد شمار کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے سعد بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار مہاجرین قریش کی بنی اسد شاخ میں کیا گیا۔

پھر ان کا شمار بدری صحابہ میں بھی کیا جاتا ہے کیونکہ جنگ بدر میں یہ اپنے اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فوقیت لے گئے اور رتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت حاطب بن بلعتہ کا شمار ان اکابر صحابہ میں ہوتا ہے جن کے بارے میں حضور سید عالم رسول محتشم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اِفعَلُوا مَا شِئتُم۔

کہا جاتا ہے کہ بنی کنانۂ کا ایک کافر جو ہمہ تن لوہے میں غرق تھا اس نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آزاد کردہ غلام کے آقا) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ پر اس طرح حملہ کیا جس سے ان کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کافر نے اس حملہ کے بعد نعرہ لگایا:

انا ابن عویمر

میں عویمر کا بیٹا ہوں

اس شقی کا نعرہ سُن کر حضرت رشید (فارسی) جو بنی معاویہ کے آزاد کردہ غلام تھے اس کے مقابلہ پر اُٹھے اور تلوار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا جو اس بدبخت کے شانہ پر لگا زرہ کٹی۔ شانے کی ہڈی ٹوٹی اور جسم دو حصوں میں منقسم ہو گیا تو حضرت رشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرہ لگایا:

خُذهَا وَ اَنَا الغُلَامُ الفَارِسِیُّ

ا؎ میدان اُحد میں حضرت حاطب کی شہادت محلِ نظر ہے۔ ان کا انتقال خلافتِ عثمانیہ میں ہُوا۔ تفصیل کے لیے ان کا تذکرہ جو فتح مکہ کے ضمن میں آئے گا ملاحظہ کریں۔
محمد اطہر نعیمی

"یہ لو! میں فارسی غلام ہوں۔"

حضور رحمت عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ کر ملاحظہ فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت رشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعرہ کو سنا تو فرمایا تم نے غلام فارسی کیوں کہا غلام انصاری کیوں نہ کہا۔ اتنی دیر میں ابن عویمر کا بھائی شکاری کتے کی طرح جھپٹا اور کہنے لگا میں عویمر کا بیٹا ہوں۔ رشید نے اس پر بھی تلوار کا ایک وار کیا جس سے اس کا خود اُترا اور سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت رشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرہ لگایا:

خُذْهَا وَاِنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِی

یہ سن کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حضرت رشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

احسنت یا اَبَا عَبْدُ اللہ

"اے ابا عبد اللہ تو نے کمال کر دیا۔"

اس دن سے حضرت رشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہو گئی حالانکہ حضرت رشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی لڑکا عبد اللہ نامی نہیں تھا۔ عرب کا دستور یہ ہے کہ ہر قوم و قبیلہ کا غلام بھی اس قبیلہ کا ایک فرد شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اس قبیلہ کا کفو بھی نہ ہو لیکن مَولَی القَومِ مِنْھُم کے فرمان کے مطابق اس نے ایک مسلمہ کلیہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔

مولانا جامی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں سادات کے بارے میں لکھا ہے: اَنَا مَولٰی لَھُمْ وَمَولَی الْقَوْمِ ؟ کَانَ مِنْھُمْ وَلَا یَخَافُ اللَّوْ

"میں ان کا اور ان کی قوم کا آزاد کردہ غلام ہوں اور مجھے ان سے نسبت حاصل تھی اور اس

سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والی ملامت کا خوف نہیں"

شہدائے خزرج

سلسلہ نسب اس طرح

۱۔ حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : عباس بن عبادہ بن نـ
بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سلام بن عوف انصاری خزرجی
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عقبہ ثالثہ کے بیعت کر
والوں میں سے ہے اور ان کا تعلق ان صحابہ سے بھی تھا جو اصحاب صفہ
کہلاتے تھے۔

عقبہ ثالثہ

۲۔ بیعت اسلام کے وقت ساتھیوں سے خطاب : میں بیعت
کے وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت
کیا کہ تمھیں معلوم بھی ہے کہ تم کس بات پر بیعت کر رہے ہو۔ سنو تم ایسی
بیعت کر رہے ہو کہ عرب و عجم سے جنگ آزما ہو جاؤ۔ یہ سن کر جاں نثار
انصار نے جواب دیا کہ ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو سرکار دو عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ آزما ہو گا اور ہر اُس شخص سے صلح کریں گے جو حضور
پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صلح و آشتی سے رہے گا۔
اس کے بعد تمام حاضرین نے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ
بیعت اسلام کی۔
اسلام لانے کے بعد حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور سید عالم نور مجسم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گزارش کی کہ اگر آپ فرمائیں تو صبح ہوتے ہی ہم مشرکوں کو نیست و نابود کر دیں۔ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جذبے کو سراہتے ہوئے فرمایا ابھی اس سلسلہ میں حکم الٰہی نہیں ہوا ہے ابھی اپنے جذبہ کو قابو میں رکھو اور (کافروں کے ظلم و ستم) پر صبر کرو۔ عقبہ ثالثہ کی بیعت کے بعد تمام انصاری مدینہ واپس چلے گئے ان میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

مدینہ سے حضرت عباس بن عبادہ کی مکہ واپسی : حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ آ گئے لیکن یہاں جمال جہاں آرائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے محروم رہے۔ قلب مضطر کو چین نہ آیا اور اضطراب جب بڑھا تو واپس مکہ آ گئے اور خدمت اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر رہے جب تک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا یہ بھی ہمراہ رہے اور جب ہجرت کا حکم ہوا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عازم مدینہ ہوئے تو آپ بھی اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے مدینہ کو چلے اور وطن واپس آ گئے۔ اسی لیے آپ کو انصاری مہاجر کہا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا، جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی خاص مجبوری کی وجہ سے

شریک نہ ہو سکے لیکن غزوۂ اُحد میں جان توڑ کر لڑے اور سفیان بن عبد شمس کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

۲۔ حضرت نعمان اعرج: نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن احرم بن فہر بن ثعلبہ بن غ... انصاری کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ کو اعرج اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کے پیر میں نقص تھا۔ اُنھوں نے پیر کے نقص کے باوجود غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی اُحد کے معرکہ کے دن آپ نے اللہ رب العالمین سے قسم کے ساتھ عرض کیا:

"خداوندا آج آفتاب ڈوبنے نہ پائے کہ میں اپنے اسی لنگڑے پیر سے جنت کے سبزہ زاروں میں ٹہلتا نظر آؤں"

چنانچہ رب کریم جل جلالہٗ وعم نوالہٗ وجل مجدہٗ نے آپ کی استدعا قبول فرمائی اور معرکہ اُحد میں آپ کو شہادت کے شرف سے نوازا۔

حضور نے نعمان کو جنت میں سیر کرتے دیکھا: حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نعمان اعرج نے اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ سے کتنی اچھی آرزو کی۔ اور اس نے اپنی آرزو کے موافق صلہ پایا۔"

حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

"میں نے نعمان کو جنت میں سیر کرتے دیکھا ہے اور ان کے پیر میں لنگ نہیں تھا۔"

حضرت نعمان بن مالک

۲۔ **حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ :** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے :

نعمانؓ بن مالک بن ثعلبہ بن رعد بن فہر بن ثعلبہ بن غنم ۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا ۔ غزوۂ اُحد میں روانگی کے وقت آپ نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی قسم میں جنت میں جاؤں گا ۔ حضور سید عالم رسول محتشم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے دریافت فرمایا تم کس طرح جنت میں جاؤ گے ۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور میں لڑائی سے نہیں بھاگوں گا ۔ چنانچہ اللہ کریم نے آپ کی قسم کو پورا فرمایا اور میدان اُحد میں صفوان بن اُمیہ کے ہاتھوں حیاتِ ابدی حاصل کرنے کے لیے جامِ شہادت نوش کیا ۔

غلط فہمی کا ازالہ : بعض مورخین نے حضرت نعمان بن مالک اور نعمان اعرج کو ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے ۔ بظاہر نام و نسب میں مماثلت ہے لیکن حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی دادا کی اولاد ہیں ۔ فہر کے دو بیٹے تھے رعد[۱] اور احرم[۲] ۔ رعد کی اولاد میں نعمان بن مالک ہیں جبکہ احرم کی اولاد میں سے نعمان اعرج تھے ۔ اس کے علاوہ اُحد کے معرکے میں حضرت اعرج نے اللہ تعالیٰ کو قسم دلائی تھی جبکہ نعمان بن مالک نے خود قسم کھائی تھی کہ میں جنت میں داخل ہوں گا ۔ اس طرح دونوں شخصیتوں میں یہ دونوں باتیں ما بہ الامتیاز ہیں ۔ حضرت مصنف نے اس تفاوت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقت حال کا زیادہ اور بہتر جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر ایک بات مشترک ہے ۔ کہ

دونوں اپنی آرزو میں کامیاب ہوئے سعٰ دُرِج شان در باغ جنت شاد باد

۴۔ حضرت عَبدُہٗ یا عبادہ : ان کے نام میں اختلاف ہے کہ اصل نام عبدہ۔ عبادہ یا عباد تھا۔ سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے :

عبدہ بن حسحاس بن عمرو بن عمارہ بن مالک بن عمرو بلوی۔ یہ انصار کے قبیلہ بنی غنم کے حلیف تھے۔ معرکہ بدر میں حاضر تھے۔ غزوۂ احد میں شہادت پائی اور نعمان بن مالک کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

۵۔ حضرت عمرو بن الجموح : عمرو بن الجموح بن زید بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی سلمی شاخ سے تھا۔ آپ نے ابتداء میں قبول اسلام میں پس و پیش کیا لیکن آخر کار کفر ٹوٹا۔ دل نرم ہوا اور آپ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے۔

حضرت عمرو کا قبول اسلام : زمانۂ جاہلیت میں قبول اسلام سے قبل حضرت عمرو بن الجموح کے پاس لکڑی کا ایک خاص بت تھا جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ بنی سلمہ کے چند نوجوان معاذ بن عمرو الجموح معاذ بن جبل وغیرہ نے اسلام کی ضوفشانیوں سے استفادہ کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان نوجوانوں کو اسلام کی معرفت کی وجہ سے معبودانِ باطل سے نفرت ہو گئی تھی۔ اب ان کا طریق کار یہ ہو گیا کہ وہ حضرت عمرو کے بت کو پوشیدہ طور پر سلمہ کی خندق میں پھینک آتے۔ عمرو بن الجموح اپنے معبود کو تلاش کر کے وہاں سے اٹھا لاتے۔ اس کو دھوتے، صاف کرتے اور خوشبو لگا کر اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیتے اور کہتے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ کون تیرے ساتھ اس گستاخی

کا مرتکب ہوا ہے اگر میں معلوم کر لیتا تو میں اس کو آگ میں جلاتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور یہ معلوم نہ کر سکے کہ ان کے معبود کی مٹی کون پلید کرتا ہے آخر ایک دن اپنی تلوار بت کے پاس لٹکا دی اور بت سے کہا اگر تجھ میں معبود ہونے کی کچھ طاقت ہے تو بے ادبی کرنے والوں کو ان کی حرکت سے باز رکھنا اور اس تلوار سے ان کا کام تمام کرنا۔

الغرض جب شام ہوئی تو بنی سلمہ کے یہ نوجوان اپنے مشن پر روانہ ہوئے اور بت کے پاس تلوار لٹکی ہوئی پائی تو اس کے گلے میں مرا ہوا ایک کتا لٹکا دیا۔ اور تلوار اٹھا کر لے گئے۔ صبح کو جب عمرو نے اپنے بت (ٹھاکر معبود باطل) کی یہ درگت بنی دیکھی کہ تلوار غائب اور ٹھاکر جی کے گلے میں کتے کا ہار پڑا ہوا ہے تو دنگ رہ گئے۔ اب اپنی بت پرستی پر نفریں کرنے لگے۔ اس واقعہ نے کفر کی سیاہی کو چھانٹ دیا۔ اس وقت عمرو بن الجموح کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا:

تا اللہ لو کنت الٰھا لم تکن
انت و کلبا وسط بیر من قرن

"خدا کی قسم اگر تو معبود ہوتا تو تیرا یہ حشر نہ ہوتا اور کتا تیری گردن کا ہار نہ ہوتا!"

معبود باطل کا یہ حشر دیکھ کر کہ جو خود اپنی مدد کرنے کے قابل نہ ہو وہ دوسروں کی مدد کس طرح کر سکتا ہے۔ بتوں کی طرف سے ان کے دل سے عقیدت و محبت ختم ہو گئی اور بت پرستی ترک کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس موقع پر ان کے ایک معاصر مرزبانی نے حسبِ حال یہ شعر کہے:

اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ   اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مَنْ نَارِہٖ

"میں اللہ سبحانہ، کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس سے طلبِ مغفرت کرتا ہوں اور عذاب نار سے پناہ مانگتا ہوں"

و اثنی علیہ بالائہ

باعلان قلبی و اسرارہ

"اپنے افعال و جوارح ظاہر و باطن سے اس خالق کائنات کی حمد و ثناء کرتا ہوں"

اسلام لانے کے بعد حضرت عمرو بن الجموح سچے پکے اسلام کے پرستار ہوئے بیعت عقبہ سوم اور جنگِ بدر میں شرکت کی جنگ اُحد میں شرکت کرنے جب آئے تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ ٹانگ سے معذور ایسے لوگوں پر جہاد فرض نہیں یہ مشورہ سن کر اُنھوں نے جواب دیا بخدا میں یہ نہیں چاہتا کہ اس لنگڑے پاؤں سے بہشت میں چلوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رُخ ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوئے:

"خداوندا مجھے شہادت نصیب کرنا اور مجھے نا اُمید واپس نہ فرما"

اس دعا کے بعد بارگاہِ بیکس پناہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کے علم میں ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو اسی پیر سے جنت میں چلوں گا"

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا جب یہ شہید ہو گئے تو آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی نعش

ے پاس تشریف لائے اور فرمایا ؛

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت میں اسی پاؤں سے محو
خراماں ہے لیکن اس پاؤں میں لنگ نہیں ہے اور
وہ ٹھیک ہو گیا ہے ۔"

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
ہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ؛

"میں حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس طرح دیکھتا
ہوں کہ وہ جنت میں اس لنگڑے پاؤں سے چل رہے ہیں ۔"

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی
یہ ہند بنت عمرو بن حرام مقتل میں آئیں اپنے شوہر عمرو بن الجموع اور اپنے
ائی عبداللہ بن عمرو بن حرام کو ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ رضی اللہ عنہما۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انصار کا
ک گروہ حاضر ہوا۔ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے
یافت فرمایا ؛ تمھارا سردار کون ہے ؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا سردار
بن قیس ہے جو نہایت بخیل ہے ۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا ؛ بخل سے زیادہ خطرناک بیماری کون سی ہے ؟ حضور نبی پاک
احب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ اب تمھارا سردار
عد الابیض عمرو الجموح ہے ۔

حضرت خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت

۱۔ حضرت خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؛ عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بیٹے ہیں جن کا تعلق قبیلہ خزرج کی سلمی شاخ سے ہے ۔ جنگ احد

میں اپنے والد محترم دو بھائیوں حضرت معاذ اور معوذ (جو جنگِ بدر میں شرکت
کر چکے تھے) کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس معرکے میں جب مسلمان انتشار کا شکار
ہو کر تتر بتر ہو گئے تو یہ دونوں باپ بیٹے کافروں پر حملہ آور ہوئے اور جام
شہادت نوش کیا۔

انصار کی دعا کی خصوصیت: سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ہند بنت
عمرو بن حرام حضرت خلاد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی والدہ ماجدہ اپنے شوہر عمرو بن الجموح اپنے جگر گوشہ خلاد اور اپنے بھائی حضرت
عبداللہ بن عمرو بن حرام کی نعشیں اونٹ پر لاد کر مدینہ کی جانب روانہ ہوئیں
تاکہ انھیں مدینہ پر سکینہ کی سرزمین میں دفن کریں۔ انہیں راستہ میں اُم المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملیں جو چند خواتین کے ساتھ حضور
عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیریت معلوم کرنے کے لیے
تشریف لے جا رہی تھیں[1]۔ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہند سے حضور
سید عالم رسول معظم نبی مکرم علیہ التحیۃ والثناء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی خیریت معلوم فرمائی تو انھوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کو بتایا کہ حضور سید کائنات فخر موجودات باعثِ ایجادِ عالم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیمات بخیریت ہیں اور نعشیں میرے بیٹے، بھائی اور شوہر کی ہیں۔ اسی
اثناء میں جبکہ یہ دونوں باتیں کر رہی تھیں وہ اونٹ جس پر نعشیں تھیں بیٹھ
گیا۔ اس کو لاکھ اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ اٹھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ

---

[1] اس وقت آیت حجاب نازل نہ ہوئی تھی۔ اور عورتوں کے لیے پردہ کی پابندی
کے احکام جاری نہ تھے۔ (محمد اطہر نعیمی)

نے فرمایا اس پر بوجھ بہت زیادہ ہے۔ ہند نے عرض کیا یہ وجہ نہیں ہے یہ اس سے زیادہ بوجھ اُٹھاتا ہے۔ جب اُونٹ نہ اُٹھا تو اُنھوں نے مدینہ جانے کا ارادہ ترک کیا اور اُحد کی جانب واپسی کی ٹھانی تو اُونٹ اُٹھ گیا اور ہند ان نعشوں کو لے کر اُحد واپس آئیں۔ یہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ حضور نبی پاک صاحب لولاک فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے یہ ماجرا سُن کر دریافت فرمایا کیا ان میں سے کسی نے روانگی کے وقت کچھ کہا تھا؟ ہند نے عرض کیا بیشک میرے شوہر نے یہ دُعا کی تھی "خداوندا مجھے شہادت سے محروم کر کے میرے اہل وعیال میں واپس نہ لانا"۔

ہند کی یہ بات سُن کر حضور سید المرسلین شفیع المذنبین انیس الغریبین رحمۃ اللعالمین راحۃ العاشقین صاحبِ الجود والعطاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا:

"انصار میں ایسے لوگ ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو سچ کر دیتا ہے اور وہ بات پوری ہو جاتی ہے۔ انھیں انصار میں ایک شخصیت حضرت عمرو بن الجموح کی تھی"۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آج فرشتے عمرو بن الجموح پر سایہ کیے ہوئے ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام: شجرہ نسب اس طرح ہے عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام انصاری خزرجی سلمی۔ آپ بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں حاضر تھے ابو جابر

کنیت رکھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی روایت کردہ احادیث کثرت نقل کی گئی ہیں۔ جنگ اُحد میں انصار میں سے اسامہ الاعور بن عبید یا بن عبد شمس کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر کے شہداء میں سرِ فہرست ہو گا اعزاز حاصل کیا۔ کفار نے ان کو شہید کر کے ان کے ناک کان کاٹے عرب کے معاشرہ میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی کی کمال ذلت مقصود ہوتی تو مثلہ کر دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے بہ حضرت عمرو بن الجموح کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا (یہ بات مختلف رہی کہ آپ دونوں مدینہ طیبہ میں سپرد خاک کیے گئے یا میدانِ اُحد میں)۔

حضرت عبداللہ کو اپنی شہادت کی اطلاع تھی:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اُحد کو جانے لگے تو اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اس جنگ میں سب سے پہلے میں جامِ شہادت نوش کروں گا۔ میرے بعد تم اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور مجھ پر جو قرض کا بوجھ ہے اس ادا کر دینا۔

چنانچہ جنگ شروع ہونے کے بعد بوقت صبح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد شہید ہو چکے ہیں اور کافروں نے ان مثلہ بھی کر دیا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت صدمہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بشرے پر آثار رنج و غم دیکھ کر دریافت فرمایا، جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) افسردہ اور ملول کیوں ہو؟ حضرت

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں۔ میرے والد شہید ہو گئے اور میرے سر پر اہل وعیال کی کفالت کے علاوہ قرض کا بار بھی چھوڑا ہے۔

اللہ ربّ العزت سے بے حجاب بات کرنیوالا اُمتی: سرکار رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کیا میں تمھیں یہ خوش خبری نہ سناؤں کہ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے تمھارے والد سے کس طرح ملاقات کی ہے؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں ارشادِ گرامی ہو کہ میرے والد کو یہ اعزاز رب العزت تبارک وتعالیٰ سے کس انداز میں حاصل ہوا ہے
حضور نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے تمھارے والد کو حیاتِ نو عطا فرمائی اور اس نے بلاواسطہ اور بے حجاب ملاقات کی ہے۔ حالانکہ اللہ رب العالمین نے کسی (اُمتی) سے بلاواسطہ اور بے پردہ بات نہیں کی ہے۔ یہ شرف صرف تمھارے والد کو حاصل ہوا ہے۔ رب کریم رؤف رحیم نے تیرے والد سے فرمایا! میرے بندے مانگ لے جو کچھ مانگنا چاہتا ہے میں تجھے عطا فرماؤں گا۔"

شانِ نزول: تمھارے والد نے خالقِ کائنات سے عرض کیا: پروردگار! مجھے دنیا میں بھیج دے تاکہ میں دوبارہ جا کر دشمنوں سے لڑوں۔

رب تعالیٰ نے فرمایا اس سلسلہ میں تو میرے احکام واضح ہیں اور پہلے ہی نازل ہو چکے ہیں کہ دنیا سے آکر دوبارہ کوئی واپس نہ جائے گا۔ تب تمہارے والد نے عرض کیا خدایا اگر یہ میری قسمت میں نہیں تو میری حالت سے میرے متعلقین کو مطلع فرما دے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ

"اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں جان دی ان کے بارے میں تمہارے اذہان میں یہ خیال بھی نہ آئے کہ وہ مُردہ ہیں۔"

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں: ایک مدت کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کسی ضرورت کی وجہ سے کھولی گئی تو دیکھا گیا کہ ان کا جسد پاک بالکل محفوظ ہے اور کوئی عضو بھی خراب نہ ہوا تھا صرف داڑھی مبارک کے چند بال جو زمین سے لگے ہوئے تھے وہ متاثر ہوئے تھے (البتہ ایک تعجب کی بات یہ دیکھی گئی) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعشوں پر ایک ایک کھجور رکھی ہوئی تھی (یاد رہے کہ یہ دونوں حضرات ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے تھے

قبر میں عبداللہ بن عمرو کے زخم کا حال: جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کھودی گئی تو دیکھا گیا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر زخم ہے اور اس پر ان کا ہاتھ رکھا ہوا ہے کسی شخص نے ان کا ہاتھ وہاں سے ہٹایا

دیا تو اس زخم سے تازہ خون رسنے لگا۔ اور ان کا ہاتھ خود بخود زخم پر پہنچ گیا اور خون بند ہو گیا۔

میدانِ اُحد میں نہر کی کھدائی: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی امارت کے دوران آب رسانی کے لیے اُحد کے علاقہ میں نہر کھدوانے کا پروگرام بنایا تو اُس نہر کی گزرگاہ میدان اُحد میں سے تھی لہٰذا انھوں نے شہداءِ اُحد کے وارثوں کو ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں ان شہداء کے وارثوں کو مطلع کیا گیا تھا کہ اس امر کا امکان ہے کہ کوئی قبر اس نہر کی زد میں آجائے لہٰذا آپ اپنے عزیزوں کی تدفین کا متبادل انتظام کر لیں۔ اس طرح اس اسکیم کے تحت آنے والی قبور کو تقریباً چالیس یا چھیالیس سال بعد کھولا گیا اور ان مدفونین کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ اس وقت دیکھا گیا کہ ان کے جسم بدستور گداز اور ان کے ہاتھ پاؤں جھکتے اور لچکتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ ان شہداء نے اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں دے کر حیاتِ ابدی حاصل کی تھی قرآن کریم میں ہے:

بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

"بلکہ یہ (شہید) زندہ ہیں اور ان کو بارگاہِ ایزدی سے رزق دیا جاتا ہے۔"

۸۔ حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضرت عمرو بن الجموح کے غلام تھے۔ ابن مبارک نے ان کا تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے کتاب الجہاد

میں کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ غزوہ اُحد میں شریک تھے۔ ابن م
کی تحریر کے مطابق حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر رسیدہ تھے
حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عمرو بن الجموح رض
اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ تم گھر واپس جاؤ۔ سلیم نے اپنے آقا عمرو سے
کہا اگر مجھے نیکیاں مل جائیں تو آپ کا کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت سلیم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے جنگ میں شرکت کی اور کافروں کے مجمع میں گھس گئے اور دا
شجاعت دیتے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ بھی حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔ **حضرت ابو ایمن:** غلام تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ساتھ جنگ بدر میں حاضر تھے۔ اسی طرح اُحد کے معرکے میں بھی ساتھ آ
اور آقائے دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جامِ شہادت نوش
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عم

۱۰۔ **حضرتِ اوس:** بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن
ان کا تعلق قبیلہ انصار کی خزرجی نجاری شاخ بنی عدی بن عمرو سے تھا۔ اس
قبیلہ کو بنی مَغَالہ بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت اوس شاعر و مداحِ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان کے باپ شریک بھائی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام سُخطی تھا۔ یہ حا
بن لوذان کی بیٹی اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچیری
بھی تھیں۔

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ

حضرت حسّان کی والدہ : کا نام فریعہ بنت خالد بن حبیش بن لوذان تھا

فریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ قبیلہ خزرج سے مومنات طالبات میں سے تھیں۔ بعض مورخین کا کہنا یہ ہے کہ فریعہ خالد کی بیٹی نہیں بلکہ ہمشیرہ تھیں۔ اور یہی قول اس سابقہ روایت کے مطابق ہے کہ سخطی اور فریعہ عمّ زاد تھیں۔ قرین قیاس ہے اور اگر فریعہ کو خالد کی بیٹی قرار دیا جائے تو اس طرح رشتہ میں سخطی فریعہ کی پھوپھی ہوں گی۔

بعض حضرات نے حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ آپ معرکۂ اُحد کے بعد بھی حیات تھے۔ لیکن ابن اسحاق، طبرانی اور ابن البرقی نے آپ کو شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے آپ بیعت عقبہ ثانیہ اور جنگِ بدر میں بھی شریک تھے۔ علاّمہ واقدی نے کہا ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خندق و خیبر میں شریک تھے۔ ان کی تائید ابن زبالہ نے بھی کی ہے۔

حضرت اوس کی اُحد میں شہادت اور علامہ قسطلانی کا فیصلہ

علامہ ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سلسلہ میں ایک فیصلہ کن بات کہی اور فرمایا کہ غزوۂ اُحد میں حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی دلیل حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ دالیہ کا مطلع ہے۔

اَلاَ اَبلِغِ المستمِعِین لَوَ قُعَہٗ

بحق بہا شمط النِساء القِواعِدُ

ومنا قتيل الشعب اَوْسَ بن ثابت
شهيداً وَاسنٰى الذِكْرِ منه المُشاهد

حضرت حسّان کے لیے اعزاز: حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا دونوں اشعار کی داستان اور اشعار بھی ایسے شخص کی زبان سے نکلے ہوں جو مداح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جن کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھمَّ اَیِّدہٗ بِرُوحُ القُدُس

خداوندا ان کی رُوح القدس کے ذریعہ تائید فرما

ان شاعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا جس پر کھڑے ہو کر آپ ہجو کرنے والے کافروں کی ہجو کا جواب دیتے تھے ان کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ رُوحُ القُدُسِ مَعَ حَسَّان مَادَامَ نِیَافِحِ عَنِ رَسُولِ اللّٰہ

"بے شک روح القدس اس وقت حسّان کے ساتھ ہوتے ہیں جب تک کہ وہ گستاخ کافروں سے ہجو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدلہ لیتے ہیں اور ان کو شافی جواب دیتے ہیں۔"

آپ کے اشعار آثار صحابہ سے کم نہیں سمجھے جاتے لہٰذا آپ کی شہادت اور وہ بھی بدری بھائی کے بارے میں قابل اعتبار ہے اور علامہ واقدی کی تحقیق قابل غور ہے جن کا دور غزوۂ اُحد کے سو سال سے زیادہ بعد میں ہے۔

غزوۂ اُحد ۳ھ میں ہوا جبکہ علامہ واقدی سن ۱۳۰ھ میں متولد ہوئے اور سن ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت سعد بن الربیع بن

١١۔ **حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ :** عمرو بن ابی زہیر بن مالک
بن امرء القیس بن مالک بن الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصاری۔ ان
کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا بیعت عقبہ میں یہ اپنی قوم کے نقیب
تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر ان کا رشتہ
مواخات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استوار کرایا۔ یہ
بدری صحابی ہیں۔

اُحد کے معرکہ میں نہایت جانبازی کے

میدان اُحد میں جانبازی : ساتھ کفار کا مقابلہ کیا جس سے سارا جسم
زخموں سے چور چور ہو گیا۔ اور اسی حالت میں مقتولین میں گر گئے۔ حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو سعد بن الربیع کی خبر
لائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں
اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جب میدان کارزار میں آئے تو دیکھا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے
چور لاشوں کے درمیان زمین پر پڑے ہیں اور عالم سکرات میں ہیں۔ تھوڑی سی
جان جسم میں باقی ہے جب اُن کی نظر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پر پڑی تو سب سے پہلے اُس نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خیریت معلوم کی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا
الحمد للہ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخیریت ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حضرت سعد کے آخری کلمات : حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور میری قوم کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہوئے اور قوم کا کوئی فرد زندہ رہ گیا تو اللہ کے یہاں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا یہ الفاظ زبان سے نکلے اُدھر رُوح قفس عنصری سے پرواز کر کے عازم جنت ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت سعد کی لخت جگر بارگاہِ صدیقی میں

ام سعید بنت سعد بن ربیع فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو سرکارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لیے کپڑے کا فرش بچھایا اور مجھے اس پر بٹھایا۔ اس اثناء میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لائے اور مجھے فرش پر بیٹھا دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کس کی بیٹی ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ اس کی نورِ نظر ہے جو مجھ سے اور آپ سے بہتر تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ دریافت کیا کہ وہ کونسی شخصیت ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اُس کی بیٹی ہے جس نے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اپنی جان قربان کر کے جنت میں جگہ حاصل کر لی اور ہم آپ یہیں رہ گئے۔

حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ساتساتِ سعد: سعدوں میں سے ہیں جن کے بارے میں جعفر بن حبیب نے کہا ہے۔

اَدْرُوْنِی سَعُوْدًا کَالسعود الّتِی سِمُعْتُ
بمکۃ مَن اولاد عمرو بن عامر
اَقَامُوْا عمُوْدَ الدِّینِ حتّٰی تمکنت
قواعدہ باالمرھفات البوائر

وہ سعود سبعہ یہ ہیں (قبیلہ خزرج)

۱۔ سعد بن عبادہ ۲۔ سعد بن الربیع ۳۔ سعد بن عثمان ابو عبادہ

قبیلہ اوس :

۴۔ سعد بن معاذ ۵۔ سعد بن خثیمہ ۶۔ سعد بن عبید

۷۔ سعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۱۔ **حضرت خارجہ :** حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا بیعت عقبہ ثالثہ اور غزوہ بدر میں شریک تھے۔ آپ کا رشتہ مواخات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ استوار تھا۔ آپ کی دختر حضرت حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں اس طرح یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سسر بھی تھے۔ انہی کے بطن سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم حضرت سعد اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھیں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا تھا۔

حضرت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے ان کے قاتل کا نام صفوان بن اُمیہ تھا۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے انتقال کے بعد بھی زندہ کی طرح کلام فرمایا۔

۱۳۔ **حضرت سعد بن خارجہ** : یہ حضرت سعد بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے صاحبزادے تھے جو اپنے والد کے ساتھ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔

۱۴۔ **حضرت مالک بن سنان** : حضرت مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الابجر (خدرہ) بن عوف بن الحارث بن الخزرج انصاری۔

انصار کے قبیلہ خزرج کی خدری شاخ سے ہیں۔ مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ جنگ اُحد میں غراب بن سفیان نے شہید کیا۔

حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو منصب شہادت تو نہ ملا لیکن حدیث نبوی کا عالم ہونے کی وجہ سے اپنے والد گرامی سے زیادہ شہرت پائی۔ آپ کا نام سعد ہے لیکن اپنی کنیت اور قبیلہ کے نام سے زیادہ شہرت حاصل کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ اُحد میں کم سنی کی وجہ سے شرکت کی سعادت حاصل نہ ہوئی اور دوسرے صحابی زادوں کے ساتھ انھیں بھی واپس کر دیا گیا لیکن دوسرے معرکوں میں سرکارِ دو عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔
حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اجلّہ صحابہ میں ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں اُن سے روایت ہیں۔

خُدری کی وجہ تسمیہ: آپ کے جداعلیٰ ابجر بن عوف کا لقب خدرہ تھا۔ لہٰذا یہ خاندان اسی نسبت سے خدری کہلاتا ہے۔

۱۵۔ حضرت عتبہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت عتبہ بن الربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن الابجر (خدرہ) بن عوف بن الحارث بن خزرج انصاری خزرجی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

۱۶۔ حضرت سعد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت سعد بن سوید بن قیس (سوید بن عبید) بن الابجر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ ان کے بارے میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے کہ یہ جنگ اُحد میں شریک بھی تھے یا نہیں؟ لیکن موسیٰ بن عقبہ نے ان کا تذکرہ شرکائے اُحد میں کیا ہے اور ذہبی نے ان کو شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۱۷۔ حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: شجرہ نسب اس طرح ہے، عبید بن معلّی بن لوذان بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ عبید بن الابجر خدرہ۔ ان کا تعلق بھی انصار کے قبیلہ خزرج

کی خدری شاخ سے تھا اُن کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ جنگ اُحد میں شریک تھے یا نہیں؟ لیکن ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق یہ غزوۂ اُحد میں ہی شہید ہوئے۔

حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک

۱۸۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ۔

انصار کے خزرجی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ بدری صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں اور غزوۂ اُحد میں جام شہادت نوش کر کے داخلِ جنت ہوئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں دورِ جاہلیت میں ان کا نام حزن تھا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرما کر سہل رکھ دیا۔ صحابہ کرام اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت فرماتے ہیں۔ مشہور محدث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ ۹۶ھ میں سو[1] سال کی عمر میں تمام صحابہ کے بعد مدینہ منورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت نقب بن فروہ بن البدی

۱۹۔ حضرت نقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: انصاری کا تعلق انصار کے قبیلہ

---

[1] حساب سے ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوتی ہے۔ (محمد اطہر نعیمی)

خزرج کی ساعدی شاخ سے تھا۔ غزوۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا۔
آپ کے نام کے سلسلہ میں علمائے تاریخ مختلف الخیال ہیں ابونعیم نے آپ کا نام نقب لکھا ہے جبکہ ابن ماکولانی ثقب اور ابن قداح نسّابہ نے نقیب لکھا ہے اور ابن شاہین نے ثقیب لکھا ہے واللہ اعلم۔

۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔
عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ بن وقش بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ساعدی شاخ سے تھے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

۲۱۔ حضرت عبید بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ شخصیت انصار کے خزرجی قبیلہ کے ساعدی شاخ سے متعلق تھی۔ ان کے بارے میں بھی یہ اختلاف ہے کہ جنگ اُحد میں شریک تھے یا نہیں لیکن موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق کے مطابق آپ نے غزوۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۲۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاری کے قبیلہ خزرج کی بخاری شاخ سے تھے۔ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک کے چچا تھے۔ غزوۂ بدر میں کسی مجبوری کی وجہ سے شرکت نہ کرنے کے سبب افسوس کیا کرتے اور کہتے اگر اللہ نے کفار کے مقابلہ میں کسی جنگ میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائی تو خدا کی قسم دیکھنا کہ کیا کر دکھاتا ہوں۔

اُحد کے معرکہ میں چند صحابہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو تھے اسی اثنا میں انس بن نضر آئے اور دریافت کرنے لگے کہ جنگ سے علیحدہ ہو کر یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ لوگ کہنے لگے کہ زندگی میں کیا رکھا ہے تب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب زندگی تاریک ہو گئی ہے تو بیٹھے کیوں ہو اٹھو اور کافروں سے لڑ کر جان دے دو اور جس بات پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تم بھی عمل کرو۔

یہ باتیں کر کے تلوار سنبھالی اور کافروں سے لڑنے لگے۔ آپ نے اس انداز میں جنگ کی جس سے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے دوسروں کے ساتھ کیا ہوا لیکن خود ان کے چہرہ پر اس طرح زخم آئے جس سے وہ پہچانے نہ جا سکے۔ آخر کار اُن کی ہمشیرہ ربیع بنت نضر نے انگلیوں کے پوروں یا دانتوں کی نفاست سے پہچانا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ان کی کسی انگلی پر تل تھا جس کی وجہ سے ان کی بہن نے پہچان لیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو سفیان بن عویف نے شہید کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے کا نام حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جو خادم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو حمزہ رکھی تھی۔ دو سو چھیاسی حدیثوں کے راوی ہیں۔ جب ان کی عمر دس سال تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان کی والدہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

خدمت میں اُن کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں سرکار میں اپنے اس بیٹے کو لے کر اس لیے حاضر ہوئی ہوں تاکہ اسے آپ کی خدمت میں اس لیے پیش کروں تاکہ یہ آپ کی خدمت کرے۔ چنانچہ یہ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں حاضرِ خدمت رہے اور ہر موقع پر اس طرح جان نثاری کا ثبوت دیا جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

ان کی خدمت گزاری سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی و مسرور تھے۔ اُن سے کبھی کبھی مزاحًا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے یا ذا الاذنین اے دو کانوں والے۔ چونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ترکاری حمزہ مرغوب تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت بھی ابو حمزہ رکھ دی۔

حضرت انس کے عیال و مال کے لیے دُعائے برکت :

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال و عیال میں برکت کی دُعا فرمائی تھی جس کے ثمرہ میں ان کی اولاد کی تعداد سو سے متجاوز ہوئی۔ مال میں برکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ ان کی عمر بھی سو سال سے متجاوز ہوئی۔ نبی غیب دان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پردہ پوشی کے بعد مدینہ سے بصرہ منتقل ہو گئے تھے۔ سنہ ۹۱ھ یا سنہ ۹۳ھ میں بصرہ ہی میں راہی ملکِ بقا ہوئے۔

ان کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جن کیلئے باقاعدہ علیحدہ علیحدہ دفتر درکار ہیں۔

بن حارث بن علقمہ بن عمر

۲۵۔ حضرت ابو اسیرہ یا ابو ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بن کعب بن مالک بن مبذول انصار کے قبیلہ خزرج کی بخاری شاخ سے متعلق تھے۔ جب اُحد کے دن جنگ شروع ہوئی اور یہ دشمن کے مقابل ہوئے تو آپ اپنے مقابل سے اس طرح لڑ رہے تھے جیسے دو شیر آپس میں مزاحم ہوں پہلے تو یہ دست بدست لڑتے رہے۔ بعد میں دونوں آپس میں لپٹ پڑے۔ ابو اسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حریف کو پچھاڑ کر بکری کی طرح ذبح کر کے پھینک دیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُحد کے معرکہ میں پنج کلیان گھوڑے پر سوار تاک میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک لمبا سا نیزہ تھا۔ وہ انھوں نے ابو اسیرہ کی پشت پر مارا جو ان کے بدن کے پار ہو گیا۔ میدان میں گر کر شہید ہو گئے۔

اُس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو اسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا لے سنبھال! میں اپنے ساتھی کا بدلہ لینے آیا ہوں۔ حضرت ابو اسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر میں واپس ہوں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے جنگ اُحد میں مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ کافروں کے حق میں پلٹ دیا تھا۔ انھوں نے موقعہ نہ دیا۔ ایک دور وہ بھی تھا جبکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آشام تلوار سے بہت سے مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا تھا اور واصل جنت ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کفر کی تاریکی سے نجات حاصل کر کے اسلام کی ضو افشانیوں سے مشرف ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر ان کی تلوار کا زخم بھرا تو کافروں کے کشتوں کے پشتے

لگا کر سیف اللہ کا لقب حاصل کیا اور فضل الٰہی سے پورا پورا حصہ حاصل کیا۔

۲۶۔ حضرت عمرو بن مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عمرو انصار کے قبیلہ خزرج کی نجاری شاخ سے متعلق تھے جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔

۲۷۔ حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کا شجرہ نسب یوں ہے: عمرو بن قیس بن مالک بن کعب بن عبد الاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار۔ آپ نے بھی جنگِ اُحد میں شرکت کر کے جامِ شہادت نوش کیا۔

۲۸۔ حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ نعمان بن عمرو بن رفاقہ بن حارث بن سواد بن غنم بن مالک انصار کے قبیلہ سواد کے متعلق تھے۔ بیعت عقبہ سوئم میں موجود تھے۔ اُحد کے معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۹۔ حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق انصاری قبیلہ خزرج کی زرقی شاخ سے متعلق ہیں۔ بیعتِ عقبہ اول و دوم میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ سے مکہ واپس آ کر حاضر خدمت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وابستہ رہے۔ جب ہجرت کے احکام آئے اور صحابہ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے لگے تو آپ بھی عازمِ مدینہ ہوئے۔ اسی لیے انصاری کہلاتے ہیں ہیں۔ آپ بدر کے معرکہ میں شریک تھے اُحد کے معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بنی مازن بن نجار خزرجی کے

۳۰۔ حضرت کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: غلام تھے لیکن ابو عمرو نے
لکھا ہے کہ وہ بنی عدی کے غلام تھے بعض اہل سیر کے مطابق آپ انصار بنی مازن
کے غلام تھے۔ بہر حال آپ کا شمار انصار خزرج میں ہے۔ غزوۂ اُحد میں
شریک ہو کر جام شہادت نوش کیا۔

بن قیس بن خالد بن خلدہ بن

۳۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حارث بن سواد بن مالک بن
غنم انصار کے قبیلہ خزرج سے ہیں۔ غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل
کی اور غزوۂ اُحد میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کیا۔

بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد

۳۲۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن مالک بن غنم بن عدی بن
نجار انصار کے قبیلہ خزرج کی نجاری شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ بدر کے معرکہ
میں شرکت کا شرف حاصل کیا اور اُحد کے معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب

۳۳۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن
نجار۔ انصار کے قبیلہ خزرج کی مازنی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ موسیٰ
بن عقبہ نے انھیں شریک بدر اور شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے۔

بن امیہ بن زید بن حساس بن

۳۴۔ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مالک بن عدی بن عامر بن
غنم بن عدی بن نجار انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔
مشہور صحابی حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد بزرگوار تھے۔

ن عقبہ نے انھیں بدری صحابی لکھا ہے۔ حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث مروی ہیں۔
حضرت حمید بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان سے حدیث روایت کرتے تھے۔ بعض لوگوں کے مطابق حضر
ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دورِ جاہلیت میں شہاب کے نام سے پکارے
جاتے تھے لیکن جب ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تو حضور سیّد
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا نام ہشام رکھا۔ حضرت ہشام رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
جب میرے والد حضرت ہشام بن عامر اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرمایا کرتیں نعم المرءُ
کان عامر اصیب یوم احد۔ عامر بہت اچھے آدمی تھے جنھوں نے
احد کی جنگ میں حصہ پایا۔

جنگ کابل اور حضرت ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ابن مبارک نے جعفر بن زید
کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب ہم کابل کی جانب عازمِ جہاد ہوئے تو
ہمارے لشکر میں حضرت صلہ بن اشیم اور ہشام بن عامر بھی تھے۔ دونوں
نے پہلے ایک مصنوعی جنگ کا مظاہرہ کیا اور دونوں قتل ہو گئے۔ دشمنانِ
اسلام نے جب یہ معرکہ دیکھا تو کہنے لگے کہ ان عربوں نے مصنوعی جنگ
کے مظاہرے میں جانیں دے دی ہیں۔ اگر یہ ہم سے اصل جنگ کرتے
تو معلوم کیا حال ہوتا۔ چنانچہ دشمنانِ اسلام مرعوب ہو کر پسپا ہو گئے۔

۲۵۔ حضرت عامر یا عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن مخلد بن حارث بن سواد

بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار۔ ان کا تعلق بنی خزرج سے تھا بدری صحابی ہیں۔ اُحد کے معرکہ کارزار میں جامِ شہادت نوش کیا۔ عمارہ بن مخلد کو موسیٰ بن عقبہ نے شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے لیکن ابن اسحاق نے عامر بن مخلد کو بدری صحابی لکھا ہے اور ان کی شہادت میدانِ اُحد میں ثابت کی ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں مورخین کا اختلاف ہے کہ حضرت عامر و عمارہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ ہیں۔ ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ عامر و عمارہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۳۶۔ حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عمرو بن یزید انصاری خزرج قبیلہ کی بخاری شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن عائذ کے مطابق معرکۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۳۷۔ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کا تعلق بنی عمرو بن مالک کے خاندان سے تھا۔ عبدالبر نے لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد میں شہادت پائی۔

۳۸۔ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ: غزیہ بن عمرو انصاری خزرجی بخاری کے غلام تھے ابو عمرو نے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا۔ رافع کے آقا غزیہ کا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ غزیہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ یہ جناب سراقہ بن عمرو کے بھائی ہیں جو بیعت عقبہ اور معرکۂ اُحد میں شریک ہوئے اور غزوۂ موتہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۳۹۔ حضرت جلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بقول جلیب بن زید بن تیم اور ابن ابی حاتم کے بن تیم بن اسید انصاری انصار مدینہ کی خزرج کی البیاضی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی شہادت کے بارے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے ابن شاہین نے انھیں غزوۂ اُحد کا شہید لکھا ہے۔

۴۰۔ حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ بن حارث بن ثعلبہ بن کعب بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار انصار کے قبیلہ خزرج کی بخاری شاخ کے ایک فرد تھے۔ معرکہ بدر میں بھی حاضر تھے اور معرکہ اُحد میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ بعض تذکرہ نویسانِ بخاری کے مطابق حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ خیبر میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۴۱۔ حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عمرو بن حدیدہ بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری خزرجی سلمی۔ بیعت عقبہ و غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی اور معرکہ اُحد میں شہید ہوئے بعض اہل سیر نے آپ کا نام سلیم کی بجائے سلیمان لکھا ہے[۱]

۴۱۔ حضرت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ جناب سلیم بن عمرو (جن کا تذکرہ ۴۱ پر کیا گیا ہے) کے غلام تھے

---

[۱] چالیس و اکتالیس نمبر کے ذیل جن دو صاحبان کا ذکر ہے۔ ان کے شجرہ نسب کے فرق کے علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ جناب سلیم میں عمرو کو بعض مورخین نے سلیمان بھی لکھا ہے۔

اور موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق کے مطابق غزوۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۳۔ حضرت عنترہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ بھی حضرت سلیم (جن کا ذکر ۱۲۹ پر کہا گیا ہے) ہی کے غلام تھے لیکن ابن ہشام نے انھیں بنی تمیم بن کعب بن سلمہ کا حلیف لکھا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں ان کا شمار انصار مدینہ کی خزرجی سلمی شاخ میں کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عنترہ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی اور معرکۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ انھیں نوفل بن معاویہ دیلی نے شہید کیا۔

۴۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن سالم (حبلی) بن غنم بن عوف بن خزرج انصار کے قبیلہ خزرج کے سالمی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت رفاعہ کی کنیت ابو الولید اور عرفیت ابن ابی الولید تھی۔ ان کے دادا[2] زید کی کنیت بھی ابی الولید تھی۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شرکت کی تھی لیکن شہادت کا شرف اُحد کے معرکہ میں نصیب ہوا۔

۴۵۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزی بن عدی بن سالم (حبلی) بن غنم بن عوف بن خزرج انصار مدینہ کے خزرجی قبیلہ کی سالمی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اُحد کے معرکہ میں شہادت کا اعزاز حاصل کیا۔

---

[2] شجرۂ نسب کے لحاظ سے حضرت زید حضرت رفاعہ کے والد ہوتے ہیں نہ کہ دادا جیسا کہ جناب مصنف نے لکھا ہے۔ (محمد اطہر نعیمی)

۴۔ حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عبد اللہ بن ثعلبہ بن فضلہ بن مالک بن علاء بن زید بن الم (حبلی) بن غنم بن عوف کا انصار کی خزرجی قبیلہ کی سالمی شاخ سے تعلق تھا۔ بدری صحابی تھے۔ اُحد کے معرکہ میں سفیان بن عویف کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شجرۂ نسب میں اہلِ سیر کا اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت نوفل بن عبد اللہ اور ابن عبد البر نے نوفل بن ثعلبہ بن عبد اللہ لکھا ہے لیکن حقیقت کا علم رب العالمین کو ہے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ اُحد کے معرکہ میں جام شہادت نوش کیا۔

۴۔ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق۔ یہ انصار کی خزرجی زرقی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ بدر کے معرکہ میں دادِ شجاعت دی اور اُحد کے معرکہ میں جام شہادت نوش کیا۔

۴۔ حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ارقم بن زید (یزید) بن قیس بن نعمان بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج۔ آپ بھی دوسرے مجاہدین کی طرح قبیلہ خزرج ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ بقول ابن اسحاق معرکہ اُحد میں داخلِ جنت ہوئے۔

۵۔ حضرت اَوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن

مالک بن اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصار کی خزرجی شاخ سے تعلق
رکھتے تھے۔

حضرت اوس بن ارقم کے حالات

مشہور راوی حدیث صحابی رسول حضرت زید بن ارقم کے بھائی تھے
ابن اسحاق کے بقول جنگ اُحد میں شہادت پائی۔ حضرت زید بن ارقم کو
کم عمری کے معرکہ میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ کیا گیا۔ حضرت زید بن ارقم کی کنیت
ابو عمرو یا ابو عامر تھی۔ اُنھوں نے پہلی مرتبہ غزوۂ خندق میں شرکت کی
اس غزوہ کے بعد سترہ۱۷ غزوات میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
بہت سی احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت زید
ان کے مکاتب غلام انس اور دوسرے لوگوں نے حدیث نبوی سنی
اور روایت کی۔

۵۱۔ **حضرت ابو خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** بن قیس بن حزن بن عدی بن مالک بن سالم بن عوف
بن مالک انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ عمرو نام تھا لیکن
کنیت سے زیادہ مشہور تھے۔ بدر کے معرکہ میں شریک تھے لیکن وعدہ الٰہی
معرکہ اُحد میں پورا ہوا اور اُنھوں نے اس معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا

۵۲۔ **حضرت ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** بن عمرو بن کعب جہنی بعض لوگوں کے مطابق ضمرہ بن بشر اور بعض
نے ضمرہ بن بشیر لکھا ہے آپ کسی قبیلہ کے حلیف تھے لیکن کس قبیلہ سے تعلق

.اس کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے بنی عمرو بعض نے بنی ساعدہ
ن نے بنی ظریف لکھا ہے ۔ معرکۂ بدر میں حاضر تھے لیکن شہادت کی سعادت
ری جنگِ اُحد میں حاصل ہوئی ۔

بن حسحاس بن عمرو بن عمارہ

. حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- بن مالک بن عمرو بلوی
لیم یا بنی غنم کے حلیف تھے ۔ معرکہ بدر میں شریک تھے اُحد کے معرکہ
شہید ہوئے اور مجذر بن ذیاد اور نعمان بن مالک کے ساتھ ایک ہی قبر
مدفون ہو گئے ۔

عبداللہ بن زیاد بن عمرو بن اخزم بن عمرو بن

. حضرت مُجذّر رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- عمارہ بلوی قبیلہ خزرج سے
قے تھے ۔ بنی غنم کے حلیف تھے ۔ بدری صحابی ہیں معرکہ اُحد میں اپنے
ے حارث بن سوید بن صامت اوسی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا اس
نت نے انھیں دغا دیا جس کے نتیجہ میں شہادت کا شرف حاصل ہوا
کا نام عبداللہ تھا مگر مجذر کے نام سے مشہور تھے ۔

وید کے دغا کی تفصیل

عربوں کی فطری جبلت کے مطابق اوس و خزرج قبائل کے درمیان
دت تھی اور اس عداوت میں اضافہ کا سبب یہ ہوا کہ جناب مجذر نے
شخص سوید بن صامت اوسی کو جو ضعیف العمری کے باوجود شراب نوش
پیشہ ور چور تھا قتل کر دیا ۔ اسی قتل کی وجہ سے قبل نبوت اوس و خزرج
ل میں جنگ جاری ہوئی اور جنگ میں قبیلہ اوس خزرج پر حاوی رہا ۔

جیسا کہ سابقہ سطور میں لکھا جا چکا ہے کہ ان کا
مجذر کی وجہ تسمیہ: اصل نام عبداللہ تھا لیکن موٹے اور پستہ قد ہونے کی
سے یہ مجذر کے لقب سے مشہور تھے۔

شہدائے اوس

۱۔ حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- بن نعمان بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل
بن جشم بن حارث بن خزرج بن النبیت بن اوس۔ انصار کے قبیلہ اوس
اشہلی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کے بھائی حضرت سعد مشہور بدری صحابی ہیں۔ معرکہ اُحد میں جو
کے عالم میں جبکہ ان کی عمر بتیس سال تھی۔ شرکت کی حضرت عمر فاروق کے بھا
ضرار بن خطاب نے نیزے سے ایسا کاری وار کیا کہ نیزہ ان کے جسم سے پار
گیا اور ضرار نے ابو عمرو سے طنزیہ انداز میں کہا لا تعدمن رجلا یز
من الحور العین یاد رہے کہ ضرار بن خطاب کو اسلام کا شرف حا
نہیں ہوا تھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کر
نے اسلام سے مشرف فرمایا تھا اس لیے ضرار نے اُحد کے معرکہ میں
اپنے بھائی کے بھی نیزہ مارا اور کہنے لگے کہ یہ نیزہ نعمت مشکورہ (لیع
کافروں کی فتح اور مسلمانوں کی شکست کا انعام) ہے نیزہ مارنے کے
ضرار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے صرف تمہیں انعام
نوازنا مقصود تھا۔ خدا کی قسم تمہارے قتل کا ارادہ نہ تھا۔ حالانکہ حقیقت

تھی کہ اس کا یہ وار کارگر نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی مدت حیات ابھی ختم نہ ہوئی تھی اس لیے یہ وار کارگر نہ ہو سکا۔

۲۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن انس بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل۔ ان کا تعلق بھی قبیلہ اوس کی اشہل شاخ سے تھا۔ آپ نے معرکہ بدر میں شرکت کی تھی اور میدان اُحد میں جامِ شہادت نوش کر کے حیاتِ ابدی حاصل کی۔

۲۔ حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن سکن بن رافع بن امرء القیس و قبیلہ اوس کی اشہلی شاخ سے تعلق تھا۔ ابن کلبی کی تحقیق کے مطابق معرکہ بدر میں موجود تھے۔ معرکہ اُحد میں جب کفار نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد گھیرا ڈالا اور اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو ہم پر اپنی جان کی بازی لگا دے اور دنیا کے بدلے حیاتِ آخرت خریدے اس وقت انصار مدینہ کے پانچ جانباز آگے آئے ان میں حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ ان جاں نثاروں نے دشمنوں کا بھرپور مقابلہ کیا۔ حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دوسروں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی جرأت کا ثبوت دیا لڑتے لڑتے سارا جسم زخموں میں چور ہو گیا اور تھک گئے۔ اسی اثنا میں انصاریوں کا ایک گروہ آ گیا۔ ان سب نے مل کر کافروں کا حلقہ توڑ دیا اور کافروں کو دور بھگا دیا۔ ان کافروں کے بھاگنے کے بعد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو زخموں سے چور پڑے ہوئے تھے۔ اپنے پاس بلوایا اور اپنے قدموں کے قریب ٹیک لگا کر بٹھایا

توحضرت زیادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی تمنا بر آئی اور قدم پائے ناز سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

بہ چہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے کہ بوقتِ جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

۴۔ حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- بن زیاد (ان کے والد کا ذکر اوپر گزرا) اُنھوں نے معرکہ بدر میں شرکت کی تھی۔ معرکہ اُحد میں لڑتے لڑتے زخمی ہوئے۔ ان کے جسم پر چودہ زخم لگے جس کے صدمہ سے نہایت مضمحل ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بھی اپنے قدموں میں جگہ عطا فرمائی۔ اسی حالت میں طائرِ روح قفس عنصری سے پرواز کی۔ کسی شاعر نے اس منظر کو کس پیارے انداز میں بیان کیا ہے اور دونوں باپ بیٹے کے جذبات کی عکاسی کی ہے:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس مضمون کو فارسی کے شعر میں ملاحظہ کریں:

گر نثار قدم یار گرامی نہ کنم
گوہر جان بچہ کارے دگرم باز آید

(اگر یار گرامی قدر پر اپنی جاں نثار نہ کروں تو جان کا قیمتی موتی میرے کس کام آئے گا۔)

۵۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- بن عبد الاشہل۔ یہ قبیلہ اوس کی اشہلی شاخ کے فرزند ہیں۔ بعض لوگوں نے ثابت کی بجائے رفاعہ بن وقش بن زغبۃ بن زعوراء بن دقش کہا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معرکہ اُحد میں جانے سے قبل عورتوں
اور بچوں کو مدینہ طیبہ کے قلعہ میں یا ایک اونچے ٹیلہ پر جمع کیا اور حضرت ثابت یا
رفاعہ بن وقش اور الیمان ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کا نگران مقرر فرما
کر مدینہ میں قیام کا حکم دیا۔ اس تقرر میں یہ مصلحت کار فرما تھی کہ یہ دونوں ضعیف
العمری کی وجہ سے میدان جنگ میں جوہر شجاعت دکھلانے کے قابل نہ رہے تھے۔
مسلمانوں کے شعار کے مطابق فرمان نبوی پر ان دونوں حضرات نے گردنِ اطاعت
خم کر دی لیکن دل میں جذبہ شہادت موجزن تھا۔ یہ دونوں آپس میں باتیں کرنے
لگے۔ ایک نے دوسرے سے کہا لَا اَبَ لَکَ تیرا باپ مر جائے (یہ کلمہ
عرب کے معاشرہ میں غیرت دلانے کے لیے کہا جاتا ہے جس کا مفہوم مختلف انداز
میں لیا جاتا ہے کہ اس کا باپ نامعلوم ہے یا وہ شخص بے آسرا ہے) یہ دونوں حضرات
آپس میں کہنے لگے کہ ہمارا رہ جانا باعثِ شرم ہے اور بڑی ندامت ہے کہ ہم اپنے
ہم چشموں ہمدم اور رفیقوں سے علیحدہ رہیں۔ ہمارے لیے دنیا میں اب کیا رکھا
ہے ہم تو چراغِ سحری ہیں آج داعی اجل نے آپکارا تو چل نکلیں گے۔
چنانچہ جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر دونوں اضطرار کے عالم میں وہاں سے
چل دیئے اور میدان اُحد میں آتے ہی لشکرِ کفار پر حملہ کیا۔ حضرت ثابت رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی منتظر تھی۔ میدان اُحد میں آتے ہی لشکرِ کفار پر حملہ کیا حضرت
ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں حیاتِ سرمدی آئی اور انھوں نے میدان
اُحد میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جامِ شہادت
سے سرفراز ہوئے۔ الیمان ابو حذیفہ کا تذکرہ انصار کے حلیفوں کے تذکرہ
کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔
حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامِ شہادت تنہا نوش نہیں کیا بلکہ

اپنے ساتھ اپنے نورِ نظر اور لختِ جگر بیٹے کو بھی قربان کر دیا۔

بن وقش بن زعورا بن

۶۔ حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ عبد الاشہل۔ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ بھی بنی اشہل سے تھے ان کا لقب اصرم یا اصیرم تھا بعض سیر نگاروں نے انھیں عمرو بن ثابت کا بیٹا ثابت نہیں کیا بلکہ انھیں ایک علیٰ شخصیت شمار کیا ہے اور ان کی ولدیت وقش بتائی ہے۔

آپ کی والدہ الیمان کی بیٹی اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمشیرہ تھیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سیرت نگار لکھتے کہ یہ اسلام کے منکر اور سخت شقی القلب دشمن تھے لیکن مقلب القلوب قلب ماہیت فرمائی اور ان کا دل کفر سے اسلام کی جانب پھیر دیا۔

عمرو کا ایمان

قدرت خداوندی نے سعادت سرمدی سے سرفراز فرمایا تو عین لڑائی وقت میدان اُحد میں تشریف لائے۔ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر کفر سے توبہ کی کے حلقہ بگوش ہو کر تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جھمگٹ میں گھس کر تلوار آبدار جوہر دکھانے لگے زخمی ہوئے اور زمین پر گر گئے۔ جب مقتولین کو جمع کیا تو ان میں ابھی سانس کی رمق باقی تھی لوگوں نے دریافت کیا کہ تمھیں یہاں لایا (یعنی تم تو دائرہ اسلام میں داخل نہ تھے) حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے یہاں اسلام لایا ہے۔ اللہ اور اس کے حبیب رسول اکرم تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ کافروں سے جنگ کی اب خداوند کریم نے شہادت کی سعادت سے سرفراز فرمادیا یہ کہتے ہوئے ان کی روح قفس

ے پروانہ کر گئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ا کی خیریت دریافت فرمائی اور انھیں ان کی شجاعت کی خبر ہوئی تو آپ
ے فرمایا :

اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

"بیشک وہ جنتیوں میں سے ہیں ۔"

سبحان اللہ ایسی خوش قسمتی کہ ایک سجدہ نہ کیا ایک بھی روزہ نہ رکھا
ان اسلام میں کسی پر عمل نہ کیا لیکن جنت کا پروانہ مل گیا ۔

ایمان اور اعمال کی بس جان محمد ہیں !

ضرت ابوھریرہ اور عمرو کا ایک لطیفہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہیلی اور چیستان کے طور پر لوگوں
ے دریافت فرمایا کرتے تھے بتاؤ وہ کون شخص ہے جس نے خدا ئے
ل و برتر کی بارگاہ میں نماز کے لیے ایک مرتبہ بھی جبین نیاز نہ جھکائی
اور ایک بھی سجدہ ادا نہ کیا ہو ۔ پھر بھی اسے جنت میں داخلہ کا پروانہ
لیا ۔ جب لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر
وش رہتے تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص عمرو بن ثابت بن وقش اشہلی
ے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

بعض مؤرخین نے وقش کی جگہ وقیش اور بعض نے اقیش بھی لکھا
ہے ۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : بن ثابت بن وقش بن زغبۃ بن زعور
بن عبد الاشہل انصاری اوسی

اشہلی شاخ سے تھے۔ بدر کے معرکہ میں حاضر ہونے والوں میں سے ہیں
میدان اُحد میں جنگ کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا اور شہادت سے
سرفراز ہوئے۔ خود بھی سرفراز ہوئے اور اپنے بھائی کو اسی شرف سے
ہم کنارہ کرایا۔

۸۔ **حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** حضرت سلمہ (جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے) کے بھائی
ہیں۔ طبرانی وغیرہ نے انھیں بھی شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے۔

۹۔ **حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** یہ بھی جناب ثابت بن وقش کے بھائی ہیں جن کا تذکرہ
۵ پر کیا گیا ہے۔ یہ معرکہ اُحد میں شریک تھے اور حضرت خالد بن ولید کے
ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔

۱۰۔ **حضرت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** بن قیظی بن عمرو بن سہل بن مخرمہ بن قلیع بن جریش بن
عبد الاشہل قبیلہ اوس کی اشہلی شاخ سے تھے۔ بدر کے معرکہ میں شریک
تھے۔ میدان اُحد میں جامِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

ان کے نام کے سلسلہ میں مورخین مختلف الخیال ہیں۔ بعض نے حباب
بعض نے خباب اور بعض نے جناب بھی لکھا ہے۔

ان کے والد کے نام کو بعض حضرات نے قیظی اور بعض نے قیطی
لکھا ہے۔

حضرت حباب نے اکیلے ہی میدان اُحد میں سعادت سرمدی حاصل
کی ان کے بھائی بھی اس سعادت میں ان کے شریک رہے۔

. حضرت صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- یہ حضرت جناب خباب کے بھائی ہیں ان دونوں بھائیوں نے سعادت رمدی کے حصول کے لیے اُحد کے معرکہ میں شرکت کی اور دونوں بھائیوں ے رتبۂ شہادت پایا۔ حضرت صیفی کو جامِ شہادت ضرار بن خطاب ے ذریعہ نصیب ہُوا۔

. حضرت عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن سہل بن مخزمہ بن قلیع بن جریش بن عبد الاشہل اسی لہ سے متعلق ہیں جن کا تذکرہ اُوپر کے حالات میں بیان کیا گیا ہے یہ ب اُحد میں صفوان بن اُمیّہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

. حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن اوس بن عتیک۔ قبیلہ اوس کی بنی اشہل شاخ سے تعلق تے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ نے آپ کی شہادت میدان اُحد میں بیان کی ہے جبکہ کلبی نے آپ کو جنگِ خندق میں جامِ شہادت نوش کرتے ہوئے مل بحق ثابت کیا ہے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- بن اوس بن زعورا بن عبد الاشہل ابو الاسود نے آپ کو اُحد کے ب صحابہ میں شمار کیا ہے جبکہ ذہبی نے آپ کو شہدائے اُحد میں ن کیا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- بن رومی بن وقش بن زغبہ انصاری اشہلی بدر میں حاضر تھے عار کے معرکہ میں شہادت نصیب ہوئی۔

۱۶۔ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ بن زید (یا یزید) بن کرز انصاری اشہلی بدر میں حاضر ہونے والے صحابہ میں شامل ہیں۔ میدان اُحد میں شہید ہوئے۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی وفات ۳ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم

۱۷۔ حضرت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ بن سکن بن رافع بن امرء القیس بن عبد الاشہل۔ معرکہ بدر میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی معرکہ اُحد میں بھی حاضری کا شرف ملا اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۸۔ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ بن یزید بن سکن بن رافع۔ بن امرء القیس بن عبد الاشہل آپ کے والد حضرت یزید (جن کا تذکرہ اُوپر کی سطور میں کیا گیا ہے) کے ساتھ معرکہ اُحد میں حاضر ہوتے اور والد محترم کے ساتھ شہادت کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۔ حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ بن تیہان بن مالک۔ بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوذ انصاری۔

بیعت عقبہ سوم اور غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اپنے نام عبید کے علاوہ عتیک کے لقب سے ملقب تھے۔ معرکۂ اُحد میں حاضر ہوئے دادِ شجاعت دی اور عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۲۰۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ : بن حارث بن قیس بن زید بن ضبیعہ بن زید

مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ۔ آپ کی کنیت ابو النبات تھی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی صاحبزادیوں سے بے انتہا محبت کرتے تھے ۔ بدر کے معرکہ میں شریک تھے ۔ معرکہ اُحد میں اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میدانِ جنگ میں کافروں سے جہاد بھی کروں گا لیکن درمیان میں لڑکیوں کو دیکھ کر آیا کروں گا ۔ لیکن جب چند مسلمانوں کی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرنے لگے خداوندا میں اب اپنی بیٹیوں کے پاس جانا نہیں چاہتا میری تمنا یہ ہے کہ میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا جان دے دوں ۔ چنانچہ آپ کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں مستجاب ہوئی اور اسی معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا ۔ بعض مورخین کا کہنا یہ ہے کہ آپ نے جنگِ خیبر میں شہادت پائی ۔ واللہ اعلم ۔

۲۱ ۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؛ بن عمرو (ابی عامر) بن صیفی بن مالک بن اُمیّہ بن ضبیعۃ

بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس ۔ ان کے والد بزرگوار کے نام میں راویوں کا اختلاف ہے بعض نے عبد عمرو لکھا ہے ۔ ان کی کنیت ابی عامر تھی اور اس سے زیادہ مشہور تھے زمانہ جاہلیت میں ابی عامر کو راہب کے لقب سے شہرت حاصل تھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابی عامر کو راہب کی بجائے فاسق فرمایا کرتے تھے ۔ یہ کتب سماویہ کا عالم تھا ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت اور دینِ حنیف کا تذکرہ کتب سماویہ کے حوالہ سے کرتا تھا لیکن جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس پر حسد کا غلبہ ہوا اور بعثت نبوی کا انکار کرنے لگا کہ جس پیغمبر کی تشریف آوری کی بشارت تھی وہ آپ کی ذات (اقدس)

نہیں ہے بلکہ آپ کے علاوہ کوئی اور مبعوث ہو گا۔

ابی عامر کی گفتگو

ایک دن ابی عامر نے سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یہ کون سا دین ہے جسے آپ لائے ہیں حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہی دینِ حنیف ہے۔ ابی عامر کہنے لگا کہ آپ نے دین میں اضافہ کیا ہے اور کچھ باتیں بڑھادی ہیں جو دینِ حنیف میں نہ تھیں حضور نبی پاک کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلْ جِئْتُ بِهَا وَجْهًا

میں اس کو ویسا لایا ہوں جیسا کہ وہ اصل حالت میں تھا

یہ سن کر وہ بدبخت کہنے لگا خداوندا آپ کو (حضور علیہ السلام کی جانب اشارہ کر کے) غربت میں موت سے ہمکنار کرے اس گستاخ وہ دریدہ دہن کی بات سن کر سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند جھوٹے کے ساتھ ایسا ہی کرے چنانچہ جس طرح مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا تھا ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔ یہ مردار مدینے سے مکّے چلا گیا اور اہل مکّہ سے رشتہ دوستی استوار کر کے معرکہ اُحد میں کفار مکّہ کے ساتھ شرکت کی۔

مسلمانوں سے مقابلہ کرنے والا پہلا فرد

یہی مردود سب سے پہلے مسلمانوں سے مقابلہ میں نکلا اور جب کفار کو ہزیمت ہوئی تو بھاگنے والوں میں بھی یہی مردود سب سے آگے تھا۔ بعد میں کفّار کے ساتھ مکّہ واپس آگیا۔ یہاں سے روم شرقی کے دارالسلطنت

قسطنطنیہ آگیا۔ ۹ھ یا ۱۰ھ میں عسرت و تنگ دستی کے عالم میں واصل جہنم ہوا۔ شاہِ قسطنطنیہ ہرقل نے اس کا متروکہ کنانہ بن عبدیالیل ثقفی کو دلا دیا۔

اسی عامر فاسق کے نورِ نظر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ ایک دن اس فرزند گرامی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میرے باپ کی اسلام دشمنی بڑھتی جا رہی ہے اگر اجازت ہو تو میں اس کو قتل کر دوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کرنا مناسب نہیں ہے

غسیلِ ملائکہ

اُحد کے معرکہ سے ایک دن قبل حضرت حنظلہ نے مشہور منافق عبداللہ بن ابی سلول کی بیٹی جمیلہ سے رشتہ ازدواج قائم کیا تھا۔ پہلی ہی رات کو اپنی بیوی سے خلوت کی علی الصبح کو رحیل (کوچ) کا نقارہ سنا تو جوشِ جہاد میں بغیر غسلِ جنابت ہتھیار اٹھائے اور رزمگاہ کو روانہ ہو گئے۔ جس وقت میدانِ اُحد میں پہنچے تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مجاہدین کی صفیں درست فرما رہے تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک صف میں شامل ہوئے اور ابوسفیان بن حرب سے مقابلہ کرنے لگے اور ایسا مقابلہ کیا کہ پہلے تو ابوسفیان کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ ابوسفیان کو قتل کرنے والے ہی تھے کہ اس نے شور مچانا شروع کر دیا مجھے بچاؤ میں ابوسفیان مصیبت میں ہوں مجھے بچاؤ! اتفاقاً سواد بن شعوب کو ہوش آیا اور وہ ابوسفیان کی مدد کو آگیا۔ اس نے آکر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا اور اس کا وار ایسا کاری تھا جس سے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

بعد میں حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ابو اسد ساعدی فرماتے ہیں میں زبان رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات سنتے ہی فوراً شہداء کی نعشوں کی طرف آیا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو دیکھا تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ واپس آکر تمام ماجرا حضور سید عالم نبی معظم علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تو آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت حال اُن کی بیوی سے معلوم کی جائے۔ ابو اسد ساعدی فرماتے ہیں میدانِ اُحد سے واپسی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خاتون کو جمیلہ بیوہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر حقیقت حال دریافت کرائی تو اس ایک رات کی بیوہ نے بتایا کہ حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جہاد کے مشتاق تھے ادھر انھیں غسل کی بھی حاجت تھی مگر وہ شوقِ جہاد میں بغیر غسل کیے میدانِ جنگ کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب غسیل الملائکہ تھا۔

۲۲۔ **حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ**:۔ بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن الحارث بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف انصاری اوسی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور معرکۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش فرما کر حیاتِ ابدی حاصل کی۔

۲۳۔ **حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**:۔ بن جبیر بن نعمان بن اُمیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس انصاری یہ وہی جانباز صحابی ہیں جنھیں معرکہ

اُحد میں حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کا قائد بنا کر اُحد کی گھاٹی پر متعین فرمایا تھا اور یہ ہدایت کی کہ جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

پہلے ہی معرکے میں جب کافروں کو ہزیمت ہوئی اور مسلمان مجاہدین کافروں کا سامانِ غنیمت سمیٹنے لگے تو ان پچاس تیراندازوں میں سے بعض کے دلوں میں وسوسۂ شیطانی سے لالچ آیا کہ یہ لوگ بھاگنے والوں کا مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں اور ہم یہاں کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ لالچ کا زور بڑھا تو فرمانِ نبوی کو بھلا بیٹھے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب منظر کشی فرمائی ہے۔

بدوزد طمع دیدہ ہوش مند

لالچ عقل مند کی بصارت و بصیرت ختم کر دیتی ہے۔ یہ لوگ اپنی جگہوں سے ہٹ کر میدانِ جنگ کی طرف چلے۔ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں روکنے کی بہت کوشش کی فرمانِ نبوی یاد دلایا لیکن اکثر نے ان کی بات نہ سُنی۔ صرف دس تیرانداز اپنے مقام پر ثابت قدم رہے بقیہ چالیس لالچ میں آکر وہاں سے میدانِ جنگ میں آ گئے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ حضرت خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے جب دیکھا کہ گھاٹی تیراندوں سے خالی ہو رہی ہے تو اُنھوں نے پلٹ کر وادی کا رُخ کیا۔ حضرت ابنِ جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان دونوں کو اُوپر سے آتے دیکھا تو اپنے تیراندازوں کو تیار کر کے کھڑا کیا اور انھیں روکنے کی کوشش کی لیکن دس تیرانداز کافروں کی اس فوج کو جس کی قیادت خالد اور عکرمہ جیسے آزمودہ کار کر رہے تھے نہ روک سکے لیکن اس کے باوجود اُنھوں نے ان کافروں کا

بھرپور مقابلہ کیا۔ اسی مقابلہ میں حضرت ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی مشرک نے ایسا تاک کر تیر مارا جو ان کے پیٹ میں لگا اور آر پار ہو گیا ان کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ ان کے ساتھی تیر انداز بھی زخمی ہوئے۔ مشرکوں نے حضرت عبداللہ ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کے ساتھ نا زیبا حرکتیں کیں۔ اسی حالت میں ان کو برہنہ کیا مُثلہ کیا۔ ان مشرکوں نے وادی کے محاذ تیر اندازوں کو ختم کر کے ان مسلمانوں پر پلٹ کر حملہ کیا جو مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول تھے۔ اس حملہ میں مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ حالت ہوئی وہ گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

۲۴۔ حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ بن حارث بن مالک بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امرء القیس بن مالک بن اوس انصاری۔ یہ محترم حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد بزرگوار ہیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سعادتِ ابدی معرکہ اُحد میں نصیب ہوئی۔ ہبیرہ بن ابی وہب کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔

۲۵۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن حاطب بن عمرو بن عبید بن اُمیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس انصاری کا شمار ان بزرگ صحابہ میں ہوتا ہے جو جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور کفار کا مقابلہ کیا۔ معرکہ اُحد میں دادِ شجاعت دینے حاضر ہوئے تو قسمت نے یاوری کی اور حیاتِ سرمدی کا انعام مِلا۔ میدان کارزار میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔

بن سہل بن حارثہ بن قیس بن

۲۶۔ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- عامر بن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف انصاری اوسی ان کے بارے میں مورخین مختلف الرائے ہیں کہ ان کی وفات کہاں ہوئی لیکن طبری، ابن شاہین اور ابن القداح اس رائے کے قائل ہیں کہ میدان اُحد میں شہادت نصیب ہوئی اُنھوں نے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے۔

بن حاطب بن عمرو بن اُمیہ انصاری

۲۷۔ حضرت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- اوسی ان کے بارے میں مورخین نے مختلف رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے تو یہ کہا کہ یہ معرکہ احد کے شہداء میں شامل نہیں تھے اس لیے شہادت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ابو موسیٰ نے انھیں شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے۔

بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ

۲۸۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- بن حارثہ بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری۔ یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب کے چچا تھے۔ ابو عمرو نے آپ کا تذکرہ شہدائے جنگ یمامہ میں کیا ہے جبکہ بعض دوسرے تذکرہ نویسان مغازی نے ”آپ کا نام شہدائے جنگِ اُحد میں بتایا ہے۔ براء بن عازب بن عدی کی کنیت ابو عمرو یا ابو عمارہ ہے۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ خود بھی صحابی تھے اور صحابی زادہ بھی تھے۔ ان کے والد حضرت عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قدم بوسی کی سعادت حاصل تھی۔

ابنِ کلبی نے ان کے شجرۂ نسب میں مجدعہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے جبکہ ابن حجر

نے اس شجرۂ نسب کو جس میں مجدعہ کا نام شامل ہے زیادہ صائب قرار دیا ہے۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے تقریباً چودہ صحابی زادوں کو کم عمری کی وجہ سے جنگ اُحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی اور انھیں مدینہ واپس کر دیا تھا۔[1] بعض مورخین نے چودہ اور بعض نے پندرہ غز... میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت کو تحریر کیا ہے لیکن خود حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں اٹھارہ سفروں میں شرکت کی ہے۔

فتوحات

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ تستر میں شرکت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ جمل وصفین میں حاضر رہے لیکن ان کا کارنامہ ملک رے کی فتح ہے جو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیادت و قیادت میں فتح ہوا۔ یہ کوفہ میں مکان بنا کر وہاں مقیم ہو گئے۔ سنہ ۷۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بکثرت احادیث خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مؤلف نے یہاں غزوۂ بدر لکھا ہے جو خود انہیں کی تحریر کے مطابق درست نہیں۔ غزوۂ اُحد کے ابتدائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے جناب مؤلف نے براء کی واپسی کا حال لکھا اور کہا کہ بدر کا واقعہ ہیں نے اس کی تصحیح کر کے لکھا ہے۔ یہاں اس بات کا امکان ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو اور جناب مؤلف نے درست لکھا ہو۔ (محمد اطہر نعیمی)

سے سُنیں اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم اور اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بہت سی احادیث روایت کیں ابو جحیفہ اور عبداللہ بن یزید خطمی وغیرہ نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

۲۹۔ حضرت سبیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ بن حاطب بن قیس بن ہنیشہ بن حارث بن اُمیّہ بن معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو انصاری اوسی۔ ان کے نام کے بارے میں مورخین نے اختلاف کیا۔ موسیٰ نے سبیق ابن ہشام نے سوبیق لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شہادت کے بارے میں بھی اختلاف ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے آپ کو اُحد کے شہداء میں شمار کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں ضرار بن خطاب نے شہید کیا تھا۔

۳۰۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ بن عدی بن خرشتہ بن اُمیّہ بن عامر بن خطمہ بن جشم بن مالک بن اوس انصاری اوسی خطمی معرکۂ اُحد میں شریک ہوئے۔ سعادتِ سرمدی حاصل کی اور معرکۂ کارزار میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

۳۱۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن فضل بن حبیب بن زید بن تمیم بن معاویہ بن عوف انصاری انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ معرکۂ اُحد میں مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھے اور کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے مرتبۂ شہادت پر سرفراز ہوئے۔

۳۲۔ حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نمیلہ انصاری انصار کے قبیلہ

اوس کی بنی معاویہ شاخ کے حلیف تھے۔ غزوۂ بدر میں بھی شریک تھے۔ آپ کے والد کا نام ثابت ہے لیکن شہرت اپنی والدہ کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام بعض لوگوں نے منیلہ اور بعض نے نمیلہ لکھا ہے۔ حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ اُحد میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ اور حیاتِ ابدی حاصل کی۔

بن عقبہ بن قرہ یہ انصار کے قبیلہ

۴۳۔ **حضرت قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔** اوس کی بنی عبد الاشہل شاخ کے حلیف تھے۔ غزوۂ اُحد میں شرکت کر کے سعادتِ سرمدی بذریعہ شہادت حاصل کی۔

بن سلمہ بن مالک بن حارث

۴۴۔ **حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔** بن عدی بن جد بن حارث بن ضبیعہ بلوی انصاری اوس کے بنی عبید کے حلیف تھے۔ بدری صحابی ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اُنیسہ بنت عدی ہے معرکہ اُحد میں عبد اللہ بن زبعری کے ہاتھوں شہادت پائی۔

عمل کا وزن

معرکۂ اُحد میں شہادت کے بعد آپ کی والدہ نے آپ کی نعش کو اُٹھایا اور ایک اُونٹ پر ایک جانب لادا اور دوسری جانب حضرت مجذر بن زیاد کی نعش کو رکھا تو دونوں جانب وزن برابر رہا۔ لوگوں نے از راہِ تعجب کہا کہ عبد اللہ لحیم و شحیم اور مجذر بن زیاد پتلے دُبلے تھے دونوں کا وزن برابر کس طرح ہو گیا یہ بات جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کہی گئی تو حضور

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوّی بینہما عملہا ان دونوں کو ان کے
ں نے برابر کر دیا۔

بن جابر بن ربیعہ بن فروہ بن حارث
حضرت الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- بن مازن بن قطیعہ بن علس ۔ حسل
یا حُسَیل نام الیمان لقب اور ابو حذیفہ کنیت ان کے حالاتِ زندگی کا کچھ
ثابت بن وقش کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے یہ کسی جرم
وجہ ایسی تھی جو ان کے ترکِ وطن کا سبب بنی تھی ۔ ترک وطن کر کے مدینہ پر سکینہ
اور بنی عبد الاشہل کے حلیف بن گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ یمان (یمن سے مشتق)
ب سے ملقب ہوئے ۔ مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کر کے رشتہ ازدواج میں
ہوئے اور اس ازدواج کے نتیجے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا
۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ماں باپ
بیٹے مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ غزوۂ بدر میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن
ن نے قسمیں دلا کر اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہونے دیا لیکن غزوۂ اُحد
رکت کی سعادت حاصل کی اور شہادت پائی ۔

رت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

غزوۂ اُحد میں جب جنگ کا پانسہ پلٹا ۔ مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلی اور

یہاں بھی جناب مؤلف سے سہو ہوا ۔ حقیقت حال یہ ہے کہ انھوں نے جناب مجذر
احال لکھتے ہوئے یہ کہا ہے کہ مجذر کو مجذر کہا ہی اس لیے جاتا تھا کہ وہ فربہ اندام تھے
ما کا تذکرہ خزرج کے شہداء کے ذیل میں کیا گیا ہے ۔

اس افراتفری میں اپنے اور غیر کے امتیاز کے بغیر تلواریں چلیں تو اس لپیٹ میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگئے۔ ہر چند کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکار پکار کر بتایا کہ یہ میرے والد ہیں اور مسلمان ہیں لیکن اُس وقت نقار خانہ میں طوطی کی آواز کے مصداق کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں میں تلواروں سے آبِ شمشیر کے گھونٹ پینے لگے اور اپنے والد کے خون بہا کو مسلمانوں معاف کر دیا۔ غصہ پیتے ہوئے روضہ رضواں کے میوے کھانے کے راہی ملک بقا ہوئے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یغفر اللہ لکم کہہ کر صبر کے جام سے گھونٹ پینے لگے اور اپنے والد کے خون بہا کو مسلمانوں معاف کر دیا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہاں کی شہادت اور اس کے طریق کار کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو ضرب اُن کے لگی تھی وہ اللہ کے لیے تھی۔ اس کے ضارب و مضروب اور قاتل و مقتول ثواب پر ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان کے حالات

ان حضرات کا شمار اکابرِ صحابہ میں ہوتا ہے۔ بکثرت روایات سے ان کے فضائل ثابت ہیں۔ دورِ فاروقی میں مدائن کے عامل تھے۔ دورِ عثمانی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت میں بھی اسی منصب پر فائز رہے۔ انھیں سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز دار اور معتمد صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان سے کثیر احادیث روایت کی گئی ہیں۔

آپ نے ۳۰ھ میں مدائن کے مقام پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

بن نعیم بن غنم بن ایاس

۲۔ حضرت ثابت بن الدحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بلوی حلیف بنی عمرو
ن عوف قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض نے آپ کے والد کا نام وحداح
بجائے وحداحہ لکھا ہے۔ اسی طرح آپ کی کینت بھی ابو الدحداح یا ابو الدحداحہ
ئی گئی ہے۔

اُحد کے معرکہ میں جب مسلمانوں کے قدم اُکھڑے تو حضرت ابو الدحداح نے
ئے بڑھ کر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اے گروہ انصار میں تمھاری
ف خصوصی طور سے متوجہ ہوں۔ میری بات غور سے سنو میں ثابت بن الدحداح
ں۔ تمھیں بتاتا ہوں اگر (خاکم بدہن) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ید ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک حَیَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ
مَمَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ سامنے رکھو اور یاد رکھو ہمارا خالق و مالک قادر و قیوم
لی و ابدی ہے جس کو کبھی موت نہ آئے گی۔ تمھارا فرض یہ ہے کہ اپنے دین
بقاء اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے مشرکوں سے جہاد
و۔ اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرنے اور تمھیں غلبہ عطا فرمانے والا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کلمات سن کر چند انصاری آگے
ھے اور کافروں سے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ ادھر سے کفار کے چند آزمودہ کار
لمریوں کا ایک غول سامنے آگیا جس میں خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل
رو بن العاص اور ضرار بن خطاب جیسے لوگ شامل تھے لیکن آپ نے ان مجاہدین
ے سخت مقابلہ کیا۔ اسی اثناء میں حضرت ثابت پر خالد بن ولید کے نیزہ کا
را ایسا شدید پڑا جو ان کے جسم کے پار ہو گیا اور وہ زمین پر گر پڑے اسی طرح
ن کے دوسرے ساتھیوں نے بھی حضرت ثابت کا ساتھ دیا اور سب کے

سب نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اُحد میں مسلمان شہداکی یہ آخری جماعت
جس نے جامِ شہادت نوش کیا بعد میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
گھاٹی میں تشریف لائے۔ اب کوئی کافر مقابلہ پر نہ آیا اور ابوسفیان آ
سال مقابلہ کی دھمکی دے کر چلا گیا۔

انصاری شہداء

اِن سطور میں ان حضرات کا تذکرہ ہے جو نہ تو قبیلہ اوس سے متعلق
اور نہ خزرج سے لیکن ان حضرات نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جہاد م
حصّہ لیا اور راہِ حق میں جانیں قربان کیں۔ ذیل کے عنوان کے تحت ا
حضرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- حارث کے
اپنے بھ
بھیڑیں لے کر فروخت کے لیے جبل مزنیہ (ایک مقام کا نام) سے مد
کی طرف نکلے تھے اور بعض مورخین کی تحقیق کے مطابق اپنے قبیلہ کا وفد
کر آئے تھے۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو سارا شہر مدینہ سوائے چند مرد حضرات
خالی تھا۔ صرف لڑکے، عورتیں اور بچے موجود تھے۔ ان دونوں نے متعج
ہو کر دریافت کیا، کیا بات ہے۔ شہر کے سارے لوگ کہاں چلے گ
تب مدینہ کے موجود افراد نے انھیں بتایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علی
وسلم کافروں سے جنگ کے لیے آبادی سے باہر تشریف لے گئے ہیں

مرد اُن کے ساتھ ہیں یہ سن کر اُن دونوں نے کہا ہم بھی وہیں جائیں گے چنانچہ یہ دونوں مزنی بزرگ مدینہ سے ملحق مقام اُحد آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور مسلمان مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول تھے چنانچہ یہ دونوں چچا بھتیجا بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اسی اثنار میں مشرک سواروں کا ایک جتھہ گھاٹی کے راستہ مسلمانوں کے عقب سے حملہ آور ہوا جس کے سرغنہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل تھے۔ اس حملہ میں مسلمان ور مشرک اس طرح باہم برسر پیکار ہوئے کہ اپنے اور بیگانے کا امتیاز ختم ہو گیا سی اثناء میں مشرکوں کا ایک غول حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب بڑھنے لگا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گروہ سے مزاحمت کون کرے گا۔ وہب بن قابوس آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس گروہ سے مزاحمت کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے پہلے تیر اندازی کرتے رہے۔ ان کی تیر اندازی سے کافروں میں ہلچل مچ گئی۔ ان کے منہ پھر گئے اور سرپٹ بھاگنے۔ ان کے بعد دوسرا گروہ جمع ہو کر سامنے آیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس گروہ کا مقابلہ کون کرے گا تو حضرت قابوس نے پھر اپنی خدمات پیش کیں۔ اس مرتبہ حضرت ابن قابوس نے تلوار ہاتھ میں لی اور شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے جس سے کافروں میں تابِ مقاومت نہ رہی اور دُم دبا کر بھاگ نکلے۔

حضرت وہب کو جنت کی بشارت

ابھی سابقہ دونوں جماعتیں اپنی شکست کا غم نہ بھولی تھیں کہ

مشرکین کی ایک اور جماعت سامنے آگئی تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بڑھو اور جنت کی بشارت سے اپنے دل کو مسرور و شادمان کرو۔

چنانچہ زبان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بشارت سن کر حضرت ابن قابوس تلوار لے کر آگے بڑھے اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے فدائیوں کے ساتھ ان کی نبرد آزمائی ملاحظہ فرما رہے تھے۔ یہ جان نثار کرتے کرتے کفار کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھتے بڑھتے صف اعداء کی دوسری جانب پہنچ گئے تو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہٗ کے الفاظ جاری ہوئے۔ حضرت وہب نے یہ عمل کئی مرتبہ کیا کہ کفار کی صف میں گھس جاتے اور دوسری جانب تک مارتے ہوئے واپس آجاتے۔ جب کافروں نے ان کی اس حکمت عملی اور سرفروشی کے جذبہ کو دیکھا تو انھوں نے بھی اپنے طریقۂ جنگ میں تبدیلی کی اور حضرت ابن قابوس کو گھیر کر اجتماعی حملہ کیا۔ ہر چہار طرف سے حضرت وہب پر تلواریں اور برچھیاں تیرنے لگیں اور حضرت وہب کو اس مرتبہ تاب تمنا نہ رہی۔ زخموں نے نڈھال کر دیا۔ برچھیوں کے کاری وار ایسے تھے جس سے اس مرد مجاہد کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور شہادت کے اعزاز نے گلے لگا لیا۔

ان کے جسم پر برچھیوں کے بیس کاری زخم آئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے برادر زادہ آگے بڑھے۔

۲۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ : بن عقبہ بن قابوس اپنے عم مکرم کی طرح مشرف بہ اسلام ہوئے اور چچا ہی کی طرح کافروں کو کیفر کردار کو پہنچاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت وہب و قابوس اور حضرت فاروق اعظم

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ اچھی موت جس پر میں اپنا خاتمہ چاہتا ہوں وہ اس قسم کی موت ہے جس پر دونوں مزنی چچا اور بھتیجے نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت وہب اور سعد بن ابی وقاص

مشہور صحابی اور آزمودہ کار جنرل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا یہ ہے کہ جس دلاوری اور بے جگری کا اظہار حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احد میں کیا اس کی نظیر کسی دوسرے مجاہد سے نہیں ملتی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زخموں کے باوجود بنفسِ نفیس انہیں قبر میں اتارا۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک چادر تھی جس پر یا تو سرخ دھاریاں تھیں یا سرخ پھول بنے ہوئے تھے اور وہ ان کی نعش پر ڈالی گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا میری تمنا اور آرزو یہ ہے کہ میری موت بھی ایسی ہی ہو۔ یہ دونوں چچا اور بھتیجے شہداء میں شامل ہیں کہ ایک سجدہ بھی نہیں کیا ایک وقت کی نماز نہیں پڑھی کوئی

عمل خیر نہیں کیا اور براہِ راست داخل جنت ہوتے۔ ماسبق صفحات میں ایک اور مجاہد شہید عمرو بن ثابت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لطیفہ بھی نقل کیا گیا تھا۔ اس زمرہ میں ان کے علاوہ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے بھتیجے بھی شامل ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن جلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن اُہیب بن سحیم بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناف کنانی لیثی حلیف بنی اسد۔

ابونعیم اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار شہدائے خیبر میں کیا ہے اور ذہبی نے بھی انھیں کا اتباع اور تائید کی ہے لیکن مشہور مورخ واقدی نے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن پسران جلیب کو شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے واقدی کے برخلاف ابونعیم اور ابن مندہ کی تائید کی ہے۔

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- ان کے بھائی کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ ان کے بارے میں مورخین کی آراء درج بالا کی گئیں۔ لیکن واقدی کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں بھائی حضرت عبداللہ اور عبدالرحمٰن جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔

۵۔ حضرت مخیریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- یہ نضری اسرائیلی ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا تعلق بنو نضیر سے تھا یا بنی قینقاع سے یا یہ بنی قیطون سے متعلق تھے۔ ان کا شمار علماء یہود میں کیا جاتا تھا لیکن دائرہ اسلام سے وابستگی کے بعد سچے اور پکے مسلمان ہوگئے جب معرکہ اُحد کے لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیاری کی حضرت مخیریق

اپنی قوم سے اپیل کی کہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول موعود ہیں ان کی مدد کرنی تم پر لازم ہے تم من حیث القوم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے ہو۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج سنیچر ہے۔ (یہودیوں کا متبرک دن) اسلئے ہم کچھ نہیں کر سکتے حضرت مخیریق نے جواب دیا کہ تم پر سنیچر سوار ہے اور میرا منگل کا دنگل ہے میں ضرور جاؤں گا۔ یہ کہہ کر مسلح ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضری دی۔ سرکار کے ساتھ معرکہ اُحد میں شرکت کر کے خوب ہی دادِ شجاعت دی اور کفار کے حوصلے پست کیے۔ خود بھی زخموں سے چور ہوئے اور دشمنوں کو بھی زخمی کیا۔ جب داعی اجل آیا اور وعدۂ الٰہی پورا ہونے لگا تو دمِ آخر آپ نے فرمایا میرا تمام مال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے وہ اسمیں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ اس کے بعد جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے ؎

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال وجاں اولاد سے پیارا

میدانِ حشر میں رہبری کرنے والے افراد

حضرت مخیریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر سن کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میدانِ حشر میں حضرت مخیریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہود کے داعی ہوں گے۔ حضرت سلمان فارسیوں کے پیشوا ہونگے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حبش کے رہبر ہوں گے۔

۶۔ **حضرت زرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** بن عامر اسلمی۔ ابن کلبی کی تحقیق کے مطابق میدان اُحد میں شہید ہوئے

میدانِ اُحد میں مقتول مُشرکین

سابقہ صفحات میں آپ ان مسلمان شہداء کا تذکرہ پڑھ چکے ہیں جو کہ معرکہ اُحد میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہو کر ملاءِ اعلیٰ کو سدھارے اور حیاتِ ابدی حاصل کی مگر آئندہ صفحات پر منقول مشرکین کے نام دیئے جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی ان مجاہدین کے اسمائے گرامی دیئے جا رہے ہیں جن کی تلوار نے ان کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

نمبر شمار	نام مقتول مشرک	قبیلہ	نام مسلمان مجاہد
۱	عبد اللہ بن حمید بن زہیر	بنو اسد	ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
۲	طلحہ بن ابی طلحہ (علمبردار)	بنی عبد الدار	علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ
۳	عثمان بن ابی طلحہ	"	حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
۴	ابو سعید بن ابی طلحہ	"	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۵	مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ	"	عاصم بن ثابت بن افلح رضی اللہ
۶	حارث بن طلحہ	"	" " "
۷	کلاب بن طلحہ	"	زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۸	جلاس بن طلحہ	"	طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
۹	ارطاط بن شرجبیل	"	علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۱۰	فارط بن شریح بن عثمان	"	" " "
۱۱	صواب	مولیٰ بنی عبد الدار	قزمان (منافق)
۱۲	ابو عزیز بن عمیر	"	"

۱۳	ابوالحکم بن اخنس بن شریق	بنی زہرہ	علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ
۱۴	سباع بن عبدالعزیٰ	خزاعی	حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
۱۵	ہشام بن امیہ بن مغیرہ	بنی مخزوم	قزمان (منافق)
۱۶	ولید بن العاص بن ہشام	"	" "
۱۷	امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ	"	علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ
۱۸	خالد بن اعلم	"	قزمان (منافق)
۱۹	عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ	"	حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
۲۰	عبید بن حاجز	بنی عامر	ابودجانہ رضی اللہ عنہ
۲۱	شیبہ بن مالک	"	طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
۲۲	ابی بن خلف	بنی جمح	سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳	ابوعزہ (شاعر)	"	عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
۲۴	خالد بن سفیان بن عویف	بنی عبدمناۃ بن کنانہ	" " "
۲۵	ابوشعشا بن سفیان بن عویف	"	" " "
۲۶	ابوحمزہ بن سفیان بن عویف	"	" " "
۲۷	عزاب بن سفیان بن عویف	"	" " "

۳

بیئر معونہ

بیئر معونہ مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ایک بستی ہے جو ہذیل کے علاقہ میں واقع ہے مشہور مورخ علامہ واقدی نے فرمایا کہ معونہ بنی سلیم

کے علاقہ میں ایک چشمہ ہے۔ یہ خطہ زمین بنی عامر اور بنی سلیم کے خطوں میں واقع ہے اور ان دونوں علاقوں کو شہروں کی حیثیت دی گئی ہے۔

اس علاقہ میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جو جنگ لڑی گئی وہ اسلامی تاریخ میں سریہ بیر معونہ کے نام سے مشہور ہے اس جنگ میں تقریباً اٹھائیس مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس سریہ کی تفصیل مورخین اور ارباب مغازی نے اس طرح بیان کی ہے۔

بنی عامر کا ایک شخص عامر بن مالک جس کی کنیت ابو البراء تھی وہ اپنے نام اور کنیت کے علاوہ ملاعب الاسنہ (برچھیوں اور نیزوں سے کرتب دکھانے والا) کے لقب سے بھی موسوم تھا۔ صفر ۴ھ میں مدینہ طیبہ آیا اس سفر میں اس کے ساتھ دو گھوڑے اور دو سانڈنیاں تھیں انھیں اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے تحفہ کو شرف قبولیت نہ بخشا اور فرمایا "مشرک کا تحفہ قبول نہیں"۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے نہ تو قبول کیا اور نہ انکار کیا بلکہ اسلام کی حقانیت اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ چند مبلغین میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو اسلام کی تبلیغ کریں اور انھیں سمجھائیں شاید میری قوم راہ راست پر آجائے اور قبول اسلام پر آمادہ ہو جائے۔

اہل نجد کے بارے میں نبی علیہ السلام کا ارشاد: عامر بن مالک کی درخواست سن کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے صحابہ کے بارے میں نجد والوں کے رویہ سے مطمئن نہیں ہوں اور ان کے طریق کار سے مجھے فتنہ کا اندیشہ ہے فرمان نبوی سن کر عامر نے عرض کیا آپ ان کی طرف سے مطلق اندیشہ و فکر نہ کریں۔ میں آپ کے صحابہ کا

مددگار و معاون ہوں۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ جو آپ کے صحابہ کی جانب بُری نگاہ بھی اُٹھائے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند جوانانِ خدا پرست جو اسلامی معاشرہ میں قراء کے لقب سے ملقب تھے اور جن کا معمول یہ تھا کہ دن کو جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے اور اُمہات المومنین کے گھروں کو پہنچاتے اور بقیہ وقت تلاوت میں مشغول رہتے۔ کہیں کبھی ایسا بھی کرتے کہ ان لکڑیوں کو فروخت کر کے اصحابِ صفہ کے لیے کھانا فراہم کرتے تھے۔ ان میں سے بعض اصحاب ایسے بھی تھے جو لکڑیاں چننے کے علاوہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروں میں میٹھا پانی پہنچاتے تھے اور رات مضافات مدینہ میں تعلیم و قرأت قرآن مبارک کے علاوہ ریاضت میں بسر کرتے اور صبح کو اپنے معمول پر لگ جاتے تھے۔

ایسے عباد و زہاد کو اس سفر کے لیے منتخب فرما کر منذر بن عمرو کو امیر مقرر کیا اور انھیں بیر معونہ جانے کا حکم فرمایا۔ اس سریہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد باختلاف روایت چالیس یا ستر بیان کی گئی ہے لیکن مغازی و سیر کی کتابوں میں ان شرکاء کے نام نہیں ملتے۔

اس جماعت کے تقرر کے بعد عامر بن مالک تو بیر معونہ کے لیے روانہ ہو گیا اور اس کے پیچھے پیچھے حضرت منذر بن عمرو اپنے رہبر مطالب جس کا تعلق بنی سلیم سے تھا کی رہنمائی میں ساتھیوں کو لے کر چلے۔ جب بیر معونہ پہنچے تو ایک جگہ قیام کیا۔ اونٹوں سے سامان اُتار کر انھیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ حارث بن صمہ اور عمرو بن اُمیہ کو ان جانوروں کی نگرانی سپرد کی۔ اس کے بعد حضرت منذر بن عمرو نے حرام بن ملحان کے ذریعہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا نامہ مبارک دے کر عامر بن طفیل بنی عامر کے سردار کے پاس روانہ کیا۔ جب حضرت حرام بن ملحان نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامہ مبارک عامر بن طفیل کو دیا تو اس بدبخت نے اس کو پڑھنے کے بعد حضرت حرام کو شہید کر دیا اور اپنی قوم کے لوگوں کو مسلمانوں سے برسرِپیکار ہونے کے لیے پکارنے لگا لیکن اس کی قوم (بنی عامر) کے لوگوں نے عامر بن مالک کی ممانعت کی وجہ سے سب نے مسلمانوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ جب عامر بن طفیل نے یہ صورت دیکھی تو بنی سلیم کو اپنے ساتھ لیا اور ان سے اصرار کیا اور قسمیں دلائیں کہ وہ مسلح ہو کر ساتھ چلیں۔ اس طرح وہ بنی سلیم کے مسلح افراد کو ساتھ لے کر چلا اور مسلمانوں کی فرودگاہ پر آ کر ان کو گھیر لیا۔

چونکہ مسلمان یہاں تبلیغِ اسلام کے لیے آئے تھے ان کے ذہن میں اس بات کا شائبہ تک بھی نہ تھا کہ یہ جگہ میدانِ جنگ بنے گی اور ہمیں نبرد آزمائی کا موقع ملے گا۔ لیکن جب یہ حالات پیش آئے تو ہر چہ بادا باد کہہ کر مسلمان بھی مقابلہ پر ڈٹ گئے اور بھرپور جنگ کی لیکن مسلمان تھوڑے اور دشمن بڑی تعداد میں تھے جو نتیجہ ہونا تھا وہ سامنے آیا اور تمام مسلمان ماسوائے حارث بن صمہ اور عمرو بن اُمیہ جو جانوروں کو چرانے گئے تھے اور قائد سریہ حضرت منذر بن عمرو بچ نکلے۔ ان کے بارے میں آئندہ صفحات میں لکھا جائے گا سرِدست ان حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے اس سریہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۱۔ **حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ:** آپ کی کنیت ابو عمرو ہے۔ آپ پہلے طفیل بن عبداللہ بن سخرہ کے غلام تھے۔ اسی غلامی کی حالت میں حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں منتقل ہونے سے قبل مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ قبول اسلام

کی وجہ سے آپ کا آقا آپ کو طرح طرح سے اذیتیں دیتا تھا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو غیرت صدیق نے یہ گوارا نہ کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عاشق اپنے کافر آقا کے ہاتھوں تختۂ مشق بنے اور مظلومیت کی حالت میں زندگی کے دن گزارے لہذا آپ نے حضرت عامر بن فہیرہ کو خرید کر آزاد کر لیا۔

حضرت عامر کی خدمات: جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ روانہ ہوئے اور راہ میں چند روز کے لیے غار ثور میں قیام فرمایا تو حضرت عامر بن فہیرہ ہی تھے جو بکریاں لیے ہوئے موجود ہوتے دن کو بکریاں چراتے اور شام کے وقت بکریوں کا دودھ خدمتِ نبوی میں پیش کیا کرتے۔ اس طرح خطرناک ماحول میں وہ خدمت نبوی میں مشغول رہے۔ دوسری جانب کافروں کے حالات اور ان کی نقل وحرکت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غارِ ثور میں آگاہ کرتے رہتے۔

جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ آ گئے۔ اسی لیے آپ کا شمار مہاجرین اور موالی بنی تیم بن برہ میں ہوتا ہے۔ غزوات بدر و اُحد میں سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ ابھی عمر شریف کی چالیس بہاریں دیکھی تھیں کہ بیر معونہ کے مقام پر عامر بن طفیل نے جبار بن سلمی کلابی کے ذریعہ جام شہادت پلوا دیا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی نعش مبارک کو فرشتے اٹھا لے گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ چونکہ حضرت عمرو بن امیہ سے منسلک ہے لہذا اس واقعہ کی تفصیل اسی ضمن میں انشاء اللہ بیان کی جائے گی۔

۲۔ حضرت حکم بن کیسان رضی اللہ عنہ : آپ ہشام بن مغیرہ مخزومی ابوجہل کے باپ کے غلام تھے۔ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نخلہ کو پہلا سریہ زیر قیادت حضرت عبداللہ بن جحش کو روانہ فرمایا تو یہ اسی سریہ میں حضرت مقداد بن عمرو کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور قید کی حالت میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان کے ماضی کے کارناموں کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کرنا چاہا لیکن رب کریم نے ان کے قلب کو نورِ ایمان سے منور فرمایا اور بے ساختہ نفی و اثبات کا ذکر کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئے اور بیر معونہ میں کافروں کی دھوکہ دہی کے نتیجہ میں جب شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۳۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ : بن بذیل بن ورقاء بن عمر بن ربیعہ بن عمرو بن ربیعہ بن حجزی بن عامر بن مازن عدی بن عمرو بن ربیعہ خزاعی۔

واقدی نے آپ کو خزاعی کی بجائے سہمی لکھا ہے انھیں اسلامی معاشرہ میں یہ شرف حاصل تھا کہ خود بھی صحابی تھے اور محترم بھی دامن نبوی سے وابستہ تھے۔ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

۴۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ : بن ملحان۔ ان کا اصل نام اور نسب اس طرح ہے۔ مالک بن خالد بن زید بن حرام بن جندب انصاری خزرجی۔

خادمِ بارگاہِ نبوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں

تھے بدر کے معرکہ میں مسلمانوں کے دوش بدوش آئے۔ لیکن بیرمعونہ کے موقع
امیر سریہ کے نمائندے کی حیثیت سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے نامہ مبارک لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے اس نے خط پڑھ کر آپ
کے سر پر نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ کے چہرہ مبارک پر خون اتر آیا آپ
نے اس کو اپنے ہاتھ سے سارے چہرہ پر مل لیا اور اس وقت نعرہ لگایا
فزت برب کعبہ رب کعبہ کی قسم میں مراد کو پہنچ گیا۔ بعض مورخین نے
لکھا ہے کہ عامر بن طفیل کے کہنے سے کسی دوسرے شخص نے نیزہ مارا
ایک پہلو سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل گیا۔

حضرت سلیم رضی اللہ عنہ: بن ملحان یہ حرام بن ملحان کے بھائی تھے
یہ بھی بیرمعونہ کو بھیجی جانے والی جماعت
میں شامل تھے یہ اپنے رفقاء کے ساتھ میدان جنگ میں شہید ہوئے۔

حضرت منذر رضی اللہ عنہ: بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن
عبدود بن زید بن خزرج انصاری ساعدی
بیرمعونہ کے واقعہ کے بعد معنق للموت کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بدر و احد
کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ بیعت عقبہ کے موقعہ پر جب ستر صحابیوں
نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت اسلام کی تھی تو اس
موقع پر آپ انصار مدینہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔

جاہلیت کے دور میں زیور علم سے آراستہ تھے اور عربی میں خط وکتابت
کیا کرتے تھے۔ طلیب بن عمیر مہاجر سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ان کا رشتہ مواخات کرا یا تھا۔

احد کی جنگ میں اہم مقام حاصل تھا۔ میسرہ کی قیادت کی ذمہ داری آپ

ہی کے شانوں پر تھی۔ سیریہ بیر معونہ کے موقع پر مسلمانوں کی جماعت کے قائد
عامر بن طفیل نے جب اسلامی لشکر کی نزدگاہ کے تمام مسلمانوں کو شہید
یا کرایا لیکن حضرت منذر کسی طرح بچ گئے۔ اس موقع پر عامر نے حضرت منذ
سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو امان دے دوں لیکن حضرت منذر نے
فرمایا میں کافر کی امان نہیں چاہتا اور میں اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں نہیں د
چاہتا۔ البتہ ایک خواہش یہ ہے کہ حرام بن ملحان کے مقتل تک جانا چاہتا
ہوں۔ یہ بات سن کر ان کی خواہش کے مطابق اور انھیں اس جگہ لایا گیا
جہاں حضرت حرام شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ یہاں آنے کے بعد آپ نے
کافروں کو واصل جہنم کیا اور خود بھی شہید ہوئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا تھا عنق للموت۔ منذر نے مرنے
میں بہت جلدی کی اس لیے آپ عنق للموت کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ب ن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر بن مالک بن
۷۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ: انصاری خزرجی بخاری جنگ احد میں کافروں سے
مقابلہ پر داد شجاعت دی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضور سید عالم نبی مکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہم رکابی میں مقام روحا تک آئے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے انھیں مدینہ واپس کر دیا اور بدر کے مال غنیمت میں انھیں حصہ دار
بنایا اسی لیے آپ کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔
معرکہ احد میں آپ نے خوب ہی داد شجاعت دی لیکن جنگجویانہ صلاحیتوں
کا لوہا منوایا۔ عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ کو قتل کر کے اس کے سامان جنگ
پر قبضہ کر لیا اور یہ انفرادیت صرف انھیں کو حاصل نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے کسی مقتول کا سامان اس کے مجاہد قاتل کو دلوایا ہو۔

بیرِ معونہ آنے کے بعد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن اُمیّہ
داری کے جانوروں کو چرانے کے لیے چلے گئے تھے۔ جب یہ دونوں واپس
ئے تو دیکھا کہ تمام ساتھی مردہ ہیں اور ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت حارث
ی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن اُمیّہ سے دریافت کیا اب کیا رائے ہے۔ حضرت
رو بن اُمیہ نے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ
یہ وسلم کو اطلاع کی جائے لیکن حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا
ہیں تو اس جگہ سے ہلنا بھی نہیں چاہتا جہاں ہمارے قائد حضرت منذر اور
سرے ساتھی شہید ہوئے ہوں۔ اس کے بعد اُنھوں نے ان بدبختوں سے
ک کی جنھوں نے ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا تھا۔ جب حضرت حارث
ے دو کافروں کو کیفرِ کردار کو پہنچایا۔ تو ان مسلمان مجاہدین کے یہ انداز دیکھ کر
فروں نے کسی نہ کسی طرح ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور حضرت حارث سے
نے لگے کہ ہم آپ کو قتل کرنا نہیں چاہتے لہٰذا تم اپنی خواہش کا اظہار کرو
ضرت حارث نے فرمایا میری خواہش یہ ہے کہ تم مجھے حضرت منذر اور حرام
ی قتل گاہ پر پہنچاؤ۔ چنانچہ انھیں رہا کر کے اس جگہ پہنچایا گیا جہاں یہ دونوں
ضرات شہید ہوئے تھے یہاں آ کر حضرت حارث نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا
ران کے ساتھ تھے ان میں سے دو افراد کو انھوں نے کیفرِ کردار کو پہنچایا
جب کافروں نے یہ منظر دیکھا تو اجتماعی طور پر حملہ کر کے انھیں نیزوں پر
ٹھ لیا اور بھالوں کی نوکوں کے زخم سے اُنھوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

ر۔ حضرت عمرو بن اُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن خویلد بن عبد اللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرۃ بن کعب
ران عدی بن ضمرہ ضمری۔ یہ مشاہیر صحابہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں

اُن سے ان کے صاحبزادوں جعفر، عبد اللہ اور فضل نے حدیث روایت کی
ہے۔ اُنھوں نے اسلامی جنگوں میں سب سے پہلے سریہ بیر معونہ میں شرکت
کی۔ ان کو عامر بن طفیل نے حضرت حارث بن صمہ کے ساتھ گرفتار کیا تھا
یہ جنگ اُحد کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔

حضرت عمرو کی گرفتاری: جب حضرت حارث اور عمرو بن اُمیّہ نامہ مبارک
لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے تو اُس نے حضرت حارث کو تو شہید کر دیا
لیکن حضرت عمرو کو گرفتار کر لیا۔ عامر کی ماں کے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنے
کی منت باقی تھی لہذا عامر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور "ہم خرما و ہم ثواب"
یا مفت را چہ باید گفت کے مصداق اسم کے مطابق حضرت عمرو کی پیشانی کے
بال نوچ کر انھیں آزاد کر دیا۔ اور اپنی ماں کی طرف سے ٹوٹکا اُتار دیا۔

اس کے بعد عامر بن طفیل نے حضرت عمرو سے دریافت کیا کہ تم اپنے
تمام ساتھیوں کو پہچانتے ہو۔ حضرت عمرو نے جواب دیا بے شک میں
تمام ساتھیوں کو پہچانتا ہوں چنانچہ عامر انھیں ساتھ لے کر اس جگہ آیا
جہاں مسلمان شہداء کی نعشیں پڑی تھیں اب عامر ہر شہید کی نعش پر اُنگلی رکھ
کر اس کے بارے میں معلومات کرنا چاہتا تھا۔ جب نعشوں کے نام و نسب
معلوم کر لیے تو حضرت عمرو سے دریافت کیا کہ تمھارے ساتھیوں میں کسی کی
نعش کم ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش موجود نہیں
ہے۔ عامر نے سوال کیا کہ وہ تم میں کیسے آدمی تھے۔ حضرت عمرو بن اُمیہ
نے جواب دیا کہ وہ ہم سب سے افضل اور اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم میں اعلیٰ منصب کے حامل تھے۔

حضرت عامر بن فہیرہ کی شہادت کا واقعہ: گزشتہ صفحات میں حضرت

عامر بن فہیرہ کا تذکرہ کرتے وقت ہم نے لکھا تھا کہ ان کی شہادت کا واقعہ حضرت عمرو بن اُمیہ کے ضمن میں ذکر کیا جائے گا چونکہ ان کی شہادت کے واقعہ کے سامعی شاہد حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لہذا جناب مصنف نے اس واقعہ کو حضرت عمرو بن اُمیہ کے ساتھ منسلک کیا۔

آمدم برسر مطلب! جب حضرت عامر نے حضرت عمرو بن فہیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ان سے اپنے ایک ساتھی جبار بن سلمیٰ کلابی کو بلایا اور بتایا کہ میں نے حضرت عامر کے نیزہ کی ایک انی ماری اور نیزے کو ان کے جسم سے کھینچ لیا۔ میں نے دیکھا کہ (حضرت عامر بن فہیرہ) ان کو ایک شخص اٹھا کر لے گیا۔ میں تعجب میں رہ گیا۔ یہ شخص کہاں گیا اور اس کو کون لے گیا۔ یہ سن کر حضرت خباب عمرو بن اُمیہ نے کہا ہے ذالك عامر بن فهيره یہ عامر بن فہیرہ جیسے شخص کا مآل ہے وہ درحقیقت ایسے ہی تھے۔

حضرت عامر کا قتل اور قاتل کا تاثر: حضرت عامر کے قاتل جبار بن سلمیٰ کلابی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت عامر کے بھالا مارا تو ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا فزت واللہ خدا کی قسم میں نے مقصود کو حاصل کر لیا۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس جملہ سے ان کی مراد کیا ہے؟ اپنے قلب کی خلش رفع کرنے کے لیے میں نے حضرت ضحاک بن سفیان کلابی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس علاقہ میں صدقات وصول کرنے پر متعین تھے۔ دریافت کیا کہ اس وقت جو جملہ حضرت عامر کی زبان سے نکلا تھا اس کا مطلب کیا ہے اور اس سے ان کی کیا مراد تھی۔ حضرت ضحاک نے فرمایا کہ اس سے ان کی مراد جنت ہے یعنی میں نے جنت کو پا لیا۔

حضرت عامر کے قاتل کا قبول اسلام: حضرت جبار کہتے ہیں کہ جب ضحاک

نے مجھے یہ بات بتائی تو میری عجیب کیفیت ہوئی اس کے بعد انھوں نے مجھے
اسلام کی دعوت دی تو میں نے اسلام کے دامن سے وابستگی اختیار کرلی لیکن
میرے مشرف بہ اسلام کی وجہ وہ واقعہ جو میں نے حضرت عامر بن فہیرہ
کی شہادت کے وقت دیکھا تھا۔

۸۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن معاذ بن انس بن قیس بن علید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار انصاری
خزرجی بخاری۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے
موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق اور واقدی کا اس بات پہ اتفاق ہے اگر آپ معرکہ بدر
میں شریک تھے مگر ابوالاسود نے آپ کا نام انس کی بجائے انیس بتایا ہے اور
اس بات پر بھی بعض مورخین کا اختلاف ہے کہ آپ معرکہ بیر معونہ میں شہید
ہوئے۔ عبداللہ بن محمد بن عمارہ نے کہا ہے کہ آپ بیر معونہ کے موقع پر شہید
ہوئے لیکن واقدی کا کہنا ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے دورِ خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۹۔ حضرت ابو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: انصاری خزرجی بنی مغالہ سے ہیں۔ آپ کا نام ابی ثابت اور کنیت
ابو شیخ تھی۔ بعض مورخین نے آپ کو ابی بن ثابت کہا ہے۔ اگر آپ کو ثابت کا
بیٹا تسلیم کیا جائے تو اس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی
ہوں گے اور اگر ابی بن ثابت کا فرزند مانا جائے تو حضرت ابو شیخ شاعر النبی ﷺ
کے بھتیجے قرار پائیں گے۔
ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابی بن ثابت تو زمانہ جاہلیت میں انتقال کر گئے

تھے ابویشخ بن ابی بن ثابت کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو معرکہ ہائے بدر و اُحد میں مسلمانوں کے دوش بدوش رہے اور بیر معونہ کے موقعہ پر جام شہادت نوش کیا۔

۱۰۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ماعص بن یلیسرہ بن خلدہ بن عامر بن زریق انصاری خزرجی زرقی۔

بدر و اُحد کے معرکوں میں شرکت کی۔ آپ حضرت عباد کے بھائی ہیں جنھوں نے جنگ موتہ میں شہادت پائی۔ حضرت معاذ نے بیر معونہ کے موقع پر شہادت پائی۔
بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ آپ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انھیں زخموں کے نتیجہ میں وفات پائی۔

۱۱۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن سعد یا سعید بن عمرو بن ثقیف انصاری نجاری۔ ان کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انھوں نے کن کن غزوات میں شرکت کی۔ البتہ اتنا معلوم ہو سکا کہ حضرت طفیل کی شہادت بیر معونہ کے معرکہ کے موقع پر ہوئی۔

۱۲۔ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ: بن عمرو انصاری خزرجی نجاری۔ ان کا تعلق بنی دینار سے ہے بیر معونہ کے معرکہ میں جام شہادت نوش کیا۔

۱۳۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار انصاری خزرجی۔

ابن کلبی نے ان کو شہداء بیر معونہ میں شمار کیا ہے۔

۱۴۔ حضرت ابی بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: انصاری خزرجی نجاری۔ یہ حضرت انس بن معاذ کے

بھائی ہیں جن کا تذکرہ ۸ پر کیا گیا ہے۔ حضرت ابی معرکہ بیر معونہ میں شہید ہوئے

بن مالک بن خنساء بن مبذول

۱۵۔ حضرت سعد بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ : بن نجار انصاری خزرجی نجاری۔ اُحد کی جنگ میں مسلمانوں کے دوش بدوش لڑے اور بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

بن عمرو بن محصن انصاری خزرجی

۱۶۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ان کی شہادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ عسکری اور ابو احمد نے ان کا نام شہدائے بیر معونہ کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

بن قیس بن صرمہ بن ابی انس

۱۷۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : انصاری خزرجی بنی عدی بن النجار سے تعلق رکھتے تھے۔ بیر معونہ کے معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بن عبد بن عمرو بن مسعود بن کعب بن

۱۸۔ حضرت قطبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : عبد الاشہل بن حارثہ بن دینار . . . . بن نجار انصاری خزرجی نجاری۔ ابن اسحاق کے بقول بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح

۱۹۔ حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : انصاری خزرجی۔

آپ کی کنیت ابو عبیدہ تھی۔ معرکہ بدر میں شرکت کی تھی۔ اُحد کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا قدرت نے شہادت کا شرف واقعہ بیر معونہ کے لیے ودیعت کیا تھا لہٰذا اس موقع پر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

بن عمرو بن محصن بن عتیک بن عمرو بن

۲۰۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مبذول بن عمرو بن غنم بن مالک بن
نجار انصاری خزرجی نجاری۔ ان کے حالات میں صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ
بیر معونہ کے سریہ میں عمرو بن طفیل کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔

بن ثابت انصاری اوسی بنی نبیت

۲۱۔ حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سے تعلق تھا۔ ان کے حالات سے
صرف اتنی ہی واقفیت حاصل ہو سکی کہ سریہ بیر معونہ میں شرفِ شہادت سے
نہ خود سرفراز ہوئے بلکہ اپنے بھائی کو بھی اس شرف سے ہم کنار کیا۔

جیسا کہ سطور بالا میں تحریر

۲۲۔ حضرت سفیان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کیا گیا ہے کہ یہ خوش قسمت
شخصیت اپنے برادر گرامی کے ساتھ سریہ بیر معونہ میں شہادت کے شرف سے
ہم کنار ہوئی۔

بن نعمان بن حارث بن

۲۳۔ حضرت خالد بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ: زراح بن ظفر انصاری
اوسی ظفری۔

ان کی شہادت کے سلسلہ میں مورخین مختلف الخیال ہیں لیکن عدوی کی تحقیق
کے مطابق آپ بیر معونہ کے واقعہ کے موقع پر شہید ہوئے۔

بن حنیف بن رئاب بن حارث

۲۴۔ حضرت رئاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن اُمیہ بن زید انصاری اوسی۔
ان کے بارے میں بھی اربابِ سیر نے اختلافی بات کہی ہے لیکن عدوی
کی تحقیق کے مطابق آپ نے معرکہ بدر میں شرکت کی تھی لیکن شہادت

کا شرف بیر معونہ کے واقعہ میں حاصل ہوا۔

بعض مورخین نے ان کا نام زیاب کی بجائے زباب بھی لکھا ہے۔

۲۵۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن اسماء بن صلت بن حبیب بن حارثہ بن ہلال بن سماک بن عوف بن امراء القیس بن بہثہ بن سلیم سلمی حلیف بنی عمرو بن عوف انصاری اوسی۔

ان کے بارے میں ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ آپ اسی بیر معونہ کے سریہ میں شہید ہوئے۔

۲۶۔ حضرت ابو عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن کعب بن مسعود انصاری۔ ابن اسحاق نے آپ کو شہدائے بیر معونہ میں شمار کیا ہے۔

۲۷۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عمرو بن ثقیف انصاری۔ معرکہ اُحد میں شریک ہوئے اور بیر معونہ کے موقع پر شہید ہوئے۔

۲۸۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عامر بن سعد۔ ان کے نسب کو بعض لوگوں نے اس طرح لکھا ہے۔

سہل بن عامر بن عمرو بن ثقیف انصاری۔ ان کے بارے میں بعض مورخین نے اختلاف کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ اور عروہ نے آپ کو شہدائے بیر معونہ میں شمار کیا ہے۔

۴
معرکہ رجیع

رجیع بنی ہذیل کا ایک آبشار ہے جو ہدہ سے سات کوس (چودہ میل) کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہدہ کا محل وقوع مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ہے۔

وجہ نزاع اور تعین وقت: اس سریہ کے وقت کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ملتا ہے۔ یہ سریہ بیر معونہ کے بعد میں وقوع پذیر ہوا یا اس سے پہلے اسی طرح اس بارے میں۔ اختلاف ہے کہ وہ ایسے کون سے واقعات تھے جن کی وجہ سے سریہ واقع ہوا۔ بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ سفیان بن خالد ہذلی کے لالچ کی وجہ سے اور بعض کے مطابق سفیان کے قتل کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس کے وقت کے سلسلہ میں بعض لوگوں نے اواخر سال سوئم اور بعض نے اوائل سال چہارم ہجرت لکھا ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہجرت نبوی کے چھتیسویں ماہ واقع ہوا۔

اس کے وقوع پذیر ہونے کے سلسلہ میں ایک بات قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے کہ اس سریہ کی اصل وجہ سفیان بن خالد تھا۔ ان کے علاوہ دیگر اختلافات سرسری نوعیت کے ہیں۔ بظاہر جو وجہ سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ جب اُحد کے معرکہ کی فرضی خوشیوں سے سرشار ہو کر مکہ واپس آئے تو سفیان بن خالد نے سفیان بن حرب وغیرہ کو مبارک باد دینے کے لیے مکہ کا سفر کیا۔ لیکن جب مکہ آیا تو قبیلہ بنی عبد الدار کی آبادی سے گریہ وزاری کی آوازیں اس کے کان میں آئیں

تو اس کے کان کھڑے ہوئے اور دل میں کہنے لگا کہ یہاں تو معاملہ اُلٹا نظر آتا ہے میں تو فتح کی تہنیت و مبارک باد دینے آیا ہوں لیکن یہاں تو تعزیت چیخ رہی ہے۔

چنانچہ سفیان بن خالد استفسار احوال کے لیے بنی عبدالدار کی آبادی میں آیا اور حالات معلوم کیے تو پتہ چلا کہ جنگ اُحد میں طلحہ بن ابی طلحہ۔ سلافہ بنت سعد کا شوہر اور اس کے بیٹے مسلمانوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں اس لیے سلافہ نالہ شیون نوحہ و بین کر رہی ہے۔ اس نے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے ہیں اور قسم کھائی ہے کہ جب تک اپنے مقتولین کا بدلہ نہ لے لوں گی سر میں تیل تک نہ ڈالوں گی۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص عاصم بن ثابت سر لائے گا اس کو سو اُونٹ انعام دوں گی تاکہ عاصم کے کاسہ سر میں شراب پیوں۔ یہ سن کر سفیان بن خالد کی رگ طمع بھڑک اٹھی۔ سو اُونٹ کے لالچ نے اس کو بے چین کر دیا اور سو اُونٹوں کے حصول کے تصور نے فرط مسرت سے معمور کر دیا۔

سفیان نے اپنے ساتھیوں سے جو قبیلہ بنی قارا اور بنی عضل سے تعلق رکھتے تھے کہا کہ یہ سنہری موقع ہاتھ آیا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس سلسلہ میں باقاعدہ مہم چلانی چاہیئے اور میری رائے یہ ہے کہ ہم میں سے چند آدمی مدینہ طیبہ جا کر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اس طرح گفتگو کریں جس سے وہ متاثر ہو کر چند آدمی ہمارے ساتھ کر دیں اور ہماری کوشش یہ ہو کہ اس جماعت میں عاصم بھی شامل ہوں۔ جب یہ لوگ ہمارے پاس آجائیں گے تو ہم انھیں گرفتار کرکے مکّہ لے آئیں گے اور انہیں قریش کے سپرد کر کے رقم وصول کر لیں گے۔ کیونکہ قریش مکّہ کی خواہش یہ ہے کہ وہ اصحاب

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر قابو پاکر ان سے اپنے مقتولین اُحد کا بدلہ لیں
چنانچہ اس سازش کے نتیجہ میں سات افراد جن کا تعلق بنی عضل اور قبیلہ قارہ سے
تھا۔ بظاہر مسلمان بن کر مدینہ منورہ آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہمارے قبائل میں اسلام کی ہلکی سی جھلک پہنچی
ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم اسلامی تعلیم حاصل کریں۔ تلاوتِ قرآن کریم
سے بہرہ اندوز ہوں۔ اگر ہماری تعلیم کے لیے چند اصحاب ہمارے ساتھ
کر دیں تو اس سے آس پاس کے قبائل میں بھی اشاعتِ اسلام ہو گی۔

حضرت عاصم بن ثابت کی خوشامد: ادھر ان لوگوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ کو ساتھ لے
جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو دوسری جانب حضرت عاصم سے رشتہ دوستی استوار
کر کے اُن سے بہ اصرار کیا کہ آپ کا ہمارے ساتھ چلنا نہایت ضروری ہے اور آپ
اس علاقہ میں فریضہ تبلیغ کو باحسن وجوہ انجام دے سکیں گے۔ غرض ہر طرح
حضرت عاصم سے تملق و چاپلوسی کی۔

ان لوگوں نے حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں درخواست کی کہ عاصم کو اس جماعت میں ضرور بھیجا جائے لہٰذا ان کی درخواست
کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور حسبِ ذیل افراد کو اس جماعت کے ساتھ جانے
کے لیے منتخب فرمایا۔

۱۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ حضرت خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جماعت دس افراد پر مشتمل تھی چونکہ بقیہ تین صحابی مشہور و معروف نہ تھے اس لئے ان کے اسماءِ گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ اس جماعت کی قیادت کی ذمہ داری حضرت عاصم بن ثابت کی سپرد فرمائی۔

الغرض جب قضاو قدر کے فیصلہ کے مطابق تعمیل حکم ہو

کافروں کی غداری : یہی ماسبق میں مذکور صحابہ روانہ ہو کر رجیع کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ عضل اور قارہ کے ان لوگوں نے جو اُن مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے پکار کر قوم کو مخاطب کیا "لوگو! ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ تمہارے شکار آ گئے"۔ چونکہ یہ لوگ اپنے ساتھیوں کی مساعی کے نتیجہ کے منتظر تھے اور لمحہ لمحہ شمار کر رہے تھے فوراً سو تیر اندازوں کے ساتھ سامنے آ گئے۔

جب مسلمانوں کو اس ماحول سے واسطہ ہُوا تو آپس میں

مسلمانوں کا حوصلہ : کہنے لگے کہ ہم سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ اب حوصلہ پست کرنے کا موقع نہیں تیار رہو اور ہرچہ بادا باد ہر بات کو سنو اور مرنے کی ٹھان لی۔ اُدھر کافروں نے اپنی کثیر جمعیت کے باوجود انھیں لڑنے مرنے کے لیے تیار دیکھا تو کہنے لگے کہ ہمارا مقصد تم سے جنگ کرنے کا نہیں ہے ہم تو صرف اس لیے آئے ہیں تاکہ تمھیں گرفتار کر کے اہل مکہ کی سپرد کر دیں اور تمھاری قیمت فروخت سے رقم حاصل کریں گے۔ اس شکل میں تم امان حاصل ہو سکتی ہے۔

صحابہ نے جب اس چال کو سمجھا تو آپس میں مشورہ کیا کہ مشرکوں

ہاتھوں فروخت ہونا تو بہت بدتر بات ہے اور مصیبت عظمیٰ ہے چنانچہ اس موقع پر مسلمانوں کی اس جماعت میں دو رائیں ہو گئیں۔ ان میں سے چند نے تو جان دینی گوارا کی لیکن بعض نے دشمنوں کی امان قبول کر کے مکہ کے کافروں کی تکالیف و مصائب سے ہم کنار ہونا گوارا کیا۔ ان میں حضرت عاصم، مرثد خالد اور معتب شامل تھے جبکہ تین اصحاب خبیب۔ زید اور عبد اللہ نے ان کی امان قبول کرنے کی منظوری دے دی۔ اور خود کو کافروں کے حوالہ کر دیا۔

حضرت عاصم کا عہد: حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافروں سے کہا میں نے جس دن اسلام قبول کیا تھا اس دن اسلام کے عہد کے علاوہ یہ بھی عہد کیا تھا کہ آج سے نہ تو کسی کافر مشرک سے مصافحہ کروں گا نہ اس کو چھوڑوں گا نہ اپنا جسم اس کو چھونے دوں گا اور نہ کسی مشرک کی امان قبول کروں گا۔ نہ کسی کافر کا ذمی ہوں گا اور آج تک اس عہد پر قائم ہوں۔

چنانچہ ان چاروں صحابیوں نے مشرکوں سے جنگ کی جس کی تفصیل ان حضرات کے نام بنام بیان کی جائے گی۔

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ثابت بن قیس (ابی الافلح) بن عصمہ بن نعمان بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن بدر بن مالک بن عوف انصاری اوسی۔

انصار کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ کافروں کا مقابلہ کیا۔ انہیں یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ کی صاحبزادی خلیفہ رسول حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ عاصم بن عمر متولد ہوئے

حسین بن سائب کا بیان ہے ک

حضرت عاصم کے اتباع کی ہدایت : بیعت عقبہ یا غزوۂ بدر کے مو

پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین صحابہ سے دریافت فرمایا تم دشمن

سے کس طرح جنگ کرو گے حضرت عاصم چونکہ ماہر فنون جنگ تھے کھڑے ہوگئے

اور عرض کیا کہ جب دشمن دو سو گز کے فاصلہ پر ہو تو تیر کمان سے لڑنا چاہیئے جب

قریب ہو اور نیزہ کی زد پر آجائے تو نیزہ استعمال کرنا چاہیئے اگر نیزہ ٹوٹ جائے

تو تلوار سنبھالنی چاہیئے۔

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب سُن کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا جو لڑنا چاہتا ہو اس کو عاصم کی طرح لڑنا چاہیئے۔

رجیع کے موقع پر جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کا مقابلہ

کیا تو یہی طریق جنگ اپنایا پہلے تو تیروں سے لڑے جب ترکش خالی ہوگیا تو

نیزہ ہاتھ میں لیا۔ جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو نیام سے تلوار نکالی اور بارگاہِ الٰہی میں

دعا گو ہوئے اللّٰھم انی حمیت دینك اول النھار فاحم لی لحمی

خداوندا میں نے ابتدائی دن سے تیرے دین کی حمایت کی ہے میں دُعا کرتا ہوں

کہ تو آخر تک میرے گوشت کی حمایت کرنا۔ یہ دُعا کر کے دشمنوں سے بھڑ گئے

چند کو زخمی اور ایک کافر کو تہ تیغ کر کے دشمنوں کی برچھیوں کی زد میں آکر

شہید ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے عاصم کی دُعا قبول فرمالی : ان کی شہادت کے بعد دشمنوں نے چاہا کہ ان کی گردن کاٹ

کر سلافہ بنت سعد کی سپرد کر کے سو اونٹ انعام کے وصول کر لیں لیکن جن کی

حفاظت اللہ فرمائے اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ رب کائنات نے

ان کی لاش کے گرد شہد کی مکھیوں یا زنبوروں کا حصار قائم فرما دیا۔ اوران زنبوروں یا مکھیوں نے کسی کافر کو عاصم کی لاش کے قریب نہ آنے دیا۔ اب کافروں نے یہ سوچا کہ رات کو مکھیاں کہیں کو چلی جائیں گی۔

اس وقت مقصود حاصل ہو گیا ہو گا لیکن بمصداق بادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال ان عقل کے اندھوں کو محافظ حقیقی کی حفاظت کا خیال نہ آیا یا یوں کہیں کہ وہ قدرت کاملہ سے واقف نہ تھے اس لیے اس گمان فاسد کا شکار رہے۔ جب رات ہوئی تو زوردار بارش ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آسمان نے مشک کا دہانہ کھول دیا ہے۔ اس کے بعد بارش کے پانی کا زوردار ریلا آیا جو حضرت عاصم کی لاش کو بہا کر لے گیا اور دریائے رحمت میں غرق کر دیا۔ صبح کو دشمنوں نے دیکھا حضرت عاصم کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا اور دشمن کفِ افسوس ملتے رہ گئے۔

قبولیت دعا: اللہ رب العالمین نے بندوں کو دکھایا کہ اگر بندہ خلوص دل کے ساتھ اس کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے تو وہ اس کو شرفِ قبولیت عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت عاصم نے دعا کی تھی خداوندا میرے جسم کو مشرکوں سے محفوظ فرما دینا سو اللہ تعالیٰ نے بارش کے ذریعہ ان کے جسدِ مبارک کو کافروں سے محفوظ فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن بادلوں کا ذرا بھی ٹکڑا موجود نہ تھا۔

امیر المومنین خلیفہ عادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے عاصم کو مرنے کے بعد کافروں سے محفوظ کر دیا جس طرح اپنی اسلامی زندگی میں کافروں سے نفریں تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن بکیر بن عبد یا لیل بن ناشب بن سعد بن بکر بن لیث بن عبد مناۃ لیثی حلیف

بنی عدی بن کعب۔

آپ مسلمانوں میں سابقون الاولون میں سے تھے اسی لیے مہاجرین بنی عدی میں بھی سبقت رکھنے والوں سے تھے آپ مع اپنے بھائیوں ایاس۔ عاقل و عامر غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور کفار سے جنگ کر کے انھیں کیفر کردار کو پہنچا میں مسلمانوں کی معاونت کی۔ چونتیس سال کی عمر میں حضرت عاصم بن ثابت کے سا سریہ رجیع میں جام شہادت نوش کیا۔

۳۔ حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ابی مرثد بن الحصین بن یربوع بن ... بن خرشنہ بن سعد بن طریف بن جلان غنم بن غنی بن یقصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر غنوی۔

حضرت مرثد اور اُن کے والد بزرگوار حضرت ابی مرثد دونوں بدری صحابی ... ہجرت مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ رہے۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے حلیف تھے اس طرح ان کا شمار بنی ہاشم کے حلیفوں میں ہوتا ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ان کی مواخات حکم نبوی کے مطابق حضرت اوس بن ثابت انصاری کے ساتھ ہوئی۔ ابو مرثد کی روایت کردہ احادیث میں اس حدیث کو شہرت حاصل ہوئی۔ لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا۔ تو قبر پر بیٹھو اور نہ قبر کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرو۔

حضرت ابی مرثد کے فرزند حضرت مرثد سریہ رجیع میں عاصم بن ثابت کے ساتھ شہید ہوئے۔

۴۔ حضرت معتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عبید ان کا سلسلہ نسب مختلف فیہ ہے اور علم الانساب کے ماہرین نے ان کو مختلف طریقہ پر بیان کیا ہے۔ اس لیے اس سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ اسی ...

ن کے نام میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ بعض لوگوں نے ان کا نام مغیث لکھا ہے
ن کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سوید بن ہیثم بن ظفر ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا
بن ایاس۔ بعض لوگوں نے ان کے دادا کا نام
ہے کہ بنی ظفر میں آپ کا نسب نہیں پایا جاتا۔ آپ بلوی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ
بداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک کے مادری بھائی ہیں لیکن در حقیقت بنی ظفر
صار کے حلیف تھے۔ آپ کے نسب کے سیاق میں اس طرح لکھا گیا ہے معتب

ن عبید بن ایاس بن ہثیم بن شعبہ بن سعد بن قران بن بلی بلوی ظفری۔ ابن اسحاق بن
قبہ نے آپ کو بدری شمار کیا ہے۔
رجیع کے موقع پر لڑتے لڑتے کفار کے مجمع میں گھس گئے۔ کفار
ے ان پر یکبارگی ٹوٹ کر زخمی کر کے شہید کر دیا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حلیف انصار بنی ظفر انصاری
بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی
ہی۔ معتب بن عبید کے ماں شریک بھائی ہیں۔ جب کفار حضرت عاصم
ور دوسرے اصحاب جن کا ذکر ما سبق میں ہوا) کے قتل سے فارغ ہوئے تو
حضرت عبد اللہ بن طارق۔ خبیب بن عدی، زید بن دثنہ کو کمان کے رود (ن
پلہ) سے باندھ کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں جب مقام ظہران تک
ئے تو حضرت عبد اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کافروں نے ہم سے
غداری اور عہد شکنی کی ہے۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا
بلکہ اب تو اپنے ہمراہی شہداء کی پیروی کروں گا اور انہیں کی طرح شہید ہو
جاؤں گا۔ ان کے ساتھ جو کافر تھے جن کی سپردان کو مکہ پہنچانا تھا۔ انھوں نے

انھیں گھسیٹنا شروع کیا ادھر ان کے ساتھیوں نے حضرت خبیب اور زید
سمجھایا لیکن یہ نہ مانے اور کسی نہ کسی طرح اپنا ہاتھ بندش سے آزاد کرالیا او
ایک کافر کے ہاتھ سے تلوار چھین کر ان پر حملہ کردیا اور اس غدار کو خوب ثمرہ دیا۔
جب کافروں نے دیکھا کہ باوجود اپنی کثرت کے حملوں کی تاب نہ لاسکیں گے تو ا
پر دُور سے پتھروں کی بارش کردی۔ آخر کار حضرت عبد اللہ کے ایک پتھر ایسا لگ
جس نے تاب و توان ختم کردی اور ان حضرت نے جام شہادت نوش فرمایا۔

۲۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عدی بن مالک بن عامر بن مج
بن جحجبی بن عوف بن کلفہ بن عو
بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس انصاری۔ اوسی۔ بدری صحابی ہیں۔ عبد اللہ
طارق کی شہادت کے بعد حسب مشورت کافر انھیں اور حضرت زید کو مکہ لا
اور ان دونوں مسلمان اسیروں کی خریداری کا بازار گرم ہوا ہر چہار طرف سے خریدا
کا جھمگٹ لگ گیا لیکن زمانہ کی روش کے مطابق یہ کام صاحب زر کا ہے جو ا
پیسے کے بل بوتے پر آن ہونے کام بھی کرلیتا ہے۔ چنانچہ بے زر لوگ اپ
دل خوش کرنے اور بازار کی رونق بڑھانے کے لیے آگئے اور بازی زردار
ہاتھ رہی اور حجیر بن ابی اہاب نے اسّی دینار یا پچاس اُونٹ کے بدلے ح
خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیا تاکہ بھتیجا عقبہ بن حارث بن عامر بن نو
اپنے باپ کے عوض جو بدر میں خبیب بن یساف کے ہاتھوں واصل جہنم ہو تھا
قتل کرے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خبیب کو حارث کی بیٹی
سو اُونٹ کے بدلے خریدا تھا مگر اختلاف روایت کے باوجود ایک ق
مشترک یہ تھی کہ دونوں خریداروں نے خواہ کسی قیمت پر خریدا ہو۔ ان کی نی

بھی تھی کہ انھیں حارث کے بدلے قتل کیا جائے۔ اب ان خریداروں کو اس امر کا انتظار تھا کہ کسی طرح یہ اشہر حرم[1] ختم ہوں تو حضرت خبیب کو قتل کیا جائے لہذا ان ایام کے گزرنے تک حضرت خبیب کو ماریہ کنیز ک بن عبد مناف کے گھر میں قید کر دیا گیا۔

حضرت ماریہ اور ان کا اسیر: اسلام لانے کے بعد حضرت ماریہ نے بتایا کہ ایک بار کواڑ کی درزوں سے میں نے دیکھا کہ حضرت خبیب پابندِ سلاسل ہونے کے باوجود انگوروں کا خوشہ ہاتھ میں لیے ہوئے ان سے توڑ کر انگور کھانے میں مشغول ہیں مجھے ان کو انگور کھاتا دیکھ کر سخت تعجب ہوا کیونکہ اس زمانہ میں سرزمین مکہ پر کوئی تازہ پھل موجود نہ تھا ورنہ انگور کا موسم تھا۔

حضرت ماریہ کہتی ہیں کہ تہجد کی نماز میں خبیب نہایت خوش الحانی سے کے ساتھ تلاوت قرآن فرماتے جس کو سن کر آس پاس کی عورتیں رونے لگتیں۔ ماریہ کہتی ہیں کہ عربوں کے دستور کے مطابق میں بھی اپنے اسیر کو امکانی سہولت مہیا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے خبیب سے کہا کہ تمھیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف مجھے بتا دینا۔ حضرت خبیب نے فرمایا مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں البتہ یہ بات یاد رکھنا کہ مجھے وہ گوشت نہ کھلایا جائے جو بتوں پر چڑھاوے کے جانور کا ہو۔ البتہ اس وقت یہ خواہش ہے کہ تو مجھے میٹھا پانی پلا دے[2]۔

---

[1] دورِ جاہلیت میں جب شوال ذی القعدہ اور ذی الحجہ اشہر حرم شمار ہوتے تھے اور ان چار مہینوں میں جدال و قتال رک جاتا تھا۔ جن ایام میں حضرت خبیب کو خریدا گیا۔ ذی القعدہ تھا اس لیے محرم کا انتظار کرنا تھا۔

[2] اس دور میں پانی کی قلت تھی اور میٹھا پانی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ جب اسیر کرنے والے میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے پہلے سے اطلاع دے دینا۔

الغرض جب اشہر حرم گزرنے والے تھے تو مشرکین نے حضرت خبیب کے قتل کی منصوبہ بندی کی تو میں نے حسب وعدہ انہیں پہلے سے اطلاع کر دی لیکن حضرت خبیب پر اس کا کوئی ردعمل نہ ہوا۔ البتہ انھوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ مجھے صفائی کے لیے استرہ مہیا کیا جائے چنانچہ میں نے اپنے رضاعی بیٹے ابوحسین کے ہاتھ استرہ بھیج دیا۔ اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ مجھے بچے کے ہاتھ استرہ نہیں بھیجنا چاہیئے تھا۔ مبادا یہ کہ قیدی میرے بچے کو نقصان پہنچائے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے کواڑ کی جھریوں سے جھانکا تو دیکھا کہ بچہ حضرت خبیب کے زانو پر بیٹھا ہے اور خبیب اس سے کہہ رہے ہیں کہ تو بڑی جرأت والا بچہ ہے اور تیری ماں بھی بڑی جری ہے جس نے تیرے ہاتھ مجھے استرہ بھیج دیا اور اس کو یہ خوف نہ ہوا کہ میں ایک قیدی ہوں اور اپنی اس حالت کی وجہ سے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا۔ خبیب کے یہ الفاظ سن کر میں ششدر رہ گئی تب میں نے خبیب سے کہا۔ اے خبیب میں نے بچے کو تمھارے پاس اللہ کی امان لے کر بھیجا ہے اور استرہ بھی رضائے الہٰی کی خاطر دیا ہے اور استرہ دینے کا یہ مقصد تو نہیں کہ تم اس سے میرے بچے کو قتل کرو۔

یہ سن کر حضرت خبیب نے کہا کہ میں وہ نہیں جو تیرے نور نظر کو قتل کر دوں میں تو اس دین کا متبع ہوں جس میں عہد شکنی روا نہیں۔

حضرت خبیب کا قتل: جب اشہر حرم ختم ہوئے تو کفار مکہ نے ایک مقررہ دن حضرت خبیب کو قید خانہ سے نکالا اور انھیں لے کر مقام تنعیم[1] کی جانب چلے اس وقت حضرت خبیب کے

---

[1] تنعیم حدود مکہ مکرمہ سے باہر ایک مقام ہے جہاں سے آج کل حجاج کرام عمرہ کے لیے

ساتھ مکہ کے مرد عورتیں اور بچے آزاد اور غلام سبھی تھے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سارا مکہ مقتلِ خبیب کی جانب اُمڈ پڑا تھا اور بقول حضرت مصنف ان میں موتور اور غیر موتور سبھی شریک تھے۔

موتور اور غیر موتور: ۱۔ وہ شخص جس کا کوئی عزیز غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا اور اس کو ایسا کوئی مسلمان نہ ملا جس سے وہ اپنے عزیز کے قتل کا بدلہ لیتا لہٰذا وہ خبیب کے قتل کو اپنے عزیز کا بدلہ تصور کر رہا تھا۔

۲۔ وہ مخالفین اسلام جو محض تماشا دیکھنے کے لیے اس مجمع میں شامل تھے۔

الغرض جب اہل مکہ حضرت خبیب کو لے کر تنعیم آئے تو ایک بڑی لمبی لکڑی حضرت خبیب کو سولی دینے کے لیے گاڑی گئی۔ اس وقت حضرت خبیب نے اپنے قاتلوں سے کہا کہ تم مجھے اتنی مہلت دے دو تو میں بارگاہِ الٰہی میں دو رکعت نماز ادا کر لوں چنانچہ کافروں نے آپ کو مہلت دے دی اور خبیب بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خبیب نے کافروں سے کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم اپنے دل میں یہ کہو گے کہ یہ قتل کے ڈر سے تاخیر کر رہا ہے تو میں یہ نماز طویل سجدوں سے ادا کرتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خبیب نے تختۂ دار پر جانے سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر ایک رسم قائم کر دی اور اپنی انفرادیت ثابت کر دی کہ اس سے پہلے کسی نے نماز نہیں پڑھی تھی[۱]

(بقیہ) احرام باندھنے میں ٹیکسی اور بس والے اس جگہ کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد بھی ہے جو غالباً مسجد عائشہ کے نام سے موسوم ہے۔

[۱] مؤلف کتاب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے یہ لکھا ہے

نماز سے فارغ ہو کر حضرت خبیب نے آسمان کی جانب نظریں اُٹھائیں گویا زبان حال سے کہہ رہے تھے [1]

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ چہ خوش تماشائیست

"آپ کے عشق کے جرم میں سزا کے طور پر تختہ دار پر بھیجا جاتا ہوں اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔ اے محبوب تو بھی بر بام آ کر اپنی نگاہِ محبوبی سے یہ تماشہ دیکھ۔"

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ اُحدیت میں التجا کی:

اللّٰھم احصھم عددًا واقتلھم بددًا ولا تغادر منھم احدًا

"خداوندا ان کی (کافروں کی) شمار و قطار فرما کر ان کو گھیرے۔ ان کو پراگندہ کر کے اپنے قہر سے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھ۔"

دعائے خبیب اور حضرت معاویہ: کاتب وحی حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لانے

(بقیہ) کہ حضرت خبیب نے ایک رسم قائم کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رسم شریعت کے خلاف نہ ہو اور اس میں کوئی خوبی ہو تو ایسی رسم کو جاری رکھنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

[1] مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی نے تاریخ حبیب الٰہ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت خبیب نے سولی دیئے جانے سے قبل یہ شعر پڑھے تھے:

ولست ابالی حین اقتل مسلما ... علی ای شق کان للّٰہ مصرعی
وذالک فی ذات الالٰہ وان یشاء ... یبارک علی اوصال شلو ممزع

کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت خبیب کو سولی دیتے وقت میں اپنے والد کے ساتھ تنعیم کے مقام پر موجود تھا۔ جس وقت حضرت خبیب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تو مجھے والد حضرت ابوسفیان نے دھکیل کر گرا دیا اور میں سر کے بل زمین پر گرا اس کے بعد آبا جان نے نہایت سختی کے ساتھ گھسیٹا جس سے میرا جسم زخمی ہو گیا اور کافی عرصہ میں زخموں کے مندمل ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ یہ میرے والد نے اس لیے کیا کہ میں حضرت خبیب کی بددُعا کو اپنے کانوں سے نہ سُن سکوں۔ اسی طرح خویلطب بن عبدالعزیٰ اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے کر تیزی سے بھاگا تاکہ خبیب کی آواز اس کے کانوں میں نہ جائے۔ حکیم بن حزام اس دعا کے خوف سے درختوں کی آڑ میں چلا گیا تاکہ وہ دعائے خبیب کی زد میں نہ آجائے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

سعید بن عامر جمحی: حمص کے عامل حضرت سعید بن عامر جمحی پر اکثر اوقات غشی کا دورہ ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا اے سعید یہ کیا بات ہے؟ یہ دورہ تجھ پر کیسا پڑتا ہے کیا تجھ پر کوئی جن آتا ہے؟ حضرت سعید نے عرض کیا امیرالمومنین ایسی کوئی بات نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وجہ کیا ہے کہ حضرت خبیب کو سولی دینے کے وقت میں اس مجمع میں موجود تھا اور تماشہ دیکھنے گیا تھا۔ حضرت خبیب نے سولی دیئے جانے سے قبل جو دُعا کی تھی وہ میں نے اپنے کانوں سے سُنی تھی اب جس وقت بھی وہ منظر میرے سامنے آجاتا ہے تو میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ بیان

کرتے وقت پھر ان کی یہی کیفیت ہو گئی تھی۔

نوفل بن معاویہ دَیلی کا بیان ہے کہ حضرت خبیب کی دعا کے وقت جو لوگ موجود تھے سبھی اس سے متاثر ہوئے تھے اور کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جس پر اس دعائے بد کا اثر نہ ہوا ہو اور وہ اس کے ضرر سے بچا ہو۔

قصہ مختصر جب حضرت خبیب نماز سے فارغ ہوئے تو کفار ان کو سولی پہ لے گئے اور ان کا رُخ مدینہ کی جانب کر کے ان کو رسیوں سے جکڑ دیا۔ خبیب سے کہا اگر تم اسلام سے منحرف ہو جاؤ تو تمھیں آزاد کیا جا سکتا ہے۔ حضرت خبیب نے جواب دیا۔ خدا کی قسم اگر تمام دنیا کی دولت میرے قدموں میں ڈالی جائے تو بھی میں اسلام سے روگردانی نہ کروں اور دارِ آخرت پر دنیا کو ترجیح دوں۔ پھر دشمنوں نے کہا کہ تم یہ گوارا کرتے ہو کہ (خاکم بدہن) تمھارے بجائے یہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور تم اپنے گھر آرام کرو۔ حضرت خبیب نے فرمایا خدا کی قسم مجھے کسی قیمت پہ یہ گوارا نہیں کہ جسم اقدس پہ ایک کانٹا چبھے اور میں آرام سے رہوں۔ غرضیکہ کافروں نے خبیب کو طرح طرح کے لالچ دیئے لیکن حضرت خبیب پر کوئی اثر نہ ہوا تو دشمنِ اسلام کہنے لگے کہ اب ہم تم کو ضرور قتل کریں گے۔ خبیب نے کہا کہ قتل میں تھوڑی دیر کی تکلیف ہے اور راہِ خدا میں جان دینا تو بہت آرام کا کام ہے بخلاف اس کے کہ میں اسلام سے انحراف کروں جو بہت مشکل اذیت ناک اور باعث خلود نار ہے

حضرت خبیب نے کافروں سے کہا کہ تم نے میرا رُخ کعبہ مکرمہ سے پھیر کر جانب مدینہ کر دیا ہے تو اس میں میرے لیے کوئی فرق نہیں کیونکہ خالق و مالک کا ارشاد ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ تم جدھر بھی رُخ کرو ذات الٰہی کے جلوے اُسی جانب نظر آئیں گے۔

آقا کی بارگاہ میں غلام کا آخری سلام: کافروں کی گفتگو کے بعد حضرت خبیب نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا خداوندا دشمنوں کے علاوہ یہاں کوئی ایسا نہیں نظر آتا جو میرا اسلام عقیدت تیرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچادے اب تو ہی میرا اسلام ان کو پہنچادے۔

چشم دید راوی نے کہا کہ اُس وقت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز تھے۔ اور آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جیسی کہ نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ' کے الفاظ ادا فرمائے اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ابھی جبریل امین نے آکر خبیب کا سلام آخر مجھے پہنچایا ہے۔

کافروں کے انتظار کی گھڑیاں اب طویل ہوتی جارہی تھیں لہذا انھوں نے لڑکوں کو بلایا جن کے باپ میدان بدر میں مارے گئے تھے یہ لڑکے چالیس کی تعداد میں تھے۔ ان سب کو سردارانِ قریش نے ایک ایک نیزہ دیا اور بتایا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے تمھارے باپوں کو مارا ہے لہذا اب تم بدلہ لو اور ان پر حملہ کرو۔ ان تمام لڑکوں نے خبیب پر نیزوں سے حملہ کیا۔ حملہ کی شدت سے حضرت خبیب تڑپنے لگے اور قدرتِ خداوندی سے خبیب کا رُخ قبلہ کی جانب ہوگیا تو اس کرب و اذیت کی شدت کے باوجود حضرت خبیب نے اللہ رب العالمین کا شکر ادا فرماتے ہوئے فرمایا الحمد للہ الذی جعل وجھی نحو القبلۃ۔ خداوندا تیرا شکر ہے کہ تو نے میرا رُخ جانب قبلہ کر دیا۔

ان حملہ آوروں میں سے ایک شقی نے اس طرح نیزے کا وار کیا کہ اس کا نیزہ ان کے سینے میں لگ کر آر پار ہوگیا۔ اس وقت حضرت خبیب نفی و اثبات کے ذکر میں مشغول تھے زبان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری

تھا۔ جب تک حضرت خبیب کی زبان پر کلمہ جاری رہا اس بدبخت نے نیزہ کو سینے سے نہیں نکالا اس طرح حق و صداقت کے پیکر راستی کے علمبردار کافروں کے ظلم و ستم کے شکار نے دارِ فانی سے عازمِ ملک جاودانی ہو کر حیاتِ ابدی حاصل کی

مورخین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ حضرت خبیب کی موت کس بدبخت کی برچھی لگنے سے واقع ہوئی اس سلسلہ میں بعض اربابِ تاریخ کا کہنا ہے کہ ان چند اشخاص نے آخری حملے کیے تھے:

۱۔ عقبہ بن حارث بن عامر نوفلی رضی اللہ عنہ

۲۔ ابو میسرہ عبدری رضی اللہ عنہ

۳۔ ابو سروعہ رضی اللہ عنہ۔

عقبہ بن حارث نوفلی اسلام لے آئے تھے وہ کہا کرتے تھے بخدا میں نے بذات خود حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا بلکہ بنی عبدالدار کے ایک شخص ابو میسرہ نے برچھی میرے ہاتھ میں پکڑائی اور میرے ہاتھ کو سختی سے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ہاتھ کے زور سے حضرت خبیب کے برچھیاں لگاتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ بعد میں اس نے برچھی سے اپنا ہاتھ ہٹا کر ایک نیزہ نہایت زور سے حضرت خبیب کے سینہ میں مارا جو آر پار ہو گیا۔ لوگ اس وقت پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اے ابو سروعہ ابو میسرہ نے نہایت عمدگی سے برچھیاں ماری ہیں۔ ابو میسرہ نے نیزہ اس وقت تک حضرت خبیب کے سینے میں رکھا جب تک کہ حضرت خبیب کی زبان پر کلمہ جاری رہا۔ حضرت عقبہ بن حارث کے بیان کے مطابق ابو سروعہ ہی وہ شخص قرار پاتا ہے جس کے حملے کے نتیجے میں حضرت خبیب کی شہادت ہوئی۔

عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف قرشی نوفلی محدثین نے اس

کنیت ابوسروعہ لکھی ہے۔ علم الانساب کے ماہرین نے ابوسروعہ کو عقبہ بن حارث کا بھائی لکھا ہے۔ عسکری نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں کی تحقیق کیمطابق ابوسروعہ عقبہ بن حارث کا ماں شریک بھائی ہے۔

ابوحاتم رازی کی تحقیق کے مطابق ابوسروعہ ہی حضرت خبیب کا قاتل ہے اور اس کا نام عقبہ بن حارث بن عامر تھا اور یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہدِ خلافت میں فوت ہوُا۔ علاوہ ازیں اکثر لوگوں کی تحقیق یہی ہے کہ ابوسروعہ نوفلی ہی عقبہ ہے لیکن بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ابوسروعہ عقبہ بن حارث کا بھائی ہے جس کا نام حارث تھا جو فتح مکّہ کے دن مسلمان ہوُا۔

حضرت خبیب کی نعش حضرت خبیب کو برچھیوں اور نیزوں سے شہید کر کے ان کی نعش کو سولی پر لٹکا کر سولی ہی پہ چھوڑ دیا گیا تاکہ ان کی موت کی تشہیر اور انکی نعش کی نمائش ہوتی رہے۔ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاں نثار صحابہ سے فرمایا کون ہے جو خبیب کی نعش کو سولی سے اُتار کر لائے اور جنّت کا حقدار بنے۔ حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن اسود نے اپنی خدمات اس کام کے لیے پیش کیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے عازمِ مکّہ ہوئے۔ جس دن یہ دونوں حضرات مکّہ پہنچے تو ان کی شہادت کو چالیس دن گزر چکے تھے لیکن ان کی نعش اسی طرح تھی جس سے معلوم ہوتا تھا آج ہی شہید ہوئے ہیں۔ ان کا ہاتھ سینہ کے زخم پر تھا جس سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا حضرت زبیر نے ان کی نعش کو سولی سے اتارا اور اس کو اپنے گھوڑے پر رکھا اور حضرت مقداد کے ساتھ چلتے ہوئے عازمِ مدینہ ہوئے۔ قریش مکہ کو جب یہ معلوم ہوُا کہ حضرت خبیب کی نعش سولی پر نہیں ہے تو فوراً ان کا ذہن مسلمانوں کی طرف منتقل ہوُا اور اُنھوں نے تیز رفتار اونٹنیوں پر سوار ہو کر ان دونوں حضرات کا

پیچھا کیا ۔ حضرت زبیر نے جب ان شتر سواروں کو دیکھا تو فوراً نعش کو گھوڑے سے اُتار کر زمین پر رکھ دیا نہ زمین شق ہوئی اور حضرت خبیب کی نعش کو نگل گئی یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں حضرت خبیب بلیع الارض کے لقب سے موسوم ہیں ۔ جب قریش کے شتر سوار بہت قریب آ گئے تو حضرت زبیر نے سر سے دستار اُتاری اور ان کا فردا سے فرمایا تم نے مجھے پہچانا نہیں ہے اب پہچان لو میں زبیر عوام کا بیٹا اور حضرت عبد المطلب کا نواسا ہوں اور یہ میرے رفیق سفر حضرت مقداد بن اسود ہیں ۔ ہم دونوں شیر اپنی کچھار کی جانب جا رہے ہیں ہم اپنی راہ میں مزاحمت کرنے والے کو نیست نابود کر دیتے ہیں اگر تم لڑنا چاہو تو اپنا حوصلہ پورا کر لو اگر تیر اندازی پر آمادہ ہو تو یہ تمنا بھی پوری کر لو اور اگر صحیح سلامت واپس جانا چاہو تو اپنی راہ لو ۔ ان کا فردوں نے جب زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جراٗت مندانہ گفتگو سنی تو بہتری اسی میں سمجھی کہ خاموشی کے ساتھ مکہ واپس چلے جائیں ۔ چنانچہ حضرت مقداد و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قطع مسافت کر کے جب مدینہ آئے تو سیدھے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے ۔ جبریل امین بھی اس وقت بارگاہِ نبوی میں موجود تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ رہے تھے کہ فرشتوں میں ان دونوں حضرات کی عقل مندی اور جراٗت کی تعریف ہو رہی ہے ۔

---

۷ ۔ حضرت زید بن دثنہ : بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ انصاری خزرجی بیاضی ۔ غزوات بدر و اُحد میں شریک ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے سریہ رجیع میں حضرت عاصم کے ساتھ تشریف لے گئے ان کو کافر حضرت خبیب کے ساتھ گرفتار کر کے مکہ لائے تو صفوان بن اُمیہ نے اپنے باپ کے خون کے بدلے پچاس اونٹ کے بدلے میں خرید لیا ۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت زید کو چند لوگوں نے مل کر خرید

تھا۔ چونکہ وہ زمانہ اشہر حرم (وہ مہینے جن میں دورِ جاہلیت کے لوگ جدال و قتال نہیں کرتے تھے) کا تھا اس لیے ان کو خرید کر نطاس نامی غلام (جو صفوان کی ملکیت تھا) کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ان ایام میں حضرت زید دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے۔ افطار کے وقت جو چیزیں کھانے کے لیے تھیں ان میں سے گوشت کو ہاتھ تک نہ لگاتے یہ بات صفوان کو بہت ناگوار تھی چنانچہ اس نے ایک دن حضرت زید سے دریافت کیا کہ تم ان چیزوں میں جو تمھیں کھانے کو ملتی ہیں ان کے گوشت کو ہاتھ تک نہیں لگاتے حضرت زید نے جواب دیا کہ ہر اس ذبیحہ سے جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت نہیں کھاتا البتہ دودھ سے قدرے رغبت ہے اس کو پی لیتا ہوں اور وہی میرے لیے کافی ہے چنانچہ صفوان نے اپنے خدام سے کہہ دیا کہ آج سے حضرت زید کو دودھ کا ایک بڑا پیالہ دیا جائے۔ ادھر صفوان کے خدام کو دودھ کے پیالے کو کہا ادھر قسامِ ازل نے انکی عمر کے ساغر کو لبریز کر دیا۔ اشہر حرم ختم ہوئے اور حضرت زید کو حضرت خبیب کے ساتھ مقتل میں لایا گیا جہاں یہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر آپس میں صبر و ضبط کی تلقین کرنے لگے۔ جب دونوں علیحدہ ہوئے اور انھیں سولی پر چڑھایا جانے لگا تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد کفار نے انھیں دنیاوی دولت اور زندگی بچانے کے لیے جس طرح حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا ان سے بھی کہا لیکن انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت خبیب نے دیا آخر کار کفار جب ان سے مایوس ہو گئے تو نہایت شقاوت اور ظلم کے ساتھ انھیں تختہ دار پر کھڑا کر دیا اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کا جام نوش

کرکے حیاتِ ابدی سے سرفراز ہوئے۔

کسی کو دشتِ نوردی کسی کو دار و رسن
یہ عظمتیں ہیں مقدر کسی کسی کے لیے

۵

غزوہ مصطلق

اس غزوہ کا دوسرا نام غزوہ مریسیع ہے۔ اس غزوہ کو مصطلق

وجہ تسمیہ: کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ غزوہ مصطلق بن سعد بن عمرو (خزاعہ) بن لحی ابن حارثہ بن مزیقیا کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا تھا چنانچہ اس کو اسی کے نام سے ہی موسوم کیا گیا۔

مُصطَلِق کا اصلی نام جذیمہ تھا لیکن یہ نہایت جہیر الصوت (بلند آواز) تھا اس لیے اس کا نام مصطلق پڑ گیا۔ جہاں یہ لوگ آباد تھے وہ جگہ ایک آبشار مریسیع کے قریب واقع تھی اس لیے اس غزوہ کو آبادی اور اس شخص جو غزوہ کی وجہ تھا پہچانا جاتا تھا۔

اس غزوہ کی تاریخ وقوع میں مؤرخین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مورخین نے ۲ شعبان ۵ھ بتایا ہے جبکہ محدثین نے ۵ھ کے بجائے ۶ھ ثابت کیا ہے۔

جنگ کے اسباب: جن وجوہ کے سبب یہ غزوہ وقوع پذیر ہوا ان کے

لے میں مورخین نے لکھا ہے کہ حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن حارث بن عائذ
مالک بن جذیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو (خزاعہ) بن لحی بن حارثہ بن مریقیا
اعی مصطلق، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ ایک
اس نے عرب کے بعض قبائل سے مشورتاً کہا کہ اگر تم میرا ساتھ دو اور میری
طول کر مدد کرو تو میں مدینہ پر چڑھائی کر دوں۔ اُن لوگوں نے اس کی مدد
مدہ کیا تو حارث نے قبائل عرب کے چند گروہوں کو ہمنوا بنایا اور جنگ کی
دل میں مشغول ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس کی ریشہ دوانیوں کی اطلاع
ۃ آپ نے حضرت بریدہ اسلمی کو حالات دریافت کرنے کے لیے جانے کا
فرمایا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اگر اس بات کی مجھے
رت مل جائے کہ میں جس طرح مناسب سمجھوں بنی مُصطلق سے بات چیت
ں خواہ وہ بظاہر ہمارے خلاف ہی معلوم ہو۔ اس طرح میں ان دشمنانِ
م کے شر سے محفوظ ہو جاؤں گا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
انھیں اجازت دے دی تو حضرت بریدہ مدینہ سے روانہ ہو کر مریسیع پہنچے اور
مصطلق میں جا کر گھل مل گئے۔ ایک دن آپ نے حارث بن ضرار سے کہا
تمھارا ارادہ واقعی مسلمانوں سے جنگ کرنا ہے تو میں ایک بڑی فوج لے
ماری مدد کر سکتا ہوں۔ حضرت بریدہ کی بات سے حارث پھولا نہ سمایا
ھے کو بینائی مل گئی۔ مریض کو شفا حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اس نے حضرت
رہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اُن سے دل کی بات کہہ دی اور راز اُگل دیئے۔
نچہ حضرت بریدہ نے اس کو اطمینان دلایا اور کہا کہ میں اس سلسلہ میں ان کی مدد
ں گا چنانچہ فوجی دستوں کی فراہمی کے لیے مجھے آس پاس کے علاقوں میں

جا کر افرادی طاقت جمع کرنی ہو گی۔ لہذا میں اس کام کو سرانجام دیتے ہوئے مری
سے آج ہی روانہ ہو جاؤں گا۔

حسب قرارداد جناب بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ
آ گئے اور ساری گفتگو جو حارث سے ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بیان کی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اطلاع کی روشنی میں ج
کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور مدینہ طیبہ میں نیابت کے فرائض حضرت ابو
یا نمیلہ بن عبداللہ لیثی کے سپرد فرمائے۔ غزوہ مصطلق کے لیے اسلام
اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس غزوہ کے لیے لشکر کی ترتیب اس
طرح فرمائی:

علمبردار مہاجرین : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علمبردار انصار : حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سردار مقدمۃ الجیش : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سردار میمنہ : حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سردار میسرہ : عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلامی لشکر کو اس طرح مرتب فرما کر شہنشاہِ نبوت پناہ صلی اللہ تعا
سے منزلِ مقصود (مریسیع) کی جانب روانہ ہوئے۔ لشکرِ اسلامی میں تیس گھو
تھے جن میں سے بیس گھوڑے انصاری مجاہدین کے پاس تھے جبکہ دس
مہاجرین کے پاس تھے جو بہت تیز رفتار تھے اور باقی
آٹھ دوسرے مہاجرین کی ملکیت تھے جبکہ دو گھوڑے۔ لزاز۔ طرب
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کے لیے مخصوص تھے۔
بہاں فرزندانِ توحید نے جذبہ جہاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرکت کی

ہاں غیر مسلم اور منافق بھی حصول مال و زر کے لیے مسلمانوں کے ساتھ ناخواندہ
ہمان کی حیثیت سے ساتھ تھے اور اس کی مثال ایسی ہی تھی جیسے جنگل میں شیر
کے پیچھے پیچھے گیدڑ بھی لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ کافر مسلمانوں کے ساتھ تھے
ن منافقین کی قیادت عبداللہ بن ابی سلول اور زید بن صلت کر رہے تھے۔ راستہ
ں بنی مصطلق کا ایک جاسوس ملا جس کو صحابہ کرام نے پکڑا اور حضور نبی کریم
ملی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بنی مصطلق کے بارے میں سوالات کیے لیکن
س نے صاف جواب نہ دیا البتہ یہ اقرار کر لیا کہ میں بنی مصطلق کا جاسوس ہوں
ضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام سے بھی
نکر ہوا اور اپنی بد زبانی کی پاداش میں قتل کیا گیا۔

جب اس جاسوس کے قتل کی اطلاع اسلام کے دشمنوں کو ملی تو ان پر اسلام کی
ہیبت طاری ہو گئی اور آس پاس کے علاقوں کے جو لوگ بنی مصطلق کے ساتھ
مال ہو گئے تھے وہ سب حارث کا ساتھ چھوڑ گئے اب اس کے ساتھ صرف
بیلہ مُصطلِق کے لوگ ہی رہ گئے جب لشکرِ اسلام سرزمین بنی مصطلق پر پہنچا
ر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں نے اپنا پرچم صفوان
کے ہاتھ میں دے دیا لیکن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور پہلے ان کافروں کو
بلغ اسلام کرو تا کہ ان کی جان و مال محفوظ رہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم
نے آگے بڑھ کر کفار کو اسلام کی تبلیغ کی تو اُن کافروں نے اسلام قبول کرنے
کے بجائے صاف انکار کر دیا مسلمانوں نے ان کافروں پر یکبارگی حملہ کر دیا۔
س کے نتیجہ میں کافروں کا علمبردار صفوان مارا گیا۔ اس کے علاوہ نو اور کافر
کیفر کردار کو پہنچے اور بقیہ دُم دبا کر بھاگ نکلے مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے

ہاتھ دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور دو سو خواتین آئیں ان خواتین میں حضرت برہ (جویریہ) بنت حارث بن ضرار بھی تھیں جو قبول اسلام کے ازواجِ مطہرات میں داخل ہوئیں۔

اس غزوہ میں صرف ایک مسلمان مجاہد حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جام شہادت نوش کیا اور حیات ابدی حاصل کی۔

بن صبابہ بن حزن بن سیار کنانی لیثی تھا۔

حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اور ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق ان شہادت غزوہ بنی مصطلق میں ہوئی۔ لیکن بعض مورخین نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ میں خوب داد شجاعت دی لیکن بنی عوف بن خزرج سے کسی انصاری نے سے آپ کو شہید کیا۔

اس غزوہ میں اسلامی تاریخ کے دو اہم واقعات رونما ہوئے جن کو رب رحیم نے بذریعہ وحی فرما دیا۔[1]

۱۔ مہاجرین و انصار مدینہ میں آپس میں شکر رنجی پیدا ہو گئی۔

۲۔ واقعہ افک۔

---

[1] ان واقعات پر تفصیل جائزہ اس مختصر کتاب میں ممکن نہیں علاوہ ازیں یہ موضوع کتاب سے جدا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ان واقعات کی تفصیل سیر و تاریخ کی دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ (محمد اطہر نعیمی)

MAP OF THE BATTLE OF
KHANDAQ
(DITCH)

KILOMETERS

M.K. 20/1/1

N

JURAF
Confluence
ZAGHABAH
Zubair's Farm
Reservoir of Zubair
Mt. Tha'wr
Fort
Zubair's Mosque
GARDENS
Rumah well
Qasr Said Ibn al-As
PALACE
GARDENS
FOREST GHABAH
Mt. UHUD
Bridge
Mt. Rumat
WADI QANAT
Mt. Waira
TRIBE BANU HARITHAH
EASTERN LAVA PLAINS (WAQIM)
Prophet's Resting place
Rataj Fort
Sharkhain Twin Fort
(now double domed Mosque)
TRIBE BANU HARITHAH
WADI BATHAN
WADI AL-'AQIQ
Dhubab Mosque
DITCH
Racing Mosque (Sabaq)
Qiblatain Mosque
AIRPORT
HEDJAZ RAILWAY LINE
JUMMAWAT HILLS
Mt. Sal'
Fort
Victory Mosque
Buda'ah well
Old well
Baqi' Grave Yard
Prophet's Mosque
MANAKHAH
WESTERN LAVA PLAINS (AL-WABARAH)
DITCH
TRIBE ABDUL-ASHHAL
TRIBE BANU QAINUQA'
TRIBE BANU ZUFAR
WADI MAHZUR
Banu Quraiza
WADI MUDHAINIB
WADI RANUNA
Shams
TRIBE BANU NADIR
Quba Mosque
Bihyan Fort
SOUTHERN FAREWEL HILL
Ka'b Ibn al-Ash
PALACE
Mt. AIR

GATES OF THE MODERN WALLED TOWN OF MEDINA

1. Sham'i
2. Basri
3. Majidi
4. Jumu'ah
5. 'Awali
6. Quba
7. 'Anbariyah

خندق کا نقشہ جس سے مدینہ پاک کا حفاظتی کام لیا گیا تھا۔

غزوۂ خندق

اُحد کی لڑائی میں قریش جیت تو گئے لیکن مدینے میں اپنا فوجی دستہ چھوڑ جانے
[او]ر اپنے شامی کاروانوں کے راستے کی مستقل حفاظت کا اطمینان کرنے پر اُنھوں نے
[ک]وئی توجّہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ قریش اور اُن کے حلیف ہمراہیوں کے مدینے سے
دُور نکلتے ہی مسلمان اپنے گھروں میں آگئے، اور جلد ہی اُنھوں نے اپنا کھویا ہُوا
[و]قار نہ صرف حاصل کر لیا، بلکہ اپنے اثرات مشرق میں نجد تک[1] اور شمال میں کاروانوں
کے جنکشن دُومتہ الجندل کے قریب تک پھیلا دیئے[2] اور قریش کا نہ صرف شام و
مصر بلکہ عراق[3] کا راستہ بھی مؤثر طور سے بند کر دیا۔ اور خود شہر مدینہ میں بھی وہاں کے
یہودیوں کی روز افزوں جلاوطنی اور نومسلم عرب قبائل کے توطّن سے اُن کی حالت
مستحکم تر ہو گئی۔

مگر یہودیوں کی جلاوطنی تازہ مشکلات کا باعث بنی۔ یہ لوگ مدینے کے
شمالی علاقوں میں جا کر بسنے لگے، جیسے خیبر، وادی القراء اور دیگر یہودی نوآبادیاں
جو شامی راستے پر فلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ غالباً دومتہ الجندل میں بھی ان کے

---

[1] بیر معونہ و ذات الرقاع وغیرہ نجد ہی میں ہیں۔

[2] ابن ہشام ص ۱۹۱ تا ۱۹۲

[3] ابن ہشام ص ۵۳۷ طبری ص ۱۳۷۴

خاصے اثرات تھے کیونکہ مدینہ آنے والے غلّے وغیرہ کے کاروانوں کو اب دومۃ الجن[دل]
میں بھی چھیڑا جانے لگا[1]۔ ان یہودیوں نے اپنے معاشی اثرات سے ایک طرف
تو غطفان[2] وغیرہ قبائل کو مدینے پر دھاوا بولنے کے لیے فراہم کر دیا اور دوسر[ی]
طرف قریش کو بھی ان تیاریوں سے آگاہ کر کے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے آما[دہ]
کر دیا[3] اور یہ سب تیاریاں پوری مستعدی سے کوئی دو سال تک رہیں۔ اور شوا[ل]
۵ھ میں مدینے کی خندق کا محاصرہ کر لیا گیا۔

دُومۃ الجندل میں مدینہ آنے والے کاروانوں کو ستایا بلکہ روکا جانے لگا[تو]
حضور سرور کائنات فخر موجودات خود اُدھر روانہ ہوئے۔ تاکہ اس کانٹے کو ر[استے]
سے صاف کیا جائے[4] بظاہر دوران مہم میں آپ کو اس مخالفانہ سازش اور جتھا بن[دی]
کا پتہ چل گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اب بہت جلد وار کیا جانے والا ہے۔ اس
لیے خلاف معمول آپ آدھے راستے[5] سے مدینے واپس آ گئے۔ اور شہر کی مدا[فعت]
کا انتظام کرنے لگے۔

حضرت سلمان فارسی کی رائے: اسلامی مورخ عام طور سے لکھتے ہیں کہ مدافعت کے مشورے میں حضر[ت]
سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ شہر کے اطراف ایک خندق
کھودی جائے جیسا کہ ایران میں رواج تھے۔ مکتوبات نبوی میں سے ایک
میں جو مغازی الواقدی اور مقریزی کی "التخاصم بین بنی ہاشم و بنی اُمیہ" میں مل[تا]

---

[1] التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۴۸ [2] ابن ہشام ص ۶۸۱ [3] البدایہ لابن کثیر ج ۴
[4] ایضاً [5] طبری ص ۱۴۶۵ [6] حوالے وثن میری "الوثائق السیاسیۃ"۔

ہے۔ ابوسفیان نے طعنہ زنی کی کہ مقابلے کی جگہ قلعوں میں گھس بیٹھے ہو۔ اور حیرت ظاہر کی کہ یہ نیا داؤں کس سے سیکھا۔ اس کے جواب میں آنحضرت رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا کہ خدا نے آپ کو یہ چیز الہام کی[1]۔

بہرحال جو بھی ہُوا یہ امر واقعہ ہے کہ ۵ھ میں یورش کا مقابلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ترقی یافتہ اصول جنگ سے کیا۔ کم و بیش یہی رائے آپ کی جنگِ اُحد میں تھی کہ شہر میں محصور رہ کر مدافعت کریں۔ مگر نوجوان سپاہیوں اور افسروں کے اصرار پر آپ نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تھا اور ستر مسلمانوں کی کثیر تعداد کا نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔

واقدی[2] کا بیان ہے کہ دومۃ الجندل کی مہم سے واپس آئے اور خندق کی تجویز پختہ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند انصار و مہاجرین کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور شہر کے اطراف میں ان مقامات کا معائنہ فرمایا جو جنگ اور محاصرے میں اہمیت رکھ سکتے تھے اور اس مقام کی تلاش کی جہاں پڑاؤ ڈال کر مسلمان سپاہی اُتر سکیں۔ اور یہ طے ہُوا کہ حسبِ معمول عورتیں، بچے، جانور، غلہ اور قیمتی اثاث البیت ان گڑھیوں میں منتقل کر دیئے جائیں جو مدینے کے اطراف میں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ اور جن کو آطام اور آجام کہا جاتا تھا اور مسلمان سپاہی جبل سلع کے دامن میں خیمے لگا دیں اور اپنے سامنے ایک لمبی اور گہری خندق کھود دیں۔

مدینہ منورہ کا حدود اربعہ : شہر کے اطراف خاص کر جنوب میں باغوں کا جال بچھا ہُوا تھا اور ان کے درمیان جو

---

[1] ابن ہشام ص ۵۵۸ وغیرہ [2] مغازی الواقدی ورق ۱۰۲ ب)

تنگ راستے تھے ان میں سے گزرنے کی کوشش دشمن کو صف کی جگہ قطار بنانے
پر مجبور کرتی تھی۔ اور ان راستوں میں چھوٹی چھوٹی چوکیاں بھی بڑی سے بڑی فوج کو
روک دینے کے لیے کافی تھیں۔ مشرق میں بنو قریظہ وغیرہ یہودیوں کے سینکڑوں مکان
اور باغ تھے اور فی الوقت ان سے بہت اچھے تعلقات تھے اور ادھر سے بھی اطمینان
سا تھا۔ شمال کا رُخ ہی سب سے خطرناک تھا۔ ایک حد تک مغربی رُخ بھی۔ اس
لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابتدائی تجویز کے مطابق شمال میں حرۂ
شرقی[1] اور حرۂ غربی کو ملاتی ہوئی ایک خندق کھدائی گئی جو نیم دائرہ بناتی ہوئی
جبل سَلَع کے مغربی کنارے سے آملی۔ پھر مختلف قبائل نے اپنے محلّوں کی
حفاظت کے لیے اپنے طور پر[2] اسے جنوب میں عیدگاہ میں (مسجد غمامہ یا مصلّی)
کے مغرب سے گزارتے ہوئے کافی دُور تک قبا کے رُخ میں بڑھا دیا۔ شہر
مدینہ کی تاریخ میں مطری نے لکھا ہے کہ اب وادیٔ بطحان راستہ بدل کر اس جگہ
سے گزرنے لگی ہے۔ جہاں خندق کھودی گئی تھی[3]۔ واقدی کا بیان ہے کہ قبا
میں بھی بعض قبائل نے اپنے آطام کے اطراف خندق کھود دی۔ یہ بھی بیان
کیا جاتا ہے کہ خندق کو عبور کرنے کے لیے بعض جگہ "دروازے" (نہ کھدی
ہوئی کم چوڑی زمین کی صورت میں؟) بھی رکھے گئے تھے لیکن وہ کس جگہ تھے[4]
واقدی کو بھی معلوم نہ ہو سکا[5]۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس سے مراد وہ پہاڑیاں ہوں
گی جن کو خندق کے زنجیرے کی کڑیاں بنایا گیا تھا، اور یہ پہاڑیاں عبور دمرور

---

[1] سمہودی دربیان خندق [2] مغازی الواقدی ورق ۲۰۱ ب [3] کتاب التعریف بما انست الہجرۃ من معالم دار الہجرۃ بر موقع [4] مغازی ورق (۲۰۱ ب) ایضاً (ذکران الخندق لہ ابواب فلستا ندری این موضعہا۔

کے لیے ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ دیکھ بھال کی چوکیاں بھی تھیں۔ چنانچہ مسجد ذُباب اس کا اب بھی بقایا ہے جس پر ابتداً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک ترکی ڈیرہ[1] لگایا گیا اور پھر جہاں اس کی یادگار میں دروازے والی مسجد (ذو باب) بنائی گئی جو اب "ذُباب" کہلانے لگی ہے۔

غرض جیسا کہ بیان ہوا شہر مدینہ بکثرت محلّوں پر مشتمل تھا اور ان محلوں کے مابین کافی مسافت تھی اور یہ درمیانی زمین باغات اور نخلستان کی صورت میں تھی۔ جن کے اطراف اکثر صورتوں میں پتھر کی مستحکم اور خاصی بلند دیواریں تھیں جن کی وجہ سے خود باغوں کو "حائط" کہا جانے لگا۔ ایسے باغ اب تک مدینہ منورہ میں باقی ہیں۔ اور ان میں پختہ اور وسیع کنوئیں اب بھی اس قابل ہیں[2] کہ ان میں درجنوں لوگ اُتر کر چھپ جائیں۔ اور ان پختہ دالانوں اور حجروں سے جو کنوؤں کے اندرونی حصّے میں بنائے گئے ہیں، گڑھیوں یا چھوٹے قلعوں کا کام لیں (یہ کنوئیں حالت امن میں قیدیوں کے لیے محبس کا کام بھی دیتے تھے جیسا کہ کتانی[3] نے بحوالہ علینی لکھا ہے کہ کانت السجون آبارا) اور مختلف محلّوں کے یہ باغ اور گھر باہم کچھ اس طرح متّصل ہو گئے تھے کہ متعدد جگہ دو اونٹ گزرنے کے قابل عریض گلیوں کے سوا کوئی اور گزرگاہ بھی نہیں تھی۔ یہ حالت خاص کر قبا کے یعنی جنوبی رُخ میں اب تک نظر نہیں آتی ہے۔ عہدِ نبوی میں جبکہ یہ باغ بہت زرخیز حالت میں تھے۔ ان کی حالت جو کچھ ہوگی اس کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے جو سمہودی

---

[1] سمہودی تحت سلمہ (ذباب) طبری ص ۱۴۶۸)

[2] مثلاً بئر بردمہ ادمہ باغ قویم بری قریب قبا

[3] التراتیب الادرایہ ج ا ص ۲۹۸

نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

عن ابن اسحاق کان احدجانبی المدینة عورة وسائر جوانبها مشککة بالبنیان والنخیل العدوّ منها۔ (وفاء الوفا تحت کلمہ "خندق")

"ابن اسحاق سے روایت ہے کہ شہر مدینہ کا ایک رُخ کھلا ہوا تھا اور اُس کے باقی رُخ عمارتوں اور کھجور کے گھنے باغوں سے گھرے ہوئے تھے۔ جن میں سے دشمن گزر نہیں سکتا تھا۔"

اسی ایک کھلے رُخ یعنی شمال کی جانب کھودی جانی طے ہوئی۔ چنانچہ اولاً اس علاقے کی پیمائش کی گئی۔ پھر کام رضا کاروں کو بانٹا گیا اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کارانہ خدمت کی دعوت پر جب تین ہزار مسلمانوں نے لبیک کہی تو ہر دس دس آدمیوں کی ٹکڑی پر چالیس "ذراع" (جو شاید بیس گز کے مترادف ہے) لمبی خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا[1]۔ دوسرے الفاظ میں یہ خندق تقریباً ساڑھے تین میل طویل تھی۔ گہری اور چوڑی کتنی تھی۔ اس کا کوئی پتہ مجھے اب تک کسی کتاب میں نہیں ملا۔ لیکن اس کے کئی مرتبہ تذکرے ملتے ہیں کہ دشمن کے سوار خندق کُدا کر آنے کی کوشش میں ناکام رہے اور ایک مرتبہ ایسی ہی ایک کوشش میں ایک سوار خندق کے اندر گر کر مر گیا[2]۔ اس طرح تعجب نہیں جو دس گز چوڑی اور اتنی ہی گہری خندق کھودی گئی ہو۔

خندق کی کھدائی کے زمانے میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا مک

---

[1] کتانی ۱ ص ۲۹۸ طبری ص ۱۴۶۷ وغیرہ

[2] طبری ص ۱۴۷۶ مسند ابن حنبل ۱/۲۷۱

چھوڑ کر خندق سے متصل ایک پہاڑی پر خیمہ لگا کر مقیم ہو گئے، جس کی یادگار آج تک مسجدِ ذُباب (اصل میں "ذو باب" یعنی دروازے والی مسجد) موجود ہے سپہ سالارِ اعظم کی یہ مستعدی ظاہر ہے کہ رائیگاں نہیں جا سکتی تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک ٹکڑی میں خود بھی شرکت فرمائی (اسی ٹکڑی میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے) اور کھدائی میں برابر کا حصّہ لیتے رہے[1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمان فارسی کی خدمات: ایک قوی ہیکل آدمی تھے اور کئی آدمیوں کے مجموعی کام کے برابر خود کرتے تھے (چنانچہ بقول واقدی جَعَلُوا[2] لَهُ خُمُسَ اَذْرُعٍ طُوْلاً وَّخُمُسُ فِی الْاَرْض) اس لیے ہر ٹکڑی کے لوگ چاہتے تھے کہ سلمان انہیں کے ساتھ ہوں۔ اس[3] پر روایت ابن ہشام وغیرہ رسول کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمان منّا اهل البیت" (یعنی سلمان تو ہمارے اہل بیت کے ساتھ ہوں گے) اس جملے سے شاید یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹکڑی میں زیادہ تر اہل بیت نبوی کے افراد مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ہوں گے[4]۔ بعض بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ چنانچہ واقدی اور شامی نے ایک

---

[1] طبری ص ۱۴۶۵، ص ۱۴۶۷ [2] مغازی ورق ۱۰۳ الف (ب)

[3] مگر طبری ص ۱۴۶۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار وغیرہ لوگوں ہی پر یہ جماعت مشتمل تھی۔

[4] مغازی الواقدی ورق (۱۰۳ ب) [5] سیرۃ شامی بر موقع [6] بر موقع

روایت نقل کی ہے کہ کثرت کار اور شب بیداری سے تھک کر ایک دن حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کے وقت آرام لینے لیٹ گئے تو:-

"وَرَائِتَ اَبَا بکرٍ و عُمَرَ وَاقِفَیْنِ عَلی رَاسِہٖ (صلی اللہ علیہ وسلم) یَنحّیَانِ النَّاسَ ان یَمُرُّوابہٖ فَینبّھم۔

"راوی کہتے ہیں: میں نے ابوبکر اور عمر کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے تھے اور لوگوں کو ہٹا رہے تھے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے پاس سے گزر کر آپ کو بیدار کر دیں۔"

اسی روایت میں ایک دلچسپ جملہ یہ بھی ہے:-

وکان ابو بکر و عمر لا یتفرقان فی عمل ولا مسیر ینقلان التراب فی ثیابھما یومئذ من العجلۃ اذ لم یجد و احکلا تلا لعجلۃ المسلمین۔

"اور ابوبکر و عمر کبھی کام کرنے میں یا کہیں آنے جانے میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے، جلدی میں یہ مٹی کو اپنے کپڑوں میں ڈھوتے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کو جلدی میں ٹوکریاں نہیں مل سکتی تھیں۔"

ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ راتج (حرہ شرقی) سے جبل ذباب تک مہاجرین مامور تھے اور وہاں سے جبل بنی عبید اور فتح تک انصار۔ بعض تاریخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں سے کھدائی کا سامان

مستعار حاصل کیا تھا۔ اس وقت تک بنو قریظہ کو اتنی ہمت نہ تھی کہ اپنے دلی جذباتِ غداری کو ظاہر کریں۔ کیونکہ دشمن ابھی آیا نہ تھا اور سلہ ھ کے معاہدے کے تحت وہ مدافعت مدینہ میں مسلمانوں کا ہاتھ بٹانے کے پابند تھے۔

یہ کھدائی بعض بیانوں کے مطابق کوئی تین ہفتے جاری رہی۔ جب "سرکاری" خندق شمال میں مکمل ہونے لگی تو مختلف محلوں کے باشندے بھی دیکھا دیکھی اپنے طور پر اس سامان مدافعت سے استفادہ کرنے اور خندق کی اپنے محلے کے سامنے توسیع کرنے لگے اور اس طرح شہر کے مغرب میں بھی کوئی دو ڈھائی میل کی خندق کھد گئی۔ اس کے علاوہ بعض آطام کے گرد خندق کھودلی گئی جیسا کہ اُوپر ذکر ہُوا۔

خندق کی کھدائی کے دوران میں رضاکار جو اشعار گاتے تھے ان میں سے بھی چند تاریخ نے محفوظ کیے ہیں۔

واقدی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو انسانی عناصر کے ہر زمانے میں پائے جانے پر دلالت کرنے کے باعث نقل کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت دس بارہ سال کے بچے ہوں گے۔ خندق کھودنے میں ہاتھ بٹانے لگے اور دھوپ اور محنت سے تھک کر ایک دن جو ذرا کہیں لیٹے تو آنکھ لگ گئی حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہنس مکھ اور چلبلی طبیعت کے تھے۔ اُن کی جو نگاہ پڑی تو بچے سے بھی دل لگی نہ چھوڑی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھُدائی کا سامان اور کپڑے چپکے سے اُٹھا کر کہیں چھپا دیئے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بڑا تو بیدار ہونے پر سمجھ جائے کہ کسی دوست کی شرارت ہے لیکن کسی کم سن جوشیلے کا اس "اپنی کوتاہی اور قصور" پر گھبرا جانا ناگزیر ہے۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک طرف

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو رقاد کہہ کر ملامت کی (یعنی بڑا سونے والا) اور دوسری طرف حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہہ کی کہ کن صورتوں میں مذاق نامناسب ہے۔ خندق کی کھدائی ہر جگہ یکساں رفتار سے نہ رہی ہو گی۔ شمال میں چوڑی زمین آسانی سے کھد گئی ہو گی۔ حرہ میں دشواری ہوئی ہو گی۔ چنانچہ سنگِ مرمر کی ایک چٹان سے رضاکار عاجز ہو کر یہ اجازت لینے آئے کہ پیمائشی جگہ سے خندق کو ذرا ہٹا دیں۔ حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اس چٹان کو خود آکر توڑنا مشہور واقعہ ہے۔ ایک اور واقعہ ابن ہشام صا۱۷ میں مذکور ہے۔

کھدائی مکمل ہونے لگی تھی کہ شوال میں دشمن بھی آپہنچا۔ حضور

کفارِ مکہ کی آمد: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً عورتوں، بچوں کو حسبِ معمول گڑھیوں میں بھیج دیا۔ اور خود پوری فوج کے ساتھ جبل سلع پر پڑاؤ لگا کر مقیم ہو گئے اور آپ کا خیمہ بھی اب جبل ذباب سے جبل سلع کے ایک اہم مگر محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ آپ کی خیمہ گاہ پر اب مسجد فتح بطور یادگار پائی جاتی ہے اور اسی کے قریب آپ کے چار سپہ سالاروں کے خیمے تھے وہاں بھی مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں، جو حضرت سلمان، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف منسوب ہیں۔ اور سب مساجدِ خمسہ کے نام سے مشہور ہیں، اور اب تک پائی جاتی ہیں۔

دشمن جیسا کہ معلوم ہے متعدد حلیف قبائل پر مشتمل تھا۔ اور ان کے متحد کرنے اور چڑھائی پر آمادہ کرنے میں مدینے سے نکالے ہوئے یہود بنو نضیر نے حصہ لیا تھا۔ قریش نے اُحد کی فتح سے ہمت پاکر اور دیگر قبائل نے مالِ غنیمت کے لالچ میں مدینے کا محاصرہ کرنے کی ٹھانی۔ بنو النضیر نے جو اپنے پورے

مال و دولت کے ساتھ خیبر اور مزید دیگر شمالی علاقوں میں جا بسے تھے ، اپنے
ہمسایہ عرب قبائل کو جن میں غطفان بہت اہمیّت رکھتے ہیں، اپنے سرمایہ
دارانہ اثرات سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے خلاف اُبھارا تھا۔ غرض یہودی کارندوں
نے وہ تمام انتظامات طے کر دیئے جو مدینے کے شمال اور جنوب دونوں طرف
سے آنے والے حلیفوں کے لیے وقت اور مقام وغیرہ کے سلسلے میں ضروری
تھے۔ چنانچہ بقول واقدی (مغازی ورق ۱۰۱ تا ۱۰۲) خیبر کا ایک سال کا پورا
کھجور غطفان کو دیا گیا تھا۔ غرض قریش اور کنانہ اور احابیش کے قبائل وادی
عقیق کے قریب بَرُومہ پر مقیم ہوئے۔ اور غطفان اور بنو اسد اس سے کسی
قدر مشرق میں وادی النعان کے پاس ذَنَب نَقْمی نامی مقام سے جبل اُحد تک
پھیل گئے۔ ان مقاموں پر پانی اور گھاس کی کافی سہولتیں ہیں۔ گو بیان کیا جاتا ہے
کہ فصلیں کاٹ کر کافی عرصہ ہو چکا تھا (مغازی الواقدی صہ ۱۰۲)

مسلمان جبل سلع پر اور اس کے دامن میں مقیم تھے اور خندق کی باری باری
سے ان کی ٹکڑیاں نگہبانی کرتیں اور پہرہ دیتیں۔ اور جب کبھی دشمن خندق کے
کسی مقام پر نرغہ کرتا تو مسلمانوں کی فوج تیروں سے اس کا استقبال کرتی۔ دشمن
کے سوار بھی خندق کی طرف منڈلایا کرتے اور غفلت کی تلاش میں رہتے۔ ایک
آدھ مرتبہ دشمن کے بعض سردار اپنے عمدہ گھوڑوں کو خندق کدانے میں کامیاب
ہو گئے[۱] لیکن یہ ظاہر ہے کہ اکا دکا آدمی محصور مقام میں گھس آئے اور اسے
مدد دینے والے نہ آسکیں، تو اس جسارت پر خود اُسی کو بھگتان بھگتنا پڑتا ہے اور
خندق کے معرکے میں بھی یہی ہوا۔ بعض لوگ خندق کُدانے کی کوشش میں
کھائی میں گر پڑے اور جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ایک مرتبہ رات کے
وقت مسلمانوں کی دو ٹکڑیوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اور ایک دوسرے کو نہ پہچان کر

چلا ڈالے جس سے کچھ خون بہا اور چند زخمی ہوئے۔ پھر اپنے معمولی شعار کے نعرے لگانے سے متنبہ ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ آپ مرنے والوں کو شہید قرار دیا اور مجروحوں کی جراحت فی سبیل اللہ، لیکن خون اور زخم کوئی جرمانہ عائد نہ فرمایا۔

محاصرے میں روز افزوں شدت ہوتی گئی تو مدینے کے مشرق میں رہنے بنو قریظہ (یہودیوں) کا رنگ بھی بدلنے لگا اور افواہوں کی توثیق کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاسوس بھیجے اور انہیں راز میں سمجھا دیا کہ معاملہ دگرگوں دیکھو تو سب سے کہہ کر پریشانی میں اضافہ نہ کرنا بلکہ پیشگی معینہ (اور بظاہر اطمینان کے) الفاظ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنا جس کا مطلب آپ تو سمجھ جا گے۔ مگر دوسرے سننے والے عوام بے خبر رہیں گے۔ بنو قریظہ کی غداری کی تو تو ہو گئی لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کب وار کرنے والے ہیں اور چونکہ ان کو مسلما کے پیچھے سے گھس آنے یا شہر مدینہ کے لوٹ لینے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی اس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔

ولقد کنت ادانی علی سلع فانظر الی بیوت
المدینة فاذا رأیتهم هادئین حمدت الله

"میں بار بار جبل سلع کی چوٹی پر چڑھ کر نظر دوڑاتا اور جب مدینے کے گھروں کو پُر سکون پاتا تو خدا کا شکر کرتا۔"

اب صورتِ حال جتنی خطرناک ہو گئی تھی ظاہر ہے قرآن تک میں اس نقشہ پُر درد الفاظ میں کھینچا گیا ہے:

اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم و
اذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر

وتظنون باللہ الظنونا ھنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیداہ

"جب وہ تمھاری طرف آئے تو تمھارے اُوپر سے اور تمھارے نیچے سے اور نظریں خیرہ ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم خدا سے متعلق عجیب بدگمانیاں کرنے لگے اس موقع پر ایمان والوں کی آزمائش ہوئی اور اُن میں ایک شدید زلزلہ مچ گیا۔

اس وقت فوری کارروائی کی ضرورت تھی۔ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خفیہ قاصد غطفانیوں اور فزاریوں کے سردار حارث بن عوف اور عینیہ بن حصن کے پاس بھیجے اور ان سے معاہدہ کر لینا چاہا کہ وہ مدینے کے کھجوروں کی فصل کا معقول حصّہ لے کر محاصرے سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر شرطیں کڑی تھیں اور مسلمان ان پر آمادہ نہ ہوئے اور لکھی ہوئی دستاویز مٹا دی گئی۔

اب واحد چارۂ کار حلیفوں میں پھوٹ ڈلانا اور غلط فہمی پیدا کرنا تھا۔ کئی ہفتوں کے قیام کے باعث محاصرہ کنندوں کا آذوقہ ختم ہو چلا تھا اور ان کے پاس آنے والی رسد بھی مسلمانوں نے لوٹ لی تھی[۱]۔ اس لیے وہ بنی قریظہ کو جلد حملہ کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ مسلمان فوج تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ قریش وغیرہ محاصرہ کرنے والے چھ سات ہزار تھے۔ بنو قریظہ میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ سپاہی تھے۔ خندق اتنی طویل تھی کہ مسلمان ادھر سے اپنی جمعیت کو گھٹانے اور بنو قریظہ سے مقابل ہونے کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے۔

---

[۱] شامی کے مطابق حیی بن اخطب نے بیس اونٹ جَو اور کھجور اور بھوسے سے لاد کر بھیجے تھے جو مسلمانوں کی ایک طلایہ گرد ٹولی کے ہاتھ پڑ گئے۔

آنحضرت رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند نومسلم کارندے بنو قریظہ کے اپنے دوستوں سے کہا کہ قریش کا جیتنا سو فی صد تو یقینی نہیں۔ تم نے اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے خواہ مخواہ جھگڑا مول لیا اور قریش محاصرہ اُٹھا کر چلتے بنے تو پھر تم تنہا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کیا مقابلہ کرو گے؟ بہتر ہو کہ تم قریش سے چند یرغمال مانگو کہ وہ لڑائی کو انتہا تک جاری رکھیں گے یہ چیز جب ان کی سمجھ میں آگئی تو یہی کارندے قریش وغیرہ حلیفوں میں پہنچے اور مشہور کیا کہ بنو قریظہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ساز باز ہو گئی ہے اور وہ قریش کے سرداروں کو کسی بہانے اپنے پاس بُلا کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں۔ اتنے میں بنو قریظہ کے سفیر پہنچے اور اپنے حملے سے پہلے چند یرغمال طلب کیے تو فوراً قریش کو یقین آگیا کہ ان کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ساز باز کی خبر صحیح ہے۔

ایک اور شخص کو حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ باور کرنے کا موقع دیا کہ بنو قریظہ کا یرغمال مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے حکم سے ہے، اور جب اس نے وہ اطلاع قریش کو دی تو پھر انھیں ذرا بھی شبہ نہیں رہا۔ اور یہودیوں سے کشیدگی اور کبیدگی حد کو پہنچ گئی۔

اس اثناء میں شوال کا مہینہ ختم ہو چلا اور ذی قعدہ سر پر آگیا جو اشہر حرام کا آغاز تھا جس میں قریش مذہبًا جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ فتح کے امکانات نہ رہے۔ اتنے میں موسم بھی خراب ہو گیا، بارش، طوفان، سردی وغیرہ سے محاصرہ کنندہ پریشان ہونے لگے اور آخر بیزار ہو کر ابوسفیان نے پیش قدمی کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا اس پر دوسرے قبائل بھی بے بس ہو گئے اور یکے بعد دیگرے سب چلتے بنے اور مطلع صاف ہو گیا۔

مسجد فتح

یہ مسجد میدان خندق کی ان پانچ مساجد میں سے ایک ہے جسے مسلمانوں نے تعمیر کیا۔ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ط پ۲۲ الاحزاب۔ جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو وہی ہیں جس کا خدا اور رسول نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسول سچے ہیں۔
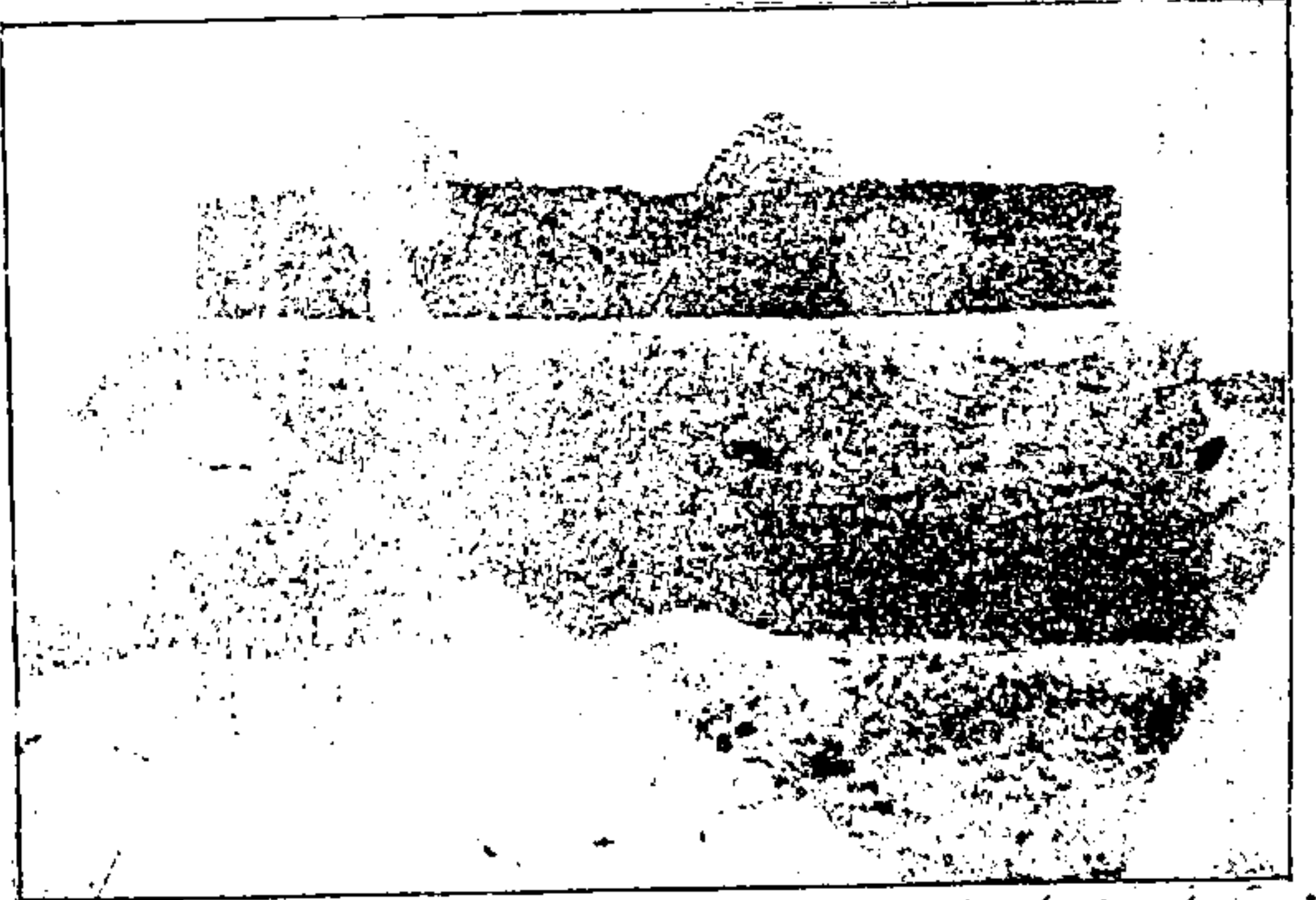
مسجد شخین مسجد کے دونوں گنبد دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ مسجد میدان خندق کے ایک گوشہ میں ہے۔

خندق یا احزاب

اس غزوہ کو غزوہ خندق کے نام سے اس وجہ سے موسوم کیا گیا کہ اس میں مسلمانوں نے مدینہ کے گرد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے خندق کھودی تھی۔ بعض لوگ اس خیال کے حامل ہیں کہ خندق عربی زبان کا لفظ ہی نہیں یہ لفظ کندک ہے جس کے معنی کھائیں یا کھائی کے اور خندق اس کا معرب ہے۔

غزوۂ احزاب کی وجہ تسمیہ: اس غزوہ کا دوسرا نام احزاب[1] ہے اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین قریش کے علاوہ بنی اسلم۔ بنی اشجع۔ بنو مرہ۔ بنو فزارہ۔ بنو غطفان وغیرہ کے لوگ شامل تھے۔

سبب جنگ: اس غزوہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہود بنی نضیر عہد شکنی کی وجہ سے سرکار رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے گھروں سے نکالے گئے تو یہ لوگ اطراف وجوانب میں منتشر ہو گئے ان میں سے حیی بن اخطب۔ سلام بن اشکم اور ابوالحقیق وغیرہ اپنے متبعین کے ساتھ خیبر کے نواح میں جا بسے لیکن وہ دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں سے بدلہ لیں۔

چنانچہ ان عقل کے دشمنوں نے سوچا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

[1] احزاب حزب کی جمع ہے جس کے معنی گروہ یا جماعت کے ہیں۔ (محمد اطہر نعیمی)

جانی دشمن (ابو عامر راہب جس نے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے مدینہ چھوڑا تھا) سے رابطہ قائم کیا جائے اور اس کے ذریعہ اسلام دشمن افراد سے بات چیت کی جائے۔ خصوصاً قریش مکہ کو اس امر پر برانگیختہ کیا جائے کہ اگر وہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو جائیں تو ان کی بھرپور مدد کی جائے گی

حاصل کلام یہ کہ حیی بن اخطب بیس افراد پر مشتمل ایک وفد لے کر عازم مکہ ہوا یہاں اُس نے ابو عامر کی وساطت سے ابوسفیان سے ملاقات کی۔ ابوسفیان نے اس وفد کی آمد کی غرض وغایت معلوم کی تو حیی بن اخطب نے کہا کہ ہماری آمد کی اصل وجہ یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اکھاڑ پچھاڑ کی نسبت تم سے عہد و پیمان کرلیں اور ہر حالت میں تمہارا ساتھ دیں۔

ابوسفیان تو پہلے سے جلا بھنا موقع کی تلاش میں بیٹھا تھا۔ یہودیوں کی گفتگو نے اشتعال میں اور اضافہ کر دیا اب اس کی تسلّی کا سامان بھی بہم پہنچ گیا اور گھر بیٹھے نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ لہٰذا اس نے حیی بن اخطب کو خوش آمدید کہا اور نہایت عقیدت ومحبت سے استقبال کیا۔ ابوسفیان نے حیی بن اخطب سے کہا مجھے دنیا میں وہی شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے اور مدد کرے کہ اب تو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عداوت ہم دونوں کے درمیان قدرِ مشترک ہے۔ چنانچہ حیی بن اخطب نے کہا کہ تم اپنے قبیلہ کے پچاس افراد کو اپنے ساتھ لو اور ہم سب کعبۃ اللہ میں چل کر آپس میں معاہدہ کرلیں۔ ابوسفیان کو اس کام میں کسی سوچ بچار کی ضرورت نہ تھی فوراً پچاس افراد

ﻟﮧ ہیں نے جناب مصنف کے اصل الفاظ نقل کیے ہیں جس کا مقصد صرف ظاہر کرنا ہے کہ اب سے اسی سال قبل برصغیر میں ایسی زبان لکھی جاتی تھی۔ (محمد اطہر نعیمی)

جمع کیا اور یہودیوں کے ساتھ حرم کعبہ میں آکر دیوار کعبہ سے سینے کو لگا کر یہ عہد کیا کہ
م محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت پر آپس میں اتحاد و اتفاق قائم رکھیں
لے اور تا دمِ آخر اُن سے جنگ کرنے میں دست کش نہ ہوں گے۔

اس عہد و پیمان کے بعد ابوسفیان نے یہود کے وفد کو

اہل مکّہ کے کارنامے:۔ اپنے کارنامے دکھانے شروع کیے مثلاً:

۱۔ ہم خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہیں۔
۲۔ مہمانوں کے لیے بڑے کوہان والے اُونٹ ذبح کرتے ہیں۔
۳۔ حاجیوں کے لیے کھانے اور پانی کا انتظام کرتے ہیں۔
۴۔ صلہ رحمی ہمارا شعار ہے۔
۵۔ اپنے اسلاف کے اتباع میں بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

(حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ایک نیا دین بنایا ہے تم اہل کتاب
ر فیصلہ تمھارے روبرو ہے۔ تمھیں بتاؤ کہ کون سا دین بہتر ہے۔ یہود کے اس گروہ
نے اپنے قومی و ملّی شعار کے مطابق مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تمھاری
ت پرستی محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے دین سے بہتر ہے۔ انھوں نے تو ہم سے
ر تم سے علیحدہ ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے۔

قریش مکّہ نے جب اس وفد کو اپنا ہم نوا پایا تو جنگی تیاریوں میں مشغول
ہو گئے۔ ادھر یہودیوں کو جب قریش مکّہ کی معاونت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے
ہی غطفان کا رُخ کیا۔ ان لالچیوں کو ایک سال کی کھجوروں کا لالچ دے کر اپنا
ہم نوا بنا لیا۔ اسی طرح انھوں نے دوسرے اسلام دشمن قبائل کی ہمدردیاں
حاصل کیں اور انھیں اپنے ساتھ لیا۔

ابوسفیان کا لشکر:۔ ابوسفیان نے اس جنگ کے لیے چار ہزار افراد

پر مشتمل ایک لشکر جرار جو جدید قسم کے اسلحہ سے لیس تھا ساتھ لیا اور مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے لشکر میں پندرہ سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے اس لشکر کا پرچم عثمان بن طلحہ کے سپرد کیا۔ مکہ سے کوچ کر کے جب کافروں کا لشکر مرالظہران پہنچا یہاں دوسرے اسلام دشمن دستے جو قبیلہ اسلم اشجع۔ بنو فزارہ غطفان وغیرہ پر مشتمل تھے ان سے آملے اس طرح اسلام دشمن لشکر کی تعداد دس ہزار نفوس پر مشتمل تھی اب ان لوگوں نے مدینہ کا رُخ کیا۔

جب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دشمنان اسلام کے مدینہ پر حملہ کرنے کی اطلاع ملی تو آپ نے مہاجرین و انصار کے سربرآوردہ لوگوں سے مشورہ کیا ہر شخص نے اپنی قدرت کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کیا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ قابل عمل رائے وہی ہو گی جیسا کہ آپ کا مشورہ عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ مدینہ سے باہر جا کر جنگ کرنا مصلحت کے خلاف ہے اس کی رائے کو اکثر صحابہ نے پسند کیا۔

خندق اور حضرت سلمان فارسی : اس موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ عجم کا دستور ہے کہ جب کوئی غنیم کسی شہر پر حملہ آور ہوتا ہے تو شہر والے شہر کے گرد خندق کھود کر مورچے قائم کر لیتے ہیں اور غنیم سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اس تدبیر کو سب نے پسند کیا اور خندق کھودنے کے لیے تیاریاں کی جانے لگیں۔

لشکر اسلام کی مدینہ سے روانگی : حضور سید عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا اور خندق کی تیاری کا حکم دے دیا اور تین ہزار جاں نثاروں کو لے کر مدینہ سے باہر تشریف لائے

ینہ طیبہ کے اُمور کی نگرانی حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کے سپرد فرمائی اور قطع
نازل فرما کر کوہ اسلع جو مدینہ طیبہ سے متصل ایک پہاڑ ہے اس کے دامن میں
ام فرمایا۔

مدینہ طیبہ کی شہر پناہ بعض جگہ سے نہایت مستحکم تھی حضور نبی کریم رؤف
رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قیام کے لیے شکستہ حصّہ کو منتخب فرمایا اور صحابہ
خندق کھودنے کا حکم دیا۔ اس کے لیے صحابہ کی جماعتیں مقرر فرمائیں۔ ایک
وہ کے حصّہ میں دس گز یا چالیس گز خطہ زمین کھودنے کے لیے آیا۔ اس
کھدائی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس صحابہ کی معاونت
فرمائی۔ کبھی مٹی کی کھدائی میں مدد کے لیے موجود ہوتے تو کبھی کھودنے والوں
حوصلہ افزائی کے لیے کدال ہاتھ میں لے کر خود کھودنے لگتے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کھودنے میں سب سے فوقیت
حاصل کیے ہوئے تھے۔ یہ اکیلے دس آدمیوں کے برابر کام کرتے تھے۔ یہ ہر روز
پانچ گز لمبی اور پانچ گز گہری خندق کھودتے۔ کھدائی میں انصار و مہاجرین کا حصہ
متعین تھا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ انصار و مہاجرین میں ہر شخص کی کوشش
یہ تھی کہ سلمان اس گروہ کی معاونت کریں اور ہر گروہ اس بات کا دعویدار تھا
کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے گروہ سے متعلق ہیں دوسری جانب
قریش مہاجر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے دعویدار
تھے ہر گروہ یہی لکھتا ہے سلمان منا سلمان ہم میں سے ایک فرد ہیں۔ جب
بات بڑھی تو لشکر کفار کا خدشہ ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم
میں یہ بات آئی تو آپ نے فرمایا سلمان منا من اھل البیت سلمان ہم میں
سے ہیں اور ہمارے گھر کا ایک فرد۔ یہ فخر کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

شمار اہل بیت نبوت میں ہوا۔ خندق کے موقع پر عطا ہوا۔

مدینہ طیبہ ان دنوں قحط سالی کی زد میں تھا اور مزید ستم یہ کہ موسم انتہائی سرد لیک
اس جان لیوا کھدائی نے صحابہ کے حوصلے پست نہ ہونے دیئے اور یہ مشکل کا
اُنھوں نے چھ روز کی قلیل مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچادیا۔[1]

اسی اثناء میں ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ نواحی علاقہ میں پہنچ
گیا یہاں آکر اُس نے اپنے رفیق حیی بن اخطب سے کہا کہ اُستادی کا ہا
دکھانے کا موقع اب ہے اگر تم کسی طرح بنی قریظہ کو جو (حضرت) محمد (صلی
تعالیٰ علیہ وسلم) کے حلیف ہیں کسی طرح اپنے ساتھ ملالو تو کام بن جائے چنا
حیی نے اس کام کا بیڑا اُٹھا کر یہودِ بنی قریظہ کو ورغلانے کا فرض اپنے ذمہ لیا
اور بنی قریظہ کی بستی میں آیا۔

سردار قریظہ کعب اور حیی کی گفتگو:

سردار قریظہ کو جب حیی بن اخطب کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے
قلعہ کا پھاٹک بند کرایا اور ملنے سے انکار کردیا لیکن حیی کی خوشامد اور اصرار کے
بعد ملنے کی اجازت دے دی اور قلعہ کا دروازہ کھلوا کر اندر بلا لیا لیکن جیسے ہی حیی
اندر آیا کعب نے اس کو ایسی ڈانٹ پلائی اور پھٹکارا کہ حیی کے حوصلے پست ہوگئے
کعب نے کہا کہ اے اخطب کے سبز قدم بیٹے تو ہمیں اپنی منحوس شکل دکھانے
کیوں آگیا تو وہی ہے جس نے بنی نضیر کو جلاوطن کرایا ان کو دربدر مارا مارا پھرنے
پر مجبور کیا وہی کام تو ہمارے ساتھ بھی کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں

---

[1] افسوس یہ ہے کہ توسیع پسندی اور زائرین کو آسائش پہنچانے کے نام نہاد دعوؤں نے
ان آثار کے نام و نشان کو ختم کردیا۔ (محمد اطہر نعیمی)

ں اس طرح گفتگو ہوئی۔

یی: اگر مناسب سمجھو تو اس سلسلہ میں میری بات بھی سن لو پھر اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنا۔

ب: کہو اب ان حالات میں کیا کہنا چاہتے ہو۔

یی: میں اس وقت تمہارے پاس ابدی عزت اور سرمدی سعادت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

عب: وہ کیا ہے؟

یی: رؤسائے عرب اور سرداران قریش دس ہزار لشکر جرار کے ساتھ یہ عہد کر کے آئے ہیں کہ جب تک (حضرت) محمد (الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو نیست و نابود نہ کر لیں، اپنے گھروں کو واپس نہ جائیں گے ان کی خواہش ہے کہ بنی قریظہ کے لوگ بھی ہماری معاونت کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔

عب: جیسا کہ تو نے کہا ہے تو سن لے! یہ فوج وہ ابر ہے جس میں گرج اور چمک کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے تو ہم کو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ساتھ رہنے دے۔ ایسا نہ ہو کہ قریش اپنا سا منہ لے کر مکہ واپس چلے جائیں اور تو اپنے گھر میں جا بیٹھے اور ہم حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوں گھر بار چھوٹے جان سے جائیں اور زن و فرزند لونڈی غلام بنا لیے جائیں۔

حیی: جیسا تو کہتا ہے تو ایسا ہونا ناممکن ہے اور اگر ایسا ہوا تو تورات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا جو معاملہ تیرے ساتھ ہوگا اسمیں

میں بھی شریک رہوں گا۔

غرضیکہ حیی نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے کعب کو ورغلا کر شیشے میں اُتار لیا اور عہدنامہ رسالت کو چاک کر کے انھیں نقضِ عہد پر آمادہ کر کے دل جمعی اور سکون کے ساتھ دوڑا ہُوا ابوسفیان کے پاس آیا اور اس کو اپنا کارنامہ سنایا تو وہ پھولا نہ سمایا۔

جب حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنو قریظہ کی عہد شکنی کی بابت معلوم ہُوا تو آپ نے حضرت زبیر بن العوام کو تفتیش احوال کے لیے روانہ فرمایا۔ اُنھوں نے معلومات حاصل کیں اور پوری کیفیت حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔ بنی قریظہ کی عہد شکنی اور ان کی جنگی تیاریوں کی بابت بتایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتمام حجت کے لیے حضرت سعد بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ، عوام بن جبیر اور حضرت سعد بن معاذ کو ان عہد شکنوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان سے گفتگو کریں لیکن کعب پر حیی بن اخطب کا جادو چل چکا تھا۔ ان کی سمجھ میں کوئی نصیحت نہ آئی۔ حضرت سعد بن عبادہ کو سخت غصہ آیا۔ اُنھوں نے بنو قریظہ کے سرداروں کو خوب سنائیں اور سخت زبان استعمال کی۔ ادھر حضرت سعد بن معاذ نے ایک طرف تو حضرت سعد بن عبادہ کا غصہ فرو کرنے کی کوشش کی۔ دوسری طرف کعب اور دوسرے سرداروں کو سمجھایا لیکن ان کے سر پر موت سوار تھی۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا تو چاروناچار یہ چاروں صحابی واپس آئے اور اپنی کارگزاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔

اس اثناء میں مشرکین کے لشکریوں کی پیشانیاں نظر آنے لگیں

جنگ کی ابتدا: اور تھوڑی دیر میں یہ سامنے آ گئے۔ کافروں نے اپنے

حملہ کے لیے دو حصّوں میں تقسیم کیا ایک جماعت بالائے وادی سے جو مدینہ طیبہ کے
شرقی جانب ہے مالک بن عوف، علبہ بن حصین۔ قبیلہ اسد غطفان و فزارہ
جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوئی جبکہ دوسری جماعت جو قریش اور بنی کنانہ پر
مشتمل تھی زیریں وادی سے حملہ کے لیے بڑھی۔ ان دونوں جماعتوں کی شان و
شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور دہشت طاری ہوئی لیکن
کیفیت وقتی تھی ایک جھلک اور رمق نمودار ہوئی اور ختم ہوگئی اور مسلمان جو
خدائے وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ کرتے ہیں اس وقتی کیفیت سے سنبھل گئے۔
کفّار جب خندق کے کنارے آگئے تو اس کو دیکھ کر ششدر اور حیران
رہ گئے کیونکہ ان کے لیے یہ طریقہ جنگ بالکل انوکھا تھا۔
آخر ش مشرکوں نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا جنگ بھی شروع ہوگئی جانبین
سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ کفّار باری باری آگے بڑھتے اور خیمہ نبوی پر حملہ
کرنے کی کوشش کرتے لیکن خندق ان کی راہ میں حائل ہو جاتی۔ اس کے علاوہ
جاں نثار صحابہ کافروں کو بھلا ایسا موقع کس طرح دے سکتے تھے کہ وہ اپنے مقصد
میں کامیاب ہوں اور خندق عبور کر سکیں۔ ایک جگہ البتہ ایسی تھی جہاں خندق پوری
طرح مکمل نہ ہوئی تھی لیکن اس جگہ کی نگرانی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے
تھے۔

دوران جنگ قریش مکہ کا ایک گروہ جس میں عمرو بن ود، عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ
بن وہب، نوفل بن عبداللہ۔ ضرار بن خطاب وغیرہ نے ایک تنگ جگہ سے گھوڑوں
کو کدایا اور خندق عبور کر کے اندر آگئے۔ ابوسفیان۔ خالد بن ولید۔ غطفان۔ کنانہ و
فزار کے لوگوں کے ساتھ دوسری جانب خندق کے کنارے موجود تھے۔ خندق
کے اس طرف آکر عمرو بن ود[1] نے مسلمانوں سے مبارز طلب کیا۔ مسلمان اس کی شجاعت و

---

[1] صاحب تواریخ حبیب الٰہ نے اس کا نام عمرو بن عبد ود لکھا ہے۔ محمد اطہر نعیمی

بہادری سے آگاہ تھے اس لیے سب گھبرائے۔ ان کے حلق خشک ہو گئے
کسی کو اس سے مقابلہ کی ہمّت نہ پڑی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
نے فرمایا کون ہے جو اس کے شر کو دفع کرے لیکن سب خاموش رہے ا
موقع پر حیدرِ کرّار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خدمات پیش فرمائیں
حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار فر
اس اثناء میں عمرو نے دوبارہ مبارز طلب کی تو حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعا
نے دوبارہ اجازت مانگی لیکن اجازت نہ ملی۔ تیسری مرتبہ عمرو نے کہا کہ مسلما
کوئی ایسا مرد نہیں جو میدانِ جنگ میں مردوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس مرتبہ حضر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے تابی حد سے بڑھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
باصرار اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریب آؤ۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب ہوئے تو آپ نے اپنا عمامہ ان کے سر
اپنی تلوار ذوالفقار عطا فرمائی اور بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی: خداوندا تو نے
میدان میں عبیدہ بن حارث کو، اُحد میں سید الشہداء کو مجھ سے جدا کر دیا۔ یہ علی
عم زاد اور میرا فرزند نسبتی ہے فَلَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ خدا
مجھے تنہا مت کر اور تو بہتر سہاروں میں سے ہے۔ اس کے بعد حضرت علی ر
تعالیٰ عنہ کو عمرو کے مقابلہ کے لیے رخصت فرمایا۔

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے پاپیادہ ا
ہوئے لیکن ان کا مقابل گھوڑے پر سوار آگے بڑھا تو حضرت علی شیرِ خدا کرم
تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس کو راستہ میں روک کر فرمایا میں نے سنا ہے کہ تیرا کہنا
کہ جو مجھ سے دو باتوں کی درخواست کرے گا تو کم از کم ایک بات کو ضر
منظور کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں بھی تجھ سے دو باتیں کہتا

۱۔ اسلام قبول کرے۔

۲۔ مسلمانوں سے جنگ نہ کر اور اپنے گھر واپس چلا جا۔

عمرو: اسلام قبول کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے رہی آپ کی دوسری بات کہ میں بغیر جنگ لڑے گھر واپس چلا جاؤں سو وہ بھی میرے لیے قابل عمل نہیں کیونکہ عرب کی عورتیں مجھے طعنے دیں گی اس کے علاوہ مجھے اپنی نذر پوری کیے بغیر یہاں سے جانا محال ہے میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بدلہ نہ لے لوں میں سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: تو اپنے قول میں صادق نہیں اور نہ تو عہد کا پکا ہے ابھی تو نے کہا تھا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو تو قبول کر لیتا ہوں لیکن تو نے میری دونوں باتیں نہیں مانیں۔ اب میرا تیرا فیصلہ جنگ کرے گی۔

عمرو: ہنستے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوا مجھے اس بات کا گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بہادر مجھ سے یہ کہے گا (یعنی جنگ سے واپسی کی بابت کہے گا) یہ نئی بات ہے جو میں نے تم سے سنی ہے تم ابھی بچے ہو تم میرے مقابلہ سے واپس چلے جاؤ ابھی تم اس قابل نہیں ہوئے ہو کہ مردوں کے مقابلہ میں جنگ کے لیے کھڑے ہو اس کے علاوہ ایک اور بات یہ ہے کہ میری تمہارے والد ابوطالب سے دوستی تھی۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: تو اگر ایسا نہ چاہے تو اس سے مجھے کیا مطلب میں تو چاہتا ہوں کہ تیرے خون سے زمین کو سیراب کروں۔ عمرو یہ بات سن کر غصہ سے کباب ہو گیا اور اس کو اپنے غصہ پر قابو پانا مشکل ہو گیا

فوراً سواری سے اُترا اور گھوڑے کے پیر کاٹ ڈالے اس کا یہ فعل اس فعل
کے مطابق تھا جیسے کوئی بدشگونی کی وجہ سے اپنی ہی ناک کاٹ لے اس کے
بعد عمرو نے نیام سے تلوار نکال کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زبردست
حملہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈھال سے اپنے سر پر اس کا وار روکا
لیکن یہ وار ایسا کاری تھا کہ سپر کٹ گئی اور آپ کے سر پر زخم آیا اس حملہ سے
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی غصہ آیا اور آپ نے اس پر ایسا بھرپور
وار کیا جس سے اس کا سر تن سے ہوا کی طرح اُڑ گیا۔ اور اس کا تن
ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آپ کا نعرہ
سُن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی نے عمرو کو کیفر کردار
کو پہنچا دیا۔

عمرو بن ود کو قتل کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرار بن خطاب
کی طرف متوجہ ہوئے ضرار توحیدری غلبہ کو دیکھ کر ایسا مغلوب ہوا کہ اس کو بھاگتے
ہی میں بنی۔ جب ساتھیوں میں آیا تو اُنھوں نے بھاگنے کی وجہ معلوم کی
کہنے لگا موت مجسم میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں اس موقع پر کیوں نہ بھاگوں اور
اپنی جان بچاؤں۔

یہی حالت ہبیرہ بن وہب کی ہوئی ذوالفقار کی آنچ اس سے برداشت
نہ ہوئی۔ چند منٹ تو مقابلہ کیا لیکن آخر کو اسے بھی مقابلہ سے فرار ہونا پڑا ضرار اور
ہبیرہ بن وہب بھی کسی طرح خندق پار کر کے ساتھیوں سے جا ملے لیکن نوفل بن
عبد اللہ مخزومی جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہ کر سکا تو دم دبا کر بھاگا
لیکن اپنے ساتھیوں کی طرح خندق پار نہ کر سکا اور خندق میں جا گرا تو مسلمانوں نے
اس پر سنگباری شروع کر دی۔ اب یہ مردود کہنے لگا اس تکلیف سے بھی تو

اکہ میدانِ جنگ میں قتل ہو جاتا۔ یہ سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
ندق میں کود کر تلوار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا جس سے اس کی گردن تن سے جدا
ی۔ عثمان بن جبیر زخمی حالت میں بھاگا اور مکے چلا گیا۔ یہاں ملک الموت نے
کو پکڑ کر داروغہ جہنم کے حوالہ کر دیا۔ منقول ہے کہ میدان جنگ میں عکرمہ بن
ہل اور ہبیرہ بن وہب کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی ڈانٹ
جس سے وہ دونوں بدحواس ہو گئے اور بھاگ نکلے اس بھاگ دوڑ میں ہبیرہ کی
ور عکرمہ کا بھالا گر گیا اور ان دونوں میں اتنی ہمت نہ تھی جو اپنے بھالے اور
کو اٹھاتے چنانچہ بھاگ گئے چور کی لنگوٹی بھلی کے مصداق حضرت زبیر رضی
تعالیٰ عنہ نے ان دونوں چیزوں کو اٹھا کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔

سفیان کا فرار: عمرو بن ود کے مارے جانے پر ابو سفیان پر ایسی ہیبت
طاری ہوئی اور وہ ایسا مبہوت ہوا کہ ان سے معرکہ
ار سے بھاگنے ہی میں اپنی عاقبت سمجھی وہاں سے بھاگ کر سیدھا منزل عقیق
دم لیا۔ یہاں ٹھہر کر سانس درست کیا اور آئندہ منزل کی تیاریوں میں مشغول ہوا۔

رت علی کے لیے اعزاز: جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
عمرو بن ود کا سر لا کر حضور سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈالا اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
نے فرمایا، مُبَارِزَہ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ
ن اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ خندق کے دن علی (رضی اللہ عنہ) کا یہ عمل میرے
ت کے قیامت تک ہونے والے اعمال سے افضل ہے۔ تمام صحابہ نے اس
ت پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ حضرات صدیق و
ق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کا بوسہ لیا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے اور
ان کی زبان سے کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیٍ وَّ کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَ
کلمات جاری ہو گئے۔

منزلِ عقیق پر قیام کے بعد اسی دن یا دوسرے دن ابو سفیان کی رگ
پھڑکنے لگی اور وہ وہاں سے بھاگ کر خندق آیا اور مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر
جانبین نے ایک دوسرے پر پتھر بازی اور تیر اندازی کی۔ ابو سفیان کے اس
میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے ابو سفیان کی معاونت کی۔ صبح سے شام تک
ہوتی رہی۔ کافروں نے مجاہدین اسلام کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ یہ لوگ اپنی
ہل نہ سکے۔ اس موقعہ پر کئی وقت کی نمازیں بھی قضا ہوئیں۔ جنگ کی آگ سر
تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ا
کا حکم دیا۔ اذان کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کے سا
نمازیں ادا فرمائیں۔

محمد ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر مسلمانوں کو
دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمان عاجز آ گئے تھے مگر نصرت الٰہی ان
شامل حال ہوئی۔ اس موقعہ پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ نعیم بن
بن عامر غطفانی اشجعی جو مشرکوں کا ہمدرد تھا اس کے دل میں اللہ نے
محبت پیدا کر دی۔ اس کا دل کفر سے متنفر ہوا اور اسلام کی حقانیت کا
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا
کیا اب تک میری دوستی یہود بنی قریظہ اور قریش سے تھی اور وہ لوگ
اسلام سے واقف نہیں ہیں۔ میں اس سلسلہ میں ممکن کوشش کروں گا جس
طرح آپ فرمائیں گے عمل کروں گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم کافروں کے درمیان آسانی
ے ساتھ تفرقہ ڈلوا سکتے ہو اور ان کی جماعت میں انتشار پیدا کر سکتے ہو۔ نعیم نے
رض کیا بلاشبہ میں یہ کام کر سکتا ہوں لیکن اس سلسلہ میں ایک عرض یہ ہے کہ
ے اس امر کی اجازت دی جائے کہ جس طرح مناسب سمجھوں گفتگو کروں اور
دل میں آئے کہہ دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعیم کو
ازت مرحمت فرمائی اور فرمایا اَلحَربُ خدعۃٌ اب نعیم بنی قریظہ کے
ں آئے اور ان سے گفتگو کی انھیں اپنی ہمدردی اور دوستی کا یقین دلایا
ضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں سے کہا:

یم: اے بنو قریظہ تمھیں اس بات کا خوب احساس ہو گا کہ مجھے تم
سے کیسا قلبی لگاؤ ہے۔

و قریظہ: ہم کو بخوبی معلوم ہے۔

یم: قریش اور بنو غطفان محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے لڑنے آئے
ہیں۔

و قریظہ: ہمیں معلوم ہے اور ہم انھیں (کافروں) کی مدد کے لیے
آئے ہیں۔

یم: تمھارا ان قریشیوں اور غطفانیوں سے کیا تعلق ہے وہ تم سے بہت
دور ہیں۔

و قریظہ: یہ درست ہے کہ قریش اور غطفان ہم سے بہت دور رہتے
ہیں مگر ایک بات ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے اور وہ محمد
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی دشمنی ہے انھیں جب بھی موقع ملے گا وہ
ہمیں نہ چھوڑیں گے۔

نعیم : قریش اور غطفان کا مقصد حاصل ہو یا نہ ہو وہ کسی نہ کسی روز ا
گھروں کو واپس چلے جائیں گے لیکن تمھیں تو یہیں محمد (صلی اللہ عل
کے زیر سایہ رہنا ہو گا۔

بنو قریظہ : اب ہم کیا کریں۔

نعیم : تم قریش کا ساتھ چھوڑ دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت مول نہ لو اور ان ۔
عداوت کے دروازے نہ کھولو۔

بنی قریظہ : ہم قریش سے وعدہ کر چکے ہیں اب وعدہ شکنی کر کے
کس طرح منہ دکھائیں گے۔

نعیم : تم نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بھی تو عہد و پیمان ک
اس کا کیا بنا۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے عہد شکنی کی کوئی
ہو گی۔ اب اپنے دل میں سوچو کہ اگر قریش جنگ اور محاصر
تنگ آ کر اپنے مقصد کے حصول کے بغیر واپس ہو گئے تو تم
گے تمھیں تو یہی رہنا ہے۔

بنو قریظہ : آپ درست کہتے ہیں۔

نعیم : محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا برتا
ساتھ کیا ہو گا۔

بنی قریظہ : اگر ایسا ہے تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے
ساتھی ہم سے عہد شکنی کا بدلہ لیں گے قتل کریں گے زن
کو قید کریں گے۔

نعیم : یہ بات تمھارے سوچنے کی ہے اور تمھاری زبان سے وہی نکلا ہے ج
کی وقوع پذیر ہونے کی توقع ہے۔

قریظہ: نعیم ہم آپ کے رہین منت ہیں آپ نے از راہ تلطف و نوازش حق دوستی ادا کیا ہے آپ ہی کوئی تدبیر بتائیں۔

نعیم: میری رائے یہ ہے کہ اپنی حفاظت کے حیلہ سے بنی غطفان کے چند سرداروں کو اپنے قبضہ میں کر لو اس کے بعد جنگ میں قریش اور غطفان کا ساتھ دو۔

قریظہ: اس سے کیا فائدہ ہوگا۔

نعیم: ممکن ہے کہ قریش اور غطفان بلا حصول مقصد واپس چلے جائیں تو غطفانیوں کے وہ سردار تمھارے پاس ہوں گے اگر ایسے موقع پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی تمھارا قصد کریں تو غطفانی اپنے سرداروں کو بچانے کے لیے تمھاری ضرور مدد کریں گے اور تمھیں بچائیں گے۔

قریظہ: توریت مقدس کی قسم تمھارا کہا نہایت مناسب اور مستحسن ہے ہم تمھارے کہنے کے مطابق عمل کریں گے اور اس سے سرمو انحراف نہ ہوگا۔

الغرض حضرت نعیم بنو قریظہ کو مطمئن کر کے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ اُٹھے اب ان کی حکمت عملی کی دوسری منزل باقی تھی لہٰذا اُنھوں نے اس کی جانب عمل شروع کیا اور سرداران قریش کے پاس آئے اور اُن سے بھی گفتگو کی۔

نعیم: میرا اسلام اور بانی اسلام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جو تعلقات ہیں اس کا تمھیں بخوبی علم ہے اس کے علاوہ تم لوگوں سے جو خلوص ہے اس کا تم کو علم ہے۔

سرداران قریش: یہ بات کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں۔

نعیم : میں نے ایک خبر سُنی ہے جس کا تمھیں بتانا نہایت ضروری ہے ۔

سردارِ قریش : بتایئے وہ کیا ہے ۔

نعیم : شرط یہ ہے کہ وہ بات کسی پر ظاہر نہ ہو خصوصاً بنی قریظہ والوں کو کسی حال میں معلوم نہ ہونی چاہیئے ۔

سرداران قریش : ہم رازداری کا وعدہ کرتے ہیں کہ یہ راز ہمارے سینوں میں دفن رہے گا ۔

نعیم : بنو قریظہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے عہد شکنی کر کے پریشان ہیں اب وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ کسی طرح سے قریش اور بنو غطفان کے چند سردار کسی حیلہ سے اپنے قبضہ میں کر کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کر دیں تا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں قتل کر دیں اس طرح وہ اپنی غداری کی تلافی کریں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی اس پر راضی ہیں ۔

سرداران قریش : اس معاملہ میں تمھارا مشورہ کیا ہے ؟

نعیم : اگر میرے مشورہ پر عمل کرنا ہے تو سنو اگر بنو قریظہ تم سے کہیں کہ قریش اور بنو غطفان کے کچھ ذی عزت اور باصلاحیت سرداروں کو ہماری حفاظت ہمارے ساتھ کر دو تو اس پر ہرگز عمل نہ کرنا اور کوئی باصلاحیت فرد تمھاری طرف سے ان کے پاس نہ جائے ۔

سرداران قریش : ہم تمھاری صلاح کے مطابق عمل کریں گے ۔

اب حضرت نعیم نے بنو غطفان کا رُخ کیا اور ان سے بھی اس انداز میں باتیں کیں جس طرح کہ قریش مکہ کے سرداروں سے کر کے آئے تھے ۔ جس دن حضرت نعیم نے یہ گفتگو کی تھی وہ جمعہ کا دن تھا ۔ اسی رات ابو سفیان نے بنی قریظہ کے

ں کہلایا کہ ہم کو یہاں پر ٹھہرے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں۔ سردی کی وجہ سے
بانوں اور مویشیوں کو بہت دشواری ہو رہی ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ آج ہی شب
ات کی تیاری کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔

بنو قریظہ کے سرداروں نے جواب دیا کہ کل ہفتہ کا دن ہے ہم لوگ اس
ن کو متبرک مانتے ہیں اس لیے اس دن کوئی ایسا کام نہیں کرتے۔ البتہ ایک
ت تم لوگوں کو بتانی نہایت ضروری ہے کہ ہم اس جنگ میں تمھارا ساتھ اُس
ت دیں گے جبکہ تم ضمانت کے طور پر چند سر برآوردہ لوگوں کو ہمارے ساتھ
دتا کہ کل اگر تم محاصرہ کی طوالت سے تنگ آکر روانگی کی ٹھان لو اور معاملہ ادھر
اس وقت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کر دیں تو ہم کیا کریں گے۔
ں وقت ہم کس کو پکاریں گے۔ تمھارے سردار اگر ہمارے ساتھ ہوں گے تو
ہماری مدد تو کریں گے۔

قریش نے جب بنو قریظہ کا جواب سُنا تو ان کے کان کھڑے ہوئے کہنے
لے کہ نعیم نے سچ بتایا تھا لہذا حسبِ مشورہ سردارانِ قریش کو کہلا دیا کہ ہم
پنے کسی آدمی کو تمھاری تحویل میں دینے کے لیے آمادہ نہیں ہیں اگر تمھیں ہمارا
اتھ دے کر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جنگ کرنی ہے تو فبہا ورنہ
م اپنے وطن جانے کے لیے تیار ہیں اور تم جانو اور محمد (صلی اللہ علیہ
لم) جانیں۔

بنو قریظہ نے قریش کا جواب سن کر کہا خدا کی قسم نعیم نے جو کچھ کہا تھا وہ
ن و عن صادق ہوا ہے ہم ہرگز محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جنگ
کریں گے۔

حضرت نعیم کی تدبیر کارگر ہوئی۔ بنو قریظہ کی گفتگو سے قریش اور

بنو غطفان کو معاملہ کی اہمیت کا احساس ہوا اور وہ واپسی کی سوچنے لگے ادھر کی
کی تدبیر تھی ادھر نظامِ قدرت کی کارفرمائی بھی قابلِ توجہ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں کی ہزیمت
سے تین دن قبل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں
الٰہی میں دُعا فرمائی تھی۔ تیسرے دن دُعا کا اثر ظاہر ہوا اور احکم الحاکمین نے
بادِ صبا کو حکم فرمایا جس نے لشکرِ کفارہ میں زلزلہ ڈالا اور ہلچل مچادی نہایت تیز
ہوائیں چلنے لگیں۔ آندھی نے دشمنانِ اسلام کے خیمے پلٹ دیئے آگ بجھا
دیگیں چولھوں پر الٹ گئیں، دشمنانِ اسلام کے قلوب میں اسلام کے رعب و
میں اضافہ ہوگیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور سوائے بھاگنے کے ا
کچھ نہ سوجھا۔ بدحواسی میں سب نے اپنی راہ سنبھالی۔ کتاب ہدایت قرآن مجید
اس واقعہ کی منظر کشی اس طرح کی گئی ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اِذ
جاء تکم جنود ا فارسلنا علیھم ریحا وجنودً
لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرًا۔

"اے ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل فرمائیں
جب تم پر ایک لشکر حملہ آور ہوا بس ہم نے ہوائے تند خو طوفان
اور ایسے لشکر کو ان پر (کافروں) مسلط فرمایا اور اللہ
رب العالمین تمہارے عمل کو دیکھنے والا ہے"

صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے کہ ارحم الراحمین نے حضرت رسول الثقلین کو
رحمت للعالمین کے لقب سے ملقب فرمایا ہوتا تو اس ہوا کو قوم عاد کی ہوا
سے کئی گنا زیادہ تیز و تند فرمادیتا۔

یارب تو کریمی و رسول تو رحیم
صد شکر کہ ہستیم میان دو رحیم

اس غزوہ میں چھ مجاہدین مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کے کنارے کھڑے تھے کہ گھات سے ابن عرقہ نے ایک تیر پھینکا اور پکارا خُذْهَا و اَنَا ابن العرقہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا غَرَّقَ اللّٰہُ وَجْهَكَ فِي النَّار اس عرقہ کا تیر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگِ اکحل پر لگا خون جاری ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ زخم کاری ہے اُسی وقت بارگاہ الٰہی میں دُعا فرمائی خداوندا اب تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کافروں کے درمیان جنگ ہونی ہے تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں تیرے حبیب کے ساتھ کافروں کا مقابلہ کروں ورنہ مجھے جام شہادت کا ایک گھونٹ عطا فرما اور اسی تیر کو میری شہادت کا سبب بنا دے۔ البتہ ایک میری تمنا ہے کہ مجھے بنو قریظہ کے انجام تک زندہ رکھ تاکہ میں اسے اپنی آنکھ سے دیکھ لوں کیونکہ یہ دورِ جاہلیت سے میرے حلیف ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون اُسی وقت رُک گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مفصل حال غزوۂ بنی قریظہ کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ منقول ہے کہ اس غزوہ کے بعد قریش مکہ کے حوصلے پست ہو گئے اور اُنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آئندہ جنگ کرنے کا ارادہ ختم کر دیا۔

اس کے بعد حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح و نصرت کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

شہدائے غزوۂ خندق

ارباب سیر نے کہا ہے کہ اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے تھے لیکن مؤرخ
نے صرف پانچ شہداء کے نام لکھے ہیں:

۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ حضرت انس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چھٹے شہید کا نام نہیں ملتا۔ البتہ سلیم بن حارث اور طفیل بن مالک کے بارے میں
اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے انھیں شہداء خندق میں شمار کیا اس طرح جن حضرات
کے نام معلوم ہو سکے ان کی تعداد سات ہوتی ہے انھیں میں ایک اور صاحب ہیں جن کا نام معلوم
نہ ہو سکا اس طرح تعداد آٹھ ہو جاتی ہے۔ بہرحال حقیقت حال اللہ تعالیٰ بہتر
جانتا ہے۔

انصاری قبیلہ اوس کی اشہل شاخ

۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سے متعلق تھے ان کا شجرۂ نسب
ان کے بھائی حضرت انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں غزوہ اُحد کے
ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کے زخمی ہونے کا تذکرہ ماسبق سطور میں بیا

کیا گیا ہے۔ آپ کا بقیہ تذکرہ غزوہ بنی قریظہ کے ضمن میں آئے گا۔

۲۔ حضرت انس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عامر بن زعورا بن جشم بن حارث بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم
انصاری اوسی۔ غزوۂ احد میں شرکت کی جنگ خندق میں خالد بن ولید کے تیر سے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن رافع انصاری اوسی اشہلی
بنی زعور سے متعلق تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ غسانی تھے اور بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے لیکن آپ کے اوسی اشہلی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ جنگ خندق میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن نعمان بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب انصاری۔ قبیلہ خزرج کے عقبی شاخ سے متعلق تھے۔ جنگ بدر میں حاضر تھے۔ طفیل بن مالک کے عم زاد بھائی ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

۵۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن زید بن قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار بن نجار انصاری
نجاری خزرجی۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ جنگ خندق میں مسلمانوں کے دوش بدوش لڑے لیکن غزوہ خندق میں ضرار بن خطاب کی تیر اندازی کے نتیجہ میں ایک تیر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لگا اور اسی کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کیا۔

۶۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن مالک بن خنساء بن سنان بن عبید عدی بن غنم بن کعب انصاری خزرجی عقبی۔
بدر و احد کی جنگوں میں حصہ لیا۔ احد کی جنگ میں آپ کے تیرہ زخم آئے جو

بعد میں ٹھیک ہو گئے۔ ابن ابی حاتم کی تحقیق کے مطابق وحشی بن حرب کے ہاتھوں جنگِ خندق میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بن ثعلبہ بن کعب بن عبد الاشہل

۷۔ حضرت سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن حارثہ بن دینار بن نجار انصاری خزرجی۔

بدر کے معرکہ میں شرکت کی۔ بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق آپ خندق کی جنگ میں شہید ہوئے بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق آپ نے جنگ اُحد میں جام شہادت نوش کیا۔ اسی لیے جنگِ اُحد کے شہداء میں آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔

۷

غزوۂ بنی قریظہ

بنو قریظہ کی عہد شکنی کا تذکرہ غزوہ خندق کے ضمن میں اجمالی طور پر کیا جا چکا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش مکہ کو ہزیمت دے کر خندق سے مظفر و منصور واپس آئے تو سفر کا گرد و غبار دور کرنے کے لیے سر مبارک دھو رہے تھے اور دوسرے مجاہدین اپنے گھر جا کر اسلحہ وغیرہ اتار چکے تھے کہ دفعتاً حضرت جبریل امین شمشیر بدست شتر سوار بشکل حضرت دحیہ کلبی تشریف لائے اور منبر نبوی کے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں دیکھا اور حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کو وجیہہ کی آمد کی خبر دی۔ حضور نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آمد کی خبر سن کر باہر تشریف لائے اور حامل وحی الٰہی حضرت جبریل امین علیہ السلام کو چہرۂ مبارک سے دیکھا اور دریافت فرمایا کیا حال ہے جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا اللہ رب العالمین عفو و درگزر فرمائے۔ ابھی ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے تو ہتھیار نہیں کھولے لیکن آپ نے ہتھیار اتار دیئے۔ حکم ربی یہ ہے کہ آپ ابھی بنی قریظہ کی طرف تشریف لے جائیں اللہ تعالیٰ ان بدکرداروں کو پیچ کر مارنا چاہتا ہے اور ان کی ایسی کیفیت کرنا چاہتا ہے جس طرح مرغی کے انڈے کو پیچ دیا جاتا ہے۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام کی جانب سے یہ پیغام سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا مہاجرین و انصار میں اعلان کردو تاکہ سب تیار ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا: اے اللہ والو ہوشیار اور سوار ہو جاؤ۔ اس طرح لشکر کو تیاری کا حکم دے کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما کر حکم فرمایا تم مہاجرین و انصار کے دستوں کو لے کر بنو قریظہ کی طرف چلو میں بھی آتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو روانہ کر کے

دورِ رسالت میں اجتہاد: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضروری امور سے فارغ ہو کر سواری طلب فرمائی اور سوار ہو کر بنو قریظہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم فرمایا سب لوگ نماز عصر بنو قریظہ کی بستی میں پڑھیں چنانچہ بعض نے تو مدینہ طیبہ ہی میں نماز عصر پڑھ لی لیکن اکثریت نے تعمیل ارشاد میں بنو قریظہ میں جا کر نماز پڑھی۔ چونکہ حضور علیہ التحیۃ والثناء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صحابہ سے یہ فرمایا تھا کہ نماز عصر بنو قریظہ کی بستی میں ادا کی جائے۔ لیکن بعض صحابہ نے تاخیر کے باعث روانگی سے قبل نماز ادا کر لی اور بعض نے تعمیل ارشاد کی وجہ سے نماز کو موخر کر دیا تھا۔

جب حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی خزرج میں تشریف لائے تو دیکھا تمام صحابہ صف بستہ منتظر تھے۔ آپ نے فرمایا تمھیں کس نے خبر دی تو صحابہ نے بتایا کہ ابھی وحیہ کلبی یہاں سے گزرے تو انھوں نے آپکی تشریف آوری کی خبر دی اور کہا تم لوگ تیار رہو حضور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا وہ وحیہ کلبی نہیں بلکہ جبریل امین تھے اس کے بعد تمام صحابہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلو میں چلتے ہوئے بنو قریظہ کی وادی میں آگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں پہلے ہی آکر پرچم نصب کر چکے تھے۔

قلعہ کے یہودیوں نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو ان میں ایک شخص نے پکار کر کہا دیکھو عمرو بن ود کا قاتل آگیا ہے۔ اس کے علاوہ بد قماش یہودی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امہات المومنین اور صحابہ کی شان میں واہی تباہی بکنے لگے۔ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضور پرُنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو پرچم کی حفاظت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے کوئی ناشائستہ بات یہودیوں سے سنی ہے اور تم نہیں چاہتے کہ وہ باتیں میرے کانوں میں پڑیں۔ مشکل کشا شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایسی ہی باتیں سنی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پرواہ نہ ہو میرے سامنے وہ ایسی باتیں کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلعہ کے قریب تشریف لائے تو یہودی قلعہ کے اوپر سے دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا اے ابوالقاسم آپ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

یا اخوۃ القردۃ بندروں کے بھائی نکلو اور یہاں سے دور ہو جاؤ۔ یہودیوں نے کہا۔ اے ابوالقاسم آپ کی زبان سے کیسے کلمات سن رہے ہیں۔ آپ (خاکم بدہن) بدزبان تو نہ تھے۔ یہودیوں کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیچھے ہٹے اس وقت آپ کی عجیب کیفیت ہوئی سکوت کی حالت طاری ہو گئی۔ دست مبارک میں تیر یا چابک تھا وہ ہاتھ سے گر گیا اور دوش اقدس سے چادر گر گئی۔

جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت پر سکون ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان بدنہاد یہودیوں کی جانب تیر چلائیں۔ ان کے تیر کے جواب میں یہودیوں نے بھی تیر اندازی کی تھوڑی دیر جانبین سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ اس کے بعد تمام مجاہدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں فرودگاہ تشریف لے آئے۔ یہ محاصرہ پندرہ یا بیس دن جاری رہا۔ اس دوران جانبین سے گفتگو جاری اور تیر اندازی ہوتی رہی۔

ایک یہودی کی حرکت: محاصرہ کے دوران نبانہ نامی ایک یہودی نے قلعہ کی دیوار سے چکی کا پاٹ لڑھکایا جو جناب فلاد بن سوید کے سر پر گرا اور یہ واصل جنت ہوئے آپ کی شہادت کا واقعہ آگے بیان ہوگا۔[1]

---

[1] مؤلف نے یہاں فلاد بن سوید کی شہادت کا ذمہ دار ایک یہودی مرد کو قرار دیا ہے جبکہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھیں گے کہ جناب فلاد کی شہادت کے بدلہ بنانہ نامی ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا اور یہ اسلامی تاریخ میں پہلی عورت تھی جس کو مجرم کے طور پر قتل کیا گیا اور اس سلسلہ میں جناب صدیقہ کی اہلیت بھی نقل کی ہے۔

محاصرہ کی طوالت سے جب یہود کو سخت پریشانیوں کا سامنا ہوا اور مسلمانوں کا خوف دلوں پر طاری ہو گیا تو انھوں نے بھلائی اسی میں دیکھی کہ جنگ سے دستبردار ہو جائیں لہٰذا انھوں نے بناش بن قیس کو اپنا نمائندہ مقرر کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ ہم بھی بنو نضیر کی طرح جلاوطن ہونے کے لیے تیار ہیں۔ اگر ہماری جان بخشی فرمائیں تو ہم اپنے بال بچوں کو لے کر نکل جائیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی درخواست قبول نہ فرمائی اور کہلا دیا تم قلعہ سے نکل آؤ اس کے بعد ہمیں جو کچھ کرنا ہے کریں گے۔ یہودیوں نے دوبارہ درخواست کی ہمیں صرف اپنے خاندانوں کو لے جانے کی اجازت مرحمت ہو ہم تمام مال و متاع یہیں چھوڑ دیں گے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ چنانچہ بناش نے جا کر اپنے ساتھیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔ سب متحیر و پریشان اور عاجز رہ گئے۔ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اکابر قوم کو جمع کیا بنی نضیر کا سردار حیی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق پہلے سے وہاں موجود تھا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں اس طرح گفتگو ہوئی۔

کعب: اے سرداران یہود تمھیں معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں مگر ہم لوگ حسد کی وجہ سے نہ ان پر ایمان لائے اور نہ ان کی تصدیق کی۔ اب ہمیں ان باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا چاہیئے۔

یہود: وہ باتیں کیا ہیں؟

کعب: ایک یہ کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ تا کہ تمھارا مال و متاع اور اہل و عیال محفوظ ہو جائیں۔

یہود: ہم نہ اپنا آبائی دین چھوڑیں گے اور نہ ہی توریت پر کسی دوسری کتاب کو ترجیح دیں گے۔

کعب: دوسری تجویز یہ ہے کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے قلعہ سے باہر نکلو اور مسلمانوں سے لڑو۔ اگر تم مغلوب ہوئے تو تمھارے بال بچے تمھارے بعد ذلّت و خواری سے بچ جائیں گے اور اگر تم غالب آئے تو تمھاری نسل آئندہ چلے گی۔

یہود: کسی بے گناہ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ ہوگا اور کون سا دہ شقی القلب ہوگا جو اپنی آل اولاد کو اپنی جان کی خاطر قتل کرے۔

کعب: تیسری بات یہ ہے کہ آج ہفتہ کا دن ہے مسلمان اس غلط فہمی میں ہوں گے کہ ہم سنیچر کے احترام میں کچھ نہ کریں گے لہذا اس موقع کو غنیمت جان کر مسلمانوں پر شبخون مار کر انھیں زیر و زبر کر دیا جائے۔

یہود: ہم سنیچر کی بزرگی کو کیونکر ختم کر سکتے ہیں ہم سے پہلے جنھوں نے بھی ہفتہ کی حرمت کو پامال کیا ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں اور بندر بنا دیئے گئے۔

جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو یہودیوں نے بارگاہِ نبوی میں درخواست کی کہ اگر آپ حضرت ابولبابہ بن منذر اوسی کو جو ہمارے حلیف اور دوست ہیں ہمارے پاس آنے کی اجازت دے دیں تو ہم ان سے اپنے معاملہ کا مشورہ کر لیں۔ حضور نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور حضرت ابولبابہؓ یہودیوں کے پاس قلعہ میں گئے یہودیوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ یہودیوں کی عورتیں اور بچے ان کے گرد اگرد بیٹھ گئے۔

یہودیوں نے جب حضرت ابولبابہ کے رویہ کو نرم پایا تو ان سے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق قلعہ سے اُتر آئیں یا نہیں؟

حضرت ابولبابہ نے فرمایا ہاں اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یہ عمل کر کے حضرت ابولبابہ کو سخت ندامت ہوئی اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے۔

کعب بن اسد جو ابولبابہ کے ساتھ تھے انھوں نے معلوم کیا کہ ابولبابہ کو کیا ہوا۔ ابولبابہ نے کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے۔ یہ کہتے ہوئے قلعہ سے اُترے ندامت اور شرمندگی کا اثر بہت ہوا جس کی وجہ سے رو رہے تھے فرط ندامت میں نہ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہ کسی اور صحابی سے ملے بلکہ سیدھے مدینہ چلے آئے۔

حضرت ابولبابہ کا خود کو سزا دینا :

حضرت ابولبابہ کو اپنے اس عمل پر ندامت ہوئی اس کا ردِّ عمل یہ ہوا کہ انھوں نے مدینہ آکر خود کو مسجدِ نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ مجھے سوائے اوقاتِ نماز کے نہ کھولا جائے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ کو قبول نہ فرمائے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابولبابہ تقریباً پندرہ دن تک بندھے رہے اس دوران ان کی بیٹی آتی اور ان کے منہ میں کھجور رکھ دیتی جس کو وہ کھا لیتے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب ابولبابہ کے اس عمل کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آجاتے تو اللہ تعالیٰ سے ان کی آمرزش و بخشش کیلئے درخواست کی جاتی اب انھیں اُسی وقت کھولا جائے

جبکہ ان کی توبہ کو رب کریم قبول فرمائے۔

پندرہ روز کے بعد حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت جبریل امین علیہ السلام وحی الٰہی لے کر آئے اُس وقت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تھے آپ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ قبول ہونے کی اطلاع دی تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں ابولبابہ کو یہ خوشخبری سُنا دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے دروازہ سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوشخبری سُنائی۔ لوگ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھولنے کے لیے دوڑے لیکن حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے کوئی شخص نہ کھولے بلکہ میں حضور پُرنور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے رہا ہوں گا۔ سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کو اپنے دستِ مبارک سے کھولا۔

یہود بنی قریظہ مجبور ہو کر قلعہ سے اُترے حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعمیل ارشاد میں مردوں کی مشکیں کسیں جبکہ حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلحہ عورتوں اور بچوں کا تعلیقہ کیا۔

پندرہ سو تلواریں اتنی ہی ڈھالیں تین سو زرہیں سات سو پچاس عورتیں اور بچے شمار کیے گئے گھروں کا سامان برتن اُونٹ بکریاں اور دوسرے چوپائے بکثرت اور بے شمار حاصل ہوئے ان سب کو ضبط کر لیا گیا۔

مقتولین کی درخواست : اب حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے سامنے بنی اوس کے چند سربرآوردہ لوگوں نے درخواست کی یارسول اللہ آپ
کی ذاتِ اقدس مظہر لطف وکرم ہے بنی نضیر کے ساتھ جو عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے
آپ نے احسان فرمایا اور ان کے حق میں سفارش قبول فرما کر سات سو زرہ پوش
جنگجوؤں کی جان بخشی فرمائی۔ بنی نضیر کو چھوڑ دیا بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں
نقضِ عہد کی وجہ سے یہ سب شرمسار ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ ان پر بھی کرم
فرمادیں اور ان کے جرم سے درگزر فرمائیں لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے ان کی درخواست کو درخور اعتناء نہ سمجھا لیکن جب انھوں نے اصرار کیا
تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی سلسلہ میں کسی کو حکم مقرر کیا
جائے تو تم اس تجویز کو قبول کرو گے۔ اوسیوں نے کہا نے کہا یہ بات ہمیں بسر وچشم
قبول ومنظور ہے۔ حضور نبیٔ پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے
فرمایا میں جس کو حکم مقرر کرنا چاہتا ہوں وہ ذات سعد بن معاذ کی ہے وہ جو فیصلہ
کریں وہ فریقین تسلیم کرلیں۔ اوسیوں نے کہا یا الرّاسِ وَالعین ذبسر وچشم
حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی شخص کو حضرت
سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں لے کر آئے کیونکہ
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہو کر
رہ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دراز گوش پر سوار کیا گیا
اور روانہ ہوئے۔ ادھر بنو قریظہ کے سفارشی آگے بڑھ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے راستہ میں آملے اور کہنے لگے اے ابو عمرو بنو قریظہ ہمارے تمہارے
پرانے حلیف اور دوست ہیں ان کے ہم پر بہت احسان ہیں۔ حضور نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ان کے معاملہ میں حکم مقرر فرمایا ہے۔
درخواست ہے کہ آپ فیصلہ کرتے وقت ان کے احسانات کو مدنظر رکھیں انھیں

پوش نہ فرمائیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

رت سعد بن معاذ کا بیباکانہ جواب : ان لوگوں کی درخواست سن کر فرمایا
زمانہ گزر گیا ہے اسلام نے ماضی کے تمام معاہدوں کو ختم کر دیا ہے۔ الغرض جب
رت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس نبوی کے قریب آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ
لیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قُومُوا لِسَیِّدِکُمْ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔
ن مہاجر اور انصار خزرج اس خیال سے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
قبائل سے نہ تھے کھڑے نہ ہوئے البتہ بنی عبد الاشہل جو حضرت سعد رضی اللہ
لیٰ عنہ کے ہم قوم تھے کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر حضرت سعد رضی اللہ
لیٰ عنہ کو سواری سے اُتار کر مجلس نبوی میں لائے۔
قبیلہ اوس کی ایک باصلاحیت اور گفتگو کرنے کی اہل جماعت مجلس نبوی میں حاضر
، اُنھوں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابو عمرو رسول خدا
لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے معاملہ میں فیصلہ کا اختیار آپ کو دے دیا
، ان کے سابقہ احسانات کی وجہ سے ان کے ساتھ شفقت اور احسان کا
ل لازم ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سابقہ باتوں کو جانے
اب تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے عہد
ثاق ہی ہیں جن پر عمل کرنا لازم ہے اور وہی واجب التعمیل ہیں جو لڑائے
ما پیش کروں اس پر تم راضی ہو بولو کیا کہتے ہو؟
سرداران اوس کہنے لگے بے شک ہم تمھاری تجویز پر راضی ہوں گے اور
کی پابندی کریں گے اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور
یہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب متوجہ ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ اوس کے لوگ تو

میرے فیصلہ کو قبول کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا ارشاد گرامی کیا ہے۔ حضور سید عالم نور مجسم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا جو تمھاری تجویز ہوگی وہی میرا حکم ہے۔

حضرت سعد کا فیصلہ: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ان کے صلاحیت رکھنے
والے جنگی مردوں کو قتل کیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا جائے
اور ان کا مال و متاع مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ سُن کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا اے سعد یہ تم نے وہ فیصلہ کیا ہے جو احکم الحاکمین نے ساتوں
آسمان پر پہلے ہی فرما دیا ہے اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان
مردوں کو اسی طرح مشکیں بندھا ہوا لے جاؤ اور اسامہ بن زید کے مکان میں
قید کر دو۔ لڑکوں اور عورتوں کو رملہ بنت حارث خزرجی بخاری کی زیر نگرانی
ان کے گھر میں رکھو۔

جب یہ قیدی مدینہ آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجوروں کے
کئی ڈھیر ان کے سامنے رکھوا دیئے۔ مشکیں بندھی ہونے کی وجہ سے وہ ہاتھوں
سے نہ کھا سکے بلکہ چوپایوں کی طرح خرموں پر ٹوٹ پڑے اور منہ سے
کر کھانے لگے۔ جب رات ہوئی تو یہ قیدی توریت کی تلاوت کرتے ہوئے
ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی وصیت کرتے جاتے تھے۔

بنو قریظہ کا قتل عام: صبح کو رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے حکم
دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے چنانچہ احجار الزیت

مدینہ منورہ کا بازار لگنے کی جگہ تھی وہاں ایک گڑھا کھودا گیا اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے قیدیوں کو وہاں لایا گیا۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ وہ ان بدنہادوں کو سزا دیں اور واصل جہنم کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے ان قیدیوں کو کیفر کردار کو پہنچانا شروع کیا یہاں تک کہ گڑھا ان کے خون سے بھر گیا۔

جب حیی بن اخطب کی باری آئی

حیی بن اخطب بارگاہِ رسالت میں : مشکیں بندھا ہوا اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو حضور نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس سے فرمایا اے دشمنِ خدا تجھے کیا اس نے ذلیل وخوار نہیں کیا۔ آج تو قیدی کی حیثیت سے میرے سامنے ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں

حیی کی بارگاہِ رسالت میں گستاخی : سن کر حیی نے کہا ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے میرے لیے بھی ایک وقت مقرر ہے جس سے تجاوز ممکن ہے البتہ آپ کی عداوت پر میں اپنے نفس کو ملامت نہیں کر سکتا لکن مَن یَخذُل میں اپنی ذاتی عزت کا خواہاں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت عطا فرمائی اس میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ بنی اسرائیل پر اس طرح کی بلائیں اور مصیبتیں بہت سی آئی ہیں آج میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ (خاکم بدہن) آپ جھوٹے نبی اور بلاشبہ میں آپ کا دشمن ہوں۔ اس بدبخت کی خرافات سن کر رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا آپ نے ذوالفقار

نکالی تو حیی نے درخواست کی کہ میرے کپڑے نہ اتارے جائیں اور مجھے برہ
نہ کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ آسان بات ہے اس کے
بعد حیی نے گردن جھکالی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نیچے
تلے ہاتھ سے وہ واصل جہنم ہو گیا۔

کعب سردار بنو قریظہ : حیی کے بعد سردار بنو قریضہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اے ابن اسد تو نے اس شخص کی نصیحت
پر عمل نہ کیا اس نے تجھے میری متابعت کی نصیحت کی تھی اگر اس پہ عمل کر لیتا تو امن
میں رہتا۔

کعب نے عرض کیا یا ابی القاسم توریت کی قسم اگر مجھے یہود کی طعنہ زنی کا
خوف نہ ہوتا تو میں یقیناً آپ کی تصدیق کرتا لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ یہود یہ کہیں
گے کہ کعب مرنے کے خوف سے مسلمان ہو گیا میں بالیقین آپ کی تصدیق کرتا اور
آپ کی خدمت بجالاتا لیکن یہ خوف دامن گیر ہے کہ یہود طعنہ دیں گے اور اسی
خوف سے مجھے حقانیت کے اقرار سے روک رکھا ہے اور یہود کے دین پر جان
دینے کو آمادہ ہوں۔

اس کی گفتگو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بھی اس کے
دوستوں کے پاس پہنچادو۔ چنانچہ اس کو بھی کیفر کردار کو پہنچایا گیا۔ اس پورے
دن بھر دونوں حضرات علی و زبیر بنی قریظہ کے قتل میں مشغول رہے لیکن پھر
بھی چند لوگ باقی رہ گئے تو مشعل کی روشنی میں انکی زندگی کے دن کو شام
ممات میں تبدیل کیا گیا۔

بنو قریظہ کے مقتولین کی تعداد میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے

چار سو بعض نے چھ سو اور بعض نے نو سو لکھی ہے اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو جاننے والا ہے۔

بنو قریظہ کے جو لوگ قید کیے گئے

زبیر بن باطا یہودی کی درخواست: تھے ان میں بوڑھا یہودی زبیر بن باطا بھی تھا۔ اس نے حضرت ثابت بن شماس پر کوئی احسان کیا تھا اس نے ثابت بن شماس کو اپنے احسان کی یاد دلائی۔ چنانچہ حضرت ثابت نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اس یہودی کے احسان کا بدلہ اُتارنا چاہتا ہوں اگر سرکار پسند فرمائیں تو اس یہودی زبیر کو میرے سپرد فرما دیں۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی۔ چنانچہ ثابت نے زبیر کو اس کی رہائی کی نوید سنائی تو زبیر نے کہا کہ

ع چہ حَظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا

کوئی بوڑھا اپنے زن و فرزند سے جُدا ہو کر زندہ رہا تو اسے اپنی زندگی کا کیا مزا آئے گا۔ چنانچہ ثابت نے اس کی درخواست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کر دی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے زن و فرزند کو آزاد کرا دیا۔

اب اس بوڑھے یہودی نے ایک اور مطالبہ کر دیا کہ جس ضعیف شخص کے پاس ایک حبہ بھی نہ رہا ہو وہ گزر اوقات کے لیے اخراجات کہاں سے لائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کا مال و متاع بھی واپس کر دیا گیا۔ اب اس پیر فرتوت نے حضرت ثابت سے دریافت کیا۔

زبیر : ہمارا سردار کعب بن اسد کہاں ہے۔
ثابت : کعب ابن اسد تو مارا گیا۔
زبیر : لڑائی کی آگ بھڑکانے والا حیی بن اخطب کس حال میں ہے
ثابت : اس کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔
زبیر : ہمارا ایلچی نباش بن قیس کس حالت میں ہے۔
ثابت : اس کو بھی واصل جہنم کیا جا چکا ہے۔
زبیر : اشراف و احبار بنی قریظہ کہاں ہیں۔
ثابت : وہ سب جہنم کو سدھار گئے۔
زبیر : خدا کی قسم دوستوں کی جدائی موت سے زیادہ تلخ ہے۔
ثابت : یہ بات تو تم نے سچ کہی ہے
زبیر : اب تم میرے سابقہ احسان کے بدلہ میں مجھے بھی دوستوں کے
پاس پہنچا دو۔
ثابت : میں تمھاری یہ خواہش پوری کیے دیتا ہوں اور حضرت زبیر نے
بن باطا کا ہاتھ حضرت زبیر العوام کے ہاتھ میں دے دیا اور انھوں
نے ایک ہی ہاتھ میں اس مردود کو دارالبوار کا راستہ دکھایا۔

بنو قریظہ کے مال کی تقسیم : بنو قریظہ کے مال میں سے ستر گھوڑے منتخب کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اہل میں تقسیم فرمائے۔ باندیوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنے پاس رکھا۔ اب بقیہ مال کی تقسیم فرما کر نصف تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما کر انھیں ملک شام جانے کی ہدایت فرمائی مال کا دوسرا حصہ انس بن قیظی کے حوالہ کر کے سرزمین بنی غطفان کی طرف

روانہ فرما کر دیا کہ یہ دونوں حضرات دونوں جگہ سے عمدہ گھوڑے خرید کر لائیں۔ تعمیل ارشاد میں یہ دونوں حضرات عمدہ قسم کے گھوڑے خرید کر لائے جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے لیے مخصوص فرما دیا اور خمس کا اپنا حصہ مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔

سابقہ صفحات میں آپ نے

حضرت سعد بن معاذ کی دعا کی قبولیت : پڑھا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق کے کنارے تیر کا زخم کھا کر دُعا کی تھی کہ خداوندا مجھے بنو قریظہ کا انجام دیکھنے تک زندہ رکھ چنانچہ وہ اب تک زندہ تھے۔ اب قبولیت دُعا کا مرحلہ آیا۔ ایک دن وہ زخمی حالت میں لیٹے ہوئے تھے۔ ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی اور آپ کے جسم پر دوڑتی ہوئی گزر گئی۔ اتفاق سے اس کی کھری زخم پر پڑ گئی۔ جس سے زخم پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا اور کسی طرح بند نہ ہوا۔ اس طرح تکلیف بڑھ گئی اور ان پر نزاع کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ان کی حالت معلوم ہوئی تو آپ عیادت کے لیے تشریف لائے اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر زانوئے مبارک پر رکھ کر فرمانے لگے۔ خداوندا سعد نے تیری راہ میں زحمت اُٹھائی ہے تیرے رسول کی تصدیق کی اور اسلام کے حقوق کو ادا کیا ہے۔ مالک و مولیٰ ان کی رُوح کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرنا جیسا کہ تو نے اپنے دوستوں کی اَرواح کے ساتھ کیا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سن کر آنکھ کھولی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور سوئے ادبی کی وجہ سے اپنا سر زانوئے مبارک سے ہٹا لیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مکان پر بھجوا دیا۔

حضرت جبریل بارگاہِ رسالت میں: تھوڑی دیر کے بعد حضرت جبریل امین علیہ السلام نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے صحابہ میں کس خوش قسمت کی وفات ہوئی ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرشِ اعظم ہل گیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی میں سعد بن معاذ کے پاس تھا جن پر سکرات کی کیفیت طاری تھی۔ حضرت جبریل امین سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور ان کی تجہیز و تکفین کے انتظامات کی نگرانی فرمائی۔ جب احباب نے جنازہ اٹھایا اور بقیع کی جانب چلے تو جنازہ کے جلو میں ستّر ہزار فرشتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "جب میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو کھود رہا تھا تو اس میں سے مشک کی سی خوشبو آ رہی تھی۔"

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین میں سے کسی نے کہا کہ کیا ہلکا جنازہ ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپ نے فرمایا کہ سعد (رضی اللہ عنہ) کا جنازہ تو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں وہاں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت خلاد بن سوید کی شہادت : حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرا القیس انصاری خزرجی
حارثی عقبی۔

آپ جنگِ بدر اور خندق میں حاضر تھے۔ بنو قریظہ کے محاصرہ کے موقع پر
قلعہ کی دیوار کے زیر سایہ بیٹھے تھے۔ ایک عورت بنانہ نامی نے اپنے ساتھی کی
مدد سے قلعہ کی دیوار سے چکی کا پاٹ پھینکا جو حضرت خلاد پر گرا جس کی وجہ سے
آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی
وفات کی خبر سن کر فرمایا اِنَّ لَہٗ اَجْرُ شَہِیْدَیْنِ۔ انھیں دو شہیدوں
کے برابر اجر ملے گا۔ بنانہ کو بنو قریظہ کے مردوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔

بنو قریظہ کی قتل کی جانے والی عورت : بنانہ نامی عورت کے علاوہ بنو قریظہ کی اور کوئی عورت
قتل کی گئی۔ اس کے قتل کیے جانے کا پورا واقعہ حضرت اُم المومنین
سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی منقول ہے :

"بنی قریظہ کی عورت میرے پاس بیٹھی ہوئی ہنس ہنس کر
باتیں کر رہی تھی۔ ناگاہ ایک شخص نے باہر سے آواز
دی فلاں عورت کہاں ہے اس عورت نے جواب دیا
میں یہاں ہوں اور مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھی اور کہنے
لگی مجھے قتل کرنے کے لیے بلایا جا رہا ہے اس کے اس کہنے پر میں نے
کہا کہ اسلام میں عورتوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے تیرے لیے
یہ خصوصیت کیونکر ہوئی کہنے لگی میں بنی قریظہ
کے ایک شخص کی شریکِ حیات ہوں اور ہماری شادی
محبت کی تھی مسلمانوں نے جب بنو قریظہ پر محاصرہ

سخت کر دیا اور ہمیں روز مرہ کی زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہوا تو میرے شوہر نے مجھ سے کہا اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہماری قوم پر فتح حاصل کر لیں گے تو وہ مردوں کو قتل اور عورتوں کو قید کر کے لونڈی بنا لیں گے۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا اس طرح وصال کا زمانہ ختم اور جدائی کی گھڑیاں قریب آتی معلوم ہوتی ہیں۔ اب تیری جدائی مجھ سے برداشت نہ ہو گی۔

میرے شوہر نے کہا اگر تو سچ کہتی ہے تو تجھے ایسی کوئی حرکت کرنی چاہیے جس کے نتیجے میں کوئی مسلمان ختم ہو جائے۔ اس کے بدلے میں تجھے بھی ختم کر دیا جائے اور تو جدائی کے صدمے سے بچ جائے گی اور اس کے لیے ایک مناسب موقع قدرت نے فراہم کر دیا ہے۔ چند مسلمان دیوار کے سایہ میں بیٹھے ہیں اور ان پر کوئی چیز گرا دے کام بن جائے گا۔ چنانچہ میں نے قلعہ کی دیوار سے ایک پتھر پھینک دیا جو (حضرت) خلاد کے سر پر لگا جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ ان کے قصاص میں مجھے قتل کرنے کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ عرصہ تک اس عورت کا موت کے لیے مسکرانا اور قہقہے لگانا یاد آ جاتا۔

۸

ذی قرد یا غابہ

یہ معرکہ ذی قرد اور غابہ کے نام سے تاریخ میں مذکور ہے۔ ذی قرد ایک آبشار ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر بنو غطفان کی بستی کے قریب واقع ہے۔

مدینہ طیبہ کے قریب ایک جنگل ہے جس سے لکڑی حاصل کی جاتی ہے

غابہ: یہ عام لوگوں کی گزرگاہ تھا یہاں حضور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں، کبھی یہ اونٹنیاں ذی قرد میں چلی جاتی تھیں چونکہ یہ دونوں مقام غیر محفوظ تھے۔

یہاں چور آتے مویشی چرا کر لے جاتے تھے۔ یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی حفاظت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے ابوذر اور زوجہ ابوذر غفاری کیا کرتی تھیں۔ ربیع الاوّل ۶ھ میں چہارشنبہ کی شب علینیہ بن حصن فزاری چالیس ڈاکوؤں کے ہمراہ آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیس اونٹنیاں جو عنقریب بچے دینے والی تھیں ہانک کر لے گیا۔ جب ان محافظ حضرات نے مزاحمت کی تو ڈاکوؤں نے ذر بن ابوذر غفاری کو قتل کر کے اونٹنیوں کو ہانک لیا اور زوجہ ابوذر کو بھی لے گئے تو آپ کو جب اس ڈکیتی کا پتہ چلا تو آپ نے مدینہ منورہ سے تشریف لا کر مقام ذی قرد تک ان کا تعاقب فرمایا اس

واقعہ کی تفصیل حضرت سلمہ بن اکوع نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت : ایک دن میں علی الصبح حضرت ابوطل[illegible] انصاری کے گھوڑے پر سوار ہو[illegible] مدینہ طیبہ سے باہر نکلا میرے ساتھ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و[illegible] کے آزاد کردہ غلام حضرت رباح بھی تھے۔ جب میں ذی قرد پہنچا تو ناگاہ طلو[illegible] آفتاب کے وقت میں نے دیکھا کہ علینیہ بن حصن فزاری اپنے چند ساتھیوں [illegible] ساتھ اونٹنیوں کو ہنکائے لیے جا رہا ہے۔

میں نے اپنا گھوڑا رباح کو دے کر کہا تم جا کر حضور اقدس صلی اللہ تع[illegible] علیہ وسلم کو جا کر اس واقعہ کی اطلاع دے دو۔ چنانچہ میں نے رباح کو مدینہ [illegible] اور خود ایک ٹیلے پر چڑھ کر تین مرتبہ یاصباحاہ پکارا اور تیر کمان لے کر لٹیرو[illegible] کے پیچھے لگ گیا اور ان پر تیر چلانے لگا۔ ہر تیر سے کسی نہ کسی کو زخمی کر دیتا جب [illegible] لٹیروں میں سے کوئی مجھ پر حملہ آور ہوتا تو میں کسی نہ کسی درخت کی آڑ میں ہو[illegible] اور اس کو تیر مار کر کہتا خُذْھَا وَ اَنَا ابْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّ[illegible] کبھی ایسا بھی کرتا کہ کسی ٹیلہ پر چڑھ کر ان لٹیروں پر سنگ باری کرنے لگتا ج[illegible] یہ لٹیرے مجھ سے تنگ آ گئے تو مجبور ہو کر اونٹنیوں کو چھوڑ کر میرے سا[illegible] سے ہٹ گئے۔ میں نے اونٹنیوں کو مدینہ کی جانب ہانک دیا اور پھر ان کو[illegible] کے پیچھے لگ گیا اور تیر مار مار کر انھیں پریشان اور عاجز کر دیا۔ تعجب [illegible] بات یہ ہے کہ میرے تنہا ہونے کے باوجود مجبور ہو گئے تو انھوں نے ا[illegible] سامان اور ہتھیار گرانے شروع کیے تاکہ میں اس سامان کو اٹھانے م[illegible] مشغول ہو کر ان کا پیچھا چھوڑ دوں لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ان لٹیروں [illegible] مدد کے لیے ایک جماعت آ گئی تو میں ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا اس کے بعد [illegible]

نے ان کا چھوڑا ہوا سامان سمیٹا تو تیس چادریں اور اتنے ہی نیزے تھے یہاں آ کر
ب میں نے دوسری جانب نظر اٹھائی تو درختوں کی آڑ سے مسلمان سوار نظر آئے۔
میں سب سے آگے اخرم اسدی ان کے پیچھے شہسوار اسلام حضرت ابو قتادہ رضی
للہ تعالیٰ عنہ ان کے عقب میں مقداد بن اسود کندی بطور ہراول دستہ کے آ رہے
تھے ان کے عقب میں سواروں کا بیڑا چلا آ رہا تھا۔

لٹیروں نے جب اسلامی سواروں کو آتے دیکھا تو وہ بھاگ نکلے۔ حضرت اخرم
نے ان کا تعاقب کیا تو میں نے ٹیلے سے اتر کر حضرت اخرم کے گھوڑے کی باگ
پکڑ لی اور کہا کہ عجلت سے کام نہ لو اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
تشریف آوری کا انتظار کرو۔ حضرت اخرم نے مجھ سے کہا اگر تم اللہ اور روز قیامت
پر ایمان رکھتے ہو تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو۔ میں نے فوراً ان
کے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی۔ حضرت اخرم نے گھوڑا بڑھایا اور عبدالرحمٰن
کو جا لیا اور اس پر نیزے سے وار کیا مگر یہ وار کارگر نہ ہوا۔ عبدالرحمٰن نے پلٹ
کر حضرت اخرم پر حملہ کیا اور نیزہ کا ایسا بھرپور وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے
عبدالرحمٰن اپنے گھوڑے سے اترا اور حضرت اخرم کے گھوڑے پر سوار
ہو گیا۔ لیکن ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
عبدالرحمٰن پر حملہ کیا تو اس نے بھی ابو قتادہ پر جوابی حملہ کیا اور انھیں زخمی کر دیا
لیکن حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ حملہ کر کے اس کو
کیفر کردار کو پہنچا کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کے قتل
ہونے کے بعد ہم لوگوں نے کافر لٹیروں کا تعاقب کیا یہ ایک گھاٹی میں پہنچے
جہاں ان کے اور بھائی موجود تھے یہ بھگوڑے چشمہ سے پانی پینا چاہتے تھے

لیکن میں ان کے قریب پہنچا تو یہ چشمے کے پاس سے بھاگ گئے میں غروب آفتاب تک ان کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ تو ہاتھ نہ آسکے البتہ ان کے دو گھوڑے میں پکڑ لایا جب میں چشمہ ذی قرد پر آیا تو میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانچ سو صحابہ کے ساتھ موجود ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا اس کی کلیجی اور کوہان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بھون رہے تھے۔

میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں اسلامی لشکر کے سو سواروں کو لے کر ان کافر لٹیروں کا تعاقب کروں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری درخواست کے جواب میں فرمایا تو ایسا ہی کریگا۔ میں نے عرض کیا اس خدا ئے وحدہٗ لاشریک کی قسم جس نے آپ کو معزز و مکرم کیا ہے میں ایسا ہی کروں گا میری بات سن کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اس وقت آپ کے دندان مبارک سے نور ظاہر ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یَا ابْنَ الْاَکْوَعِ اِذَا مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ اُسی وقت ایک فزاری آیا اس نے اطلاع دی کہ جب فزاری غطفانیوں میں پہنچے تھے تو انھوں نے مہمانداری کے لیے ایک اونٹ ذبح کیا اور وہ اس اونٹ کو ادھیڑ رہے تھے کہ ان لوگوں نے غبار اڑتا دیکھا تو یہ سمجھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لشکر آرہا ہے لہذا یہ لوگ مبہوت ہو کر وہاں سے بھاگ گئے۔

صبح ہوئی تو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خَیْرُ فُرْسَانِنَا الْیَوْمَ اَبُوْ قَتَادَةَ وَخَیْرُ رِجَالِنَا سَلَمَةُ ہمارے سواروں میں آج سب سے بہتر کارکردگی کرنے والے ابو قتادہ اور پیدل کارنامہ انجام دینے والا سلمہ ہے۔

ں کے بعد حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے سوار و پیادہ
ا حصہ مجھے عطا فرمایا اور اپنے ساتھ اُونٹ پر سوار کر کے مدینہ کو پہنچے۔ جب مدینہ
کے قریب تشریف لائے اُس وقت ایک انصاری نے آوازہ کسا کوئی ہے
بس کے ہاتھ میں مدینہ تک دوڑ لگاؤں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
جازت لے کر اُونٹ سے اُترا اور اس انصاری کے ساتھ دوڑ لگائی اور اس
و اس دوڑ میں پیچھے چھوڑ دیا۔

۹

معرکہ ذوالقصّہ

ذوالقصہ نامی بستی مدینہ طیبہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر زبدہ کی راہ میں
قع ہے چونکہ یہ واقعہ اس آبادی میں پیش آیا اس لیے اس نام سے اس معرکہ
وسوم کیا گیا۔

ربیع الاوّل ۶ھ میں محمد بن مسلمہ بن خالد انصاری اوسی حارثی کی قیادت
یں دس مجاہدین پر مشتمل جماعت بنی ثعلبہ کو اس مجاہدین کی جماعت کی آمد کی پہلے
ے کسی طرح اطلاع مل گئی تھی۔ اس لیے یہ بدنہاد سو افراد پر مشتمل جماعت ان
اہدین کی گھات میں موجود تھی۔ جب گیارہ مسلمانوں پر مشتمل جماعت رات کو منزل
قصود پر پہنچی تو سردار سریہ مع اپنی جماعت کے مصروف استراحت ہو گئے
شمنانِ اسلام نے موقع غنیمت سمجھا اور اجل ناگہانی کے طور پر ان مجاہدین

کو گھیر لیا۔ امیر سریہ حضرت محمد بن مسلمہ کی پہلے آنکھ کھلی۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں
کو جگایا۔ یہ سب اُٹھ کر دشمن کے ناگہانی حملہ کے مقابلہ پر ڈٹ گئے جانبین
سے تیر اندازی ہونے لگی جس کے نتیجہ میں ایک کافر کیفر کردار کو پہنچا۔ اب کافروں
نے حالات کا جائزہ لے کر مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر کے انھیں بھالوں پہ رکھ
اور ان سب کو شہید کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ شدید زخمی ہوئے اور میدان
کارزار میں بے حس وحرکت پڑے رہے۔ کافروں نے تمام مسلمان شہداء
جسموں سے کپڑے اتار لیے اور چلتے بنے۔

حسن اتفاق کہ ایک دردمند مسلمان کا اس طرف گزر ہوا اس نے شہدا
دیکھ کر استرجاع[1] پڑھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے اس کے استرجاع کو سن کر ہاتھ
پاؤں ہلائے تو اس مسلمان نے ان کو دیکھ لیا۔ اور انھیں اپنے کاندھے پر لاد
کسی نہ کسی طرح مدینہ طیبہ لے آیا۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ
نے چالیس صحابہ پر مشتمل ایک دستہ امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح
کی قیادت میں ذو القصہ روانہ فرمایا۔ لیکن یہ تمام بدنہاد حضرت ابو عبیدہ
کے پہنچنے سے قبل ہی وہاں سے بھاگ گئے تھے لہذا ان کے اونٹ
بکریاں لے کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ واپس
تشریف لے آئے۔

---

[1] اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

۱۰

سریۂ عُرنیہ

جمادی الاوّل ۶ھ میں قبیلہ عکل اور مدینہ کے سات آدمی آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعتِ اسلام کی لیکن مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ان کو موافق نہ آئی بیمار پڑ گئے اور ان کے پیٹ پھول گئے۔ یہاں ایسی بات کا امکان ہے کہ وہ پہلے ہی سے بیمار ہوں اور یہاں آکر اس مرض کا اظہار ہوا یا اس میں اضافہ ہو گیا ہو۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان سب لوگوں کو مضافات ذی الخدر جو قبا کا ذیلی علاقہ ہے، روانہ فرما کر ہدایت دی کہ یہ لوگ اونٹ کا دودھ اور پیشاب[1] پی کر علاج کریں۔ ایک روایت کے مطابق حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت کو حرہ روانہ فرمایا۔ اس چراگاہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اونٹ چرتے تھے جن کی نگرانی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے تھے۔ یہ لوگ چند دن وہاں رہے۔ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر بھلے چنگے ہو گئے تو ان کی رگِ شیطنت بھڑکی اور ان کی گردنوں پر ارتداد کی بلا مسلط ہوئی اور ایک دن سب نے سازش کر کے پندرہ اونٹ ہنکائے

---

[1] غیب دان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں پیشاب پینے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ مستقبل قریب میں اسلام سے انحراف کر کے مرتد ہونے والے تھے۔ (محمد اطہر نعیمی)

اور چل دیئے حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا تعاقب کیا تو انھیں پکڑ کر
ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے، زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے جس کی تکلیف
سے حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے
کرز بن جابر فہری کو بیس سواروں کے ساتھ ان بدنہادوں کے تعاقب میں
روانہ فرمایا وہ ان احسان فراموشوں کے تعاقب میں تھے کہ دوران سفر راستے میں ایک
عورت ملی جس کے ہاتھ میں اونٹ کا شانہ تھا۔ حضرت کرز رضی اللہ تعالیٰ
نے اس سے معلوم فرمایا یہ شانہ تیرے پاس کہاں سے آیا تو اس عورت نے
بتایا کہ میں ایک جگہ سے گزر رہی تھی وہاں ایک جماعت موجود تھی جس نے
اونٹ ذبح کیا تھا اس کا ایک شانہ انھوں نے مجھے بھی دے دیا وہ ان
پچھلے پہاڑ پر ابھی تک موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں گرفتار
کر کے لے آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت غابہ میں موجود تھے حضرت
کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان لٹیروں کو لے کر آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے راستہ میں ملاقات ہو گئی اُس وقت آیہ کریمہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ
اللہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ نازل ہوئی تھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے ان
لٹیروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروادی اس
کے بعد انھیں تختہ دار پر چڑھایا گیا۔

بعض روایات کے مطابق آیہ کریمہ کا نزول ان کافروں کی سزایابی کے بعد
ہوا ہے کیونکہ ان آیہ کریمہ کے نزول کے بعد کسی کافر کی آنکھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے سلائی نہیں پھروائی۔

حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوبہ کے رہنے والے اور حضور اکرم صلی

تعالیٰ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش تھے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ تمام ارکان کو مدنظر رکھ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا کرتے دیکھ لیا ان کے انہماک اور ادائے نماز کو دیکھ کر آپ نے یسار کو پروانۂ آزادی عطا فرما دیا۔ اپنی آزادی کے بعد بھی خدمتِ نبوی کا شرف حاصل رہا یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔

۱۱

سریہ زید بن حارثہ

یہ سریہ درحقیقت جنگی اہمیت کا حامل نہ تھا اور نہ اس کے عوامل جنگ کا نتیجہ تھے فی الحقیقت یہ جماعت تجارتی مقاصد کے لیے شام کے سفر پر روانہ ہوئی تھی۔ رجب ۶ھ میں جب اس جماعت کا وادی القریٰ[1] سے گزر ہوا تو بنی فزارہ کے کافر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے مزاحم ہوئے۔ آخر کار دونوں فریقوں میں جنگ چھڑ گئی۔ کافر بھی اس جنگ میں مارے گئے لیکن جانی نقصان

---

[1] مدینہ طیبہ کے قریب ملک شام کے راستہ میں ایک قریبی بستی ہے۔ محمد اطہر نعیمی

زیادہ مسلمانوں کا ہوا اور بہت سے مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ رئیس قافلہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی زندہ بچ گئے۔ اس جنگ میں جن مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا ان کی تفصیل کتبِ سیر میں مطالعہ کی جاسکتی ہے۔ جناب مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مختصر میں ان شہداء کے نام بھی نہیں لکھے۔

۱۲

غزوۂ خیبر

یہ معرکہ خیبر کے مقام پر لڑا گیا۔ اس لیے مقام کی مناسبت سے مشہور ہو گیا۔ خیبر سرزمین یثرب[1] میں ایک خطہ ہے جو اپنے قلعوں نخلستان اور کھیتوں کی وجہ سے معروف و مشہور ہے یہ جگہ مدینہ طیبہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ملک شام کی جانب واقع ہے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ۶ھ میں جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیبیہ کے سفر سے واپس آئے اور مدینہ طیبہ میں صرف بیس دن قیام فرمایا اس وقت آیت قرآنی نازل ہوئی جس سے سفر خیبر کا حکم ملا دعدہ

---

[1] مدینہ طیبہ کا پہلا نام یثرب (نجار دالاخطہ) تھا لیکن حضور کی تشریف آوری کے بعد اس کی آب و ہوا تبدیل کر دیا گیا۔ علماء متاخرین نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ میں نے یہاں یثرب کا لفظ اس لیے لکھا ہے کہ وہ بستی اس وقت یہودیوں سے متعلق تھی۔ (محمد اطہر نعیمی)

اللہ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا الخ اللہ رب العالمین نے تم سے کثیر غنائم کا وعدہ فرمایا ہے جو تمھیں ملیں گے۔

احکامِ ربانی اور بشارت فتح ملنے کے بعد حضور
سفرِ خیبر کی تیاریاں: نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرداراں انصار و مہاجرین کو طلب فرما کر اُن سے فرمایا کہ جنگ خیبر کے لیے تیاری کرو لیکن کوئی شخص دنیاوی لالچ کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہ جائے بلکہ محض رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لیے جہاد کی نیت سے ہمارے ساتھ ہو۔ یہ شرط سن کر منافقین مدینہ کے سینہ پر سانپ لوٹ گیا اور اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی شروع کی کہ مسلمانوں نے بنو قریظہ اور بن نضیر کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہی تاریخ اب خیبر کی جنگ میں دہرائی جائے گی۔ اس سلسلہ میں منافقین کی معاونت مدینے کے یہودیوں نے بھی کی اور وہ مسلمانوں پر بہت غضب ناک ہوئے جن مسلمانوں پر یہودیوں کا قرضہ تھا اس کی واپسی کے لیے انھوں نے تقاضے شروع کر دیئے اور مسلمانوں پر اپنے آدمی متعین کر دیئے جو قرض وصول کرنے میں سختی کرنے سے بھی پس و پیش نہ کرتے تھے۔

مدینہ طیبہ کے یہودی
ابوشحمہ یہودی اور عبد اللہ انصاری کا معاملہ: ایک مسلمان حضرت عبد اللہ انصاری سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی ابوشحمہ کے مقروض تھے۔ اس نے جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ تقاضا کیا تو اُنھوں نے سادگی سے جواب دیا کہ فتح خیبر میں جو مال غنیمت سے ملے گا اس سے تیرا قرض ادا کر دوں گا۔ چنانچہ اس جواب نے ابوشحمہ کی آتش انتقام کو اور تیز کر دیا اس نے اس جواب کو جا بجا کہنا شروع کیا اور آخر کار مجبور ہو کر حضور پُرنور

شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر اپنے قرضہ کی واپسی کے لیے استغاثہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کا قرضہ ادا کرو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس کا قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہ تھا لہٰذا انھوں نے اپنا مال ومتاع ہی نہیں بلکہ اپنے تن کے فالتو کپڑے بھی فروخت کر کے اس یہودی کا قرض ادا کر دیا۔

فتح خیبر میں ابوشحمہ کی ایک عزیزہ حضرت عبد اللہ انصاری اسلمی کے حصہ میں آئی جسے انھوں نے ابوشحمہ کے ہاتھ من مانی قیمت پر فروخت کیا (یہ تمام واقعات سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہیں)

غزوۂ خیبر کے لیے روانگی: جب جنگ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ کے امور کی نگرانی سپرد فرمائی اور چودہ سو جاں نثاروں کو ساتھ لے کر خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔ اس سفر میں مجاہدین دو سو گھوڑے (جن میں تین خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھے) اور بے شمار اونٹوں کو ساتھ لے کر باہر تشریف لائے اور بیس سواروں کو حضرت عباد بن بشر انصاری اوسی اشہلی کی قیادت میں طلیعہ کے طور پر آگے روانہ کر کے اسلامی لشکر کو اس طرح مرتب فرمایا:

میمنہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میسرہ: میسرہ کی قیادت کرنے والے صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

مقدمۃ الجیش عکاشہ بن محصن اسدی۔

اس لشکر کو ترتیب دے کر نہایت شان وشوکت کے ساتھ خیبر کی

روانہ ہوئے عبداللہ بن ابی سلول منافق نے یہود خیبر کے پاس اطلاع کرا دی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک لشکرِ جرار کے ساتھ آرہے ہیں ہوشیار رہنا اور کھلے دل سے ان کا مقابلہ کرنا اور جنگ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا۔

چنانچہ اہل خیبر نے منافق کے قاصد کا پیغام سنتے ہی کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس وغیرہ کو اپنے حلیفوں بنو غطفان وغیرہ کے پاس امداد کے لیے روانہ کیا۔ اس طرح اہلِ خیبر کے حلیف چار ہزار افراد کی جمعیت کے ساتھ حلیفوں کی مدد کے لیے روانہ ہو گئے۔ لیکن اللہ کی مشیت کچھ اور ہی چاہتی تھی ان پر مسلمانوں کا ایسا رعب غالب ہوا کہ یہ چار ہزار کی جماعت راستہ ہی سے واپس ہو گئی۔ یہود خیبر نے اپنے سردار سلام بن مشکم سے مشورہ کیا کہ ہمیں مسلمانوں سے قلعہ کے باہر آکر لڑنا چاہیئے یا قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہیں۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ اس سلسلہ میں میرا مشورہ عبداللہ بن ابی سلول کی رائے اور مشورہ کے مطابق ہے قلعہ میں بیٹھ کر ہم مقید ہو جائیں گے اور بمصداق اَرَادَۃُ اللّٰہِ غَالِبٌ عَلٰی اِرَادَۃِ النَّاسِ انھوں نے سلام کی صلاح کو نہ سلام کہا نہ تسلیم کیا بلکہ اس کے مشورہ کے برخلاف قلعہ کے استحکام اور اس کی درستی میں مشغول ہو گئے اس کام کی وجہ سے انھیں باہر نکلنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ مگر اتنا ضرور کیا کہ چند سواروں کو اسلام کی فوج ظفر موج کی بابت خبر رسانی کے لیے متعین کر دیا۔

مشیّت ایزدی کی کارفرمائی: غزوہ خیبر میں یہ امتیازی حیثیت رہی ہے کہ اس میں ہر موقع پر قدرت کی مدد اور نصرت مسلمانوں کے شامل حال رہی ہے۔ چنانچہ یہود نے جن لوگوں کو مسلمانوں کی مخبری کے لیے مقرر کیا تھا۔ قدرتِ کاملہ نے ان پر نیند مسلط فرمائی اور وہ شب میں ایسے سوئے کہ صبح تک ان کی آنکھ نہ کھلی اور بے حس وحرکت

پڑے رہے اور صبح تک نہ جاگے یہاں تک کہ مرغانِ سحر کی چہچہاہٹ بھی ان کو بیدار نہ کر سکی۔

جب قلعہ بند یہودی شب کو خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہوئے اپنے مخبروں کی خبر لینے کے لیے قلعہ سے چند آدمی باہر نکلے تو دیکھا کہ ان مخبروں کو مسلمان لشکریوں نے مرگ مفاجات کی طرح گھیر رکھا ہے تو یہ لوگ اُلٹے پاؤں واپس لوٹے اور بلند آواز سے پکارنے لگے واللہ محمد والجیش (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر نے گھیر لیا ہے) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کا شور سُن کر فرمایا، خربت خیبر انا اذا انزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔

اسلامی لشکر کی آمد پر سلام کا ردِّ عمل : سلام بن مشکم کو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میں نے اس بارے میں پہلے ہی کہا تھا لیکن تم نے میرے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جنگ میں مارا جانا مال و متاع سے ہاتھ اُٹھا لینے یا قید ہو کر ذلیل و خوار ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ یہود نے لڑنے مرنے پر کمر باندھ لی۔

یہود کے اہل و عیال دمنتقلی : ان یہودیوں نے اپنے اہل و عیال کو قلعہ ... اور قلعہ صعب میں پہنچا کر مقابلہ کی غرض سے قلعہ نطاۃ میں مجلس مشورت منعقد کی۔ اس مجلس مشاورت میں سلام بن مشکم باوجود اپنی گوناگوں بیماریوں کے شریک ہوا۔ حالانکہ اس کو امراض نے نیم جان کر دیا تھا لیکن اسلام دشمنی کو اس کی علالت نہ روک سکی مگر یا در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

خیال یہ ابھی جنگ اور فتح کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ موت کا بلاوا آیا اور اس نے قلعہ نطاۃ سے قصر دوزخ میں جا کر پناہ حاصل کی اور داصل جہنم ہوگیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم صبر کرو گے تو فتح سے ہم کنار ہو کر دنیاوی نعمتیں اور اُخروی ثواب حاصل کرو گے۔

غرضیکہ جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں نے تیر اندازی سے ابتدا کی کافروں کے جو تیر مسلمانوں کی طرف آتے وہ عطائے تو بلقائے تو بخیدم انھیں تیر دل کو کافروں کو پر لوٹانے لگے۔ ایک روایت کے مطابق اسی اثناء میں مرحب نامی پہلوان کے مشورہ سے کنانہ بن ابی الحقیق نے محمود بن سلمہ انصاری کے سر پر قلعہ کی فصیل سے ایک پتھر لڑھکا دیا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔ ان کا تذکرہ شہدائے خیبر کے ضمن میں آئے گا۔

ایک یہودی کی مخبری: دوران محاصرہ ایک شب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلایہ گردی فرما رہے تھے ایک یہودی قلعہ سے نکلا مسلمان مجاہدین نے اس کو گرفتار کر لیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا لیکن اس نے درخواست کی کہ میرے قتل میں عجلت نہ کی جائے بلکہ مجھے اپنے سردار اور نبی کے پاس لے جائیں ان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔

اس یہودی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا ابا القاسم اگر آپ میری جان بخشی فرمائیں اور مجھے امان دیں تو میں کم دکاست قلعہ کا حال بیان کر دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی جان بخشی فرما دی تو اس نے بتایا کہ میں ابھی قلعہ نطاۃ سے آ رہا ہوں۔ خیبر کے یہودی مسلمانوں

کی جان بازی اور شجاعت سے سخت پریشان ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ آج کی جنگ کا خوف ان پر چھا گیا ہے اور وہ پست ہمت ہو گئے ہیں۔ ان کے مصمم ارادے یہ ہیں کہ وہ آج کسی نہ کسی طرح قلعہ شق چلے جائیں ہیں ان کے غلہ اور ہتھیاروں کے ٹھکانے سے واقف ہوں۔ کل جب قلعہ مفتوح ہو گا تو میں وہ مقامات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانبرداروں کو بتادوں گا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ تو اس یہودی نے بھی جواب میں انشاء اللہ کہا

اس کے بعد اس یہودی نے درخواست کی کہ میرے اہل وعیال قلعہ نطاۃ میں ہیں انھیں بھی بخش دیجیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بھی جان بخشی فرمادی۔ اس گفتگو کے دوسرے دن قلعہ نطاۃ فتح ہو گیا۔

قلعہ نطاۃ کی تسخیر: یہودیوں کی پست حوصلگی مسلمانوں کی جرأت اور نصرت الٰہی کی وجہ سے قلعہ کی تسخیر ہو گئی۔ اب یہودی یہاں سے بھاگ کر قلعہ شق میں پناہ گزین ہو گئے بعد میں اس قلعہ کو بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا۔

اب یہ یہودی جس کا تذکرہ سابقہ سطور میں کیا گیا ہے۔ اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ قلعہ شق کے فتح ہونے کے بعد جب یہودی قلعہ صعب میں گھسے اور اس قلعہ کا محاصرہ طویل ہوا تو مسلمان مجاہدین کے پاس عموماً اور سلمی انصاریوں کے خصوصاً اشیاء خوردونوش ختم ہو گئیں۔ بھوک نے ان کی حالت ابتر کر دی اور وہ عاجز و پریشان ہوئے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلامی پرچم حباب بن منذر سلمی خزرجی کو مرحمت فرما کر مسلمانوں کو اجتماعی حملہ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے قلعہ پر دھاوا کیا تو حملہ آوروں میں وہی سلمی آگے تھے جو بھوک سے بے تاب اور نقاہت سے پریشان

تھے ان بھوکوں نے جس انداز سے جنگ کی وہ قابل رشک تھی ان مجاہدوں
ں جدوجہد کا مثبت نتیجہ نکلا اور یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ بالفاظِ دیگر یوں کہیں
بھوکوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے کھول دیئے اس
لعہ سے بہت سا سامان خورد و نوش ہاتھ آیا اس کے علاوہ بہت سا مال و اسباب
ھی مسلمانوں کو ملا۔ شراب کے کئی مٹکے بھی مسلمانوں کو ملے جس کو انھوں نے
ین پر لنڈھا دیا۔

ب شخص کی شراب نوشی: عبداللہ بن ضماد کو شراب کی حرمت کے باوجود
شراب نوشی کا شوق تھا۔ چنانچہ انھوں نے
د گھونٹ شراب پی لی۔ مسلمان انھیں اس جرم میں گرفتار کر کے حضور صلی اللہ
الیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ے نعلین مبارک سے ان کی تادیب فرمائی۔ آپ کو تادیب کرتے دیکھ کر چاروں
ف سے عبداللہ بن ضماد پر جوتیاں پڑنے لگیں اب صحابہ کے جوتے اور عبداللہ
سر تھا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن ضمار پر لعنت و ملامت
بائی اور کہا کہ ان کو کتنا ہی سمجھایا گیا لیکن یہ اپنی ناشائستہ حرکت سے باز
ئے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یہ کلمات سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
یہ وسلم نے فرمایا اے عمر ایسا نہ کہو یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا
ے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔[۱]

: فاسق و فاجر مسلمان کو اس کے فسق و فجور کے باوجود لعنت نہ کرنے کا درس
ان کلمات سے ملتا ہے۔ محمد اطہر نعیمی

قلعہ صعب کی فتح کے بعد مسلمانوں نے قلعہ قموص کا محاصرہ کر لیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی علالت طبع کی وجہ سے خود اس محاصرہ میں شرکت نہ فرمائی لیکن روزانہ کسی مہاجر یا انصاری کو اسلامی پرچم دے کر جنگ کے لیے روانہ فرماتے لیکن یہ قلعہ دوسرے قلعوں کے مقابلہ میں زیادہ مستحکم اور مضبوط تھا اس کا مفتوح ہونا مشکل ہو گیا۔

ایک دن اسلامی پرچم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوا مجاہدین اسلام کے ساتھ قلعہ کے پاس آئے لیکن شدید جدوجہد کے بعد بھی فتح و کامرانی سے ہم کنار نہ ہو سکے دوسرے دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز عطا ہوا لیکن سخت لڑائی کے بعد بھی نتیجہ جنگ حاصل نہ ہو سکا۔ تیسرے دن پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہدین اسلام کو لے کر نکلے اور کوشش کے باوجود مطلب برآری نہ ہو سکی۔

منقول ہے کہ حملہ کے دوران ایک دن مرحب

مرحب پہلوان کا حملہ: نامی پہلوان مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور قادر تیر انداز تھا۔

اس دن مرحب نے دو زرہیں پہنی تھیں، دو عمامے باندھے تھے اور خود رکھا تھا دو تلواریں لٹکائے نیزہ ہاتھ میں لیے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلا اس کے نیزے کی مقدار تین من وزنی تھی جب یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا اس روز انصار کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مہاجرین کی قیادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے۔ مسلمان مجاہدین اس کی ہیئت کذائی اور اس کے الفاظ کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے جس کی وجہ سے مرحب کی ہمت بڑھی وہ مسلمانوں کی طرف

جنگ سے دھکیلتا ان کی فرودگاہ تک لے آیا اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابہ کیساتھ جو آپ کے پاس موجود تھے کافروں کے مقابلہ پر اُٹھ آئے اس حملہ میں محمود بن مسلمہ انصاری اور دوسرے کئی صحابی شہید ہوئے امیر انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے زخمی ہو گئے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کی شہادت سے بہت دل گیر تھے اُنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا آج کا سا روز مصیبت میں نے پہلے نہیں دیکھا۔ یہ سُن کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ یہود کو بھی ایسی کامیابی کبھی نہ ہو گی۔ صبر کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اللہ رب العالمین اپنے وعدہ کے مطابق فتح و نصرت سے ہم کنار فرمائے گا۔

فتح خیبر کے متعلق ارشادات گرامی : جنگِ خیبر کے دوران قیام جب محاصرہ طول پکڑتا گیا اور اکابر صحابہ کی قیادت میں لڑی جانے والی جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو ایک شب کو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو لشکر کا علمبردار بنا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح یاب فرمائے گا۔

حضرت علی اور واقعہ خیبر : سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آشوبِ چشم کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں آسکے تھے لیکن بیقرار و بے چین تھے کہ کسی طرح ذرا طبیعت رو بصحت ہو تو شریک جہاد ہو جاؤں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی ناقابلِ برداشت ہو گئی تو اسی آشوبِ چشم کے عالم میں مدینہ سے روانہ ہو کر جس طرح بھی ممکن ہو سکا خیبر تشریف لے آئے۔

الانتظار اشدّ من الموت: سہل بن سعد ساعدی نے نقل کیا ہے کہ جب شب رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اسلامی پرچم کے سلسلہ میں فرمایا تھا اس رات تمام صحابہ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ صحابہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے دیکھئے کس کی قسمت کا ستارہ عروج ہوتا ہے اور کوئی اس اعزاز سے بہرہ یاب کیا جاتا ہے۔ ہر مقرب بارگاہِ نبوی اپنے دل میں یہ خیال کر رہا تھا کہ شاید میں وہ خوش قسمت ہوں۔
من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال۔

بعض لوگ آپس میں یہ بھی چہ می گوئیاں کر رہے تھے کہ حاضرین خیبر میں وہ خوش قسمت کون ہوگا جو شرف کا مستحق ہو۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تو علیل ہیں لہٰذا ان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کی چہ میگوئیاں سنیں تو آپ نے فرمایا:

"اللھم لا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت"

"جس کو اللہ تعالیٰ منع کرے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور اس کا حکم نہ ہو کوئی کچھ نہیں دے سکتا"

الغرض صبح امید نمودار ہوئی فیروز جنگ بہادر سلطان لی مع اللہ کی اقد[س بار]گاہ پر حاضر ہوئے۔ ہر شخص کے دل میں یہ تمنا تھی کہ یہ اعزاز مجھ کو عطا ہو جا[ئے]۔ یہ ہر دل پُر امید تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت مجھ پر ہو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس نبوی میں دو زانو بیٹھے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر ہو جائے اور نشانِ ظفر مجھے عنایت فرمائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے امارت پسند نہیں لیکن آج کے دن کی امارت کی مجھے بھی تمنا ہے۔

عطاءِ نشانِ ظفر: اسی اثناء میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں اور اس قدر تکلیف ہے کہ وہ نیچے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جاکر انھیں لائے۔

لعابِ دہن نبوی سببِ شفاءِ چشم: حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر مجلس نبوی میں لائے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قریب آؤ۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب آئے تو آپ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا۔ فوراً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اس کے بعد کبھی مجھے آشوبِ چشم کی شکایت نہیں ہوئی) آپ نے اسلامی پرچم انھیں عطا فرمایا۔ اپنی زرہ پہنائی اور ذوالفقار ان کے حمائل کی اور فرمایا۔ جاؤ فتح کرو۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا ان لوگوں سے کب تک جنگ کروں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک وہ اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار نہ کرلیں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک وہ میری طرح نہ ہو جائیں (یعنی اسلا

قبول نہ کرلیں) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے پاس سے روانہ ہوکر قلعہ قموص کی جانب چلے یہاں آکر دیکھا تو
پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے اس پر اسلامی پرچم نصب کر دیا۔ ایک یہودی نے قلعہ کی دیوار سے
دریافت کیا کہ اسلامی لشکر کے پرچم بردار کون صاحب ہیں اور آپ کا
نام کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب
ہوں۔ تب اُس شخص نے بلند آواز سے کہا اے میری قوم کے لوگو!
توریت مقدس کی قسم تم سب مغلوب ہو گئے۔

الغرض جنگ شروع ہوئی کافروں کی جانب سے حارث (پہلوان)
نکلا اس نے دو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی حرارتِ ایمانی جوش میں آئی۔ آپ خود آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں
حارث کا کام تمام کر دیا۔

اب مرحب نے اپنے بھائی حارث کا بدلہ لینا

مرحب سے جنگ: چاہا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجز پڑھتا
ہوا قلعہ سے باہر آیا تو کوئی اس سے مقابلہ کے لیے آگے نہ بڑھا لیکن
حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس کے مقابلہ کے لیے آگے
بڑھے۔ مرحب ان پر حملہ کرنا چاہتا ہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے اس پر سبقت کی اور تلوار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا جو سپر دستار اور
خود کو کاٹتا ہوا زین تک پہنچ گیا اور مرحب کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری
نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے قتل کے بدلے کیفر کردار کو پہنچایا تھا۔

مؤلف کتاب لکھتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ہے مشہور روایت کے مطابق مرحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا مرحب کے قتل کے بعد دست بدست جنگ شروع ہو گئی اور مسلمان یہودیوں پر ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔"

اس جنگ میں یہودیوں کے سات سردار تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ جب یہودیوں کا بس نہ چلا تو وہ میدان کارزار سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا تعاقب کیا اس اثناء میں کسی یہودی نے آپ کے ہاتھ پر ایک ضرب لگائی تو آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی۔ ایک اور یہودی آگے بڑھا اور اس کو اٹھا کر بھاگ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت غضب ناک ہو کر ان کے پیچھے بھاگے اور تیزی میں قلعہ کی خندق پھاند گئے اور قلعہ قموص کے دروازہ پر جا پہنچے اور دروازہ کو اکھاڑ کر کواڑ کو ڈھال کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ پھر اس کو اپنے پیچھے پھینک دیا جو اسّی بالشت دور جا کر گرا۔ یہ دروازہ اتنا بھاری تھا کہ سات طاقتور شخص اس کو پلٹ نہ سکے اور چالیس افراد نے ان کو اٹھانا چاہا تو اس کو اٹھانا ان سے ممکن نہ ہو سکا۔ یہودیوں نے جب قلعہ قموص کے دروازہ کی یہ حالت دیکھی تو ششدر رہ گئے۔ ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ قلعہ کی فصیل سے الاماں الاماں کی آوازیں آنے لگیں اور وہ سفید جھنڈیاں ہلانے لگے۔

امن کی شرائط: جب جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹا تو حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ایماء پر یہودیوں کو اس شرط پر امان دی کہ ہر شخص ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کھجوریں پیش کرے۔ اس کے علاوہ اپنا تمام مال و متاع چھوڑ کر چلا جائے اگر کسی نے کوئی چیز چھپا کر لے جانے کی کوشش کی تو اس کی امان منسوخ کر دی جائے گی۔

فاتح خیبر بارگاہِ رسالت میں: مورخین نے لکھا ہے کہ جب شیر خدا علی المرتضیٰ میدانِ کارزار سے سید الانبیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیمہ سے باہر آ کر انھیں خوش آمدید کہا۔ بغل گیر ہو کر آپ کی پیشانی چومی اور فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَرَضِیْتُ مِنْکَ۔ تم سے اللہ راضی ہوا اور میں بھی تم سے راضی ہوں۔ زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رقت طاری ہو گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ رونے کا کون سا موقع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ خوشی کے آنسو ہیں اور میرے لیے اس سے زیادہ مسرت کا موقع اور کون سا ہو سکتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں مجھ سے راضی ہیں۔

قموص کا مال غنیمت: قلعہ قموص میں دشمنوں کا جو مال ضبط کیا گیا اس میں سو جوشن سونا چار سو تلواریں، ہزار نیزے، پانچ سو کمانوں کے علاوہ اور بہت سا سامان شامل تھا جو اسلامی دستور کے مطابق مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔

رسول اللہ کا علم: قلعہ نطاۃ کی فتح کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق نے اپنا زر و جواہر اور قیمتی مال و متاع ایک اونٹ کی کھال

میں بھر کر کسی ویرانہ میں دفن کر دیا تھا تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ نہ آئے اور موقع ملنے پر نکال لے اس کے بعد وہ خود اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ قموص چلا آیا۔ قلعہ قموص کی فتح کے بعد جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلعہ میں داخل ہوئے اور کنانہ پر نظر پڑی تو اس سے دریافت فرمایا وہ خزانہ کہاں ہے جو مکہ والوں کے رہن شدہ زیورات سے تیرے باپ نے جمع کیا تھا۔ کنانہ اور اس کے ساتھیوں نے کہا یا ابی القاسم (علیک السلام) وہ تمام سامان تو جنگ کی تیاریوں میں ختم ہو گیا ہے کچھ بھی باقی نہیں بچا۔

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بعد میں وہ مال ظاہر ہو گیا تو تمہارا خون مباح ہو جائے گا اور امان ختم ہو جائے گی۔ کنانہ اور اس کے ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا بیشک جس طرح آپ فرمائیں۔ اب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں حضرت صدیق و فاروق اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کو گواہ بنا لیا۔ اسی اثناء میں ایک یہودی نے کنانہ سے کہا مناسب یہی ہے کہ اب بھی حقیقت کا اظہار کر دے ورنہ حضرت ابوالقاسم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو علم ہو جائے گا اور تجھے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس بدبخت کی گردن پر موت سوار تھی۔ اس کی عقل ضبط ہو گئی تھی۔ لالچ میں آکر اُس نے اس معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس علم کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا حضرت زبیر بن العوام اور دوسرے چند صحابہ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ جائیں اور زمین کھود کر دفینہ نکال لائیں۔ چنانچہ یہ حضرات وہاں گئے اور دفینہ کھود کر لے آئے۔

اب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے

سپرد فرمایا تاکہ وہ اس کو اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلے قتل کر دیں چنانچہ انھوں نے اس کو واصل جہنم کیا۔ بقیہ یہودیوں سے فرمایا کہ وہ سرزمین خیبر سے مع زن و فرزند نکل جائیں تو یہ لوگ گڑگڑا کر عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سرزمین کا مالک ومختار بنا دیا ہے۔ انھیں اس خطہ زمین کی نگہداشت کے لیے ملازموں اور مزدوروں کی ضرورت ہوگی۔ ہماری درخواست یہ ہے کہ ہمیں مزدور کی حیثیت سے مقرر کر دیا جائے ہمیں زمین کی ملکیت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

لیکن یہود پہلے ہی غضب خداوندی کا انعام حاصل کر چکے تھے اب ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کی وادی میں دھکیل دیئے گئے

سرور عالم کی رحمت : حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت رحیمانہ تھی اور تاج وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ آپ کے سر پر مزین تھا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا جو زمین یہودیوں کی ہے اس پر کام کریں اور اس کی پیداوار میں سے نصف مال بیت المال میں داخل کریں اور نصف اپنے کام کی مزدوری میں منہا کر لیں اور جب تک ہم چاہیں گے یہ حکم نافذ العمل رہے گا۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل ورسوا فرماتا ہے اس وقت سے اب تک (تادم تحریر ایں کتاب) اللہ تعالیٰ نے یہود کو کسی مملکت میں ملکیت زمین سے محروم رکھا ہے[1]

---

[1] ماضی قریب میں اسرائیل کی حکومت وجود میں آئی ہے لیکن ذلت ورسوائی ان پر اب تک مسلط ہے اور دنیا کی بہت سی حکومتوں نے بحیثیت حکومت اسے تسلیم نہیں کیا ہے (محمد اطہر)

یہ یہودی تجارت اور ملازمت کر کے کفاف حاصل کرتے ہیں یا کسی بادشاہ کی حلقہ بگوشی اور حاشیہ نشینی کرتے ہیں۔ اور یہ ان کے ان بُرے اعمال کی سزا ہے جو وہ ماضی میں کرتے رہے ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کا قتل اور کلام الٰہی میں تحریف وغیرہ۔ ان بدنہادوں کی خباثتوں سے تاریخ و سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

غزوہ خیبر میں پندرہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا جبکہ ترانوے یہودی واصل جہنم ہوئے۔

فتح خیبر کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب کی حبشہ سے واپسی: جعفر بن ابی طالب اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ سے مدینہ واپس آئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آمد پر مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا آج میں کس کس بات کی خوشی مناؤں۔ خیبر کی فتح کی یا برادرم جعفر کی آمد کی؟ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بقیہ حال سریہ موتہ کے ضمن میں بیان ہوگا۔

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے صفیہ بنتِ حیی بن اخطب بن شعبہ بن ثعلبہ بن علیہ بن کعب بن ابی خبیب یہ محترمہ یہود کے قبیلہ بنی نضیر سے متعلق تھیں یہ قبیلہ لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں ہارون بن عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ انھیں کی ذریت سے بنو نضیر تھے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم کے ساتھ اس کے بعد کنانہ بن حقیق کے ساتھ یا کنانہ بن ربیع کے ساتھ ہوا تھا۔ کنانہ جنگ

خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچا۔

حضرت صفیہ اسیرانِ خیبر میں شامل تھیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں آزادی سے ہم کنار فرما کر اپنے نکاح کے عزّ و شرف سے ہم کنار فرمایا جس کا ثبوت صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ملتا ہے

گوشت نے حقیقت ظاہر کر دی: زینب بنت حارث یہودیہ کو اطلاع ملی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکری کی دستی اور شانے کا گوشت مرغوب ہے اور اس کو آپ ذوق و شوق سے تناول فرماتے ہیں تو اس نے ایک حلوان کو ذبح کیا اس کے دست و شانہ کو زہر آلود کر کے اس کے کباب بنائے فتح کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو تھے یہ بد یہودیہ زینب زہر آلود کباب اور روٹیاں اور کھانے کی دوسری چیزیں لے خدمتِ اقدس میں آئی اور یہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھ کر عرض کیا یا ابا القاسم میں شکریہ کے طور پر یہ ہدیہ لے کر حاضر ہوئی ہوں کہ آپ نے ہماری جان بخشی فرما کر ہم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضر صحابہ کو بھی دعوت دی اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا ابھی اس لقمہ کو پوری طرح نہیں چبایا تھا کہ صحابہ سے فرمایا جس کے ہاتھ میں لقمہ ہے وہ اس کو پھینک دے اور منہ سے تھوک دے کیونکہ گوشت مجھے یہ بتا رہا ہے کہ میں زہر آلود ہوں۔ صرف حضرت بشر بن براء خزرجی نے لقمہ نگل لیا تھا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی ان کا بقیہ تذکرہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

یہودیہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استفسار: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
زینب کو بلا کر فرمایا تو نے کھانا تو بہت اچھا پکایا تھا لیکن اس کو خراب کیوں کر دیا
اس نے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہو گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
ہاں مجھے اس گوشت نے بتا دیا کہ میں زہر آلود ہوں تب اس یہودیہ نے کہا میں
نے یہ کام آپکی آزمائش کے لیے کیا تھا میں چاہتی تھی کہ میں یہ آزماؤں کہ آپ
صادق ہیں یا (خاکم بدہن) کاذب اگر آپ صادق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو میرے
عمل سے آگاہ کر دے گا ورنہ اس کے برخلاف اس کھانے سے آپ کی موت
واقع ہو جائے گی۔ تو میں قوم کو آپ کے خاتمہ کی خوشخبری سناؤں گی اور مخلوق
آپ سے گلوخلاصی حاصل کر لے گی۔

اب مجھ کو معلوم ہو گیا کہ آپ سچے نبی ہیں آپ کو اور سارے حاضرین مجلس
کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اسلام میں داخل ہو گئی اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ رحمت
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمایا۔

بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اس کو بشر بن البراء کی شہادت کی وجہ سے قتل کرا دیا اور اس کو مصلوب کرایا۔
محدثین کے اس سلسلہ میں دو گروہ ہیں پہلے گروہ کی تحقیق یہ ہے:

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس یہودیہ زینب کو معاف
فرما دیا۔

۲۔ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بشر
بن البراء کی موت (شہادت) کے بدلے اس کو قتل کرا دیا۔

بعض لوگوں نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق کی کوشش کی

ہے اپنی ذات کے ساتھ معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عفو ودرگزر فرمایا جبکہ حضرت بشر کی شہادت کی وجہ سے اس کو قتل کرادیا۔

جناب مؤلف نے لکھا ہے کہ علمائے احناف وشافعیہ نے اس سلسلہ میں جو تحقیق کی ہے اس میں دونوں کی رائے ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن اس تفصیل کی اس مختصر تذکرہ میں گنجائش نہیں۔

انوار محمدیہ[1] (تلخیص مواہب لدنیہ) کے مصنف کی تحقیق کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیہ زہر دہندہ زینب نامی کو حضرت بشر بن البراء کے وارثوں کے حوالہ کردیا تھا جنھوں نے اس کو قصاصاً قتل کیا۔

خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رگ کاہل سے خون نکال دیا۔

حضرت بشر بن البراء: بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج انصاری سلمی خزرجی۔

انھوں نے معرکہ بدر واُحد میں شرکت کی۔ فتح خیبر کے بعد زہر آلود لقمہ کھانے کے بعد وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس زہر خورانی کے بعد ایک سال تک بقید حیات رہے۔ حضرت بشر بڑے قادر تیر انداز تھے۔

دولت وجہ سیادت نہیں: ایک مرتبہ حضور سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار بنی سلمہ کے کچھ لوگوں سے دریافت کیا تمھارا سردار کون ہے۔ اُنھوں نے کہا جد بن قیس

---

[1] مؤلفہ علامہ یوسف اسماعیل نبہانی رئیس محکمہ حقوق بیروت (محمد اطہر نعیمی)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا اس میں کون سی خوبی ہے جس کی وجہ سے اس کو سردار بنایا گیا ہے لوگوں نے کہا کہ وہ ہم سب سے زیادہ صاحب ثروت ہے اس کے علاوہ وہ بخیل بھی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بخل خوبی تو نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی معاشرتی برائی نہیں ہے لہذا وہ تمھارا سردار نہیں ہو سکتا۔

حاضرین نے عرض کیا پھر ہمارا سردار کون ہے آپ نے فرمایا تمھارے سردار بشر بن براد ہیں۔

شہدائے خیبر

اسلم حبشی: انھیں بعض مورخین نے اسلم راعی لکھا ہے بعض لوگوں نے اس اختلاف میں تطبیق کرتے ہوئے لکھا ہے یہ کہ ان میں دونوں صفتیں موجود تھیں یعنی حبشہ کے رہنے والے تھے اور پیشہ کے اعتبار سے راعی تھے اس لیے بعض لوگ اسلم حبشی اور بعض اسلم راعی لکھتے ہیں۔

جس طرح آپ کا نام نقطوں سے معریٰ تھا اسی طرح آپ کا ظاہر و باطن بھی بے لوث اور دنیا سے پاک وصاف تھا کیونکہ آپ کا نام اکرم کے ہم وزن تھا پھر آپ اسلامی معاشرہ کے بزرگ افراد میں کیوں نہ شامل ہوتے۔

حضرت اسلم کا قبول اسلام: آپ عامر نامی یہودی کے مملوک تھے اور اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے مسلمان مجاہدین کے قلعہ نطاۃ پر حملہ آور ہونے سے پہلے اسلم نے دیکھا کہ اہل قلعہ جنگی تیاریوں میں مشغول ہیں تو آپ نے ان سے معلوم کیا کہ ان تیاریوں کا سبب کیا ہے

یہودی کافروں نے جواب دیا کہ ہم اس شخص سے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت اسلم کی عجیب حالت ہوئی، ان پر رقت طاری ہوئی۔ اسلام کی حبل متین ان کے حائل ہو گئی۔ دل میں سوچنے لگے کون کا فروا کی بکریاں چرائے؟ لہذا ان بکریوں کو ہنکاتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی۔ اسلم نے مزید دریافت کیا کس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اسلم نے یہ کلمات زبان مبارک سے سنتے ہی توحید و رسالت کا اقرار کیا اور کہنے لگے سرکار یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں میں ان سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں اور ان کو ان کے مالک کی تحویل میں دے دینا چاہتا ہوں۔

سرکار دو عالم کا معجزہ: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو لشکر اسلامی سے باہر جا کر ہانک دے اور تھوڑی کنکریاں بکریوں کے پیچھے پھینک دے اللہ تعالیٰ تجھ کو اس امانت سے بری الذمہ کر دے گا۔ چنانچہ حضرت اسلم نے تعمیل ارشاد کی اور وہ بکریاں بھاگ کر اپنے مالک کے گھر میں داخل ہو گئیں۔

جب بکریاں عامر کے گھر میں داخل ہوئیں تو اسلم ان کے ساتھ نہ تھے۔ یہ دیکھ کر عامر کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں۔

تفصیل سے قطع نظر حضرت اسلم ہتھیار لے کر مسلمانوں کی صف جنگ
ں داخل ہوئے اور کافروں سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا مسلمان
ن کی نعش میدان جنگ سے اُٹھا کر لائے اور اس کو ایک خیمہ میں رکھ دیا۔
س کے بعد حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی شہادت اور نعش کو لا کر
یمہ میں رکھنے کی اطلاع دے دی۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا عمل قلیلا واجرا کثیرا تھوڑا عمل کر کے
ثیر اجر حاصل کیا ہے۔[1]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت
سلم کا حال سن کر بنفس نفیس اس خیمہ میں تشریف لائے اور خیمہ کے
ندر سر مبارک لے جا کر فرمایا اس حبشی بندہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اعزاز عطا
رما کر داخل جنت فرما دیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ حوریں اُس کے سرہانے
بیٹھی ہیں۔

جناب رشاطی نے کتاب الاسباب میں لکھا ہے کہ حضرت اسلم حبشی
خیبر کی جنگ کے دن مسلمان ہوئے اور اُحد کے دشمنوں سے لڑ کر شہادت
کا درجہ حاصل کیا حالانکہ ایک وقت کی بھی نماز پڑھنی نصیب نہیں ہوئی کہ
مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے کیسی بندہ نوازی ہے کہ ایک معمولی حبشی
نژاد چرواہے کہاں حور عین کی خدمت۔ جب نگاہ مرد مومن سے تقدیریں
بدلتی ہوں تو سید المرسلین کی نگاہ التفات کا کیا کہنا۔ آنا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند۔

---

[1] یہ حضرت بھی انہیں میں شامل ہیں کہ ایک نماز نہ پڑھی کوئی عمل خیر نہ کیا اور سیدھے داخل جنت
ہوئے۔ اس سے قبل ایسے تین حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (محمد اطہر نعیمی)

ادھر کلمہ شہادت پڑھا اُدھر شربت شہادت کا مزہ چکھا حقیقت یہ ہے

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار

نہ ہو اس سے مایوس اُمیدوار

ابوزید بن شخیرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر

۲۔ حضرت ربیعہ بن اکثم : غنم بن رودان بن خزیمہ اسدی ۔ آپ کا

مہاجرین سے تھا۔ یہ بنی عبد شمس کے حلیفوں میں تھے۔ بدر کے معرکہ

شریک تھے۔ خیبر کی جنگ میں قلعہ نطاۃ کے موقع شرکت کی۔ معرکہ

میں حارث نامی یہودی کے ہاتھوں تیس سال کی عمر میں جامِ شہادت

نوش کیا۔

بن ثابت بن وقش انصاری اوسی۔ خندق کی جنگ میں ش

۳۔ حضرت سلیم : ہوئے۔ ان کی شہادت کے بارے میں مورخین نے

کیا ہے۔ لیکن ابن کلبی کی تحقیق کے مطابق جنگ خیبر میں شہادت

سرفراز ہوئے۔

مولّف کتاب نے ان کا نسب تحریر نہیں کیا اور غیر ملسو

۴۔ حضرت طلحہ : لفظ لکھا ہے۔ ان کی شہادت کے بارے میں مورخ

مختلف الخیال ہیں ابن اسحاق نے آپ کا نام شہدائے خیبر کی فہرست میں ش

کیا ہے۔

ان کا نسب بھی کتاب میں موجود نہیں۔ یہی وجہ

۵۔ حضرت اوس : محققین ان کے شہادت کے بارے میں حتمی طو

کچھ نہیں کہتے لیکن ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ یہ بھی شہدائے خیبر

شامل ہیں۔

۶۔ **حضرت اوس**: بن قاعد یا بن فاتک بن فاکہہ انصاری اوسی۔ بنی عمرو بن عوف سے متعلق تھے اور ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق خیبر کے معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۷۔ **حضرت اوس**: بن قتادہ انصاری۔ ابن اسحاق نے انھیں بھی شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

۸۔ **حضرت عبداللہ**: بن ہبیب بن وہب بن سحیم بن ہمیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ لیثی کنانی بنی اسد کے حلیفوں میں سے تھے۔ ابو نعیم اور ابن مندہ کی تحقیق کے مطابق خیبر کے معرکہ میں شہید ہوئے لیکن معروف و مشہور مورخ واقدی نے کہا ہے کہ ہبیب کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ علامہ ابن حجر نے اپنی مشہور تصنیف اصابہ میں ابو نعیم وغیرہ کی تحقیق کے بارے میں لکھا ہے والاول اولی یعنی ابو نعیم کی تحقیق درست ہے۔

۹۔ **حضرت عدی**: بن مرہ بن سراقہ بن خباب بن عدی بن الجد بن عجلان بلوی انصار کے حلیف تھے۔ خیبر کی جنگ میں سینہ پر برچھا لگنے کی وجہ سے منصبِ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۰۔ **حضرت عمارہ**: بن عقبہ بن حارثہ کنانی غفاری۔ یہ بھی ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق خیبر کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

۱۱۔ **حضرت عروہ**: بن مرہ بن سراقہ انصاری اوسی۔ یہ ابو عمر کی تحقیق کے مطابق خیبر کی جنگ میں شہید ہوئے۔

۱۲۔ **حضرت فضیل**: بن نعمان انصاری سلمی۔ ان کے بارے میں بھی مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق

آپ خیبر کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت محمود بن مسلمہ : بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی حارثی۔

یہ حضرت محمد بن مسلمہ کے بھائی ہیں۔ بدر و اُحد کے معرکوں میں شریک رہے واقعہ حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے۔ خیبر کے معرکہ میں نہایت استقامت کے ساتھ لڑے۔ جنگ میں بھرپور حصّہ لینے کی وجہ کے علاوہ ہتھیاروں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے لڑتے لڑتے تھک گئے تو تازہ دم ہونے کے لیے قلعہ ناعم کی زیر دیوار یہ سوچ کر کہ یہاں دشمن سے محفوظ رہ کر کچھ دیر آرام کرلوں گا۔ لیٹ گئے۔ تھکن غالب ہوئی تو قدرے نیند آگئی۔ کنانہ بن الحقیق یا مرحب نامی پہلوان نے دیوار قلعہ سے ایک پتھر لڑھکایا جو آپ کے خود پر لگا کھال ادھڑ کر چہرہ پر آگئی۔ بظاہر تو یہ ایک پتھر تھا لیکن حضرت محمود کیلئے داعی اجل بن گیا انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشانی کی کھال کو اس کی جگہ رکھ دیا اور دست اقدس سے پٹی باندھ دی۔

حضرت محمد بن مسلمہ قریب ہی حسرت افسوس سے یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہے تھے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا پریشانی اور افسوس کی ایسی کوئی بات نہیں تمھارے بھائی کو زخمی کرنے والا کل مارا جائے گا۔

حضرت محمود بن مسلمہ نے دو تین روز تک موت وحیات کی کشمکش میں رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا اور باغ جنان کی تفریح کے لیے تشریف لے گئے۔

روایتوں کا تطابق : منقول ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کو

پہلوان کو نیم جان کر دیا تھا بقیہ کمی حضرت علی نے پوری کر دی اور اس بدبخت کو واصل جہنم کر دیا۔ حضرت محمود کی شہادت کے دن ہی حضرت عامر بن اکوع نے ان کی متابعت کی اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مرتبہ شہادت پر سرفراز ہوئے چونکہ یہ دونوں حضرات ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لیے ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

۱۴۔ حضرت عامر بن الاکوع: (سنان ابن عبداللہ بن قشیر (بشیر) سلمی المعروف بہ ابن الاکوع۔

فتح خیبر کے سلسلہ میں جب مختلف قلعوں کو فتح کیا جا رہا تھا تو اس موقعہ پر قلعہ شق کی فتح کے بعد جب قلعہ صعب کا محاصرہ کیا گیا تو یہودی پہلوان مرحب نامی قلعہ سے باہر نکل کر میدان میں ٹہلنے لگا۔ جب ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو آگے بڑھے۔ حضرت عامر نے مرحب کا مقابلہ کیا اس نے جب حضرت عامر پر تلوار کا وار کیا تو انھوں نے اپنے سر پہ ڈھال رکھ دی۔ مرحب کا وار کاری تھا۔ تلوار ڈھال کو کاٹتی ہوئی سر تک آگئی ادھر حضرت عامر نے بھی وار کیا لیکن ان کا وار کارگر نہ ہوا۔ تو دوسری بار یہ خود ان کے اپنے لیے نقصان دہ ثابت ہوا مرحب نے تلوار کے ساتھ ان کا وار بچایا اور حضرت عامر کی تلوار خود ان کی ران یا پنڈلی پر لگی اور یہی وار ان کی شہادت میں ممد و معاون ثابت ہوا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اب ان کی شہادت کے بارے میں لوگوں میں چہ می گوئیاں سن کر حضرت سلمہ بن الاکوع جو حضرت محمود کے بھائی تھے[۱] ملول و افسردہ خدمت اقدس رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آئے حضور نے سبب افسردگی

---

[۱] ان کو حضرت محمود کا بھتیجا بھی کہا گیا ہے۔

معلوم فرمایا تو اُنھوں نے حالات عرض کیے اور کہا لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر کا عمل باطل ہو گیا۔ یہ کہہ کر مسلمہ رونے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات غلط اور کہنے والا خاطی ہے۔ یہ فرمایا عامر کو دوگنا ثواب ملے گا۔ اسی موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا اِنَّہٗ لَجَاھِدٌ مُجَاھِدٌ۔

رفع اشکال ما سبق میں حضرت محمود بن اکوع کے تذکرہ کے ضمن میں بات آئی ہے کہ حضرت مسلمہ بن الاکوع حضرت محمود کے بھائی یا بھتیجے تھے اور یہ بات متحقق نہیں ہوئی کہ حقیقت میں ان دونوں کی رشتہ داری تھی؟ آیا بھائی تھے یا برادر زادے۔

جناب مؤلف نے حضرت سلمہ بن عمرو بن الاکوع کے شجرہ نسب میں ان کی ولدیت عمرو بن الاکوع لکھی ہے جبکہ حضرت عامر کا شجرہ نسب عامر بن الاکوع لکھی۔ اس طرح عامر کو اکوع کا بیٹا اور حضرت سلمہ کو اکوع کا پوتا ثابت کیا ہے۔ لیکن یہ اپنے والد کی بجائے دادا کی اولاد سے مشہور ہوئے خود انھوں نے مشہد غابہ کے موقع پر جو رجز پڑھا تھا اس کے الفاظ خود مصنف نے اس طرح نقل کیے ہیں:

خُذْھَا وَاَنَا ابْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ

اس طرح اُن لوگوں کے یہاں کی تصدیق ہوتی ہے جو حضرت سلمہ و عامر کو بھائی قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مشہد کا ذکر کرتے وقت خود جناب مؤلف نے حضرت سلمہ کا شجرہ نسب بیان کرتے ہوئے سلمہ بن الاکوع لکھا ہے۔ البتہ ان دو باتوں پر نظر ڈالنے سے حقیقت اختلاف آشکار ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت سلمہ کے شجرہ نسب میں ان کے والد عمرو کا نام حذف کر کے صرف دادا

ے نام پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۲۔ حضرت سلمہ سے واقعہ خیبر کے موقع پر دو احادیث مروی ہیں لیکن وہ دونوں ہی حضرت عامر سے متعلق ہیں (الف) حضرت سلمہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استفسار پر فرمایا تھا کہ جب میرے بھائی عامر نے مرحب سے سخت جنگ کی تو خود اپنی تلوار سے زخمی ہوئے تھے اس موقع پر لوگوں نے کہا تھا حَبَطَ عَمَلُہٗ جس کے جواب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کَذَبَ مَنْ قَالَہٗ اَنَّہٗ لَجَاھِدٌ مُجَاھِدٌ۔ غلط کہا جس نے کہ یہ بات کہی حقیقت یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا اور وہ مجاہد ہے (ب) دوسری روایت کے الفاظ اس طرح منقول ہیں کہ میرا چچا عامر جب مرحب کے مقابل ہوئے تو دونوں میں تلواریں چلیں مرحب کی تلوار تو حضرت عامر کی ڈھال پر پڑی جبکہ خود حضرت عامر کی تلوار مرحب پر کارگر نہ ہو سکی ان کی ران زخمی ہو گئی تو لوگ کہنے لگے حَبَطَ عَمَلُہٗ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب حقیقت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا بَلْ لَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح کی جا سکتی ہے حضرت عامر حضرت سلمہ کے ماں شریک بھائی قرار دیئے جائیں۔ یعنی اکوع نے حضرت سلمہ کی ماں زوجہ عامر سے نکاح کر لیا ہو جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا۔ یا یہ کہ یہ دونوں حضرات رضاعی بھائی ہیں۔ بصورت اول حضرت عامر سلمہ کے چچا اور بصورت دیگر عامر سلمہ کے بھائی ہوئے ہیں اور اس کی آسان شکل اس نقشہ نسب سے معلوم ہو سکتی ہے۔

اکوع سلمی

عمرو — عامر

سلمہ

اس طرح ممکن ہے کہ اکوع نے دورِ جاہلیت کے طریقہ کے مطابق سلمہ کی ماں سے نکاح کر لیا ہو اور اس کے بطن سے عامر تولد ہوئے ہوں۔ اس طرح ماں شریک بھائی ہوں ورنہ نقشہ کے مطابق عامر سلمہ کے چچا ہوں گے۔ (حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے)۔

۱۵۔ حضرت مسعود: بن سعد بن قیس بن خلدہ بن عامر بن زریق انصاری خزرجی زرقی۔

یہ بدری صحابی ہیں اُحد کے معرکہ میں بھی شریک ہوئے۔ ان کی شہادت کے بارے میں ارباب تاریخ مختلف الخیال ہیں ابونعیم نے انھیں شہید خیبر شمار کیا ہے جبکہ واقدی کی تحقیق کے مطابق واقعہ بیر معونہ کے موقع پر شہید ہوئے۔

۱۲

سریہ بشیر بن سعد

یہ سریہ امیر جماعت حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصاری خزرجی کے نام سے موسوم ہوا۔ اس سریہ میں تیس افراد پر مشتمل جماعت شامل تھی۔

یہ سریہ شعبان ۷ھ میں واقع ہوا۔ یہ جماعت مسلمین بنی مرہ کی جانب روانہ کیا گیا تھا جن کا مسکن فدک[1] کے قریب تھا۔ جب حضرت بشیر اس

---

[1] مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے۔

آبادی کے قریب پہنچے تو ایک چرواہے سے بستی والوں کے متعلق معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ وہ لوگ سب جنگل میں ہیں چنانچہ حضرت بشیر نے موقع کی مناسبت سے آبادی کے سارے مویشی جمع کیے اور انھیں مدینہ طیبہ کی طرف لے چلے جب بستی والوں کو حضرت بشیر کی بابت معلوم ہوا تو انھوں نے ان کا تعاقب کیا۔ راہ میں انھوں نے مسلمانوں کو گھیرا۔ مسلمانوں نے بنی مرہ پر تیر اندازی کی جب ترکشوں کے تیر ختم ہو گئے تو بنی مرہ نے مسلمانوں پر اجتماعی حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ امیر جماعت حضرت بشیر زخمی حالت میں مدینہ واپس آئے تھے۔

سریہ اخرم

یہ سریہ ذوالحجہ سے ھ میں واقع ہوا۔ یہ جماعت پچاس آزمودہ کار اصحاب پر مشتمل تھی جس کی قیادت حضرت اخرم بن ابی العوجا سلمی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرما رہے تھے۔ یہ سریہ بنی سلیم کے مقابلہ پر وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس سریہ میں بنی سلیم سے ایک جاسوس بھی شامل ہو گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے قبیلہ والوں کو مسلمانوں کی آمد کی خبر دے کر خبردار کر دیا تھا۔ چنانچہ بنی سلیم کے لوگ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آ گئے۔ حضرت اخرم نے انھیں اسلام کی تبلیغ کی لیکن انھوں نے جواب دیا ہمیں اسلام کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور انھوں نے مسلمانوں پر تیر باری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی جوابی کارروائی کی۔ جب جنگ کا پانسہ پلٹتا نظر آیا تو کافروں نے مسلمانوں

پر اجتماعی حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امیر جماعت جناب اخرم زخمی حالت میں
بچ گئے جنھیں کسی طرح مدینہ لے آیا گیا تھا۔

سریہ کعب

یہ سریہ ربیع الاوّل ۸ھ میں واقع ہوا اس میں پندرہ افراد شامل تھے
جسے سرزمینِ شام میں مقام ذات الاطلاح بھیجا گیا تھا اس کی قیادت حضرت
کعب بن عمیر غفاری کر رہے تھے۔ یہ حضرات عجیب انداز میں روانہ ہوئے
رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپ کر بیٹھ جاتے۔ اس طرح قطع مسافت
کرتے ہوئے منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ مخالفین اسلام کے مخبروں نے جا کر
اطلاع کر دی کہ مسلمانوں کی نفری قلیل ہے لہٰذا ان کے سواروں نے آ کر
مسلمانوں کو گھیر لیا۔ امیر سریہ حضرت کعب نے انھیں اسلام کا پیغام
پہنچایا۔ مخالفین اسلام نے ان کی بات کا جواب تیروں کو دیا۔ سخت
جنگ ہوئی اور تمام مسلمان شہید ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ صرف امیر
جماعت حضرت کعب بن عمیر بچ گئے ابن سعد نے بھی اسی قول کی تائید کی
ہے انھیں کسی طرح مدینہ اٹھا لایا گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا آپ نے ان
مخالفین اسلام کے مقابلہ کے لیے ایک اور جماعت کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا
لیکن یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ وہاں سے منتشر ہو گئے لہٰذا دوسری جماعت
کی روانگی کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

معرکہ موتہ

وَاذْكُرِي مُؤتَةَ وَمَا كَانَ فِيهَا
يَوْمَ رَاحُوا فِي وَقْعَةِ التَّغْوِيرِ
حِينَ رَاحُوا وَغَادَرُوا ثُمَّ زَيْدًا
نِعْمَ مَأْوَى الضَّرِيكِ وَالمَأسُورِ

اے چشم پرنم۔ موتہ کو یاد کر۔ موتہ میں جو ہوا وہ یاد کر۔ وہ وقت یاد کر جب مجاہدین اسلام معرکۂ موتہ میں نبرد آزما تھے۔ جب واپس آئے تو زید بن حارثہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میدان جنگ میں ہی چھوڑ آئے۔

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

شہادت گاہِ موتہ

مُوتہ شام کی سرزمین پر بلقاریہ کرک کے قریب ایک گاؤں تھا۔ مُوتہ سے
بیت المقدس صرف دو منزل پر واقع ہے۔ یہ معرکہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں
واقعہ ہُوا تھا۔ بعض مورخین نے اس معرکہ کو سریہ کی بجائے غزوہ لکھا ہے کیونکہ حضور
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہدین کو جو اس جنگ میں شریک ہوئے تھے دُور
تک الوداع کہنے (ثنیۃ الوداع تک) تشریف لے گئے تھے۔ بخاری اور
ابن اسحاق نے اس لشکر کے جاہ و جلال اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص
توجہ کے پیشِ نظر معرکہ مُوتہ کو غزوات النبی میں شمار کیا ہے۔

اس معرکہ کی وجہ یہ ہوئی کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ہرقل شاہ روم کے حاکم جو شام کے علاقہ بصریٰ میں مقرر تھا۔ کو ایک خط لکھا۔
اور حارث بن عمیر ازدی لہبی کو دے کر فرمایا۔ کہ اسے حاکم بصریٰ[1] کے پاس لے جاؤ۔
حارث بن عمیر ابھی مقام موتہ پر پہنچے تھے۔ شام کے ایک فوجی شرجیل بن عمرو غسانی
نے آپ کو روکا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اور کدھر جا رہے ہو۔ آپ نے بتایا
کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاکم بصریٰ کی طرف بھیجا ہے۔ شرجیل
چونکہ شاہ روم کی طرف سے ایک با اختیار فوجی سرحدی حاکم تھا۔ اس نے حضرت
حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر لیا۔ اور دوسرے ہی دن قتل کیا۔

---

[1] اس حاکم بصریٰ کا نام بھی حارث بن شمر غسانی تھا۔

قاصد کی شہادت پر حضور کا ردِ عمل:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامہ بر کی شہادت کی خبر مدینہ پاک پہنچی تو آپ آشفتہ خاطر ہوئے۔ صحابہ کو جمع کیا۔ حارث کے واقعہ قتل کو بیان فرمایا اور حکم دیا کہ تمام صحابہ تیار ہو کر مدینے سے باہر نکل آئیں۔ مدینہ کے باہر تین ہزار صحابہ جمع تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ظہر کی امامت فرمائی۔ اور سب حضرات آپ کے گرد جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا "میں زید بن حارث کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں"۔ حضرت زید آپ کے غلام رہے تھے۔ اور آپ کے منہ بولے بیٹے بھی تھے۔ مگر قریش کے ہاں کسی سابقہ غلام یا غیر قریشی کو امارت کے اعزاز سے سرفراز ہونا تعجب خیز تھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب اُٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ۔ میرے جیسے شخص پر آپ زید بن حارث کو امیر بنا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جعفر جو بات مجھے معلوم ہے تم نہیں جانتے۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ زید کی قیادت میں چلو۔ حضرت جعفر نے سر جھکا دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کو تسلیم کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میدانِ جنگ میں زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب اسلامی جھنڈا بلند رکھیں گے۔ اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ عَلَم اُٹھائیں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کی اکثریت جس کو چاہے اپنا امیر بنا لے۔ اور وہی لشکر کا علمبردار ہو گا۔

ایک یہودی نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ۔ جن لوگوں کا آپ نے نام لیا ہے یہ تو سب شہید ہوں گے کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل جب نام لے کر کسی کو امیر بنایا کرتے تو وہ شہید ہو جایا کرتا تھا۔ اگر یہ تینوں شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے نبی ہوں گے۔ پھر وہی یہودی حضرت زید کی طرف بڑھا

اور کہنے لگا۔ اگر تمھارا نبی سچا ہے تو تم اسی معرکہ میں شہید ہو گے۔ حضرت زید کہنے لگے
الحمد للہ شہادت ملے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سچے نبی ہیں۔

جنگ مُوتہ کا عَلَم :- حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن حارث کے ہاتھ میں سفید عَلَم دیا اور صحابہ کو فرمایا تم لوگ میرے قاصد حارث بن عمیر کے مقتل (شہادت گاہ) پر پہنچ کر دُعائے مغفرت کرنا۔ وہاں کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دینا۔ اگر وہ قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ پر بھروسہ کر کے اُن سے جہاد کرنا۔ آپ اُن مجاہدوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے مختلف حضرات صحابہ سے گفتگو کرتے گئے۔ پھر سب کی صف بندی فرمائی۔ اور ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ کا مفہوم یوں ہے :

"تم لوگ محض اللہ کے لیے شام کی سرحدوں کی طرف قدم اُٹھا رہے ہو جو شخص دشمن بن کر مزاحمت کرے۔ اس سے جنگ کرو۔ اور اُسے قتل کر دو۔ مگر جو لوگ جنگ سے ہٹ کر اپنی عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہوں۔ ان سے تعرض نہ کرنا۔ عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں پر ہاتھ نہ اُٹھانا۔ اس علاقہ کے درخت نہ کاٹنا، فصلوں کو تباہ نہ کرنا، ان کے گھروں کو نہ گرانا۔ اللہ تمھارا حافظ و ناصر ہے۔"

آپ نے یہ خطبہ دیا اور لشکر کو الوداع فرما کر مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور یہ لشکر حضرت زید کی قیادت میں مُوتہ کو روانہ ہو گیا۔ شرجیل غسانی کو مسلمانوں کے اس لشکر کی روانگی کا علم ہو چکا تھا۔ اُس نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اور ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔ اسلامی لشکر وادی القریٰ

میں پہنچا۔ شرجیل کے پچاس سپاہی اسلامی لشکر کا جائزہ لینے کے لیے آگے آئے۔
ان سپاہیوں کا سالار شرجیل کا بھائی سدوس تھا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے
قتل کر دیا۔ باقی سپاہی بھاگ کر شرجیل کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے شرجیل پر ایک
دہشت طاری ہو گئی اور کثرتِ افواج کے باوجود مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا۔ مقابلہ میں
نکلنے کی بجائے وہ قلعہ بند ہو کر اسلامی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔ اور اپنے بھائی کو
ہرقل قیصر روم کے پاس بھیجا اور امداد کی درخواست کی۔ اس نے فوراً ایک
بڑا لشکر روانہ کر دیا۔ یہ دونوں لشکر تعداد میں دو لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھے۔ علاوہ
ازیں عرب کے وہ قبائل جو شام کی سرحدوں پر تھے۔ ان سے بھی پچاس ہزار
سپاہی جمع کر لیے۔ پہلے تو مسلمان اس ڈھائی لاکھ فوج کا سُن کر گھبرا گئے۔ اور
سوچنے لگے کہ تین ہزار مجاہد کس طرح مقابلہ کر سکیں گے۔ چنانچہ صحابہ نے
موضع معان میں مجلس مشاورت مقرر کی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے سب کو تسلی دی۔ اور کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
جن الفاظ میں تم لوگوں کی عزت افزائی کرتے ہوئے اس معرکہ پر بھیجا ہے
اسے ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ بدر کی فتح کو یاد کرو۔ تعداد میں کم اور
اسباب میں کمزور ہونے کے باوجود فتحیاب ہوئے تھے۔ اندریں حالات
دشمن کی کثرت سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور
دشمنوں پر ٹوٹ پڑھو۔ اس لڑائی میں یا تو ہمیں شہادت ملے گی یا فتح و کامرانی۔
دونوں صورتوں میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بات
سُن کر مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور سب نے مل کر آگے بڑھنے کا عزم
کر لیا۔

اسلامی لشکر مقامِ مُوتہ میں :- اسلامی لشکر مقامِ مُوتہ پر پہنچا تو شامی فو
پہلے سے ہی تیار کھڑی تھیں۔ مسلمانو
نے ان فوجوں کی تعداد اور زرق برق لباس کے ساتھ گوناگوں ہتھیار دیکھے تو حیر
رہ گئے کہ عرب کی سرزمین سے نکل کر کن لوگوں سے سامنا ہے۔ حضرت ابو
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو اس جنگ میں شریک تھے) بیان کرتے ہیں کہ شا
لشکر کی آن بان اور شان وشوکت دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں چندیا گئیں۔
دنگ رہ گیا۔ ان کے ریشمی لباس اور سونے کے زیورات میرے لیے ایک
چیز تھی۔ اور کثرتِ افواج اور فوجی ساز وسامان کی کثرت نے مجھے مبہوت
ثابت بن اقرم میرے ساتھ کھڑے تھے۔ مجھے اس حالت میں دیکھا تو پوچھ
ابو ہریرہ دشمنوں کی کثرت دیکھ کر حیران ہو گئے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں! ثابت
نے کہا۔ میدان بدر میں بھی دشمن کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ تھی۔ آپ وہاں
موجود نہ تھے۔ ورنہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح
فتح ونصرت سے نوازا تھا۔ الغرض لشکرِ اسلام آگے بڑھا۔ شامیوں سے لڑائی
شروع ہوئی۔ حضرت زید بن حارثہ۔ پھر جعفر بن ابی طالب اور پھر حضرت
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے عَلَم اُٹھاتے رہے
اور اپنے اپنے جوہر دکھا کر میدانِ جنگ میں شہید ہوتے گئے۔ آخر میں حضرت
خالد بن ولید نے عَلَم اُٹھایا۔ مسلمان مجاہدین کو اُبھارا۔ کافروں کو للکارا
صفوں کی صفیں پلٹ دیں۔ کافر اپنی کثرتِ تعداد۔ زرق برق ہتھیاروں
باوجود پاؤں پر کھڑے نہ ہو سکے۔

مدینہ سے جنگِ مُوتہ کا نظّارہ : حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنے

صحابہ کے ساتھ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مقامِ مُوتہ تک کے تمام پردے ہٹا دیئے۔ مُوتہ کا میدان کارزار آپ کے سامنے دکھائی دینے لگا۔ آپ ایک ایک مجاہد کا حال دیکھتے اور فرماتے جاتے۔ اب زید بن حارث عَلَم اُٹھائے آگے بڑھ رہے ہیں۔ شیطان آپ کو زندگی کی راحتوں کی طرف بُلا رہا ہے۔ اور شہادت سے بددل کرنے کی کوشش میں ہے۔ زید شیطان کو ٹھکراتے ہوئے کہتے ہیں۔ شہادت سامنے ہے۔ مجھے دنیا کی راحتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں ایمان کی ضرورت ہے۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ آپ عَلَم اُٹھائے آگے بڑھے اور کافروں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر زید کے حق میں دعائے مغفرت کی، اور صحابہ نے بھی ہاتھ اُٹھائے اور دُعائے مغفرت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اب زید جنّت کے باغوں میں سیر کر رہا ہے۔ زید کے بعد حضرت جعفر آگے آئے۔ شیطان لعین پھر راستے میں حائل ہے۔ دل میں وسوسہ ڈالا۔ مگر جعفر میدان جنگ میں تلوار چلانے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو میرے جعفر جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی دعائے مغفرت فرمائی صحابہ بھی اس دُعا میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر بہشت میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یاقوت کے دو خوبصورت بازو عطا فرمائے ہیں اور وہ مسرت و شادمانی سے اُڑتے پھرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ باتیں اشکبار آنکھوں سے فرما رہے تھے۔ صحابہ آپ کے چہرۂ اقدس پر آنسو گرتے دیکھتے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جب عبداللہ بن رواحہ نے عَلَم اُٹھایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اب عبداللہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ وہ شہید ہوئے

تو خالد بن ولید نے علم اُٹھا لیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ اب سیف من سیوف اللہ۔ کافروں کو کاٹ رہی ہے۔ خالد بن ولید نبرد آزما ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر فتحیاب ہو رہا ہے۔ وہ دیکھو شامیوں کے پاؤں اُکھڑ رہے ہیں۔ وہ بھاگ رہے ہیں۔"

زید بن حارث شہید موتہ :۔

زید بن حارث بن شرحبیل بن عبد العزیٰ بن زید بن امرا القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبد الود بن عوف بن غدرۃ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرۃ الکلبی۔ آپ کی والدہ کا نام سعدیٰ بنت تعلبہ بن عبد عامر آپ بنی معن قبیلہ طی سے تھیں۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ الاوّلون میں سے تھے۔ بنی ہاشم کے موالی اور مہاجرین مکہ میں سے تھے بدر میں شریک جہاد ہوئے۔ اور دوسرے غزوات میں بھی اپنے محبوب نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ کی کنیت ابو اسامہ تھی۔

آپ کی والدہ سُعدیٰ آپ کو لے کر قبیلہ طی میں اپنے میکے آئی ہوئی تھیں۔ آپ خیمے کے باہر دوسرے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تو ایک قافلہ وہاں سے گزرا جس میں چند اُچکوں نے آپ کو اُٹھا لیا اغوا کر لیا۔ مکہ کے بازار عکاظ میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد (جو بعد میں حضور صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بنیں) کے لیے چار سو درہم دے کر خریدا زید حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذاتی ملازم ہوئے۔ اور آپ گھر میں کام کاج کرنے لگے۔ جب حضرت خدیجہ حضور نبی کریم صلی

تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی میں آگئے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت خواجۂ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے اور خدمت گزاری کرتے۔

زید کے اغوا کے بعد آپ کے والد حارث بن شراحیل بڑے بے قرار رہنے لگے۔ بیٹے کی جدائی میں بے تاب رہتے۔ فرزندِ گم گشتہ کی یاد میں روتے۔ ہجر و فراق میں اشعار کہتے۔ اور غمِ فرقت میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے۔ اتفاقاً کئی سال بعد بنی کلب کا ایک قافلہ موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں آیا۔ لوگوں نے زید کو وہاں دیکھا۔ زید نے بھی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پہچان لیا۔ جب یہ قافلہ اپنے وطن جانے لگا تو زید نے اپنے والد کو تشفی آمیز اشعار میں پیغامِ خیریت بھیجا۔ قافلے والوں نے وطن پہنچ کر خوشخبری سنائی اور اشعار بھی سنائے جس سے حارث کو بڑا سکون ملا۔

دوسرے سال حارث اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ روانہ ہوئے اور راہ کے علاوہ زرِ فدیہ ساتھ لیا۔ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر لوگوں سے پوچھا۔ محمد بن عبد اللہ کون ہیں۔ اور اس وقت کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا۔ وہ اس وقت مسجدِ حرام میں تشریف فرما ہیں۔ دونوں حاضر ہوئے اور نہایت ادب و احترام سے التجا کی کہ ہم لوگ آپ کے ایک غلام کی آزادی کے لیے دُور دراز مقام سے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ابن عبد المطلب ہیں۔ اشرافِ قریش میں سے ہیں۔ رحم فرماتے ہوئے زرِ فدیہ قبول کر کے ہمارا بیٹا ہمیں دے دیں۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ کس کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا۔ زید بن حارث کے متعلق

آپ نے فرمایا۔ اُسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حا
ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ زید۔ تم ان لوگوں کو جانتے ہو۔ زید نے بتا
کہ یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا کعب ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ
وسلم نے فرمایا۔ تمھیں اختیار ہے۔ اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ اگر رہنا چا
تو یہ تمھارا اپنا گھر ہے۔ مجھے فدیہ کی رقم کی ضرورت نہیں۔ زید نے عرض
کی۔ یا رسول اللہ۔ میں آپ کے مقابلے میں کسی دوسرے کو ترجیح نہیں
آپ میرے باپ ہیں اور آپ ہی میرے چچا ہیں۔

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال و جاں اولاد سے پیارا

زید کے والد اور چچا نے کہا۔ تم عجب انسان ہو کہ غلامی کو آزادی
ترجیح دے رہے ہو۔ حضرت زید نے بتایا۔ یہ غلامی نہیں مجھے آزادی
دنیا کی بادشاہی سے یہ غلامی پسندیدہ ہے۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید کا یہ فیصلہ
سُنا تو پیار سے آپ کو سینے سے لگا لیا اور سب کے سامنے فرمایا:

"تم لوگ گواہ رہنا۔ زید آج سے میرا بیٹا ہے۔ میرا
وارث ہے۔ میں اس کا وارث ہوں۔"

زید کے والد اور چچا بیٹے کو اس حال میں چھوڑ کر بخوشی واپس آ
اور انھیں اطمینان ہوا کہ ان کا بیٹا جس کے دامن سے وابستہ ہے وہ عا
انسانوں سے بہت بلند ہے۔

اس واقعہ کے بعد لوگ زید کو زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔ مگر اعلانِ
الت کے بعد جب یہ اعلان ہوا کہ منہ بولا بیٹا۔ یا متبنیٰ اصل بیٹا
ں ہوتا۔ تو آپ کو صحابہ میں زید بن حارث کے نام سے شہرت ملی۔
عُوْھُمْ لِاٰبَآءِھِمْ ط

غلاموں میں آپ پہلے شخص تھے جو دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔
ور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد فرمایا اور بیٹوں کی طرح
انورنگاہ بنایا۔ آپ السّابِقونَ الأوّلون میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ
لیٰ علیہ وسلم کے خصوصی پیار کی وجہ سے حب النبی (نبی کا محبوب) کے
ب سے پکارے جاتے اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْہِ و
مْتَ آپ ہی کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ
لیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

زید بن حارث اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْہِ (اللہ نے آپ پر اپنی نعمت نازل
ئی) بِالْاِسْلَامِ وَ اَنعمت علیہ بِالعتق۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد مکرم سے روایت
تی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی جنگ یا مہم پر بھی زید بن حارث
بھیجا تو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اگر وہ شہر میں رہ جاتے تو اپنا خلیفہ بنا کر
رے اختیارات سے نوازتے۔ اگرچہ حضرت زید کے فضائل و کمالات پر
دیث اور اقوال صحابہ کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ مگر فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ کی آیہ
یہ ایسی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس محبوب اور واحد
حابی کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی صحابی کا نام لے کر آیت نہیں اتری۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی خادمہ اُمّ ایمن سے آپ
نکاح کیا تھا۔ اسی اُم ایمن کے بطن سے آپ کے ہاں حضرت اسامہ پید
ہوئے۔ (یہ وہی حضرت اسامہ بن زید ہیں جنھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
نے اپنے وصال کے چند روز پہلے امیر لشکر بنا کر رومیوں کے مقابلہ میں ر
فرمایا تھا۔) اُم ایمن کی وفات کے بعد آپ کے نکاح میں امیمہ بنت عبد
جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں) کی بیٹی حضرت زینب بنت
جحش آئیں۔ ان دونوں کی آپس میں بن نہ آئی اور حضرت زید نے حضرت ز
کو طلاق دے دی۔ حضرت زینب بنتِ جحش بعد میں حضور سرورِ کائنات فخ
علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے نکاح میں آئیں۔

حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت کے مطابق حضور پرنور صلی اللہ تع
علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات غزوات میں اپنے سا
رکھا اور سات سرایا میں امیر مقرر فرمایا۔ جن سرایا میں حضرت زید بن حا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر لشکر بن کر گئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ سریہ قردہ — نجد کے چشموں میں سے ایک چشمہ کا نام ہے۔ جمادی الثانی سنہ ۳ ھ میں حملہ قریش پر ہوا۔

۲۔ سریہ جموم — مدینہ سے چار منزلوں پر واقعہ ہے۔ ماہ ربیع ا سنہ ۶ ھ بنی سلیم کے مقابلہ میں ہوا۔

۳۔ سریہ عیص — مدینہ سے چار منزلوں پر ایک گاؤں ہے۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۶ ھ میں قریش کے قافلہ کیلئے بھیجا گیا۔

۴۔ سریہ طرف — مدینہ منورہ سے چھتیس میل دور عراق کی راہ میں ایک ہے جمادی الآخریٰ سنہ ۶ ھ میں بنی سلیم کے مقابلہ میں

سریہ حسمیٰ — وادی القریٰ میں بنی جذام کی ایک وادی ہے ۔ جمادی الآخری ۶ھ میں بنی جذام کے مقابلہ میں روانہ ہوا ۔

سریہ اُم قرفہ فزاریہ — ربیعہ بن بدر فزاری کی بیٹی بنی فزارہ کی ملکہ تھی ۔ وہ مدینہ منورہ سے سات منزل دور وادی قریٰ کی حکمرانی تھی ۔ اس کی سرکوبی کے لیے یہ سریہ ماہ رمضان ۶ھ میں روانہ ہوا ۔

سریہ مُوتہ — شرجبیل غسانی کے مقابلہ میں جمادی الاولیٰ ۸ھ میں روانہ ہوئے ۔

ل امیر سریہ مُوتہ : زید بن حارثہ ہم سابقہ صفحات پر تفصیل سے لکھ آئے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب صحابہ میں سے تھے ۔ حضرت انس بن مالک ، حضرت براء بن عازب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلہ صحابہ کی طرح آپ بھی ...ی حدیث مانے جاتے ہیں ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق ...ی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو میرے ...لد نے حضرت اسامہ بن زید کو میری نسبت ڈیڑھ گنا مالِ غنیمت زیادہ ... میں نے وجہ پوچھی تو میرے والد نے مجھے بتایا کہ اسامہ کے والد حضور صلی اللہ ...الیٰ علیہ وسلم کے محبوب فرزند ہیں ۔ اسامہ کے والد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ ...ہ تمہارے باپ کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے ۔

...دثین اور مورخین نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر افزائی ...کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مردم شناسی اور حضور نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے پسندیدہ شخص کے لیے دل میں احترام کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک اپنے بیٹے کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب کی زیادہ عزت اور حق تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

طائف کے ایک سفر میں

زید کی حفاظت کے لیے ملائکہ مقرر تھے: حضرت زید بن حارثہ نے ایک خچر کرائے پر لیا۔ مگر خچر کے مالک نے آپ سے کہا کہ دوران سفر میں جہاں چاہوں گا۔ آپ کو سواری سے اُتار دوں گا۔ آپ نے اس کی یہ شرط منظور کر لی۔ سفر کے دوران ایک ایسی وادی سے گزر ہوا۔ جہاں دُور دُور تک لاشیں پھیلی ہوئی تھیں۔ خچر کے مالک نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا۔ سواری سے نیچے اُتر آؤ۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُترے تو خچر کے مالک نے کہا۔ میں تو اسی وادی میں آپ کو قتل کروں گا اور یہ نعشیں میرے ان کرایہ داروں کی ہیں جنھیں آپ سے پہلے قتل کر چکا ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا۔ قتل سے پہلے اگر تم دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو تو مجھے خوشی ہو گی۔ اُس نے کہا۔ آپ سے پہلے بھی لوگ نماز پڑھتے رہے ہیں اور قتل ہوتے رہے ہیں۔ آپ بھی پڑھ لیں۔ یہ ساری نعشیں اُن نمازیوں کی ہی ہیں۔ حضرت زید نے دو نفل ادا کیے اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ غیب سے آواز آئی لَا تَقْتُلْهُ اسے قتل نہ کرو۔ قاتل گھبرا گیا کہ آواز کون دے رہا ہے۔ جب کوئی شخص دکھائی نہ دیا تو وہ پھر آگے بڑھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہا تو بار وہی آواز گرجی مگر آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ قاتل رُک کر پھر آگے بڑھا تو آپ نے تیسری بار یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہا۔ تیسری بار ایک سوار آسمان سے اُترا جس کے

دیا اور ایک آتشیں نیزہ قاتل کے سینے میں ایسا مارا کہ اس کے جسم کے پار ہو گیا۔ اور وہ تڑپ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سوار نے حضرت زید کو بتایا۔ آپ نے پہلی بار یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا۔ دوسری بار پکارا تو میں پہلے آسمان پر آ گیا تھا۔ مگر تیسری فریاد کے ساتھ میں نے آپ کے دشمن کا کام تمام کر دیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت جعفر بن ابی طالب (عبد مناف) بن عبد المطلب (شیبۃ الحمد) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف (مغیرہ) بن قصی (زید) القرشی الہاشمی۔ دوسرے علمبردار سریہ موتہ تھے۔ ابو طالب کے چار بیٹے طالب عقیل۔ جعفر اور علی المرتضیٰ تھے۔ ان کی عمروں میں دس دس سال کا تفاوت ہے حضرت جعفر بن ابی طالب سابقون الاولین بھی تھے۔ ذو ہجرتین (دو بار ہجرت کرنے والے) بھی تھے۔ ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق آپ سے پہلے صرف پچیس ۲۵ مردوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی۔ آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے ہی نجاشی کے دربار میں ابو سفیان کے سوالات کا جواب دیا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس بھی تھیں۔ حبشہ میں ہی اللہ نے آپ کو تین بیٹوں عبد اللہ۔ محمد اور عون سے نوازا۔

(یاد رہے حضور سید کائنات فخر موجودات مالک مَاکَانَ وَمَایَکُونُ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی پیدائش کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا وہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ اور یہ نام خواجہ ہر دوسرا احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور فرقت کا اظہار تھا۔)

دوسری بار ہجرت کر کے آپ اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ پاک پہنچے۔ آپ کا قافلہ چھبیس ۲۶ افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں تیرہ ۱۳ مرد چھ عورتیں اور سات لڑکے تھے یہ قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا تو حضور سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والثناء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قلعہ خیبر کی مہم پہ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کے لیے بیحد بیتاب تھے کہ اہل و عیال کو وہاں ہی چھوڑا اور خیبر جا پہنچے۔ اسی روز فتح خیبر ہو گیا۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان سے چوما۔ اور فرمایا "آج کس کس بات کی خوشی کا اظہار کیا جائے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطا کی۔ دوسری طرف جعفر کی ملاقات حاصل ہوئی"۔

مدینہ پاک میں پہنچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر ابن ابی طالب اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا۔

حضرت جعفر کی عاداتِ کریمہ:- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکین نواز تھے۔ غریب نواز تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو ابوالمساکین کہا کرتے تھے۔ آپ کا دروازہ غریبوں، مسکینوں اور حاجتمندوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے اشبھت خَلْقِيْ وَ خُلُقِيْ (جعفر میرے خلق اور خُلق سے مشابہت رکھتے ہیں)

سریہ موتہ میں حضرت زید بن حارث کی شہادت کے بعد علم اُٹھایا۔ اور
[illegible]س تیز رفتار گھوڑی پر سوار تھے، اس سے نیچے اتر آئے، اس کے پاؤں کاٹ
[illegible]یئے تاکہ شہادت کے بعد کوئی کافر فخر بہ طور پر اس پر سوار نہ ہو سکے (یاد رہے
[illegible] آپ پہلے مسلمان مجاہد ہیں جنھوں نے شوقِ جہاد میں اپنی گھوڑی کے پاؤں
[illegible]اٹ دیئے تھے) آپ پیدل میدان جنگ میں کود رے۔ دشمنوں کو للکارا۔ اور
[illegible]شمی خون کی جرأت چمکی، تلوار نے کاٹ شروع کی۔ کافروں کی صفیں درہم برہم
[illegible]ردیں۔ جب داہنا ہاتھ کٹ گیا تو علم بائیں ہاتھ میں لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو
[illegible]دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے عَلَم کو بلند رکھا اور لشکرِ اسلام کو جہاد پر اُبھارتے
[illegible]ہے۔ آخر کار میدان کارزار میں جامِ شہادت نوش کیا۔

نبا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنگِ
[illegible]عش پر نوے زخم ۹۰:۔ موتہ میں شریک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر
[illegible]ی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش ملی تو آپ کے جسم پر نوّے زخم تھے۔ یہ زخم برچھوں
[illegible]ور تیروں کے تھے۔ کوئی دشمن جرأت نہ کر سکا کہ آپ کے نزدیک آئے اور
[illegible]لوار کا وار کرے۔ شہادت کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے مدینہ پاک میں میدانِ جنگ کا نظارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جعفر
[illegible]و دونوں پروں کے ساتھ فرشتوں کے ساتھ اُڑتے دیکھا ہے۔ مگر زید بن
[illegible]ارث کو ان سے کم درجہ پایا۔ تو مجھے خیال آیا کہ ایسا کیوں ہے۔ حضرت
[illegible]برائیل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ۔ یہ فضیلت آپ کے شرف قرابت
کی وجہ سے ہے۔ ورنہ زید بھی اپنے مقام پر بلند درجہ شہید ہیں۔

حضرت جعفر کی شہادت پر حضور کا ملال: حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

پر حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا قلق ہُوا۔ آپ محزون خاطر ہو
ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اُن کے بیٹوں کو گلے لگایا۔ اُن کی پیشانیاں چو
اور بڑی تسلی دی۔ اظہارِ تعزیت کرتے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری
تھے۔ ریش مبارک تر تھی۔ اور آپ نے حکم دیا کہ میرے جعفر کے گھر والو
کے لیے کھانا تیار کیا جائے۔ یہ مصیبت زدہ خاندان اپنے کھانے پکا
کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت
جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کو صرف تین روز غم کرنے کی اجازت دی
پھر بعد تیسرے روز ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"اب میرے بھائی کے لیے کوئی نہ روئے۔ وہ شہید ہیں
مصیبت میں خوش و خرم ہیں۔ فرشتوں کے ہم مجلس
ہیں"۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت: عبداللہ بن رواحہ ثعلبہ بن امراء القیس

بن عمرو بن امراء القیس الاکبر بن مالک الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج
بن الحارث بن الخزرج الانصاری الخزرجی الحارثی کنیت ابو محمد۔ ابو رواحہ
یا ابو عمرو اور والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
آپ مدینہ پاک کے ان بارہ نقیبوں میں سے تھے، جنھوں نے حضور
پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے اعلان کیا
کہ ہم آپ کی خاطر جان تک قربان کر دیں گے۔ معرکہ بدر میں شریک ہے

پرساری عمر تمام لوگوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پروانہ وار ساتھ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا مقداد بن الاسود سے رشتہ اخات قائم کیا تھا۔

ی کریم کے خاص شاعر: آپ راوی حدیث بھی تھے۔ حضرت ابن عباس۔ اسامہ بن زید اور انس بن مالک ضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ تابعین میں سے ابو سلمہ۔ بن عبدالرحمٰن۔ عکرمہ و عطاء بن یسار آپ سے احادیث مرسل روایت کرتے ہیں۔ آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کا نشی اور شاعر ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ ہی تھے جن کی معرفت ل مدینہ نے فتح بدر کی بشارت سُنی۔ آپ ہی تھے جنھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نِعْمَ الرَّجُل عَبدَ اللہ بن رواحہ کہا تھا۔
ابو رواحہ بہترین انسان ہیں) حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس کی رونق تھے۔ ان مجالس پر فرشتے بھی فخر کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ گھر سے باہر نکلنے سے پہلے دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ واپس تے پھر بھی دو رکعت نفل ادا فرماتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری دیتے۔ یہ معمول ساری زندگی برقرار رہا۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے شعراء خاص میں سے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے اور دشمنان رسول کی گستاخیوں کا جواب بھی دیتے۔ والشعراء یتبعھم الغاوٗن کی آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو آپ افسردہ خاطر ہوگئے مگر جب اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے حکم سے

مستثنیٰ فرمادیا۔ تو آپ خوش ہو گئے۔ معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ اگر زمانہ جاہلیت کے پر گو شاعر تھے تو آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عظمتِ اسلام اور مقامِ مصطفےٰ کو بیان کرنے میں بھی کمال کر دیا۔ اپنے محبوب رسول حضور نبی کریم رؤف رحیم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں اتنے شعر کہتے کہ صحابہ انھیں یاد کر لیتے۔ ذیل میں ہم چند اشعار پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

لَوْ لَمْ تکُنْ فِیْہِ اٰیاتٌ مبیّنۃ
کَانَتْ بِدْہِیَتِہٖ تُنْبِیْكَ بِالخَبَر

ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ بھی مجلس میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبد اللہ کوئی ایسا شعر کہو جو موقعہ محل کے مطابق بھی ہو اور حسبِ حال بھی ہو۔ عبد اللہ نے یہ شعر پڑھے:

انّی تفرست فیك الخیر اعرفہ وَ اللہ یعلم ان ما خاننی البصـ
انت النّبی و من یحرم شفاعتہ یوم الحساب فقد اذدیٰ بہ القد
فثبت اللہ مَا اتاكِ من حسن تثبیت موسیٰ ونصرًا کا الذی نصر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشعار سُن کر فرمایا:

اَنت ثبّتكَ اللہ ۔ یا اِبْن رَوَاحہ

مورخین کہتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اثر معرکہ موتہ میں ہوا تھا۔ جہاں دشمنوں کی کثرت کے مقابلہ میں حضرت ابن رواحہ ثابت قدم رہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔

خلوا بنی الکفار سبیلہ　　الیوم نضربکم علی تاویلہ

ضربا یزیل الہام عن مقیلہ　　ویذھل الخلیل عن خلیلہ

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شوخی پسند نہ آئی۔ فرمانے لگے۔ ادب کرو ادب! حرم شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسے شعر پڑھتے ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا۔ ابن رواحہ کو شعر پڑھنے سے نہ روکو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ آج ابن رواحہ کے شعر مشرکین مکہ کے سینوں میں تیروں کی نوک بن کر لگ رہے ہیں۔

یہودیوں کے سرغنہ کی سرکوبی:- حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے حکم سے یہودیوں کا سرغنہ ابو رافع قتل کیا گیا تو یہودیوں نے اسیر بن رزام کو خیبر کا امیر مقرر کیا۔ وہ بنی غطفان اور دوسرے قبائل کی طرف نکلا۔ تاکہ وہاں سے لشکر فراہم کر کے مسلمانوں سے جنگ کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کو تیس مجاہدوں کا ایک دستہ دے کر اسیر بن رزام کی سرکوبی کا حکم دیا۔ حضرت عبد اللہ نے اس دشمن رسول کو موقع پر جالیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ اس کے ساتھ تیس آدمی تھے۔ سب کے سب تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ جن میں سے صرف ایک بچا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ تیسرے امیر اور علمبردار ہیں۔ جو کہ معرکہ موتہ میں اسلامی لشکر کی قیادت کرتے شہید ہوئے۔ موتہ کو روانہ ہونے سے پہلے آپ بہت روئے۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا کی چیزوں یا اپنی جان کی فکر نہیں ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ آیہ کریمہ پڑھتے سنا وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتما مقضیا۔ تو مجھے نہیں معلوم کہ دوزخ میں میرا کیا حال ہوگا۔ اللہ اللہ! یہ لوگ جاں نثارانِ مصطفےٰ ہوتے ہوئے بھی اللہ کے خوف سے کتنے لرزاں تھے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں

ایک شفیق انسان: کہ میں ابھی بچہ تھا۔ یتیم ہو گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مجھے اپنی آغوشِ شفقت میں لے لیا اور بڑے پیار سے پرورش کی۔ مجھے والد کا غم بھول گیا۔ جب آپ معرکہ موتہ کو روانہ ہوئے تو مجھے بھی اپنے گھوڑے پر بٹھا کر ساتھ لے لیا۔ ایک رات میں نے ان کی زبان سے چند ایسے اشعار سنے جن سے مجھے شوقِ شہادت اور آرزوئے شہادت کی خوشبو آئی۔ میں ڈر گیا کہ مجھے ایک شفیق انسان چھوڑے جا رہا ہے۔ میں نے آپ کا دامن تھام لیا اور بے اختیار رونے لگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تسلی دی۔ تسکین دی۔ کہا "بیٹا! اگر اللہ تعالیٰ مجھے سعادت شہادت سے نوازے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ مجھے دنیا کے حوادث اور مصائب سے نجات مل جائے گی۔ اور میں اپنے نبی پر جان فدا کر کے کامیاب و کامران ہو جاؤں گا۔" یہ بات کہہ کر۔ سواری سے نیچے اُترے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمالی ہے۔ مجھے جامِ شہادت نوش کرنے کو دیا جائے

تے ہیں۔ شہادت کے شوق میں حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تین دن کچھ نہ کھایا
سرے روز جب بھوک نے تنگ کیا تو گوشت کھانے لگے۔ پہلا لقمہ منہ
ں ڈالا ہی تھا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر ملی۔ کھانا چھوڑ
ا۔ میدانِ جنگ میں پہنچے۔ اور کہتے جاتے جعفر کے بعد کھانا کھانا کس طرح
ن ہے۔ جھنڈا اُٹھایا۔ تلوار لی اور میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ لڑتے
تے ہاتھ کی انگلی کٹ گئی۔ گھوڑے سے نیچے اُترے کٹی انگلی کو پاؤں کے
یچے دبا کر علیحدہ کیا۔ علم بلند کیا۔ اور اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہنے لگے عبداللہ!
ر آج تمھیں اپنی عورت سے رغبت ہے تو اسے طلاق ہے۔ اگر غلاموں
لونڈیوں سے پیار ہے تو آج میں انھیں آزاد کرتا ہوں۔ اگر اپنی جائداد
غ وزراعت سے محبت ہے تو آج سے وہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ
الیٰ علیہ وسلم کی نذر کرتا ہوں۔ اب دنیا میں تیرے لیے کیا رکھا ہے۔ آگے
بھنا جا۔ اور جامِ شہادت نوش کرلے!!

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ موتہ
ں آپ نے جنگ مغلوبہ میں بڑی جوانمردی سے حصہ لیا۔ تلوار کے جوہر دکھا کر
فروں کی صفیں درہم برہم کرکے رکھ دیں۔ کسی کافر کی برچھی سے مجروح
رئے ہاتھ خون آلود ہو گیا۔ اپنے چہرے پر مل کر آگے بڑھے اور دونوں
مفوں کے درمیان جا گرے اور کہنے لگے مسلمانو! میں شہید ہوں۔ اپنے
جائی کا گوشت دشمنوں سے بچاؤ۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر آپ کو اٹھایا
ر آپ کی رُوح پرواز کرچکی تھی۔ رضی اللہ عنہ۔

حارث بن النعمان بن

۷۔ حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اساف بن نضلہ بن عبد مناف

بن غنم بن مالک بن النجّار الانصاری الخزرجی النجاری۔ شہداء موتہ میں سے تھے
ابن اسحاق کی یہی تحقیق ہے۔ علدوی نے آپ کو بدر اور اُحد کے معرکوں میں موجود
لکھا ہے۔

حلیف بن رئاب بن الحارث

۶۔ حنیف بن رئاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن اُمیہ بن زید بن سالم بن
عوف الانصاری الاوسی صحابہ اُحد میں شمار ہوتے ہیں مگر آپ کی شہادت جنگ مو
میں ہوئی۔

آپ کو ابن

۷۔ خالد بن ثابت انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: نے شہداء مو
میں شمار کیا ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

خالد بن النعمان بن الحارث

۸۔ خالد بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن رزاح بن ظفر بن الخز
بن عمرو بن الاوس الانصاری الاوسی الظفری جنگ موتہ کے شہداء میں شما
ہوتے ہیں۔

۹۔ زید بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱۔ وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۔ سوید بن عمرو الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۔ عبّاد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴۔ عباد بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔ عمرو بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۔ عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۔ ہویجہ بن بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چار ہزار مجاہدین کا یہ لشکر اپنے ۷ اجانثاروں کی قربانی پیش کرنے کے
اڑھائی لاکھ شامی آراستہ پیراستہ فوج پر فتحیاب ہوا۔ شامی فوجوں کی تباہی
ازہ و تعداد سے باہر ہے۔ شامی سپہ سالاروں نے اسی میں سلامتی سمجھی کہ
بچی فوج کو بچا کر شام لے جائیں۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اگرچہ ہم شہداء صحابہ کا تذکرہ لکھ رہے ہیں۔ مگر جنگِ موتہ کے عظیم معرکہ
حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے کارناموں اور ان کے علم
مانوں کو جو فتح و کامرانی نصیب ہوئی اس فاتح کو خراجِ تحسین پیش نہ کرنا
تاریخی زیادتی ہوگی۔ کفر و ضلالت کی وادی سے نکلنے کے بعد حضرت
لد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پہلا معرکہ ہے جس میں انھوں نے
امی فوجوں کی برتری کا حق ادا کر دیا۔ ان کے حُسنِ تدبر۔ صف آرائی اور
ی حکمتِ عملی ایک کمزور اور کم تعداد لشکر کو شامیوں پر غالب کر کے پہلی
اسلامی عرب کی قوت کو دنیائے تہذیب سے روشناس کرایا اور ایران
شام اور روم کی سلطنتیں مسلمانوں کی عسکری قوت سے متعارف ہوئیں۔
ضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری اور جانبازی کے کارنامو
حضور سید العرب والعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پاک میں بیٹھے بیٹھے اپنی
نکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اور اس نووارد مجاہد اسلام کی تیغ زنی پر مرحبا
تے ہوئے صحابہ کو بھی بتاتے جاتے تھے۔ آپ سیف اللہ کہلائے اور
سیف من السیوف اللہ کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

خالد بن ولید بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی کنیت ابو سلیمان اور لقب سیف اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور اسلام کے مایۂ ناز فرزند مانے گئے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ بنت حارث بن حرب ہلالی تھا۔ انہیں کی بڑی بہن لبابہ کبریٰ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں۔ یہ دونوں اُم المومنین حضرت میمونہ بنت حارث کی بہن تھیں۔

خالد زمانہ جاہلیت میں کافروں کے جنگ جو اور قریش کے اشراف میں مشہور تھے۔ تمام اسلامی جنگوں میں مشرکینِ مکہ کی طرف سے ممتاز حیثیت سے لڑتے رہے۔ جنگِ اُحد میں تو اُن کی وجہ سے جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ وہ کافروں کے سواروں کے ہمیشہ سپہ سالار رہے۔ حدیبیہ میں ان کے دستے مسلمانوں کو ہراساں کرتے رہے۔ مگر حالات نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ ۸ھ بعد از فتح مکہ دامنِ اسلام سے وابستہ ہوئے۔ جن حالات میں حضرت خالد نے اسلام قبول کیا۔ وہ مورخین نے انہی کی زبانی بیان کیے ہیں۔

خالد دامنِ اسلام میں:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذی الحجہ ۶ھ میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے۔ اور مقامِ عسفان پہنچے۔ قریش مکہ نہیں چاہتے تھے کہ عمرہ کریں۔ ہمارا ایک لشکر مسلمانوں کو روکنے کے لیے آگے بڑھا۔ میں ایک دستہ لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے قریب پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صحابہ کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھنے میں مشغول ہیں۔ میرے مسلمانوں پر حملہ کر دینے کا بہت اچھا موقعہ تھا۔ مگر میرے دل پر بلا

ہیبت اور خوف طاری ہو گیا۔ میں نے پوچھا۔ جو اللہ کی حفاظت میں ہوں انھیں کون روک سکتا ہے۔ میں نے سوچا کہ قریش میں وہ شان و شوکت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ مجھے اپنا مقام متعین کرنا چاہیئے۔ حبشہ میں نجاشی مکّہ والوں کی سرپرستی کرتا ہے مگر کچھ عرصہ سے وہ بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ میں قیصر روم کے پاس جا کر عیسائیت قبول کر لوں مگر میرے دل میں کفر چھوڑ کر عیسائیت قبول کرنا ناگوار تھا۔ آخر کار میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے ہی وطن میں رہوں اور مستقبل کے حالات کا جائزہ لوں۔

اگلے سال ذی قعدہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوبارہ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ میں مسلمانوں کو دیکھنے سے اجتناب کر رہا تھا۔ دیدہ دانستہ روپوش رہا۔ میرا بھائی ابوالولید مسلمان ہو چکا تھا۔ اور وہ مسلمانوں کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا۔ مجھے مکّہ میں تلاش کرنے کے لیے مارا مارا پھرتا رہا مگر میں اسے نہ مل سکا۔ وہ تنگ آ کر ایک خط میرے نام لکھ کر کسی کو دے گیا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ تمہارے متعلق اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خالد بن ولید بڑا دانش مند اور عقل مند انسان تھا۔ وہ اب تک اسلام کی حقانیت کو خدا معلوم کیوں نہیں پا سکا۔ اگر وہ اسلام میں آ کر اپنی قوّت کا مظاہرہ کرے تو اس کے لیے بہت اچھا ہو گا۔ میرے بھائی! آپ مدینہ آئیں۔ اور دولتِ ایمان کو حاصل کر کے دو جہانوں کی سعادتیں حاصل کریں۔ آپ عمرِ عزیز میں اب تک ان نیکیوں سے محروم ہیں۔ جو آپ کی قسمت میں ہیں۔

مجھے اس خط کے خلوص نے بے حد متاثر کیا۔ میرے دل نے پہلی بار

اسلام کی حقانیت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ چند دنوں کے بعد میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں مدینہ جاؤں اور اسلام قبول کروں۔ مگر میں اکیلا اور تنہا جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں اپنے دوست صفوان بن اُمیّہ کے پاس گیا اور اسے کہا۔ دوست! ہم لوگ اب ایک ٹکڑی رہ گئے ہیں۔ اسلام کی عظمت کے ڈنکے سارے عرب میں بج رہے ہیں۔ آؤ۔ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔ میری زبان سے صفوان کے لیے یہ بات حیران کن تھی۔ اس نے میرے سینے پر زوردار ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ خالد! اگر سارا عرب مسلمان ہو جائے اور میں تنہا رہ جاؤں۔ تب بھی اسلام قبول نہیں کروں گا۔ میرے بھائی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ میں انھیں کیسے بھول سکتا ہوں؟ میں سمجھ گیا کہ صفوان کو ساتھ لے جانا ناممکن ہے۔ چنانچہ میں اپنے دوسرے دوست عکرمہ بن ابو جہل کے پاس گیا۔ اسے دعوتِ اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا مگر وہ بھی اپنے عظیم باپ کے قتل کو یاد کر کے انکار کر گیا۔ میں ان دونوں سے مایوس ہو گیا۔ میرے ایک اور دوست عثمان بن طلحہ عبدری تھے۔ انھیں مدینہ جانے کی ترغیب دی وہ مان گئے اور ہم دونوں مکہ چھوڑ کر مدینہ روانہ ہوئے۔

مکہ کے جگر گوشے: مدینہ منورہ پہنچتے ہی وہاں عمرو بن العاص ملے۔ انھوں نے مدینہ منورہ میں آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے صاف صاف بتا دیا۔ عمرو بن العاص بھی اسی ارادے سے مدینہ پہنچے تھے۔ چنانچہ ہم تینوں مدینہ میں ایک ہی مقام پر قیام پذیر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی

آپ نے صحابہ کرام کی مجلس میں فرمایا۔ آج مکّہ نے اپنے جگر گوشے تمہارے پاس بھیجے ہیں۔ دربارِ رسالت سے یہ اعلان ہوا ہی تھا کہ میرا بھائی ابو الولید میرے پاس دوڑا دوڑا آیا۔ اور بڑے اشتیاق سے کہنے لگا جلدی چلو۔ تمہیں حضور یاد فرما رہے ہیں۔ میں تیز تیز چلا اور حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھ کر بڑی شفقت سے تبسّم فرمایا۔ میں نے السّلام علیک یارسول اللہ کہا۔ تو آپ نے نہایت گرم جوشی سے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے مسرت کا اظہار فرمایا۔ آپ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات مجھے آج تک یاد ہیں۔ آپ نے مجھے کلمہ پڑھایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تمہیں ہدایت سے نوازا۔ مجھے اُمّید ہے تم اپنی عقل کی روشنی میں اسلام کی حقانیّت کو قبول کر لو گے۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہ۔ کفر کی حالت میں میں نے جو کچھ کیا اس کی وجہ سے مجھے خدا کی ناراضگی کا احساس ہے۔ میں اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہا ہوں۔ حضور میرے لیے دُعا فرمائیں۔ اللہ مجھے معاف فرما دے۔ میرے سابقہ گناہوں کو مٹا دے۔ مجھے آپ کی شفاعت درکار ہے اور شفقت درکار ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستِ رحمت اُٹھائے۔ میرے لیے دُعا کی۔ اسی مجلس میں میرے دونوں ساتھی عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بھی مسلمان ہوئے۔

خالد جنگ مُوتہ میں:- اسلام قبول کرنے کے بعد فوراً ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ مُوتہ میں شرکت کا موقعہ ملا۔ کیونکہ ان دنوں جنگ مُوتہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اسلامی لشکر اس مہم کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اسلامی زندگی کی پہلی مہم تھی جس میں آپ نے

بخوشی شریک ہونا قبول کیا۔ جنگ موتہ کے حالات سابقہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں۔ میدانِ موتہ میں جب زید بن حارث۔ جعفر بن عبد المطلب اور عبداللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ امیر سوم کا علم ثابت بن اقرم انصاری نے اٹھایا اور اعلان کیا یا معشر المسلمین! تمام متفقہ طور پر کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں۔ سب نے کہا۔ آپ ہمارے امیر ہیں۔ ثابت نے معذرت کی اور کہا اگر آپ لوگ اتفاق کریں تو ہم خالد بن ولید کو اپنا امیر بنا لیں۔ لوگوں کے اتفاق پر اسلامی عَلَم حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ اگرچہ خالد بن ولید معذرت کرتے رہے۔ مگر مجاہدین کے خلوص اور اصرار پر مان گئے اور اسلامی عَلَم اٹھالیا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی میں پہلی بار ایک ایسے بڑے لشکر کا سامنا کیا تھا جو زرق برق ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ریشمی لباس میں شان و شوکت نمایاں تھی اور کثرتِ تعداد حدِ نگاہ تک نظر آتی تھی۔ مسلمانوں کو اُن کے مقابلہ میں کھڑا کرنا ایک مشکل کام تھا۔ بعض حضرات مشورے دیتے تھے کہ ہمیں اس مہم کو چھوڑ کر پہلے تیاری کرنی چاہیئے۔ بعض تو ہمت ہار بیٹھے تھے۔ خالد نے سب کو آمادۂ جنگ کیا۔ مگر مجاہدوں میں وہ گرمجوشی نظر نہ آئی جس کی انھیں توقع تھی۔ آخر کار قطبنہ بن عامر انصاری آگے بڑھے اور اُنھوں نے للکار کر کہا۔ مجاہدو! دلوں میں سوچو۔ کہ جنگ سے فرار میں ہمیشہ زیادہ نقصان ہوا کرتا ہے۔ ہاں مقابلہ کر کے ہم جانی نقصان سے بچ جائیں گے۔ ہم لوگ ہمیشہ کثرتِ تعداد کے مقابلہ میں جہاد کرتے آئے ہیں۔ ان کے اس اعلان سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے اور حضرت خالد کی قیادت میں زور دار حملے کرنے لگے۔ رات گئے تک لڑائی جاری رہی۔ مختلف

دستے مختلف دستوں سے نبرد آزما رہے لیکن رات کو جنگ بند ہو گئی۔

دوسرے روز حضرت خالد بن ولید نے صبح کے وقت ہی جنگ کا نقشہ بدل ڈالا اور جنگی حکمتِ عملی سے داہنے ہاتھ پر لڑنے والے بائیں (میسرہ) بازو پر آ گئے۔ اور بائیں بازو پر لڑنے والوں کو دائیں بازو (میمنہ) پر مقرر کر دیا۔ مقدمۃ الجیش کو چھاپہ ماروں میں تبدیل کر دیا اور چھاپہ مار دستوں کو مقدمۃ الجیش بنا دیا۔ دوسری صبح میدانِ جنگ میں ہر ایک شامی نے اپنے سامنے نئے چہرے دیکھے۔ تو خیال کیا کہ رات کو مدینہ سے نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ خوف زدہ ہو گئے اور ان کے پاؤں لرزنے لگے۔ آخر کار شام کی فوجی قیادت نے میدانِ جنگ سے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔ خالد نے بھاگتی فوج کا تعاقب کیا مگر وہ جس تیزی سے بھاگے۔ وہ عربوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ خالد فتح و کامرانی کے جھنڈے لہراتے ہوئے اپنی فرودگاہ میں واپس آئے۔

حضرت خالد کی نو تلواریں ٹوٹیں:- حضرت خالد بتاتے ہیں کہ جنگِ موتہ میں لڑنے لڑتے میری نو تلواریں ٹوٹیں۔ دسویں تلوار صحیفۂ یمانی باقی رہ گئی تھی کہ کافر بھاگ نکلے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پاک میں بیٹھے جنگِ موتہ کا سارا نقشہ دیکھ رہے تھے۔ آپ نے حاضر صحابہ کو فرمایا۔ عبداللہ کے بعد ایک تلوار نے اللہ کی تلواروں کو سربلند کر دیا۔ خالد فتح یاب ہوئے۔ آپ نے خالد بن ولید کو سیف اللہ کا لقب عنایت فرمایا اور پھر فرمایا، نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰه (خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں)

جنگِ موتہ کے بعد حضرت خالد بن ولید فتح مکہ۔ حنین اور معرکہ طائف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ان غزوات میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی زیر کمان کام کرتے رہے۔ سریہ ہدم عزیٰ۔ سریہ بنی خزیمہ اور سریہ دومۃ الجندل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت خالد اور خلفاء راشدین:۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں خالد بن ولید مرتدوں کے قلع قمع میں بڑے کامیاب ثابت ہوئے۔ فارس اور روم پر لشکر کشی ہوئی تو خالد سپہ سالار تھے۔ دمشق کی فتح، مسیلمہ کذاب کی سرکوبی آپ کے ہاتھوں ہوئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ شام کی فتوحات میں سرگرم عمل تھے۔ مگر آپ کو خودسری کی وجہ سے معطل کر کے عام سپاہی کی حیثیت دی گئی۔ مگر وہاں بھی آپ کی تلوار کے جوہر اسلامی فتوحات میں نمایاں نظر آتے رہے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کو امیر بنانے کا فیصلہ کیا گیا مگر آپ نے ہمیشہ معذرت کی۔ ان کی خواہش تھی کہ میدانِ جہاد میں جان دیں مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اور آپ ایک طویل علالت کی بنا پر ۲۱ھ میں فوت ہوئے آپ نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ آپ کا گھوڑا اور تلوار اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے جائیں۔

حضرت خالد بن ولید کے فضائل اور کمالاتِ زندگی کے واقعات سے اسلامی تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ ان کی اسلامی خدمات پر جس قدر لکھا جائے کم ہے۔ ان کے بازوئے شمشیر زن کو جس قدر ہدیہ تحسین پیش کیا جائے حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم نے چونکہ صرف شہدا صحابہ کا تذکرہ کرنا ہے اس لیے حضرت خالد بن ولید کو فاتح موتہ ہونے کی حیثیت سے شریکِ تذکرہ کیا ہے۔ اب آپ دوسری مہموں پر جامِ شہادت نوش کرنے والے صحابہ کے حالات کا مطالعہ کریں گے

فتح مکہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ○ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ○ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ○

فتح مکّہ

فتح مکّہ کے لیے تیاریاں: حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مہاجرین و انصار باوقار خفیہ طور پر جنگ کی تیاریوں میں مشغول تھے اس سلسلہ میں ایک کام یہ کیا گیا تھا کہ مدینہ سے مکّہ جانے والوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

ایک سازش: اس اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہ جو نہایت دانش مند دور اندیش اور حاضر جواب افراد میں سے تھے۔ ان کا تعلق بنی اسد بن عبد العزیٰ کے حلیفوں میں سے تھا۔ انھوں نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ یہ تیاریاں مکّہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے ہو رہی ہیں۔ لہٰذا یہ خیال کیا کہ مکہ سے آنے والے مہاجرین کے اعزہ و اقارب مکّہ میں موجود ہیں جو ان کے عیال و مال کی حفاظت کریں گے۔ البتہ میں اہل مکّہ کا غیر کفو ہوں میری کسی سے رشتہ داری نہیں ہے میرا وہاں کوئی نہیں ہے۔ میرے اہل و عیال اور مال کی کون نگہداشت کرے گا لہٰذا کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جس کے ذریعہ میں مکے کے سرداران قریش کو اپنا احسان مند بنالوں تاکہ وہ میرے مال اور اہل و عیال کی نگہداشت کریں اور اس سلسلہ میں ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس تیاری کی اطلاع اہل مکّہ کو دے دیں۔

چنانچہ حاطب بن بلتعہ نے سرداران قریش کے نام ایک خط لکھا اور ایک لونڈی سارہ[1] نامی کو دیا کہ وہ اس خط کو کسی طرح سرداران قریش کو

---

[1] یہ واجب القتل عورتوں میں تھی اس کے بارے میں تفصیل آیندہ صفحات پر مطالعہ فرمائیں۔ محمد طاہر نعیمی

پہنچادے۔ حاطب نے اس لونڈی کو دس دینار دے کر رازداری کا وعدہ کرلیا اور معاہدہ کرلیا کہ کسی حالت میں اس خط کی ترسیل کا حال مدینہ میں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ سارہ کو نصیحت کی کہ تو مکّہ جانے کی خواہشمند تو ہے لیکن شارع عام سے نہ جانا بلکہ راستہ سے ہٹ کر سفر کرنا کیونکہ شارع عام پر چوکیدار مقرر ہیں اور مکّہ پہنچ کر میرا خط عکرمہ بن ابوجہل کے حوالہ کر دینا۔ چنانچہ سارہ نے اُس خط کو اپنی چوٹی کے جوڑہ میں چھپالیا اور مکّہ روانہ ہو گئی۔

مخبر صادق علیہ السلام کو خط کی اطّلاع: ادھر سارہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی ادھر حامل اسرار جناب جبریل آئے اور اس تمام معاملہ کی اطّلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کردی۔ اس خط کی اطّلاع ملتے ہی حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی۔ زبیر بن العوام۔ مقداد بن اسود یا عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ تم تینوں اس عورت کی تلاش میں جاؤ اور اس سے وہ خط حاصل کرو اور یہ عورت تمھیں روضۂ خاخ مل جائے گی۔ چنانچہ یہ حضرات روانہ ہوئے اور روضہ خاخ پر سارّہ مل گئی۔ ان حضرات نے اس سے خط طلب کیا لیکن اس نے خط کی موجودگی سے یکسر انکار کر دیا۔ اس کے سامان کی تلاشی پر خط دستیاب نہ ہوا۔ اب ان لوگوں نے طے کیا کہ واپس چلنا چاہیئے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم سیّد عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے غلط بات نہیں فرمائی۔ نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غلط بات کرتے ہیں۔ ہم یہاں سے کامیاب ہو کر واپس ہوں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میان سے تلوار نکالی اور سارہ سے فرمایا تلاشی دے دے ورنہ اسی تلوار سے تیرا کام تمام کر دوں گا۔

سارہ نے جب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرج سنی تو موت اس کے سامنے آگئی۔ بید لرزاں کی طرح کانپنے لگی اور جوڑے سے خط نکال کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ دیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط اٹھا اور مدینہ واپس ہوئے اور خط حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خط کو کھولا تو اس میں لکھا تھا۔

خط کا مضمون: "حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے سہیل بن عمرو۔ صفوان بن امیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل کو اطلاع دی جاتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک لشکر تیار کر رہے ہیں اور قبائل کو منادی کرا دی ہے کہ ہم جنگ کے لیے جا رہے ہیں۔ میرا گمان یہ ہے کہ آپ مکہ کے سوا کہیں نہیں جائیں گے اور اس خیال سے کہ میرا آپ لوگوں پر کچھ حق ہے۔ اس لیے آپ کو پہلے سے اطلاع دے رہا ہوں۔ والسلام۔"

دوسری روایت کے مطابق: دوسری روایت کے مطابق خط کا مضمون اس طرح منقول ہے:

"اے گروہِ قریش رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت بڑا رات کی طرح گھیرنے اور محیط ہونے والا آب رواں کی مانند چلنے والا لشکر تم لوگوں پر لا رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ تنہا ہی مکہ آتے تو بھی فتح مند اور کامران ہوتے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا اور اپنی فتح کے وعدے کو پورا کرتا۔ تم لوگ اپنی فکر کرو۔ والسلام۔"

یہ خط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پڑھا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ سے دریافت کیا کہ تمہیں کس بات نے برانگیختہ

کیا کہ تم نے اہلِ مکّہ کو ہمارے ارادوں سے مطلع کر دیا۔

حاطب نے عرض کیا سرکار میرے معاملے میں ذرا توقف فرمائیں اور میری عرضداشت سنیں میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں نے دین اسلام کو تبدیل نہیں کیا ہے نفاق اور ارتداد سے میرا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ میں یمن کا باشندہ اور قریش کا حلیف ہوں۔ قریش اور مکّہ میں میرا کوئی مالی مددگار نہیں ہے۔ اس لیے میں نے یہ سوچا کہ کسی طرح میں اپنا حق قریش پر ثابت کر دوں تاکہ وہ میرے اہل و عیال مال و متاع کی حفاظت کریں۔ صرف یہی بات تھی جس نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں انھیں قبل از وقت اطلاع دے دوں۔ اس کے علاوہ اور نہ کوئی بات ہے اور نہ تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاطب کا بیان سن کر موجود صحابہ سے فرمایا کہ حاطب نے سچ سچ حقیقتِ حال کو واضح کر دیا ہے۔

لیکن اس گفتگو سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن نہ ہو سکے اور غیرت گوارا نہ کر سکی کہ اُنھوں نے حکم نبوی کی خلاف ورزی کیوں کی لہٰذا اُنھوں نے حاطب سے مخاطب ہو کر قَاتَلَکَ اللّٰہُ یَا حَاطِبُ! اے حاطب تجھ پر خدا کی مار ہو۔ تجھے معلوم تھا کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملہ میں کس قدر اخفا سے کام لے رہے تھے اور اس سلسلہ میں اس قدر تاکید کر دی تھی اور مکّہ کا راستہ بند کر دیا تھا تاکہ یہ خبریں باہر نہ جائیں اور تو نے خط کے ذریعہ کافروں کو اطلاع کر دی۔ حاطب سے یہ بات کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت

عطا فرمائیں تو میں اس منافق کی گردن مار دوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ درخواست سُن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عمر ذرا توقف کرو اور عجلت سے کام نہ لو۔ حاطب اِن لوگوں میں سے ہے جنھوں نے غزوۂ بدر میں اپنے مال و جان سے شرکت کی تھی۔ اِنَّ اللہَ قَدْ اَطَّلَعَ عَلٰی اھلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر فضل و کرم اور انعام فرمایا اور ان کے حق میں ارشاد ہُوا۔ تم جو چاہو کرو اور تمھاری مغفرت کر دی جائے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے اور کہنے لگے اللہ و رسولہ اعلم۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: مذکورہ بالا عبارت سے کسی کے دل میں یہ خیال نہیں ہونا چاہیئے کہ شرکاءِ بدر کو تمام معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کی کھلی چھٹی مل گئی ہے بلکہ اس سے ان کی بزرگی اور انعامات الٰہی کا اظہار ہے یعنی شرکاء بدر کو ایسی حالت میں وہ رتبہ عطا کیا گیا تھا جس کے سبب ان کے ماضی کے گناہوں کی تلافی فرمائی تھی اور ان کو صاف فرما دیا گیا۔ علاوہ ازیں ان کے آئندہ ممکنہ گناہ بغرض وقوع اعمال حسنہ اور توبہ کرنے سے بخش دیئے جائیں گے۔

چنانچہ عمرو بن غزیہ انصاری خزرجی (جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی) کا واقعہ نہایت شہرت رکھتا ہے جس کے سلسلہ میں آیت کریمہ ان الحسنات یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ نازل ہوئی۔ گو کہ آیۃ کریمہ کا حکم خصوصیت کے ساتھ عمرو بن غزیہ کے سلسلہ میں نازل ہُوا لیکن اسے تمام مسلمانوں کے حق میں خیال کرنا چاہیئے اس واقعہ کی تشریح و توضیح کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ انشاء اللہ اس

اقعہ کی تفصیل دوسرے رسالہ الحسنات میں بیان ہو گی۔

ایک روایت کے مطابق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کو مسجدِ نبوی سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حاضرینِ مجلس میں سے کچھ لوگ انھیں کشاں کشاں مسجد سے باہر لے آئے لیکن حاطب اس حالت میں پلٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے شاید رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی حالت دیکھ کر کرم فرمائیں اور مہربانی کر کے واپسی کا حکم دے دیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کے مخاطب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے کرم جوش میں آیا اور آپ نے فرمایا حاطب کو میرے پاس لاؤ۔ جب یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے واپس لائے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارا قصور معاف کر دیا۔ اب تو اللہ کریم سے اپنی غلطی پر توبہ کرو اور خبردار آئندہ ایسی غلطی کا اعادہ نہ کرنا۔

اس واقعہ پر قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

آیت کریمہ کا نزول: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ الخ "اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت سمجھو۔" یہ آیت کریمہ اس لیے نازل ہوئی تاکہ آئندہ کوئی مسلمان ایسی جرأت نہ کرے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کے مخاطب حضرت حاطب بھی تھے اور یہ ان کے مومن ہونے کی شہادت بھی ہے۔

حاطب بن بلتعہ کے حالات

حاطب بن بلتعہ بن عمیر بن سلمہ بن صعب بن سہل بن عتیک بن سعاد بن

راشدہ (خالفہ) بن اذب بن جزیلہ بن لخم بن عدی لخمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
آپ کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو محمد تھی بعض اربابِ سیر نے آپ کو قبیلہ بنی مذحج سے لکھا ہے مگر مستند روایت کے مطابق آپ لخمی یمنی ہیں دورِ جاہلیت کے نامی گرامی شاعر اور شہ سوار تھے۔
فسطاط مصر میں جامع راشدہ آپ کے بزرگوں کی طرف منسوب ہے۔ دورِ جاہلیت میں زمانہ کی گردش آپ کو یمن سے مکہ لے آئی۔ پہلے تو بنی اسد بن عبد العزیٰ کے حلیف ہوئے۔ اس کے بعد زبیر بن العوام بن خویلد سے حلف وفاداری استوار کیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حاطب۔ عبید اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبد العزیٰ کے مکاتب غلام تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن زرِ مکاتبت ادا کر کے آزادی حاصل کر لی۔
عبید اللہ بن حمید بن زہیر غزوۂ اُحد میں ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب: یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے جب عبیدہ غزوۂ اُحد میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو حضرت حاطب نے بدل کتابت کس طرح ادا کیا یہاں احتمال یہ ہے کہ حاطب نے بدل کتابت ابن حمید کے ورثاء کو ادا کیا ہو گا۔

اصابہ جلد دوم میں نمبر ۹۶۶ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جنگ اُحد میں عبید اللہ بن حمید نہیں بلکہ عبد اللہ بن حمید مارا گیا تھا اور عبید اللہ کے یہاں ایک فرزند زہیر بن عبد اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

سات دن قبل پیدا ہوا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۳ھ
میں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبید اللہ فتح مکہ کے دن زندہ تھے۔ اور
حاطب نے بدل کتابت خود عبید اللہ کو دیا تھا اور تاریخ میں سہو کتابت سے ممکن
ہے کہ عبد اللہ کی بجائے عبید اللہ لکھا گیا ہو جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی لیکن حقیقت
حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اسلامی معاشرہ اور حاطب کا مقام: حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو ہجرت
کے شرف سے مشرف ہوئے۔ یہ بنی اسد کے خلفاء میں سے تھے اور حدیبیہ کے
موقع پر حاضر تھے۔ غزوہ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی احادیث کے راوی بھی ہیں۔

بشری تقاضوں کے مطابق ان سے جو لغزش ہوئی اس کو اللہ اور اس
کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا تھا۔ آپ زبیر بن العوام
کے ساتھ یا اُن سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد میں اسلام لائے۔

بارگاہِ رسالت میں حاطب کی شکایت: حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ان کے
بارے کی شکایت بارگاہِ رسالت میں کی اور کہا یا رسول اللہ لید خلن حاطب النار
اے اللہ کے حبیب حاطب دوزخ میں جائیں گے۔ یہ بات سن کر حضور پر نور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا فانہ شھد بدرًا والحدیبیۃ۔ نہیں
حاطب دوزخ میں نہیں جائے گا کیونکہ اس نے بدر اور حدیبیہ میں شرکت
کی تھی۔

ایک اور حدیث میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَلِج

النَّارُ مَنْ شَهِدَ بَدْراً وَالْحُدَيْبِيَةَ . وہ شخص جہنم میں داخل نہ ہوگا جس نے بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہو۔

حاطب نمائندہ نبوی کی حیثیت سے: ۶ھ میں حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہدایت نامہ لے کر روانہ ہوئے۔ اسکندریہ پہنچ کر مقوقس کے محل کے افسر مہمان داری سے ملاقات کی اس نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہایت عزت و توقیر کے ساتھ پذیرائی کی اور ان کی آمد کی بادشاہ کو اطلاع دی۔

مقوقس نے انھیں باریابی کی اجازت دی۔

حاطب شاہی دربار میں: حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دربارِ شاہی میں پہنچے تو بادشاہ کا دربار آراستہ تھا تمام وزراء اور اعیانِ سلطنت موجود تھے۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی آداب کے مطابق پہلے سلام کیا تو بادشاہ نے انھیں اس جگہ بٹھایا جو سفراء کے لیے معین تھی۔

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقوقس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا والانامہ پیش کیا۔ بادشاہ نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ والانامہ لیا اور اس کو پڑھوا کر سنا۔ کہنے لگا کہ بلاشک وشبہ بشارتِ عیسوی کے مطابق آخر الزمان تشریف لائیں گے لیکن ان کی بعثت سرزمین شام پر ہوگی مکہ مکرمہ پر نہیں۔

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ دن تک اسکندریہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد بادشاہ سے واپسی کی اجازت طلب کی تو اس نے وا

راب (جس میں انھیں باتوں کا اعادہ کیا گیا تھا جو اس نے حضرت حاطب کی تھیں) حوالہ کیا اس مکتوب کے علاوہ بارگاہِ نبوی میں حسب ذیل ئف روانہ کیے۔

۱۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۲۔ حضرت ماریہ کی ہمشیرہ سیریں۔
۳۔ ایک اور خاتون نامعلوم الاسم۔
۴۔ یعفور نامی دراز گوش۔
۵۔ بغلہ[۱] دلدل نامی۔
۶۔ ایک نیزہ۔
۷۔ حریر کا ایک حُلّہ۔
۸۔ ایک ہزار مثقال سونا۔

ان تحائف کے علاوہ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو مثقال سونا دے کر انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ واپس آکر تمام تحائف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مت میں پیش کیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں شرف قبولیت فرمایا۔

حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنی خدمت کے شرف سے مشرف فرمایا جبکہ ان کی یریں کو حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ سیریں کے سے حضرت حسان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن متولد ہوئے۔

نامعلوم الاسم کنیز کو حضرت جہم بن حذیفہ کو عنایت کیا۔

دراز گوش کو اپنی سواری میں رکھا جو حجۃ الوداع کے سفر میں مر گیا۔ دلدل

---

[۱] بغلہ عربی زبان میں خچر کو کہتے ہیں۔

نامی بغلہ کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف ملا۔ اس کے بعد
کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت
کے بعد یہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری میں رہا اور حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ امارت میں مرا۔

حضرت حاطب اور مقوقس کی گفتگو: اسکندریہ میں حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورانِ
قیام ایک دن مقوقس نے ان سے دریافت کیا کیا تمھارے مالک پیغمبر ہیں؟

حاطب: بلاشک وہ پیغمبر ہیں۔

مقوقس: اگر وہ پیغمبر ہیں تو جس وقت کفارِ مکہ نے انھیں ہجرت پر مجبور کیا
تو انھوں نے خدا سے دعا کیوں نہ کی تاکہ سارے قریش تہس نہس
اور تباہ ہو جائے۔

حاطب: کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی سمجھتے ہیں؟

مقوقس: بلاشبہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور ان کا مرتبہ پیغمبری سے بڑھا ہوا تھا۔

حاطب: جب عیسائی (آپ کے عقیدہ کے مطابق) انھیں سولی پر چڑھا
رہے تھے تو اپنی قوم کے لیے دعائے بد کیوں نہ کی۔

حاطب کا جواب سن کر مقوقس نے سر جھکا کر کہا تم سچ کہتے ہو تم بھی حکیم ہو
اور جن کی جانب سے تم آئے ہو وہ بھی کلیم ہیں۔

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینسٹھ سال کی عمر میں ۳۰ھ میں
سفرِ آخرت اختیار کیا اور خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔
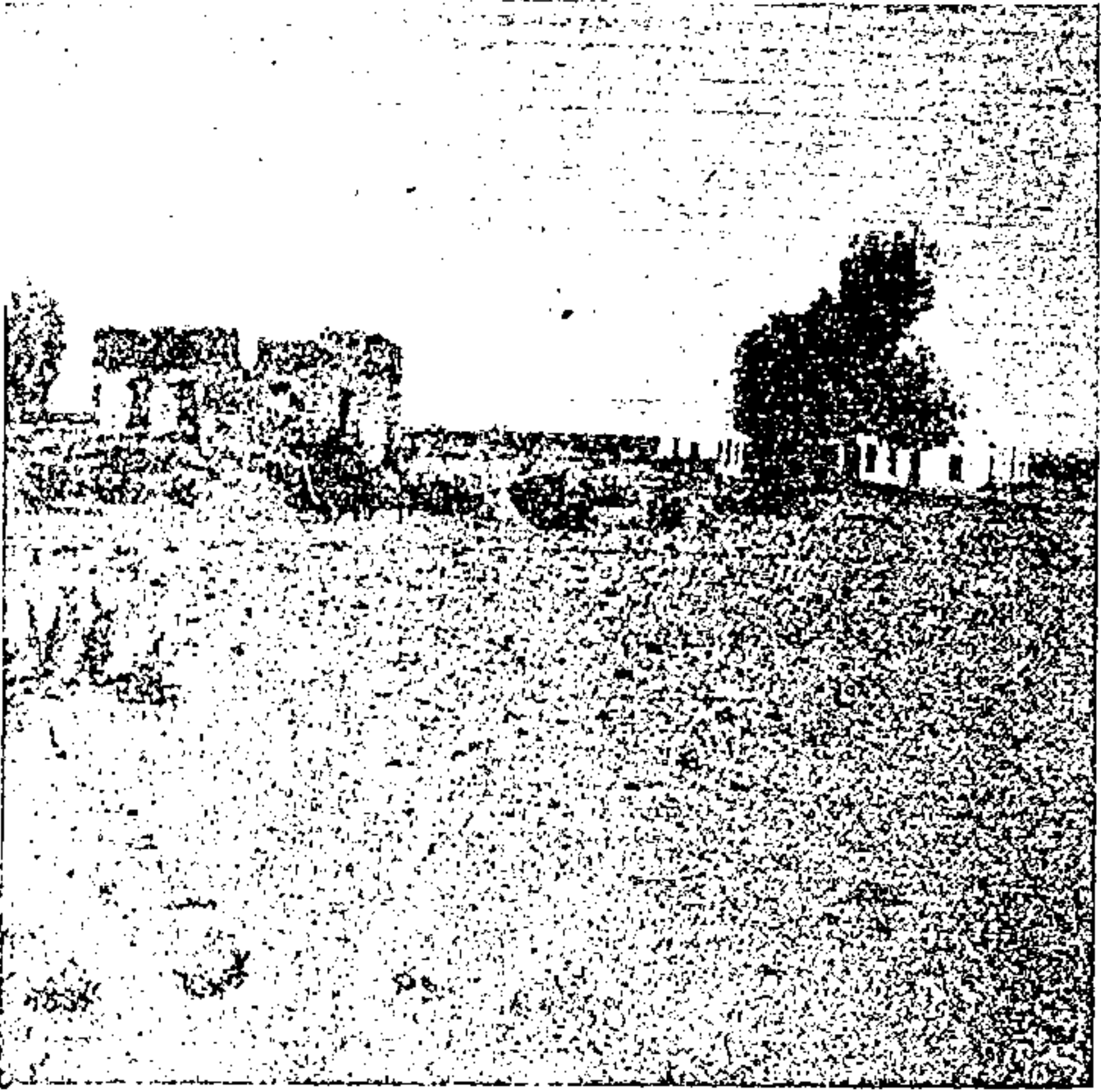
حدیبیہ کا وہ منظر جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے ایک تاریخی معاہدہ کیا تھا۔ اور قرآن نے اسے فتح مبین قرار دیا تھا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ط

جَآءَ الحَقُّ وَ زَھَقَ البَاطِل

فتح مکہ ایک ایسا واقعہ ہے جس میں اسلام کا پرچم سارے عرب و عجم پر لہرانے لگا۔

مکہ مکرمہ میں کعبتہ اللہ ایک ایسا مقام تھا جو سارے عرب کے لیے باعثِ احترام اور ساری دنیا کے لیے اللہ کا اولین مقامِ عبادت تھا آپ نے صلح حدیبیہ کی شرائط میں مندرجہ ذیل شرائط کو خصوصیت سے نوٹ کیا ہو گا جس میں مندرجہ ذیل نکات واضح تھے:

۱۔ مسلمان اس سال حج نہیں کر سکیں گے آئندہ سال عمرہ قضا کریں مگر تین دن کے اندر اندر واپس چلے جائیں۔

۲۔ مسلمان قریش اور ان کے حلیف قبیلوں سے جنگ نہیں کریں گے۔ اس طرح قریش بھی مسلمانوں اور ان کے حلیف قبائل سے جنگ نہیں کریں گے۔

۳۔ اگر کوئی قریشی مسلمان ہو جائے تو اسے قریش کے پاس لوٹا دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر قریش کے پاس آجائے

آجائے تو وہ اس کو اپنے پاس رکھنے کے مجاز ہوں گے۔

۴۔ یہ صلح نامہ دس سال تک نافذ العمل رہے گا۔

اس صلحنامہ سے تمام صحابہ عموماً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصاً خوش نہ تھے لیکن حکم نبوی کی تعمیل میں سب خاموش رہے اور وہیں قربانی کی۔ بعض نے حلق کرایا یعنی سر کے تمام بال منڈوائے اور بعض نے قصر کرایا یعنی بال ترشوائے احرام اُتار کر عمرہ سے حلال ہوئے۔

معاہدہ حدیبیہ اور قبائلی جنگ: بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے جبکہ بنی بکر کا معاہدہ قریش مکہ سے تھا دونوں قبائل ہمیشہ سے برسر پیکار رہے تھے اور ان کی آپس کی عداوت قدیمی تھی دورِ جاہلیت میں اکثر خانہ جنگیوں میں مصروف رہے تھے۔ جب اسلام کے آفتاب عالمتاب نے افق پر نمودار ہو کر اپنی ضیا پاشیوں سے کفر کی ظلمت کو کافور کیا بعثتِ نبوی نے مردہ قلوب میں حیاتِ نو پیدا کی انسان کو اس کا مقام بتایا تو الکفر مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ کے مصداق سارے شرک اسلام کی مخالفت پر متحد ہو گئے اور باہمی عداوتوں کو فراموش کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں شیر و شکر یکجان و قالب ہو گئے۔ صلح نامہ حدیبیہ کے تحریر ہو جانے اور مسلمانوں کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد پھر اپنا پرانا راگ الاپنے لگے۔ جاہلیت کی آگ بھڑکنے لگی عداوت کا بیج جو دلوں میں پنہاں تھا اس نے پودے کی شکل اختیار کرنی شروع کر دی۔

صلح نامہ پر عمل: صلح نامہ کی دوسری شق کے مطابق فریقین کو معاہدہ پر عمل کرنا چاہتے تھے لیکن بنی بکر کے ایک شخص نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور نازیبا الفاظ استعمال کئے بنی خزاعہ کے ایک غلام کو بارگاہِ نبوی میں گستاخی گوارا نہ ہوئی۔ اس

گستاخی کرنے والے کو منع کیا لیکن وہ اپنی بدزبانی سے باز نہ آیا تو خزاعی غلام نے اس کو زدوکوب کیا۔ بنی بکر کے مضروب نے اپنی قوم کے لوگوں سے جاکر تمام کیفیت بیان کی اور اُن سے مدد کا طالب ہُوا۔ بنی بکر نے معاہدین قریش سے ساری حالت بیان کی تو عکرمہ بن ابی جہل اور قریش کے کچھ اوباش چھپ کر بنی بکر کے شریک ہو گئے۔ بنی بکر و بنی خزاعہ میں زبردست جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ لڑتے لڑتے حرم شریف تک آ گئے۔ تب بنی خزاعہ کے لوگوں نے بنی بکر کے سردار نوفل سے کہا۔ اے نوفل خدا سے ڈر اور خانہ خدا کا احترام کر اور خونریزی سے باز آجا۔ نوفل نے جواب دیا آج خداترسی کا دن نہیں ہے۔

اس جنگ میں بیس خزاعی مارے گئے بقیہ مغلوب ہوئے۔ غیب دان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی روحانی طور پر اطلاع مل گئی تیسرے دن عمرو بن سالم خزاعی مدینہ منورہ آیا اور ایک قصیدہ میں ساری کیفیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عرض کی۔ قصیدہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یُکْفِیکَ یَا عَمْرو اتنا ہی کافی ہے اب زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں بنی خزاعہ کی مدد نہ کروں تو میری مدد بھی نہ کی جائے جس طرح میں اپنی اور اپنوں کی مدد کرتا ہوں (اسی طرح بنی خزاعہ کی مدد کروں گا)

قریش مکہ کی ندامت: اُدھر قریش مکہ اپنے ان لااُبالی اُوباشوں کی اس حرکت پر بہت پشیمان تھے جو اُنھوں نے در پردہ بنی بکر کی مدد کی تھی۔ لہٰذا اُنھوں نے اپنے عقل کل سردار ابوسفیان سے کہا کہ ہم سے سخت غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی کس طرح کی جائے آپ ہی اس سلسلہ میں کوئی ترکیب بتائیں ورنہ ڈر یہ ہے کہ مسلمان اپنے حلیفوں کے لیے ہم پر نہ ٹوٹ پڑیں اس وقت

کچھ نہ بن پڑے گا۔

چنانچہ یہ تمام قبائل اپنے اپنے دستوں کو لے کر حاضر ہوتے اور بعض قبائل راہ میں اسلامی لشکر سے آملے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری یا ابن مکتوم کو مدینہ طیبہ کے اُمور کا نگران مقرر کیا اور ۲ رمضان المبارک ۸ھ چہار شنبہ کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ راہ میں عینیہ کے مقام پر ایک کوئیں کے قریب قیام فرمایا۔ اس سفر میں اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ تھیں جائے قیام پر اسلامی لشکر ظفر پیکر کا جائزہ لیا گیا۔ اسلامی لشکر کی تفصیل اس طرح تھی؛

نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد مجاہدین	سواری کے گھوڑوں کی تعداد
۱	مہاجرین	۷۰۰	۳۰۰
۲	انصار	۴۰۰۰	۵۰۰
۳	مزنیہ	۱۰۰۰	۵۰۰
۴	بنی اسلم	۴۰۰	۳۰
۵	بنی عمرو	۵۰۰	—
۶	میزان	۶۶۰۰	۱۳۳۰
	بنو سلیم	۱۰۰۰	
		۷۶۰۰	

عینیہ میں اسلامی لشکر کا جائزہ لینے اور ان کی شمار کے بعد اسلامی لشکر روانہ ہو کر مقام صلصل میں قیام پذیر ہوا۔ امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے حضرت زبیر العوام کو دو سو آزمودہ کار مجاہدین کے ساتھ طلیعہ کے طور پر روانہ فرمایا اور خود وہاں سے روانہ ہو کر منزل قدید پر قیام فرمایا یہاں حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے سرداروں کو پرچم عنایت فرمائے یہیں بنو سلیم کے تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل دستہ اسلامی لشکر سے آملا۔ یہ دستہ تیروں سے آراستہ تھا۔ ان میں سے اکثر گھوڑوں پر سوار تھے۔ مرالظہران تک پہنچتے تک اسلامی لشکر کی تعداد دس یا بارہ ہزار ہو گئی۔ اثناء راہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب مع اپنے اہل خاندان کے اسلامی لشکر میں آ گئے۔ یہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا رہے تھے۔

حضرت عباس کے لیے اعزاز: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا چچا جان جس طرح میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح آپ خاتم المہاجرین ہو گئے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل و عیال کو مدینہ کی جانب روانہ فرما دیا گیا۔ اور خود حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر رہے۔

مرظہران میں اسلامی لشکر عشاء کے وقت پہنچا۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں پہنچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسلامی لشکری دس ہزار جگہ آگ جلائیں۔ یہ روشنی دور سے دکھائی دے رہی تھی۔ ابھی تک مکہ کے کافروں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر نہیں ملی تھی۔ لیکن کھٹکا اور دھڑکا سب کے دلوں میں لگا تھا نامعلوم مسلمان کس وقت آجائیں۔ انھیں یہ بھی خیال تھا کہ ہماری غلطی ہے جس کو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز معاف نہ فرمائیں گے

اور ضرور چڑھائی کریں گے چنانچہ آگ کی اس روشنی کو دیکھ کر قریش مکہ سمجھ گئے
کہ کوئی ناگہانی اُفتاد ہے لہذا تفتیش احوال کے لیے پھر ابوسفیان کے نام قرعہ
نکلا اور انھیں روانہ کیا گیا۔ اس موقع پر اہل مکہ نے ابوسفیان سے کہا کہ اگر
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا موقع مل جائے تو ہم سب
کے لیے امان طلب کرنا۔

ابوسفیان کی مدینہ کو روانگی : آنے والے خطرات سے بچنے کے لیے ابوسفیان کے ذہن میں کچھ نہ آیا تو اس نے
مدینہ جانا ہی مناسب سمجھا۔ قطع مسافت کرتا ہوا وہ مدینہ منورہ آیا اور سیدھا
بیٹی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قیام گاہ پر آیا۔ آپ نے اپنے والد
کو خوش آمدید کہا۔ ابوسفیان اپنی بیٹی کے گھر اس بستر پر بیٹھنے لگا جس پر حضور
پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے مگر اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بستر کو لپیٹ دیا اور اپنے باپ کو اس پر بیٹھنے کی
اجازت نہ دی۔ ابوسفیان نے تعجب سے پوچھا اے قرۃ العین مجھ سے اس
بستر کو کیوں ہٹا رہی ہے۔ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
فرمایا باباجان! ہمارا اللہ کہتا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ
مشرکین نجس ہوتے ہیں

اور یہ بستر سید الطاہرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور آپ ابھی تک شرک
کی نجاست سے آلودہ ہونے کی وجہ سے اس پر بیٹھنے کے اہل نہیں ہیں
ابوسفیان نے بیٹی کی بات سُن کر کہا کہ نور نظر تمھاری عادت تبدیل ہو گئی ہے
اُم المومنین نے فرمایا اباجان آپ دانا اور بینا ہو کر اب تک بتوں

پرستش کرتے ہیں۔ اب تک آپ دامنِ اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے آپ کی عادت کب تبدیل ہوگی۔ آپ ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت نہیں کرتے اور ایسے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ دیکھیں نہ سنیں اپنے بدن سے مکھی اُڑانے کی انھیں صلاحیت نہیں۔ بیٹی کی زبان سے یہ باتیں سن کر ابوسفیان کو جھنجھلاہٹ آگئی اور وہ حجرۂ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر آیا اور سیدھا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور صلح آمیز باتیں کرنے لگا مگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توجہ نہ دی تو حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا ان حضرات نے فرمایا ہمارے پاس کیوں آئے ہو کیا ہمارے لیے یہ ناممکن ہے کہ جس معاملہ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی التفات نہ فرمایا ہو اس میں ہم کچھ کہہ سکیں ہماری کیا حیثیت ہے ہمارے مالک و مختار تو رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء ہیں اور ہم ان کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں بھی جب مطلب برآری نہ ہوئی اور ان دونوں حضرات نے ایسا ہی جواب دیا تو ابوسفیان سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے نہایت لجاجت سے سفارش کی درخواست کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں عورت ہوں اسلام میں سفارش کی مجاز نہیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے کورا جواب ملا تو حسنین کریمین کی خوشامد کی انھیں بہلانا پھسلانا چاہا وہاں بھی تو مدعا ہاتھ نہ آیا۔ ابوسفیان نے یہ سمجھا تھا کہ بچے ہیں یہ خوشامد میں آجائیں گے لیکن شیرِ خدا کے فرزند سید الانبیاء کے نواسے روباہ صفت ابوسفیان کے ورغلانے میں کس طرح آسکتے تھے

جب ہر طرف سے مایوس ہوئی تو ابوسفیان نے ایک دروازہ کھٹکھٹایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا دکھڑا رو دیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازراہ مزاح فرمایا آج تم یہ اعلان کر دو کہ میں نے دونوں جانب سے امان قائم کر دی اور اپنے گھر کو واپس چلا جا۔

چنانچہ ابوسفیان نے حضرت علی کے مشورہ کے مطابق مجمع عام میں اعلان کیا کہ میں نے دونوں جانب سے امان قائم کر دی ہے یہ کہہ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو عقل وفہم کے باوجود ایسی بات کہتا ہے۔ غرضیکہ یہ بات کر کے ابوسفیان واپس مکہ آگیا یہاں آ کر جب اس نے اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی تو سرداران مکہ نے اس کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور کہنے لگے کہ ابوطالب کے بیٹے نے تجھے خوب ذلیل کرایا ہے۔ جب ابوسفیان اپنے گھر پہنچے تو ان کی بیوی ہندہ نے بے نقط سنائیں باتوں اور لاتوں سے خوب خاطر کی اور خوب ہی ذلیل کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلان: اب حکم قفنا توام حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صادر ہوا کہ غازیان جنگ آزما مجاہدین نصرت لو اسامان جنگ تیار کر لیں اور حکم ثانی کے منتظر رہیں اس کے علاوہ بنی اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ۔ اسجع۔ سلیم کے ہمسایہ قبائل کے لیے حاضری کے احکام بھی جاری فرمائے۔

جب ابوسفیان مرالظہران پہنچے تو سب سے پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عباس بن عبد المطلب نے صلہ رحمی کے جذبہ سے مجبور ہو کر یہ خیال کیا کہ اگر اسلامی لشکر اتفاقی طور پر مکہ پہنچا تو قریش کو بڑی مشکل پیش آئے گی اور وہ نیست ونابود ہو جائیں گے اگر کسی طرح ان کو اسلامی لشکر کی اطلاع مل جائے تو وہ اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں گے اسی

لیے انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری کا خچر خاص لیا اور اسلامی لشکر سے باہر آئے تاکہ اگر کوئی مسافر دودھ والا یا کوئی لکڑہارا مل جائے تو اس کی معرفت اطلاع کرا دوں[1]۔

دفعتاً اسلامی لشکر سے باہر ابوسفیان کی آواز آئی تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو آواز دی یا اباحنظلہ۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز پہچان کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا ابا الفضل کہہ کر پکارا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی آواز سن کر اثبات میں جواب دیا تب ابوسفیان قریب آیا اور اس نے صورت احوال معلوم کی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تیرے حال پر افسوس ہے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لائے ہیں اب ابوسفیان نے گڑگڑا کر کہا ہمارے لیے کوئی تدبیر کیجیے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو تاکہ میں تجھے خدمت نبوی میں لے جاکر تیرے لیے امان کی درخواست کروں۔ ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سوار ہو گیا۔ چنانچہ ابوسفیان کو لے کر جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر میں داخل ہوئے تو جس قبیلہ پر گزر ہوتا اور اس کے لوگ جو آپ کے گرداگرد بیٹھے ہوئے تھے اٹھ کھڑے ہوتے

---

[1] چھوٹا منہ بڑی بات کے طور پر اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حاطب بن ابی بلتعہ کے عمل میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ انھوں نے بھی اہل مکہ کو قبل از وقت اطلاع دی تھی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی عمل کرنا چاہا تھا فرق صرف یہ تھا کہ حاطب نے خط لکھا تھا اور حضرت عباس قاصد کے ذریعہ پیغام پہنچانا چاہتے تھے۔

لیکن جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخصوص سواری پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو خاموش بیٹھ جاتے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی مجھ سے تعرض نہ کرتا۔

ابوسفیان خیمہ عمر کے سامنے: جب امام العادلین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ کے قریب آئے تو یہاں دوسری جگہوں کی بہ نسبت آگ زیادہ تیز تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھا تو فرمانے لگے دیکھو دشمنِ خدا ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کو کیفرِ کردار کو پہنچانے کے لیے بہت بہتر موقع ہاتھ آیا ہے اس کے پاس ایمان نہیں اور میرے پاس اس کے لیے امان نہیں تلوار ہاتھ میں لے کر اُٹھے اور جلدی جلدی قدم بڑھانے لگے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوسفیان کے قتل کی اجازت حاصل کریں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں سواری پر تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیادہ جا رہے تھے۔ میں نے سواری کو ایڑ لگائی اور جلد از جلد خیمہ نبوی پر پہنچا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آنے کے فوراً بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ یہ دشمنِ خدا ابوسفیان ہے اگر اجازت ہو تو اس کو قتل کر دوں لیکن میں نے جلدی سے کہا یا رسول اللہ میں اس کو اپنی امان میں لایا ہوں اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی گردن زدنی پر آمادہ ہیں ہماری باتیں سن کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوسفیان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اے ابوسفیان اسلم تسلم اسلام لاؤ اور سلامتی سے رہو۔ ابوسفیان نے جواب دیا اسلام لا کر لات و عزیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ ابوسفیان کا جواب سن کر غیرتِ

روقی کو تاب نہ رہی غضب ناک ہوئے اور فرمایا اے ابوسفیان اگر یہ حضور علیہ
صلوٰۃ والسلام کی قیام گاہ نہ ہوتی اور تو یہاں سے باہر جا کر یہ بات کہتا تو میری
ار اور تیری گردن ہوتی مجھے بارگاہِ رسالت کا ادب ملحوظ ہے۔

طری جبلت کا عود کرنا اور فاروق اعظم کا جذبۂ عقیدت: حضرت عباس
بن عبد المطلب
ے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے عمر ابوسفیان عبد مناف کی اولاد سے
ے۔ اگر یہ بنی عدی سے ہوتا تو شاید آپ ایسی بات نہ کہتے لیکن حق گو حضرت عمر
ی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عباس آپ کے لیے یہ بات مناسب نہیں
ں دن سے آپ مسلمان ہوئے ہیں اُس دن مجھے جتنی خوشی ہوئی اس کا اندازہ
ف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر میرا باپ حیات ہوتا اور وہ مشرف
اسلام ہوتا تو بھی مجھے اتنی مسرت نہ ہوتی اور اس مسرت میں صرف یہ جذبہ کار فرما
نا کہ آپ کے اسلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسرت ہوتی تھی اور جس
ت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسرور ہوں وہ ہم سب کے لیے مسرت کی
ت ہوتی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور سید
الم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تسلی دی اور فرمایا تم آج کی شب ابوسفیان
ا اپنے ساتھ رکھو۔ صبح اس کو میرے پاس لانا۔

بوسفیان کا اسلام: چنانچہ حضرت ابوالفضل عباس ابوسفیان کو اپنے خیمہ
میں لے گئے اور صبح کو ابوسفیان کو لے کر حضور صلی اللہ
عالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
سلم نے ابوسفیان سے فرمایا اے اباحنظلہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو یہ جانے

کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے حلم و کرم اور صلہ رحمی کی وجہ سے میں یہ یقین کرنے پر مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری رسالت کا اقرار کرے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ابوسفیان پس و پیش میں پڑ گیا۔ اس موقع پر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے فرمایا ابوسفیان پس و پیش کا موقع نہیں ہے اب دیر نہ کر عمر بن الخطاب آنے والے ہیں پھر ان کی تلوار اور تیری گردن ہوگی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی تنبیہہ کو سن کر ابوسفیان کے لیے کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہہ کر دنیاوی نجات کی راہ تلاش کر لی۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام

ابوسفیان کے لیے اعزاز: لانے کے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں[1] ان کی تالیف قلب کے لیے ایسی خصوصی رعایت دی جائے جس کی وجہ سے یہ اہلِ مکہ میں شرف و عزت اور سرفرازی حاصل کریں۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماضی کی ساری باتوں کو فراموش فرما کر اعلان

---

[1] میں نے حضرت ابوسفیان کا ماسبق جہاں نام لکھا ہے وہاں اعزاز کا کلمہ کہنے سے احتراز کیا ہے اور ہر جگہ ... اردو کا مروج لفظ تو تھا اور اس قسم کے الفاظ استعمال کیے۔ اب ابوسفیان کے اسلام کا واقعہ نقل کرنے کے بعد وہ اس اعزاز کے مستحق ہو گئے جس طرح کہ میں نے دوسرے مسلمان صحابہ کا تذکرہ کرتے وقت کیا ہے اس طرح ان کے بھی ادب کے الفاظ استعمال کروں۔

رمایا مَن دَخَلَ دَارَ اَبِی سُفیَان فَھُوَ اٰمن۔ اس اعزاز کے ساتھ
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا مَن اَلقٰی السَّلاحَ فَھُوَ
اٰمَن۔ وَمَن اغلَقَ البَابَ فَھُوَ اٰمَن وَمَن دَخَلَ المسجدالحَرَامَ
فَھُوَ اٰمن۔

اس اعزاز کو حاصل کرنے کے بعد حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مکہ کو جانے لگے اور خیمۂ نبوی سے کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ حضرت عباس
بن عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی تک ابوسفیان کی طرف سے میں مطمئن نہیں ہوں ممکن
ہے کہ وہ مکہ جاکر ارتداد اختیار کرلیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو روک لو اور ایسی
جگہ کھڑا کردو جہاں وہ لشکر کی روانگی کا پورا منظر دیکھ لیں۔ اس سے ان کے قلب
میں ہیبت بیٹھ جائیگی اور ملت مسلمہ کے پرستاروں کی والہانہ کیفیت کا
اندازہ ہوجائے گا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر
ابوسفیان کو آواز دی۔

اہل بیت نبوت فریب نہیں کرتے:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر حضرت
ابوسفیان گھبرا گئے اور ان کے دل میں خوف پیدا ہوا کہنے لگے اے آل ہاشم
کیا تمھارے دل میں کوئی فریب ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا ابوسفیان تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل بیت نبوت کبھی دجل و فریب
سے کام نہیں لیتے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کسی جگہ کھڑے ہوکر اللہ کے لشکر
کا نظارہ کرو کہ کتنے جانباز کیسے کیسے ہتھیار خدا کے دشمنوں کے لیے لائے

ہیں چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تنگ سی جگہ لے کر کھڑے ہو گئے جہاں سے لشکرِ اسلام جوق در جوق گزر رہا تھا حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دستہ کے متعلق معلوم کرتے جاتے تھے یہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ کون ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتا جاتے تھے۔ ان سب کے متعلق ابوسفیان کہتے جاتے تھے کہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری پیغمبرانہ جاہ و جلال کے ساتھ نکلی تو ابوسفیان ششدر رہ گئے۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت ناقہ قصویٰ پر سوار تھے ایک جانب رفیق غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو دوسری جانب حضرت اسید بن حضیر جلوریز سعادت تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دونوں رفقاء سے گفتگو کرتے جا رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلو میں مہاجر و انصار باوقار طریقے پر بعض سواری پر اور بعض پیدل رواں دواں تھے۔ ان کی زبانوں پر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے تھے۔

جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو اسلامی لشکر کی شان و شوکت دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ کہنے لگے عباس تمہارے بھتیجے کا ملک بہت بڑھ گیا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اب تک اس کو ملک و حشم ہی سمجھ رہے ہو یہ سلطنت و ملک کا جاہ و حشم نہیں ہے۔ بلکہ یہ نبوت و رسالت کی طاقت و قوت ہے

حضرت سعد بن عبادہ اور ابوسفیان: جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ایک ہزار افراد پر مشتمل انصار کے دستے کی قیادت کرتے ہوئے ابوسفیان کے سامنے سے گزرے تو فرمایا کہ آج کا دن قتل و خونریزی کا ہے۔ آج کے دن اہل حرم کی حرمت کا پرچار کیا جائے گا۔ دشمنان اسلام قریش ذلیل و خوار ہونگے۔ پھر حضرت سعد نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اے افراد اوس و خزرج آج اپنے دشمنوں سے اُحد کا بدلہ لے لینا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو سنی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا کیا آپ نے اپنے ساتھیوں کو قتل و غارت کا حکم دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سعد کا کہنا درست نہیں آج جدال و قتال کا نہیں بلکہ آج تو لطف و عطا کا دن ہے آج تو وہ دن ہے جبکہ خالق و مالک عزت و احترام فرمائے گا۔ اور آج کے دن اپنے گھر (خانہ کعبہ) کی عزت و احترام میں زیادتی فرمائے گا۔

حضرت سعد اور اسلامی پرچم : حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسلامی پرچم حضرت سعد سے لے کر ان کے صاحبزادہ کو عطا فرمایا۔ جب تمام لشکر اسلامی ابوسفیان کے سامنے سے گزر گیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوسفیان سے کہا کہ اب آپ مکہ جائیں اور اہل مکہ کو جا کر سمجھائیں کہ وہ اپنے بچنے کی فکر کریں ورنہ سب کے سب مارے جائیں گے۔

حضرت ابوسفیان کی مکہ واپسی : ان مناظر کو دیکھ کر حضرت ابوسفیان افتاں و خیزاں مکہ آئے اُدھر

اسلامی لشکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتظار میں ذی طویٰ کے مقام پر فروکش ہوگیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے آئے۔ لشکر کی آمد سے جو گرد وغبار اٹھا تو اس نے پہاڑوں کو ڈھانپ لیا اور بقول نظامی

زسم ستوراں دراں پہن دشت
زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اب تک قریش مکہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مکہ تشریف آوری کی خبر نہ تھی جب اہل مکہ نے ابو سفیان کو افتاں وخیزاں آتے دیکھا تو ان کی پیشوائی کر کے اس انداز میں آمد کا سبب معلوم کیا اور دریافت کیا تمہارے تعاقب میں کون ہے اور یہ فضا غبار آلود کیوں ہے۔

حضرت ابو سفیان نے جواب دیا تمہارے حال پر افسوس ہے تمہیں معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک لشکر جرار لے کر آگئے ہیں۔ ان کے ساتھی لوہے میں غرق ہیں اور ہم میں کسی کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اب سلامتی کا طریق کار ایک ہی ہے۔ حفاظت اور جان بچانے کیلئے چارہ کار یہ ہے کہ جو شخص میرے گھر میں پناہ گزین ہوگا یا اپنے ہتھیار پھینک دے یا اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے یا کعبۃ اللہ میں جا بیٹھے وہ امن میں رہے گا۔

اہل مکہ نے جب حضرت ابو سفیان سے یہ باتیں سنیں تو بہت ناراض ہوئے اور قبحك الله کے کلمات سے اپنی اس معزز شخصیت کو نوازا کہنے لگے ہمارے لیے یہ کیسی خبر لائے ہو۔

ہند زوجہ ابو سفیان کا رد عمل: حضرت ابو سفیان کی اہلیہ ہند نامی نے

نے جب اپنے شوہر کی آمد کی خبر سُنی تو نہایت طیش میں گھر سے نکلی۔ شوہر کو دیکھتے ہی نہایت بدتمیزی سے پیش آئی تو شوہر کی داڑھی کھینچی اور کہنے لگی اے آل غالب اس بزدل بوڑھے کو قتل کر دو تا کہ اس قسم کی گفتگو نہ کرے۔

ابوسفیان کہنے لگے بی بی جو کچھ کہنا ہے کہہ لے لیکن خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم اب نجات اسلام لانے ہی میں ہے اگر تو اسلام نہ لائے گی تو تیرا سر کاٹا جائے گا۔ خیریت اسی میں ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جا اس طرح میری جان بچ جائے گی۔

لشکر اسلامی اور رحمت عالم کے تاثرات: جب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے ضبط و وقار ان کی کثرت سامان جنگ کی آراستگی مکہ مکرمہ کی جانب کی روانگی کو دیکھا تو آپ کو اپنی ہجرت کا دور یاد آیا کہ آپ کس حالت میں مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوتے تھے اور اس کے برخلاف آج رب کریم کس شان و شکوہ کے ساتھ کئی ہزار سواروں اور شوکت و شان کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اس مبارک خطہ میں لے جا رہا ہے۔ اس منظر اور تبدیلی حالات پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خالق کائنات کا سواری (ناقہ قصویٰ) پر سجدہ شکر ادا فرمایا۔

حرم مکہ میں داخلہ کے انتظامات: ادائے سجدۂ شکر کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبیر بن العوام سے فرمایا تم مہاجرین کی جماعت کے ساتھ بلندئ شہر کی جانب سے مکہ میں داخل ہو اور حجون پہنچ کر اسلامی پرچم نصب کرو اور ہماری آمد کا انتظار کرو وہاں سے ہمارے آنے تک قدم نہ بڑھانا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انصار کی جماعت کے ساتھ ثنیہ کی راہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا تم اسلم۔ غفار۔ جہنیہ۔ مزینہ کی جماعتوں کے ساتھ مکہ کے زیریں جانب داخل ہونا حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے فرمایا کہ تم ان تمام افراد کے ساتھ جن کے پاس ہتھیار نہیں ہیں بطن وادی کے راستہ سے مکہ میں داخل ہونا۔

اس کے ساتھ تمام خاندان جماعت کو حکم ملا کہ راستہ میں یا مکہ پہنچ کر کسی سے اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک وہ خود ہی لڑنے پر آمادہ نہ ہو۔

مُفسدین کی حضرت خالد سے جھڑپ: عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان بن اُمیہ۔ سہیل بن عمرو نے بنی بکر بنی حارث و ہذیل وغیرہ کے لوگوں کی مدد سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرِ راہ روک لیا اور خندق کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لڑنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت خالد کو ایک جانب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کا خیال تھا تو دوسری جانب ان مفسدوں اور شر انگیزوں کی سرکوبی بھی ضروری تھی۔ اس کے علاوہ اپنی مجاہدانہ طبیعت پر قابو بھی رکھنا تھا۔ سیف اللہ کے لقب کی پاسداری بھی تھی لیکن ان سب باتوں میں اہم وہ بات تھی جس کا اوپر ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ میں سبقت کی ممانعت فرمائی تھی۔ لیکن جب پانی سر سے اونچا ہوا تو آپ نے تلوار سنبھالی اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے مسجد حرام کے دروازہ تک آ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہیوں نے بنی بکر کے بیس اور بنی ہذیل کے چار افراد کو کیفر کردار کو پہنچایا جبکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف دو ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا جن کا تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

رحمت عالم کا جنگ کے لیے ارشاد: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب تلواروں اور نیزوں کی چمک ملاحظہ فرمائی تو دریافت فرمایا یہ چمک کیسی ہے کسی نے کہا خالد کی تلوار چمک رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ان سے برسرِ پیکار ہوا ہے حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو کسی صحابی سے کہلوایا اَرْفَعْ عَنھُمُ السَّیْف (ان سے تلوار اٹھا لو) یعنی مکہ والوں کو قتل نہ کرو۔ چنانچہ اس قاصد نے ارفع عنھم السیف کی بجائے یہ کہا ضِعْ فیھم السیف[ل] ان (اہل مکہ) کی گردنوں پر تلوار رکھ دو یعنی قتل کر دو چنانچہ جب سیف اللہ کو قتل کی اجازت ملی تو انھوں نے اپنا حوصلہ پورا کر لیا اور اس دن ستر آدمیوں کو قتل کیا۔

سرکار دو عالم کا حضرت خالد پر عتاب: اس واردات پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت غصہ کا اظہار فرمایا کہ میری ممانعت اور اس کے بعد مزید یاد دہانی اور ممانعت مزید کے باوجود تم نے یہ کام کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میں تو یہ کام تعمیل ارشاد میں کرتا رہا مجھے یہ حکم ملا ضِعْ فیھم السَّیْفَ پس میں اس کے بعد کیا کرتا۔ حضور نبی کریم

[ل] عرب کے محاورہ کے مطابق اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انھیں کیفر کردار کو پہنچا دو

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بلایا جن کو حضرت خالد رضی اللہ تعا
عنہ کے پاس ہاتھ رد کنے کے لیے بھیجا تھا انھوں نے آکر عرض کیا کہ جب
میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا رہا تھا تو راستہ میں مجھے ایک
عجیب وغریب شخص نظر آیا جس کا سر آسمان پر اور پاؤں زمین پر تھے اس
ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا جس کو اس نے میرے سینے پر لگا کر کہا کہ خالد
اَدفعَ عَنھم نہیں بلکہ ضع فیھم کہنا ورنہ تجھے اس ہتھیار سے ہلاک کر دو
مجھ پر ہیبت طاری ہوئی چنانچہ میں نے ویسے ہی حضرت خالد رضی اللہ
عنہ سے جا کر کہہ دیا۔ یا رسول اللہ ابھی تک اس کی ہیبت میرے دل پ
طاری ہے۔

فرمودہ رسول کی تکمیل: ان صحابی کی یہ بات سن کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صَدَقَ اللّٰہُ وَصَدَ
رَسُوْلُہٗ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس نے اپنے رسول کو بھی سچا ہی بنایا ہے
جنگ اُحد میں جب میرے چچا سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو کفار نے ظالمانہ انداز میں شہید کیا تھا اُس وقت میں نے کہا تھا کہ
اگر کافروں پر قابو پاؤں گا تو ستر آدمی ان میں سے قتل کر دوں گا۔ اس دن اللہ
تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی تھی لیکن آج اُس نے میری بات کو درست
کرا دیا اور مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کے نبی کی زبان سے جو بات نکل
ہے اس کو پورا کر دیا جائے لہذا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن ستر آدمیوں
کو قتل کیا ہے یہ اس دن کی بات کی تکمیل ہے[1]۔

---

[1] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ صرف یہی ایک فرمودہ اللہ تعالیٰ نے پورا نہیں فر

بنی خزاعہ کو بدلہ لینے کی اجازت : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی خزاعہ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اگر چاہیں تو بنی بکر (جو قریش مکہ کے حلیف تھے) سے نماز ظہر تک اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا بدلہ لے لیں۔

سرکار دوعالم لشکر اسلام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں : سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس میں عظمت وشوکت بھی تھی اور اللہ کے شکر کا اظہار بھی تھا۔ سب سے پہلے حرم کعبہ میں تشریف لائے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکبیر سن کر تمام صحابہ نے بھی اللہ کی وحدانیت کا نعرہ بلند کیا اور حرم کعبہ کی صدیوں سے سوئی ہوئی سرزمین میں دور فضا مسلمانوں کی تکبیر سے گونج اٹھی۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر ہی طواف کیا۔ خانہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جنھیں سیسے سے جمایا گیا تھا ان میں سے جس بت کی جانب آپ چھڑی یا نیزہ سے اشارہ فرماتے وہ سرنگوں ہو جاتا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ کے الفاظ جاری تھے۔

بلکہ تاریخ کے اوراق اس سے بھرے پڑے ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب سے کہا تھا کہ چچا اگر اہل مکہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ کر مجھے تبلیغ دین سے روکنا چاہیں تو ایسا نہ کر سکیں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چاند پر اقتدار حاصل تھا اس لیے اس کو دو نیم فرمایا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کو واپس بلا کر اس پر بھی اپنا اقتدار ظاہر فرمایا۔ (محمد اطہر نعیمی)

اس کے علاوہ فتح مکہ کے موقع پر جہاں
واجب القتل دشمنانِ اسلام : رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمایا تھا وہاں فتنہ کشی کے لیے کافروں کے چند سرغنوں کا خون ہدر (مبا فرما دیا تھا ان کے متعلق یہ فرمایا گیا تھا کہ یہ لوگ خواہ حِل کے علاقہ میں ملیں یا حر کی سرزمین پر ان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

ان واجب القتل لوگوں کی تعداد باختلاف روایت۔ دس۔ چودہ۔ پند اور سترہ بیان کی گئی ہے ان افراد کے نام اور ان کا مختصر تعارف دو جملوں کے میں لکھا جاتا ہے۔

واجب القتل دُشمنانِ اسلام

۱۔ عکرمہ بن ابوجہل : ابوسلیمان عکرمہ بن ابوجہل (عمرو بن ہشام) بن مغی بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قریشی مخزومی۔ ابوجہل کا نام عمرو اور اس کی کنیت ابوالحکم تھی لیکن بارگاہِ نبوت سے اس کی کنیت ابوجہ قرار پائی اور یہ مشہور ہو گیا اب نہ کسی کو اس کا نام یاد ہے نہ کنیت۔

زمانۂ جاہلیت میں دونوں باپ بیٹے اسلام کے سخت ترین دشمن تھے باپ کا ستارہ جہالت چاہِ بدر میں غروب ہو گیا۔

رہا بیٹے کا سوال اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے مصداق یہ جناب بھی بڑے ہی جوانم شہسوار۔ نیزہ باز۔ دست دراز ہر موقعہ مشرکوں کا شریک اور مددگار ہوتے تھ بدر کی جنگ میں بہت سے مسلمانوں کو جنت کا راستہ دکھایا اُحد کے معرک

ر ہیں اسلامی دستہ تیر اندازوں کے سردار عبداللہ بن جبیر کو نشانہ شہادت دیتا ہوا اسلامی لشکر کے عقب میں حملہ آور ہوا۔ جس کے سبب مسلمان لشکر یوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن اس کیفیت کے باوجود کافر سبقت نہ کر سکے اور اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔

خندق کی جنگ کے موقع پر بھی گھوڑا کو داتا اور اس کو چمکاتا گیدڑ بھبکیاں دیتا نظر آیا لیکن اس حالت کے باوجود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مقابلہ نہ کر سکا۔ یہاں یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ عکرمہ نے کوئی مرحلہ ایسا فروگزاشت نہیں ہونے دیا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف واذیت دینے میں کسی کوتاہی کا اظہار کیا ہو۔ اس سلسلہ میں منجملہ دیگر وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عکرمہ کا باپ ابوجہل جنگ بدر میں کیفر کردار کو پہنچا تھا اس لیے عکرمہ کی فطری جبلت عود کر آئی تھی اور شقاوت قلبی نے اس کو اسلام کی مخالفت پر مجبور کیا تھا۔

فتح مکہ کے دن ابوسفیان کی مصلحت آمیز فہمائش کو عکرمہ نے بادِ ہوائی سمجھ کر ٹال دیا اور چند اوباش لوگوں کو ساتھ لے کر حضرت خالد بن ولید کے مقابلہ پر آ گیا مگر سیف اللہ کی تلوار آبدار کی چمک دمک کے مقابلہ میں اس کو کب تاب مقابلہ تھی وہ ان کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا اور بھاگ نکلا۔ اس شکست کے بعد عکرمہ پر ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا اور یمن کی جانب بھاگ گیا حالانکہ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اس کا نام واجب القتل لوگوں کی فہرست میں شامل ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا خون ہدر فرما دیا ہے یہی وجہ تھی کہ عکرمہ نے مکہ مکرمہ کو چھوڑ دینا ہی اپنی جان کو محفوظ رکھنے کے لیے بہتر ذریعہ قرار دیا۔

عکرمہ کی بیوی اُم حکیم بنت حارث

عکرمہ کی بیوی بارگاہِ رسالت میں : بن ہشام جو عکرمہ کی چچازاد بہن تھیں۔ پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔ زوجیت کے تعلق نے انھیں اس بات کے لیے مجبور کیا کہ وہ اپنے رفیق حیات کی جان بخشی کی سفارش کریں اُنھوں نے بارگاہِ رسالت میں آکر عرض کیا اے رحمت عالم میرا عم زاد میرا شوہر میرا سہاگ مسلمانوں کے خوف سے بھاگ کر یمن کی جانب چلا گیا ہے اگر آپ اس کی جان بخشی فرمائیں تو میں اس کو تلاش کر کے لے آؤں۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک خاتون کی درخواست رد کرنا گوارا نہ ہوئی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ ہم نے اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کر کے معاف کر دیا ہے اور اس کو امان دے دی ہے۔

اُم حکیم اس بشارت اور خوش خبری کو سن کر فوراً بھاگیں اور سیدھی سمندر کے کنارے پہنچیں تو دیکھا کہ عکرمہ کشتی کے ذریعہ سمندر پار جانا چاہتا ہے۔ قدرت الٰہی کا تماشہ دیکھیے کہ کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ کشتی کے مسافر چکرائے اور پریشان ہوئے ایسے میں کسی نے عکرمہ سے کہا کہ اس وقت صدق دل سے اخلاص کا دامن پکڑنا چاہیے تاکہ اس مصیبت سے خلاصی حاصل ہو جائے۔ عکرمہ نے کہا کہ اب کیا کیا جائے تو کشتی والوں نے یک زبان ہو کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور ذکر الٰہی سے امداد طلب کی۔

(وادیٔ عرب میں اب یہ وقت آگیا تھا کہ کلمہ توحید اور ذکر الٰہی کے چرچے کشتی بانوں اور سفر کرنے والوں میں بھی عام ہو رہے تھے۔ اور اسلام کی ضیا پاشیاں ذہنوں کو روشن کر رہی تھیں۔)

عکرمہ نے کشتی والوں سے کلمہ سُن کر کہا کہ اس کلمہ کی وجہ سے تو میں مارا بھاگا
پھر رہا ہوں لیکن اسی لمحہ عکرمہ کے دل میں نورِ ایمان کی جھلک نمودار ہوئی اور
اسلام کی حقانیت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ اس نے جب پیچھے دیکھا تو عکرمہ
کی بیوی اُم حکیم اپنی چادر کی جھنڈی بنائے اس کو ہلا کر دریا کے کنارے کھڑی
تھی اور عکرمہ کو بلا رہی تھی۔ جھنڈی دیکھتے ہی کشتی کنارے کی جانب آئی اور
ملاح نے لنگر ڈال دیا۔ عکرمہ چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر کنارہ پر واپس آیا تو اُم حکیم
نے عکرمہ سے کہا کہ میں نے حضور نبی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امان طلب
کی ہے اب تیرے لیے مکہ جانے میں کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ عکرمہ اپنی بیوی
اُم حکیم کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب یہ دونوں مکہ آئے تو سب
سے پہلے یہ دونوں کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوئے۔ اُم حکیم دولت سرائے اقدس
میں حاضر ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا سرکار عکرمہ
حاضر ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُم حکیم کے ساتھ دولت سرائے
اقدس میں سے باہر تشریف لانے کے لیے تیزی کے ساتھ اُٹھے عجلت میں
ردائے مبارک کاندھے سے اُتر گئی۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
باہر تشریف لائے تو عکرمہ نے آگے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دست
بوسی کی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عکرمہ کو اپنے قریب کھینچ کر
سینہ سے لگاتے ہوئے فرمایا: مَرحَبًا یَا الرَّاکِبَ المُھَاجِر۔ عکرمہ نے
سر جھکا کر عرض کیا اے رحمتِ عالم یہ جگہ اَمن پانے والوں اور پناہ حاصل
کرنے والوں کے لئے ہے۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے قتل کا حکم
فرمائیں تو میں اس کا سزاوار ہوں۔ اور اگر آپ مجھے معاف فرما دیں تو یہ
آپ کے شایانِ شان ہے۔ پھر عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ

صداقت آپ کا شعار ہے - آپ رحمتِ عالم ہیں. میں نے اس شقاوت کی وجہ سے حضور کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ آپ کو اذیتیں دینے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ اب سرکار میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں. میرے حق میں دعائے خیر فرما دیں۔ تب حضور علیہ التحیۃ والثناء نے دستِ دعا اُٹھائے اور عکرمہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیِ رحمت اور شفیعِ اُمت ہیں۔ ان کی دعا بارگاہِ احدیت میں قبول ہوئی اور عکرمہ سچے اور پکے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور صلحائے مومنین میں عکرمہ کا شمار ہونے لگا۔

بیک لحظہ بیک لمحہ بیک دم + دگرگوں می شود احوالِ آدم

منقول ہے کہ جب سے جناب عکرمہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہمیشہ جہاد پر کمربستہ رہتے اور اس کارِ خیر میں عمرِ عزیز کے لمحات بسر ہوئے۔

دَورِ صدیقی میں مرتدین کے خلاف اسلامی لشکر کی قیادت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں عمان کے مرتدین کی سرکوبی کے لیے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ اسلامی کی قیادت سپرد فرمائی۔ اس معرکہ میں کامیابی نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم چومے۔ اس کامیاب مہم کے بعد یمن کے مرتدین پر فتح حاصل کی۔ اس کے بعد شام کے علاقہ میں جہاد کے لیے تشریف لے گئے اور اس معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے مقام اور وقت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آپ کی شہادت کا مقام اجنادین بعض نے یرموک اور بعض نے یوم الصفر لکھا ہے۔ بعض نے حمص کو آپ کا مقامِ شہادت بتایا ہے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت دورِ صدیقی میں ہوئی جبکہ بعض لوگ آپ کی شہادت دورِ فاروقی میں ثابت کرتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ اور خالد بن ولید کی قیادت

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مرتدین سے معاشرہ پاک ہو گیا تو آپ نے رومیوں سے جہاد کا حکم فرمایا۔ اس لشکر کی قیادت کے لیے امین الامت حضرت ابو عبیدہ کو مقرر فرمایا لیکن بعد میں حضرت ابو عبیدہ کی جگہ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر کر دیا۔ اس لشکر میں عکرمہ بن ابی جہل۔ حارث بن ہشام۔ سہل بن عمرو وغیرہ شامل تھے۔ ان حضرات نے اپنی جانوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ یرموک شام کی فتوحات میں ہر موقع پر پیش پیش رہے۔

سہ شنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اُمورِ خلافت کی انجام دہی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی لشکر کی امارت سے علیحدہ کر کے دوبارہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر لشکر مقرر کر دیا۔

حضرت عکرمہ کی شہادت: مسلمانوں کے لشکر نے شام کے علاقہ کے بقیہ شہروں بعلبک وغیرہ کو فتح کیا تو بھگوڑے عیسائی اسلامی مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ کر حمص میں جمع ہوئے تو اسلامی لشکر کا ایک حصہ ان کا تعاقب کرتا ہوا حمص پہنچا وہاں خونریز جنگ ہوئی۔ طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے ان میں قائد لشکر حضرت قیس بن ہبیرہ بھی

شامل تھے ان کی شہادت کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جماعت بنی مخزوم کے ساتھ آگے بڑھے اور نہایت جوانمردی کے ساتھ رومی نیزہ بازوں کے مقابلہ پر قدم بڑھایا۔ اس موقعہ پر ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا ذرا سنبھل کر جائیے اور اپنے حال پر مہربانی کیجیئے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اے میرے ہمدرد اور میری قوم والو تمھیں یاد نہیں کہ جب میں بتوں کے لیے لڑتا تھا تو میں نے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اِس وقت تو میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کی رضامندی کے حصول کے لیے جاں بکف لڑنے کے لیے آیا ہوں۔ میرے سامنے وہ حوریں آگئی ہیں جن کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنی ایک کلائی ظاہر کر دیں تو تمام دنیا والے اس کی خواہش میں اپنی جانیں نثار کر دیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک حور کے ایک ہاتھ میں عمامہ ہے اس کے دوسرے ہاتھ میں زرد جواہر کا بلوریں پیالہ تھامے مجھ سے کہہ رہی ہے کہ اے عکرمہ جلدی کرو تمھاری زوجیت میں آنے کیلئے بیچین ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا تھا وہی حق و صواب ہے اور وہی میرے پیش نظر ہے"

غرضیکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجز پڑھتے ہوئے شمشیر برہنہ

تھ لیے آگے بڑھے اور کافروں کے مجمع میں گھس گئے ان کی دلیری اور جوانمردی
یکھ کر رومی سپاہی دنگ رہ گئے۔ اس اثنا میں ہربیس نامی بطریق[1] نے رومی
جیوں کے ساتھ بڑھ کر نیزے کا وار کیا جو عکرمہ کے سینے پر پڑا جس کے
دمے سے حضرت عکرمہ بیجان ہو کر گر پڑے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ
عالیٰ عنہ کا شہید ہونا تھا کہ اسلامی فوج سے جناب سعید بن زید (عشرہ مبشرہ)
نے آگے بڑھ کر بطریق مذکور کو واصل جہنم کر دیا۔ بطریق مذکور کے قتل ہوتے
ہی رومی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور یہ فوج بھاگ نکلی اور حمص مسلمانوں کے
ہاتھوں فتح ہوا۔

اس دن جنگ میں پانچ ہزار کافر مارے گئے جبکہ مسلمان لشکریوں
سے صرف دو سو پینتیس ۲۳۵ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ابو جہل کی اولاد نرینہ
کا خاتمہ ہو گیا کیونکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ البتہ
اس کی دختری اولاد باقی رہی جس کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

کرمہ کی بابت مخبر صادق علیہ السلام کی پیشن گوئی

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اس موقع پر دو روایتیں یاد آئیں جن سے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علو مرتبت اور جذبۂ اسلامی کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی نسبت مخبر صادق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی صادق آتی ہے۔

---

[1] بطریق دس ہزار سواروں کے افسر کو کہا جاتا ہے۔ (مؤلف)

قاتل و مقتول ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باغِ جنت میں

۱۔ فتح مکہ کے موقع پر جبکہ حضرت عکرمہ اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان نہ ہوئے تھے اُنہو نے کسی مسلمان کو شہید کیا یہ خبر جب رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے تبسّم فرمایا۔ حاضرینِ مجلس اقدس میں سے کسی نے دریافت کیا سرکار اس وقت تبسّم کا کیا سبب ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عالمِ غیب میں دیکھا ہے کہ قاتل و مقتول دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جنت کی طرف جا رہے ہیں

ابوجہل کا درخت جنت میں

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ آپ جنت میں تشریف لے گئے آپ نے کھجور کا ایک درخت دیکھا جو اور درختوں میں ممتاز تھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ کس کا درخت ہے اس وقت غیب سے ندا ہوئی کہ یہ ابوجہل کا درخت ہے۔ یہ بات مجھے بھلی معلوم نہ ہوئی کہ ابوجہل کا درخت جنت میں موجود ہے جب عکرمہ مسلمان ہوئے تو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے اُمّ سلمہ یہ ابوجہل کا درخت ہے جس کو میں نے جنت میں دیکھا

صفوان بن اُمیّہ کا مختصر تعارف

ابو وہب یا ابو اُمیّہ صفوان بن اُمیّہ بن وہب[2] بن حذافہ بن جمح قرشی

---

[1] انبیاء علیہم السلام کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں۔

[2] مؤلف نے صفوان کا نسب نامہ بیان کرتے ہوئے اُمیہ کے باپ کا نام وہب لکھا ہے جبکہ دوسری جگہ اس کو امیہ بن خلف لکھا ہے۔

اس کی ماں کا نام صفیہ بنت معمر بن حبیب بن حذافہ بن جمح قرشی تھا۔

صفوان کا باپ اُمیّہ بن خلف کافروں کے ساتھ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچا۔ یہ بدبخت مسلمانوں اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ مکّہ کے مال دار افراد میں شامل تھا اور مالداروں کی روایات کے مطابق نہایت لالچی بھی تھا اسی لیے اس کو معاشرہ میں سداد البطحاء کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ازلام[1] کا منتظم تھا ور صاحب دولت ہونے میں مہتمم ازلام ہونے کا بھی دخل تھا۔

صفوان کا شمار ان دس افراد میں ہوتا تھا جن پر جاہلیت کی شرافت ختم تھی۔ صفوان کی بیوی نے ناجیہ بنت ولید بن مغیرہ فتح مکّہ کے دن مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں لیکن صفوان کا نام بدستور واجب القتل لوگوں کی فہرست میں شامل رہا جس کے خوف کی وجہ سے فتح مکّہ کے دن روپوش ہو کر جدے کی جانب

---

[1]۔ ازلام جمع زلم جس کے اصل معنی جوا کھیلنے کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب میں تیر بنا رکھے تھے جن سے وہ فال لیا کرتے تھے اور اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اس فال کا طریقہ یہ تھا کہ تین تیروں میں ایک پر امرنی ربی دوسرے پر نہانی ربی اور تیسرا تیر خالی تھا۔ ان تیروں کو ایک تھیلی میں ڈال رکھا تھا اور جب فال لینی ہوتی تو ھبل کا نام لے کر مجاور سے فال نکلواتے اور اگر امرنی ربی کا تیر آجاتا تو اس کام کو فوراً کر لیتے لیکن اگر نہانی ربی کا تیر آتا تو ایک سال تک وہ کام نہ کرتے لیکن اگر خالی والا تیر آتا تو اس وقت تک تیر نکالتے جب تک امرنی یا نہانی کا تیر نہ آجاتا۔ اس فال نکالنے کی فیس مجاور کو دی جاتی تھی۔ اسلام لانے سے قبل صفوان ازلام کے مجاور تھے۔

چلا گیا۔

صفوان کے عم زاد عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں التجا کی کہ آپ کی ذات سراپا رحمت ہے۔ آپ نے بلا امتیاز بہت سے اچھوں اور بُروں کو نوازا ہے۔ میرا عم زاد خوف کی وجہ سے مکّہ سے بھاگ گیا ہے ممکن ہے کہ وہ فرطِ خوف سے خودکشی کرے یا دریا میں ڈوب مرے۔ میری التجا ہے کہ اس کو بھی امان عطا فرما دیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر تو اس سے کہہ دے کہ میں نے اس کو دو ماہ کے لیے امان دے دی۔ عمیر نے عرض کی سرکار مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں جس کو دکھا کر میں اسے یقین دلا دوں کہ اس کو امان مل گئی ہے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ جس کو وہ فتح مکہ کے موقع پر باندھے ہوئے تھے عطا فرما دیا تھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ عمامہ لے کر اُس وقت صفوان کے پاس پہنچے جبکہ وہ کشتی میں بیٹھنا چاہتا تھا۔ عمیر کو دیکھتے ہی صفوان نے کہا کہ میرے سامنے سے دُور ہو جا اور مجھ سے کچھ نہ کہنا لیکن عمیر نے صفوان سے کہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ذرا توجہ سے میری بات تو سن لے میں اس شخصیت کے پاس سے آ رہا ہوں جو بہترین خلائق اور تیرے عم زاد ہیں ان کی عزّت کی وجہ سے تجھے بھی عزّت حاصل ہو گی اور اُن کی بزرگی سے تیری بزرگی وابستہ ہو گی۔ اس کے بعد عمیر نے عمامہ نبوی صفوان کو دکھایا اور کہا کہ تو میرے ساتھ چل رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھے دو ماہ کے لیے امان عطا فرمائی ہے۔ یہ سنتے ہی صفوان حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوا مکہ آ کر جب یہ دونوں خدمت

دی میں حاضر ہوئے تو صفوان نے باآواز بلند کہا یا محمد عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے دو ماہ کی اختیاری امان دی ہے حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے فرمایا عمیر سچ کہتا ہے۔ لیکن اب میں اس مدت میں اضافہ کرتا ہوں اور تجھے چار ماہ کی امان دیتا ہوں۔

غزوۂ حنین کی تیاری اور صفوان کا قرض: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غزوۂ حنین کے لیے تیاری فرمائی تو صفوان سے چالیس ہزار درہم قرض لیے اس کے علاوہ اس کے پاس چند زرہیں اور ہتھیار تھے ان کو بھی طلب فرمایا تو صفوان نے کہا کہ آپ یہ چیزیں زبردستی لینا چاہتے ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ عاریتاً جو کار برآری کے بعد واپس کر دیئے جائیں گے ورنہ ان کا تاوان دیا جائے گا۔ چنانچہ صفوان نے رقم اور ہتھیار پیش کر دیئے اور خود بھی حالت شرک میں مسلمانوں کے ساتھ ہوازن روانہ ہوا۔ اس نے جب ہوازن کا غلبہ اور مسلمانوں کی فتح اور ان کا انتشار دیکھا تو اس کا مادری بھائی کلدہ بن حنبل کہنے لگا (خاکم بدہن) اب تو سارا محمدی سحر باطل ہو گیا۔

کلدہ کی یہ بات سن کر صفوان نے کہا خاموش رہ تجھے یہ احساس نہیں کہ ہمارا حاکم قریش میں سے ہونا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ ہم پر کوئی غیر قبیلہ (ہوازن سے) حکومت کرے۔

غزوۂ حنین اور نصرت الٰہی: اس غزوہ میں مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت کو دیکھ کر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور مسلمانوں کی بات کو بنانے کے لیے فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی تھی

اور مسلمانوں کو کامیابی سے ہم کنار کر دیا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخشش کا ہاتھ مالِ غنیمت کو لگایا اور اس مال سے صفوان کو تین سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوان کو اس وادی کی جانب لے گئے جہاں بے شمار مویشی چر رہے تھے۔ صفوان ان مویشیوں کو تعجب سے دیکھ رہا تھا غیب دان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے دل کا حال معلوم فرمالیا کہ اس لالچی کے دل میں طمع جاگزین ہے اور اس کے منہ میں پانی بھر آیا ہے حضور نبیٔ کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صفوان سے فرمایا تجھے یہ مویشی اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ صفوان نے کہا بیشک یہ چوپائے مجھے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جا یہ سب ہم نے تجھے بخش دیئے۔

سید عالم کی بخشش اور صفوان کا ردّ عمل: رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس کرم کو دیکھ کر صفوان کے دل میں یہ بات جاگزین ہوگئی کہ ایسی بخشش تو بادشاہوں سے بھی ممکن نہیں۔ یہ کام صرف انبیاء ہی کا ہے جن کے قلوب حُبّ دنیا سے خالی ہوتے ہیں اور ان کی بخشش ابرِ رحمت کی طرح ہوتی ہے جو زرخیز اور کلر زمینوں پر یکساں برستی ہے۔ یہ خیال آتے ہی صفوان نے کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

صفوان کا اسلام: اسلام لانے کے بعد صفوان نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا یارسول اللہ تھوڑی دیر پہلے آپ میرے لیے ابغض الناس تھے یعنی وہ شخصیت جس سے سب سے زیادہ بغض و عداوت رکھتا تھا لیکن اب میرے لیے احب الناس یعنی دنیا کی محبوب ترین شخصیت ہیں۔

ان کے اقرارِ اسلام کے بعد اس کا نام واجب القتل لوگوں کی فہرست سے
یا گیا اور مولفۃ القلوب کی فہرست میں ان کا نام مندرج کیا گیا۔

ت کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا: غزوۂ حنین سے واپس آکر حضرت صفوان مکہ آکر اپنے گھر میں رہنے
چند لوگوں نے صفوان سے کہا لَا اِسْلَامَ لِمَنْ لَا ہِجْرَۃَ لَہٗ یعنی اس کا
م مکمل نہیں جس نے ہجرت نہیں کی۔ یہ بات صفوان کے دل کو لگ گئی اور
سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا
د المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا ہِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ یعنی فتح مکہ
بعد ہجرت کا کوئی تصور نہیں تم مکے واپس جاؤ اور اپنے مکان میں رہو چنانچہ
وان مکہ واپس آگئے۔

ضرت صفوان کا انتقال: مدینہ منورہ سے واپس آکر صفوان اپنے گھر میں رہنے لگے اور عمر عزیز کے بقیہ لمحات
بسر کیے اور ۴۲ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ امارت
داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے صاحبزادے عبداللہ اور
بد الرحمٰن وغیرہ نے احادیث نبوی کی روایت کی۔

و یحییٰ عبداللہ: بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن جزیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری۔ اکابر قریش
ں سے تھے اور حضرت عثمان بن عفان کے رضاعی بھائی تھے۔ قبل فتح مکہ
ینہ طیبہ آکر اسلام کا شرف حاصل کیا۔

ابو یحییٰ کا شمار عقلاء قریش میں ہوتا تھا اس کے علاوہ زیور علم سے بھی آراستہ

تھے تحریر نہایت شگفتہ تھی اس لیے کتابتِ وحی کے لیے ان کا بھی تقرر کر لیا گیا طبا
اور چالاکی ان کے رگ و پے میں پیوست تھی مزید برآں شقاوتِ ازلی نے ان
دامن پکڑا تو جبلی فطرت عود کر آئی۔

قرآن مجید کی کتابت اور ابو یحییٰ: سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی شان میں مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ
ہوئی تھی۔ جب عبد اللہ کو قرآن مجید کی آیات لکھاتے وقت سمیعا بصیرا
لکھاتے تو عبد اللہ علیما حکیما لکھ دیتے اور جب علیما حکیما لکھ
کو فرماتے تو غفورا رحیما لکھ دیتے۔ اسی قسم کی خیانتیں ان سے کتابت وحی
میں سرزد ہونے لگیں اور یہ جسارت اس حد تک بڑھی کہ عبد اللہ نے برملا کہنا
شروع کر دیا کہ (خاکم بدہن) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے بلکہ
میں جو کچھ چاہتا ہوں لکھ دیتا ہوں۔ اس بات کے علاوہ ان کی اور شکایتیں
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں آئیں تو قلب مبارک ان کی طرف سے
مکدر ہو گیا اور ان کی جانب سے حسن ظن ختم ہو گیا۔ سوء ظنی کی کیفیت پیدا ہو
جب ابو یحییٰ عبد اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرزِ عمل کو دیکھا تو مدینہ
میں ٹھہرنا مشکل نظر آیا لہٰذا سیدھی مکہ کی راہ پکڑی اور مکہ جا کر ارتداد اختیار کر
اس وجہ سے ان کا نام بھی واجب القتل لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا

کتابتِ وحی کے سلسلہ میں ایک اور روایت: مذکورہ بالا روایت کے علاوہ ایک روایت میں
اس طرح منقول ہے کہ جب عبد اللہ آیت کریمہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ
سُلٰلَةٍ الخ لکھنے سے فارغ ہوئے تو دفعتاً ان کی زبان سے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخَالِقِيْنَ نکل گیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح لکھو آیت

ربیہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس موقع پر شیخ نجدی ابلیس لعین نے عبداللہ کو ورغلایا اور انھیں راہِ حق سے بہکایا تو عبداللہ نے کہنا شروع کر دیا کہ (خاکم بدہن) اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی آنے کی وجہ سے نبی ہیں تو میں بھی نبی ہوں۔ میرے اُوپر بھی وحی آتی ہے۔ اس خیال فاسد نے عبداللہ کو مرتد بنا دیا۔ اور مکہ بھاگ آیا یہاں آکر کہنے لگا کہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو جس طرف چاہتا پھیر دیتا تھا۔

فتح مکہ کے دن عبداللہ کو معلوم ہوا کہ میرا نام بھی واجب القتل لوگوں کی فہرست میں شامل ہے تو اُس نے اپنی عافیت اسی میں دیکھی کہ اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن عافیت میں پناہ لی جائے لہذا ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ملتجی ہوا کہ اگر آپ میری سفارش فرما دیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میری جان بخشی فرما دیں گے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ کو بارگاہِ نبوی میں لے کر حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کی ماں کا حق میرے ذمہ ہے۔ اس کو امان عطا فرما دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبداللہ کی طرف سے روئے مبارک پھیر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش پر توجہ نہ فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی درخواست کو دو تین مرتبہ دہرایا اور آخر میں گڑگڑا کر ملتجیانہ انداز میں سر مبارک آپکی بغل میں لے کر عرض کیا یا رسول اللہ عبداللہ کو امان دے دیں۔ تب آپ نے فرمایا ہاں میں نے اس کو امان دے دی!

عبداللہ کو امان اور سید عالم کا ارشاد: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ

مجلس اقدس سے اُٹھ کر باہر نکلے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضرین سے فرمایا کہ جب میں نے عبداللہ کو دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا اور کچھ نہ کہا تھا تو تمہارے لیے کونسی بات مزاحم ہوئی کہ کوئی شخص اُٹھ کر عبداللہ کی گردن اُڑا دیتا۔

عبادبن بشر انصاری کی قسم: حضرت عبادبن بشر انصاری نے قسم کھائی تھی کہ عبداللہ کو جب بھی دیکھوں گا اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا وہ اس وقت آستین چڑھائے تلوار ہاتھ میں لیے کھڑے تھے۔ عرض کرنے لگے اُس خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے میں تو اس بات کا منتظر تھا کہ آپ گوشۂ چشم سے اشارہ فرمائیں اور میں عبداللہ کی گردن اُڑا دوں۔

گوشۂ چشم سے اشارہ: حضرت بشر کی بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ گوشۂ چشم سے اشارہ کرنا انبیاء کا شیوہ نہیں

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ امان پانے اور دوبارہ اسلام لانے کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آتے تھے اور اگر ایسا موقع آتا تو آپ کنی کاٹ کر نکل جاتے تھے اور ندامت سے آنکھیں نہ اُٹھاتے۔

ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا، سرکار میرا رضاعی بھائی عبداللہ جب بھی آپ کو دیکھتا ہے تو وہاں سے ٹل جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم کے ساتھ فرمایا کیا میں نے اس سے بیعتِ اسلام نہیں لی ہے؟ کیا میں نے اس کو امان نہیں دی ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے اس سے بیعت بھی لی ہے اور اس کو امان بھی دی ہے مگر اس کو جب اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے تو وہ شرم کی وجہ سے آنکھیں نہیں ملا سکتا۔

اسلام ماضی کی غلطیوں کی تلافی کرتا ہے: اس موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْاِسْلَامُ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہ اسلام ماضی کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بشارت عبداللہ کو سنائی پھر بھی عبداللہ کی آنکھیں شرم وندامت سے نہ اُٹھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سلام بھی مسلمانوں کے غول میں شامل ہو کر کیا کرتے تھے۔

عبداللہ اور مصر کی گورنری: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ۲۵ھ میں عبداللہ کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا۔ انھیں کی گورنری کے دور میں افریقہ فتح ہوا۔ اس فتح کے نتیجہ میں کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔ ہر سوار کو تین ہزار مثقال اور ہر پیادے کو ایک ہزار مثقال سونا ملا۔ جناب عبداللہ نے ۳۱ھ میں نوبہ کے زنگیوں پر فتح حاصل کی۔

عبداللہ بن سعد کی دُعا: عبداللہ بن سعد اکثر یہ دُعا کرتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَاتِمَتِیْ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ عبداللہ کی یہ دُعا بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی۔ اور ۳۶ھ میں عسقلان کے مقام پر فجر کی نماز کا دوسرا سلام پھیرنا چاہتے تھے کہ پیغامِ اجل آگیا اور حضرت عبداللہ نے گردن اطاعت خم کر دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

کعب بن زہیر مزنی: شاعروں کے گھرانے کا شاعر ابن شاعر جس کی طبیعت بچپن ہی سے موزوں تھی۔ اس کا قصہ نابغہ ذبیانی کے ساتھ سیرت وتاریخ کی کتابوں میں منقول ہے۔ کعب کا باپ زہیر زمانۂ جاہلیت میں مر گیا تھا مگر کعب اور ان کے بھائی بجیر کو اسلام کا زمانہ ملا۔

کعب ان شعراء میں سے تھا جس کا طرۂ امتیاز اسلام کی ہجو تھا اس لیے اس کا نام بھی واجب القتل افراد کی فہرست میں شامل تھا۔

فتح مکہ کے دن کعب بھی دوسرے مجرموں کی طرح روپوش ہو گیا تھا۔

کعب کا بھائی بجیر نے اپنے باپ زہیر سے سنا تھا کہ نبی آخر الزمان علیہ السلام بعثت کا زمانہ قریب ہے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو یہ دونوں بھائی کعب اور بجیر مدینہ روانہ ہوئے۔ جب یہ دونوں مقام ابرق العزاف (بنی سعد کی بستی میں پانی کا چشمہ جو مدینہ منورہ اور زبذہ کے درمیان واقع ہے) پر پہنچے تو بجیر نے کعب سے کہا تو یہاں ٹھہر جائیں پہلے جا کر اس شخصیت جنھوں نے دعوائے نبوت کیا ہے کو جا کر دیکھوں اور سنوں کہ وہ کیا فرماتے ہیں اور ایسی کونسی بات ہے جس کی وجہ سے لوگ اُن کے گرویدہ ہو جاتے ہیں

جب بجیر مدینہ آیا تو رحمتِ عالم ہادیٔ اعظم رسولِ معظم نبی مکرم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ تاباں کو دیکھا زبان فیض ترجمان سے اسلام اور اخلاق کی تعلیم سنی تو اللہ کی وحدانیت اور سرکار دو عالم کی رسالت کا اقرار کر کے دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گیا اب حضرت بجیر نے کعب کو لکھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت سچی ہے میں نے ان کی نبوّت کی تصدیق کی ہے اور دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گیا ہوں۔ تو بھی مدینہ منوّرہ آ کر دامن اسلام سے وابستگی اختیار کرے۔

جب کعب نے بجیر کی تحریر دیکھی تو آگ بگولا ہو گیا اور طیش میں آ کر چند اشعار بجیر کو لکھے جس میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت مترشح تھی۔ بجیر نے وہ اشعار نبی آخر الزمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیے

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن زہیر کہیں بھی ملے اس کو قتل کر دیا جائے۔ بجیر نے اس حکم کی اطلاع کعب کو کر دی اور ایک خط میں لکھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام شاعروں کو جو ہجو کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کو توبہ نصیب نہیں ہوئی قتل کرا دیا ہے۔ تیرے لیے بھی قتل کا حکم ہوا ہے مگر جان پیاری ہے تو جلد آ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اپنی غلطیوں پر ندامت کا اظہار کر اور اپنے قصور کی معافی طلب کر۔ یاد رکھو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلطیوں کا اعتراف کرنے والوں کا اور توبہ کرنے والوں کا قتل نہیں کراتے۔ اگر تجھے اعتراف جرم منظور نہیں تو اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لے۔

جب کعب نے بجیر کی تحریر پڑھی تو ہاتھ پاؤں پھول گئے زمین تنگ ہوتی نظر آئی بہت سوچا بہت غور کیا لیکن بچاؤ کی کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی صرف اسلام قبول کرنے ہی میں بچاؤ نظر آیا تو مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوا۔ مدینہ آ کر اپنے ایک ملاقاتی جہنی کے یہاں مقیم ہوا۔

کعب کی بارگاہ رسالت (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں حاضری: نماز فجر کے بعد صحابہ کی مجلس میں رونق افروز تھے۔ اُس وقت کعب اپنے میزبان جہنی کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ جہنی مذکور نے اشارہ کر کے کعب کو بتایا کہ یہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں آگے بڑھ کر اور حضور علیہ الصلوٰۃ سے امن طلب کر۔ چنانچہ کعب آگے بڑھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا یا رسول اللہ کعب بن زہیر تائب ہو کر اسلام قبول کرنے اور امان طلب کرنے کے لیے آیا ہے۔ اگر میں

اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے آؤں تو آپ اسکی توبہ کو قبول فرمالیں گے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی توبہ قبول کر جائے گی۔ تب کعب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں ہی کعب ہوں اس کے بعد اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔

اسلام لانے کے بعد حضرت

قصیدہ بانت سعاد بارگاہِ رسالت میں: کعب نے وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا جو بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ جب کعب نے شعر پڑھا:

اَنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

اس موقع پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک جو اس وقت اوڑھے ہوئے تھے اتار کر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اوڑھادی وہی چادر مبارک تھی جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب کے اعزہ سے بیس ہزار درہم میں خریدی۔ ایک روایت کے مطابق اس چادر مبارک کو امراء بنی اُمیہ عیدین کے مواقع پر اوڑھا کرتے تھے[1] ان کے بعد یہ چادر اُمرائے بنو عباس کے پاس آئی اور اب آل عثمان کے سلاطین کے توشہ خانہ میں محفوظ ہے۔

---

[1] بعض روایات کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ اس چادر کو میرے کفن میں میرے سینے پر رکھ دیا جائے۔ (محمد اطہر نعیمی)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بانت سعاد کا مشہور شعر: مؤلف کتاب نے لکھا ہے کہ میں نے بعض ثقہ حضرات سے سُنا ہے کہ جب کعب نے پہلا مصرع اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ پڑھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مصرعہ میں اس طرح اصلاح فرمائی کہ لنور کی بجائے لسیف پڑھو اور دوسرا مصرعہ اس طرح پڑھو لَسَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حالانکہ شاعر نے یہاں سیوف الہند پڑھا تھا۔

ہبّار بن اسود: بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قرشی اسدی۔

اپنے زمانہ جاہلیت میں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے ہبار نے بارگاہِ نبوت میں بہت گستاخیاں ہی نہیں کی تھیں بلکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت تکلیفیں اور اذیتیں بھی دی تھیں۔ جن کی تفصیل نہایت طویل ہے۔ منجملہ ان حرکات کے ایک حرکت یہ ہے کہ جس کو مشتے نمونہ از خروارے سمجھنا چاہیئے۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ

ابو العاص بن ربیع بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بغیر فدیہ کے رہا فرما دیا البتہ ایک شرط یہ عائد فرما دی کہ یہ مکہ جاتے ہی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی جو ان کے نکاح میں تھیں) فوراً مدینہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب وعدہ مکہ آکر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدینہ طیبہ روانگی کے لیے

ہودج تیار کرایا اور اس پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سوار کر کے حضرت ابو رافع اور سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تحویل میں دے دیا (یہ دونوں صاحبان حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ابو العاص کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے تھے) جب یہ دونوں صاحبان حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مکہ مکرمہ سے باہر آئے تو ہبار پہلے ہی سے چند اوباشوں کو ساتھ لیے گھات میں لگا ہوا تھا ہودج کو دیکھتے ہی اس پر تیر چلانے شروع کر دیئے۔ اس میں سے ایک تیر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لگا اور وہ سواری سے گر پڑیں اس ناگہانی اُفتاد سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہبار کی اس حرکت کی اطلاع ہوئی آپ کو بہت غصہ آیا اور عتاب و برہمی کے عالم میں آپ نے فرمایا کہ ہبار جہاں بھی ملے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کی لاش کو آگ میں جلا دیا جائے لیکن بعد میں فرمایا کہ اس کو آگ میں جلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ خالقِ کائنات خود ہی اس کو نارِ دوزخ میں جلائے گا۔

فتح مکہ کے موقع پر لوگوں نے ہبار کو بہت تلاش کیا لیکن اپنی روپوشی کی وجہ سے وہ ہاتھ نہ آیا فتح مکہ کے بعد جب سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے اور ایک دن صحابہ کے مجمع میں رونق افروز تھے ہبار دور سے چلاتا ہوا آیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اسلام کا اقرار کرتا ہوں اس سے پہلے گمراہ اور منکر تھا اب صدقِ دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول برحق ہیں اور میں وہی گناہ گار اور شرمسار حضور کے سامنے حاضر ہوں اور اپنے قصور کی معافی مانگنے حاضر ہوا ہوں۔ اس کی گفتگو سن کر سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدرے

ف فرمایا اور سر مبارک جھکا لیا جب غصہ فرو ہوا۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

آپ نے حضرت ہبار کا اسلام قبول فرما کر اس کے قصور معاف فرما دے
ر فرمایا ہبار خداوند کریم نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے جو تجھے اسلام کی ہدایت
ری اور تجھے یہ خوشخبری ہو کہ اسلام ماضی کی تمام کی تمام خطاؤں کو مٹانا اور محو
دیتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

۔ ابو العاص بن ربیع : بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی
ان کی والدہ کا نام ہالہ تھا جو ام المومنین
حضرت خدیجہ بنت خویلد کی بہن تھیں۔ ابو العاص سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
م کے دعویٰ نبوت سے قبل آپ سے بڑی محبت اور یگانگت رکھتے تھے
ر اکثر رات کا کھانا سرکار کے ساتھ آپ کے دولت سرائے اقدس پہ کھاتے
تھے اور یہ اس لیے نہیں کہ انھیں کوئی مجبوری اور ضرورت تھی خود مکہ کے
بر آوردہ تاجروں میں سے تھے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔
عرب کے معاشرہ میں امین کے لقب سے مشہور تھے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عقیدت و محبت روزانہ انھیں دولت سرائے
اقدس پر لاتی تھی۔

شجاعت کے اطوار سے بھی آراستہ تھے اس لیے ان کے ہم عصر انھیں
ر البطحا کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور ان کا یہ لقب بھی زبان زد عام
ہو گیا تھا۔ ان میں اور خصوصیات کے علاوہ ایک خصوصیت یہ بھی نصیب

ہوئی تھی کہ سرکار کی لختِ جگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح میں آئی تھیں
حضرت ابو العاص کا نام لقیط (بر وزن امیر) تھا بعض مورخین نے لُقَیط لکھا ہے
بعض لوگوں نے لُقَیط کی بجائے ہشیم نام لکھا ہے۔ بعض نے مِہشَم بتایا ہے
حقیقت حال سے اللہ رب العالمین واقف ہے لیکن یہ اپنی کنیت کے
ساتھ زیادہ مشہور تھے۔

حضرت ابو العاص مقام گرفتاری

ابو العاص کی گرفتاری اور قبول اسلام: گرفتار شدہ کے نام اور
لانے کے وقت میں مورخین مختلف الخیال ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ
بدر کے موقع پر اسیر ہوئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قریش کے اس قافلہ
کے ساتھ تھے جو مکہ سے شام کی جانب رواں دواں تھا۔ یہ ابو بصیر ثقفی کے ہاتھوں
گرفتار ہوئے لیکن جو مورخ ان کی گرفتاری غزوۂ بدر میں بتاتے ہیں ان کا
کہنا یہ ہے کہ انھیں حضرت عبداللہ بن جبیر یا حضرت خراش بن صمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے گرفتار کیا تھا۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائی میں بھی اختلاف ہے
کہ کس طرح رہائی ملی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کی سفارش پر رہائی ملی۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے بھائی عمرو بن
ربیع نے فدیہ دے کر رہائی دلائی۔

مولف کتاب نے لکھا ہے یہ بات ممکن ہے کہ یہ دو مرتبہ اسیر ہوئے ہوں
ایک مرتبہ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ اور دوسری مرتبہ غزوۂ بدر کے موقع پر
ایک مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش پر رہائی ملی ہو اور دوسری
مرتبہ عمرو بن ربیع نے فدیہ دے کر رہا کرایا ہو اس طرح اسیر کنندہ کے

بھی یہ ممکن ہے کہ ایک مرتبہ ابوبصیر نے گرفتار کیا ہو اور دوسری مرتبہ عبداللہ بن جبیر یا خراش بن صمہ کے ہاتھوں اسیر ہوئے ہوں۔ (لیکن غزوہ بدر والی روایت کی اکثر مورخین نے تائید کی ہے)۔

غرضیکہ جب ابوالعاص رہا ہو کر مکہ آئے تو سب لوگوں کی امانتیں واپس کر کے اعلان عام کر دیا کہ اب کسی کی امانت تو میرے ذمہ واجب نہیں تو سب لوگوں نے کہہ دیا "نہیں" تب حضرت ابوالعاص نے فرمایا اے اہل مکہ تم گواہ رہو میں مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرتا ہوں اور اس طرح معرکہ حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے قبل ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر تجدید اسلام فرمائی۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حسبِ سابق ان کے سپرد فرما دیا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجدید نکاح کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رخصت کیا۔

حضرت ابوالعاص کی اولاد اور اُن کی وفات

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی سب بہنوں سے بڑی تھیں اور بعثت سے دس سال قبل متولد ہوئی تھیں اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ان سے ایک فرزند اور ایک بیٹی تولد ہوئے۔ بیٹے کا نام علی رکھا گیا۔ یہ صاحبزادے فتح مکہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ناقہ قصویٰ پر سوار تھے اور نوجوانی کے

عالم ہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی کا نام امامہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ فجر کی نماز میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امامہ کو اپنے دوش مبارک پر اُٹھا رکھا تھا۔ جب آپ رکوع میں جاتے تو انھیں اتار دیتے اور سجدہ کی حالت میں پھر دوش مبارک پر آجاتیں۔

حضرت ابوالعاص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۲ھ ذی الحجہ کے مہینہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت زینب کی ہجرت: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت کے بارے میں بھی مورخین مختلف الخیال ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ محترمہ اپنی والدہ[1] کے ساتھ یا کچھ دن بعد مدینہ طیبہ کو ہجرت کر کے آگئیں اور ابوالعاص حالت سفر میں بدستور مکہ میں مقیم رہے۔

---

[1] یہ روایت محض عقلی اور بلا تحقیق معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی والدہ حضرت خدیجہ مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں دفن ہوئیں۔ یہ ممکن ہے کہ یہ اپنی سوتیلی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آئی ہوں۔ ایسی حالت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ اپنی کونسی والدہ کے ساتھ ہجرت کر کے آئیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ کے بعد کونسی زوجہ محترمہ سے مکہ مکرمہ میں نکاح فرمایا جیسا کہ میں نے ماسبق صفحات میں کسی حاشیہ میں لکھا ہے کہ مورخین نے اسلامی تاریخ کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے اور بعض لوگوں نے بلا تحقیق جیسا سنا نقل کر دیا ہے۔ اس سلسلہ کی کڑیاں بنانے کی صحیح کوشش نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی غیر ذمہ دارانہ روایات سامنے آئی ہیں جو شک

باقی اگلے صفحہ پر

بعض روایات کے مطابق جب ابو العاص گرفتار ہوئے تو حضرت زینب
ؓضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ نہیں آئی تھیں اور حضرت ابو العاص کی رہائی کی شرائط
ں ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہ مکہ مکرمہ جا کر اولین فرصت میں سیدہ زینب رضی اللہ
الیٰ عنہا کو مدینہ روانہ کریں گے اور اس کی تائید حضرت عائشہ صدیقہ رضی
ﷲ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہوتی ہے۔

یدہ عائشہ کی روایت: جب اسیران مکہ کی رہائی کے لیے مکہ والوں نے
فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ے اپنے شوہر کی رہائی کے لیے وہ ہار جو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے رخصتی کے
قت پہنایا تھا اُتار کر حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدیہ کے طور
ر اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو پہچان لیا اس وقت آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ
عالیٰ عنہا کی یاد نے تڑپایا۔ چشم مبارک آبدیدہ ہو گئیں آپ نے صحابہ سے
رمایا تم اگر چاہو تو ابو العاص کو رہائی دے کر اس ہار کو زینب کو واپس
ردو۔ سب نے بالاتفاق حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر فدیہ کے
ہا کر دیا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو العاص سے

شبہ پیدا کرتی ہیں اور مخالفین کے لیے اعتراض کا جواز مہیا کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں صحیح
روایت یہی ہے کہ آپ غزوۂ بدر کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائیں جس کی
تفصیل ہبار کے تذکرہ کے ضمن میں بیان ہوئی۔ (محمد اطہر نعیمی)

ل۔ یہاں روایت میں تطابق ہو جاتا ہے اور یہ بات درست ہو جاتی ہے کہ ان کی رہائی
کے لیے عمرو بن ربیع فدیہ لے کر آئے تھے۔

یہ وعدہ لے لیا تھا کہ یہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے۔

حضرات زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابتدائی ۸ھ میں وفات پائی

عبداللہ بن زبعریٰ : بن قیس بن عدی بن عمرو بن حصیص قرشی سہمی۔ ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت عبداللہ جمحی تھا۔ یہ ایک نادرالکلام شاعر تھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے سخت عداوت رکھتا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمان برداری کی وجہ سے محبان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ اپنے کلام میں مسلمانوں کی ہجو کرتا اور مشرکوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اُبھارا کرتا تھا۔

فتح مکہ کے دن جب عبداللہ کو یہ معلوم ہُوا کہ میرا خون بھی مباح کر دیا گیا ہے تو ہبیرہ بن ابی وہب کو ساتھ لے کر نجران کی جانب بھاگ گیا۔ چند دن وہاں گزارنے کے بعد اپنی غلطیوں پر ندامت ہونے لگی۔ اور اسلام کی کرنیں قلب پر تیرنے لگیں اور جب دل و دماغ نے حالات کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور سوائے قبول اسلام کے کوئی سہارا نہ ملا تو نجران سے مدینہ سکینہ کی راہ تلاش کی جب مدینہ پہنچے اور بارگاہ رسالت میں حاضری کے ارادہ سے روانہ ہو کر آستانہ نبوی پر پہنچے تو غیب دان رسول کو پہلے سے معلوم ہو گیا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا دیکھو زبعری کا بیٹا آ رہا ہے۔ قریب آ کر حضرت عبداللہ بن زبعری نے بلند آواز سے السلام علیک یا رسول اللہ اور اشہدان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انک عبدہٗ و رسولہٗ پڑھا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ حقیقتاً

نے مجھے اسلام کی جانب ہدایت و رہنمائی کی ہے جبکہ میں نے ماضی میں بہت سی غلطیاں کی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام کی بارگاہ میں بہت سی گستاخیوں کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ سے مجھے سخت ندامت ہے۔ میں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں اور اپنا فیصلہ آپ کی مرضی مبارک پر چھوڑتا ہوں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُس خدائے لم یزل کا شکر و احسان ہے جس نے تجھے ایسے دین (اسلام) کی جانب متوجہ فرمایا جو ماضی کی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔

وحشی بن حرب: ان کی کنیت ابوحرب یا ابو دسمہ ہے یہ وحشی نزاد بنی نوفل یا اس کے بھائی مطعم کے غلام تھے عم رسول سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا تھا اور لشکرِ اسلامی کے ہر شخص کی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ کسی طرح وحشی ہاتھ آجائے تو اس سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بدلہ لیا جائے۔ علاوہ ازیں یہ اپنے دورِ جاہلیت کے کارناموں کی وجہ سے بھی واجب القتل قرار دیئے جا چکے تھے۔

فتح مکہ کے دن مسلمانوں کے ہاتھ نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ اپنے انجام کے خوف سے پہلے ہی طائف کی جانب بھاگ گئے تھے جب طائف کے وفود خدمت نبوی میں آئے تو یہ بھی ان کے ساتھ لگ گئے اور اہلِ طائف کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضری دی۔ بارگاہِ نبوت میں آتے ہی بلند آواز سے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ پڑھا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحشی کی آواز سنتے

ہی فرمایا تو وحشی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استفسار کے جواب میں وحشی نے کہا یا رسول اللہ میں ہی روسیاہ وحشی ہوں۔

سیدنا امیر حمزہ کی شہادت کی کیفیت: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحشی سے فرمایا اُٹھ اور حمزہ کی شہادت کی کیفیت بیان کر۔ وحشی سے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی کیفیت سُن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اب میرے کبھی سامنے نہ آنا۔ چنانچہ اس کے بعد وحشی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نہ آتے اور اِدھر اُدھر پھر کر وقت گزارا کرتے۔

وحشی کا گرانقدر کارنامہ: خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوران جب اسلامی لشکر مسیلمہ کذاب کا قلع قمع کرنے کے لیے روانہ ہوا تو حضرت وحشی بھی اس لشکر میں شامل ہو کر یمامہ کی جانب گئے اور جنگ میں اسی نیزہ سے مسیلمہ کا مقابلہ کیا جو نیزہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت پاس تھا۔ آپ نے وہی نیزہ مسیلمہ پر پھینک مارا جو سینہ سے داخل ہو کر پشت کی جانب نکل آیا اور اس حملہ کی شدت سے مسیلمہ اس دار ناپائیدار سے راہی عالم بالا ہوا۔ وحشی اکثر کہا کرتے تھے کہ میں عجیب و غریب آدمی ہوں اپنے دور جاہلیت میں بہترین انسان کو شہید کیا اور اپنے اسلام لانے کے بعد بدترین خلائق کو کیفر کردار کو پہنچایا۔

وحشی کا اسلام اور حضرت ابن عباس کی روایت { وحشی کے اسلام لانے کے سلسلے میں ایک روایت سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی

ہے کہ وحشی نے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اگر مجھے امان ملے تو میں قرآن حکیم کی تلاوت سنوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تیری شکل دیکھنا گوارا نہیں لیکن تو امان کا طالب ہے لہٰذا تجھے امان دیتا ہوں۔ ادھر آ اور کلام الٰہی کو گوش ہوش سے سن اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ تلاوت فرمائی۔

آیت کریمہ سننے کے بعد وحشی نے کہا کہ مغفرت مشیت سے وابستہ ہے نہ معلوم میری مغفرت ہو یا نہ ہو۔ اس کے بعد وحشی نے عرض کیا کہ مجھے کوئی تسکین آمیز آیت سنا دیں۔ اس پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ الخ اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ٹھہراتے اور نہیں قتل کرتے کسی جان کو جس کی حرمت اللہ نے قائم کر دی ہے بغیر کسی جواز شرعی کے اور نہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں (آخر آیت تک) یہ آیت سن کر وحشی نے کہا کہ میں تو شرک۔ خون ناحق اور زنا کا ارتکاب کر چکا ہوں۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ میری توبہ کو قبول فرمائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے۔ وحشی یہ سن کر کہنے لگا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مغفرت کو مشروط فرمایا ہے۔ میں تو صرف ایمان کا ضامن ہو سکتا ہوں رہی صالح عمل کی بات تو اس سلسلہ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ عمل صالح مجھ سے ہوں یا نہ ہوں ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حامل وحی الٰہی حضرت جبریل امین علیہ السلام آیت لے کر

تشریف لائے اور یہ آیت بارگاہِ نبوی میں تلاوت کی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ " اے حبیب آپ ان لوگوں سے فرمادیں جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے اور وہ غفور ورحیم ہے۔" وحشی یہ بشارتِ ربانی سن کر کہنے لگا کہ اب کوئی عذر باقی نہیں رہا اور فوراً اسلام لے آیا۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ وحشی کے اسلام کے سلسلہ میں مذکورہ بالا روایت کے علاوہ اور بہت سی روایات ملتی ہیں جن کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے۔ وحشی نے جنگ یرموک میں شرکت کی اور حمص میں سکونت اختیار کرلی۔

وحشی خلافتِ عثمانی تک زندہ رہا اور اس دور میں داعی اجل کو لبیک کہا جاتا ہے کہ وحشی بہت شراب پیتا تھا اور شراب نوشی کی حالت میں دنیا کو خیر باد کہا۔ واللہ اعلم۔

۸۔ **عبدالعزیٰ بن خطل** : فتح مکہ سے قبل مدینہ طیبہ آکر اسلام قبول کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبدالعزیٰ کی بجائے عبداللہ نام رکھا اور قبائل عرب میں وصول زکوٰۃ کے لیے روانہ فرمایا اس کے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو مقرر فرمایا۔ ایک دن عبداللہ (عبدالعزیٰ) نے اپنے خزاعی خادم سے کہا کہ تو میرے لیے دنبہ ذبح کر کے اس کو بھون لے اتنی دیر میں آرام کرتا ہوں جب میں نیند سے بیدار ہوں تو کھانا مجھے تیار ملنا چاہیئے۔

ادھر ابن خطل سویا تو خزاعی خادم پر بھی تکان سفر کی وجہ سے نیند

ِالب ہوئی وہ بھی سو گیا جب ابن خطل جاگا تو اُس نے دیکھا کہ خزاعی خادم بھی
وخواب ہے۔ یہ دیکھتے ہی ابن خطل غصہ میں جل بھن کر کباب ہو گیا اس کو یہ بات
خت ناگوار گزری کہ خادم ہو کر اس نے میری حکم عدولی کی جاہلیت کی جبلت
ود کر آئی۔ نفس امارہ بھڑک اُٹھا اور ابن خطل نے خزاعی خادم کو قتل کر دیا۔
زاعی خادم کو قتل کرنے کے بعد ہوش آیا اور غصہ فرو ہوا تو انجام کی فکر پڑے
ِی سوچنے لگا کہ اگر اب مدینہ واپس جاتا ہوں تو امام الانبیاء رحمت عالم صلی اللہ
عالی علیہ وسلم اس غلطی کے بدلے میرے قتل کا حکم دیں گے لہذا جان کی سلامتی
سی میں ہے کہ یہاں سے بھاگ کر اپنے کافر بھائیوں کی پناہ حاصل کی جائے لہذا
رتد ہو کر مکہ روانہ ہو گیا اور اپنے ساتھ زکوٰۃ وصدقات میں جو جانور ملے تھے
لے گیا۔

جب یہ مکہ پہنچا تو اہل مکہ نے دریافت کیا کہ وہ کونسی بات ہے جو تجھے پھر
ہمارے پاس واپس لے آئی۔ ابن خطل نے کہا کہ تمہارے دین سے بہتر میں
نے کوئی دین نہ پایا اور کوئی دین مجھے نہیں بھایا اس لیے میں واپس چلا آیا۔

ابن خطل قادر الکلام شاعر بھی تھا اس لیے اس نے اپنے ارتداد پر ہجو
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرہ لگایا اور ہجویہ کلام کہنے لگا جس کو اس کی دو
لونڈیاں جو گانے کے فن میں طاق تھیں گایا کرتی تھیں۔

فتح مکہ کے دن گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ ہاتھ میں لے کر اُدھر اُدھر گھوڑے
کو دوڑانے لگا اور زبان پر یہ الفاظ تھے خدا کی قسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
زبردستی یہاں نہیں آسکیں گے۔ جب اس کی نگاہ سیف اللہ حضرت خالد
بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پڑی تو بھاگ کر بیت اللہ
آیا۔ گھوڑے سے اُترا۔ ہتھیار پھینکے اور خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپ

گیا لیکن کسی مسلمان نے اس کو دیکھ لیا اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں پر قبضہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام واقعہ سے مطلع کیا۔ حضور نے فرمایا اس کو وہیں قتل کر دو کیونکہ کعبہ مقدسہ گناہ گار کو اپنی پناہ میں نہیں لیتا۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طواف کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کو ابن خطل کے چھپنے کی اطلاع ملی۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو چنانچہ سعد بن حریث اور ابو برزہ نے اس کو قتل کر دیا بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر نے اس کو قتل کیا۔ بعض نے سعید بن ذدیب کو اس کا قاتل لکھا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان سب نے اس کو اشتراک سے قتل کیا

۹۔ حویرث بن نقید : بن وہب بن عبد بن قصی قرشی۔ قبل ہجرت حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران خدام بارگاہِ نبوی کو سخت اذیتیں دیتا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی شان میں گستاخانہ شعر کہتا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ اُونٹ پر سوار مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں حویرث ملا اس نے اس اونٹ کو زخمی کر دیا اس حملہ سے اُونٹ بھڑکا اور صاحبزادیاں اُونٹ سے گر پڑیں اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور صاحبزادیاں محفوظ رہیں

اس کے علاوہ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہی تھیں تو حویرث نے ہبار بن اسود کی شرارت

ں اس کی معاونت کی تھی۔ اس وجہ سے اس کا نام بھی واجب القتل لوگوں
ی فہرست میں شامل کر دیا گیا تھا۔
فتح مکّہ کے دن جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تلاش میں نکلے
یہ اپنا دروازہ بند کر کے چھپ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے
رے میں معلوم کیا تو بتایا گیا کہ وہ کہیں گیا ہوا ہے یہ معلوم کر کے حضرت
لی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے روانہ ہوئے ابھی تھوڑی دُور گئے تھے کہ
ریرث نے اپنا دروازہ کھولا تا کہ اس سے نکل کر دوسرے مکان میں منتقل ہو
ائے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور آگے بڑھ کر
سا کاری وار کیا جس سے پہلے ہی وار میں واصل جہنم ہو گیا۔

بن حزن بن سیار بن کلیب بن عامر بن لیث بن
مقیس بن صبابہ: بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ لیثی کنانی۔

مقیس کے بھائی ہشام بن صبابہ مدینہ طیبہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے
زوہ بنی مصطلق میں بنی عمر بن عوف کے کسی انصاری نے ہشام کو مشرک سمجھ
ر دھوکے سے قتل کر دیا۔ مقیس اپنے بھائی کی موت کی اطلاع ملنے پر مدینہ
یا اور مسلمان ہو کر اپنے بھائی کی دیت کا مطالبہ کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
لم نے قاتل سے اس کو خون بہا دلوا دیا۔ مقیس دیت لینے کے بعد اپنے بھائی
کے قاتل کو مار کر مکہ بھاگ آیا اور مرتد ہو کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گیا۔ اس جرم کی
جہ سے مقیس کا خون بھی مباح کر دیا گیا اور اس کو واجب القتل لوگوں میں
شامل کر دیا گیا۔ فتح مکہ کے دن سڑک کے کنارے اپنے ساتھیوں کے ساتھ
شراب نوشی کرتا ہوا پکڑا گیا اور حضرت نمیلہ بن عبد اللہ بن مقیم بن حزن بن
سیار لیثی نے اس کو اسی حالت میں کیفر کردار کو پہنچا دیا۔

۱۱۔ حارث : بن طلاطلہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایذا رسانو میں شامل تھا اس کے علاوہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہج بھی کرتا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

واجب القتل مشرک خواتین

جناب مؤلف نے اس باب میں ان خواتین کا تذکرہ کیا ہے جن کا خون مبا فرمایا گیا تھا یہ چھ عورتیں تھیں انہیں سرِفہرست ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ہے

مورخین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن یا اس کے دوسرے دن حضو سید عالم نورِ مجسم رسول معظم نبی مکرم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و نے کوہِ صفا کی چوٹی پر انصار مہاجرین اور مکہ کے نو مسلموں کے اجتماع میں فر کہ تم سب لوگ اسلام اور جہاد میں ثابت قدمی پر مجھ سے بیعت کرو یہ حکم سن تمام حاضرین لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اور حضور سراپائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

خواتین سے بیعت : مردوں سے بیعت لیتے دیکھ کر مسلمان خواتین میں ک ولولہ اور جوش پیدا ہوا اور سوچنے لگیں کہ مرد تو ہم با بازی لے گئے اور ہم محروم رہ گئیں لہذا ہم بارگاہِ نبوت میں عرض کر کے اس شرف بیعت کو حاصل کریں لہذا یہ بھی جھرمٹ بنا کر بارگاہِ نبوت میں حاض ہوئیں اور عرض کیا کہ خالقِ کائنات کے محبوب رسول اپنی باندیوں کو شرف

بعت سے مشرف اور ہمیں بھی اس سے سرفرازی عطا فرمائیں۔ اس وقت تک خواتین
کی بیعت کا حکم نازل نہیں ہوا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قدرے
توقف فرمایا۔ اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام حکم ربّی لے کر حاضر ہوئے
اور یہ آیت کریمہ سنائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ
أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا
يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ
بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ
فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

"اے پیارے نبی اگر اسلام قبول کرنے والی خواتین آپ کے
پاس اس غرض سے حاضر ہوں اور عہد کریں کہ وہ مندرجہ ذیل
باتوں سے اجتناب کریں گی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کریں گی کیونکہ شرک
بدترین گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت نہ فرمائے گا بخلاف
دوسرے گناہوں کے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بخشش فرمادے۔

۲۔ آئندہ کبھی چوری کا ارتکاب نہ کریں گی (کیونکہ حقوق العباد میں سب
سے زیادہ سنگین جرم چوری ہے)۔

۳۔ زنا کی کبھی مرتکب نہ ہوں گی (کیونکہ کبیرہ گناہوں میں زنا بدترین
گناہ ہے)۔

۴۔ آئندہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی (زمانۂ جاہلیت میں بعض عورتیں
اسقاطِ حمل اور بعض دختر کشی کیا کرتی تھیں)۔

لہ موجودہ دور کی خواتین کے لیے لمحہ فکریہ علاوہ ازیں مسلمان حکومتوں کے ذمہ دار حضرات

۵۔ آئندہ ایک دوسرے کے خلاف بہتان طرازی اور افتراء پردازی سے احتراز کریں گی (جان بوجھ کر کوئی بہتان ظاہراً گھڑیں گی۔ کسی بچہ کو اُٹھا کر اپنے خاوند کی طرف منسوب نہ کریں گی اور حرام کا پیٹ پھلا کر اس کو اپنے خاوند کے سر نہ تھوپیں گی[۱])۔

۶۔ شرعی کاموں میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کریں گی۔

اگر یہ مسلمان خواتین ان تمام شرائط کو منظور کریں تو آپ ان سے بلا تامل بیعت لے لیں اور ان کی بخشش کے لیے دُعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ کو مغفرت و رحمت کرنے والا پائیں گے۔

خواتین سے بیعت کس طرح لے گئی: خواتین سے بیعت لینے کے سلسلہ میں راویوں نے انداز بیعت میں مختلف اشکال بیان کی ہیں:

۱۔ خواتین سے بیعت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لی۔

۲۔ حضرت امیمہ ہمشیرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرض سپرد کیا گیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے خواتین سے بیعت لیں۔

لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان خواتین سے

کے لیے اسلام کی واضح ہدایت۔ کیا اس صراحت کے باوجود خاندانی منصوبہ بندی کا کوئی جواز شرعی ہے

[۱] یہ اس واقعہ عرب کے معاشرہ کی تصویر ہے جس کی تطہیر سید الطاہرین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی۔

بیعت لی اور اسکے کئی طریق کار کتب سیر میں اس طرح مذکور ہیں۔

۱۔ ایک طشت میں پانی بھر کر درمیان میں رکھ دیا جس میں خواتین باری باری اپنے ہاتھ ڈال کر نکال لیتیں اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طشت میں اپنا دست مبارک ڈالتے اور شرائط بیعت بیان فرماتے اور بیعت لیتے۔

۲۔ ایک چادر منگائی گئی اور اس کا ایک گوشہ بیعت کرنے والی خاتون کے ہاتھ ہوتا اور دوسرا سرا دست نبوی میں ہوتا اس طرح خواتین سے بیعت لی گئی۔

یہ طریق کار اس بات کا واضح اور بین ثبوت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کے وقت کسی خاتون کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ نہیں لگایا بلکہ امیمہ ہمشیرہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد سے فرمایا کہ میں کسی غیر عورت سے ہاتھ نہیں ملاتا۔[1]

آیئے اُن عورتوں کے حالات کا بھی مطالعہ کریں جو دشمنانِ اسلام شمار ہوتی تھیں اور جن کا خون مباح تھا جیسا کہ آپ نے اس باب کے افتتاحی کلمات میں ملاحظہ کیا کہ ان میں سرِفہرست ہند زوجہ ابوسفیان تھیں۔

۱۔ **ہند بنت عتبہ:** یہ ابوسفیان کی بیوی تھیں۔ یہ اپنے دور کی عقلمند ترین خاتون تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں پہلی شادی فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے ہوئی تھی۔ فاکہ قریش کے نوجوانوں میں بڑا مہمان نواز تھا اس نے ایک مکان بنوایا جس کا نام بیت الضیافت رکھا اور اعلان عام

---

[1] آج کل کے مذہبی بزرگوں کے لیے لمحہ فکریہ۔

کہہ دیا تھا کہ ہر شخص کو عام اجازت ہے کہ جو یہاں ہیں آ کر مہمانی کا شرف بخشے اس کی خاطر مدارات کی جائے گی۔

ایک دن اتفاق سے بیت الضیافت خالی تھا لہذا فاکہہ اور ہند دونوں سو گئے۔ درمیان شب فاکہہ کی آنکھ کھلی اور کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک شخص بیت الضیافت سے بھاگتا ہوا جا رہا ہے۔ فاکہہ یہ ماجرا دیکھ کر گھر میں واپس ہوا تو دیکھا کہ ہند بدستور بستر پر سو رہی ہے۔ دل میں شبہ پیدا ہوا اور اپنے اس شبہ کی بناء پر فاکہہ نے ہند سے دریافت کیا تھا یہ کون ہے جو دار الضیافت سے بھاگا ہے۔

ہند نے جواب دیا مجھے کیا معلوم کیا تو نے مجھے نیند سے بیدار نہیں کیا اور اب مجھ سے یہ معلوم کرتا ہے کہ وہ کون تھا۔ ہند نے اس شخص کے حال معلوم ہونے کا سراسر انکار کیا جبکہ فاکہہ اس سے برابر معلوم کرتا رہا اور آپس میں خاصی تو تو میں میں ہوئی اور فاکہہ نے ہند کو مارا بھی۔ جب ہند نے کسی طرح چارا نہ پایا تو قسمیں کھا کر فاکہہ کو اپنی لاعلمی کا یقین دلانا چاہا لیکن فاکہہ کو یقین نہ آیا اور جھنجلاہٹ میں ہند سے کہہ دیا کہ بہتر اب بھی ہے کہ تو اپنے میکہ چلی جائے۔

ہند بھی بہت تنگ مزاج تھی وہ فاکہہ کے طعنوں کو برداشت نہ کر سکی اور بڑبڑاتی ہوئی اپنے باپ کے گھر چلی آئی۔ ہند کے اس طرح میکہ چلے آنے سے طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور اس واقعہ کا خوب چرچا ہونے لگا۔ پڑوسیوں کی زبان سے جب عتبہ نے اس قسم کی باتیں سنیں تو اس سے مزید برداشت نہ ہو سکا گھر میں آیا اور ہند سے کہا سچ سچ بتا اصل واقعہ کیا ہے۔ ہند نے تمام واقعات سے عتبہ کو آگاہ کیا اور کہنے

لگی ہند کی جان آپ کے قدموں پر قربان میں حلفیہ کہتی ہوں جس کا گواہ عالم الغیب کے علاوہ اور کوئی نہیں جو بات فاکہہ نے کہی ہے وہ غلط اور بہتان عظیم ہے۔ بیٹی کی زبانی یہ بات سُن کر عتبہ غیض و غضب میں بھرا ہُوا فاکہہ مخزومی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو نے جو بات میری بیٹی کی جانب منسوب کی ہے اس کا ثبوت پیش کر ورنہ میرے ساتھ یمن چل وہاں کسی کاہن سے تیرا اور اس کا معاملہ پیش کر کے فیصلہ کرائیں گے۔

ہند کی عصمت کا فیصلہ: غرضیکہ اس معاملہ کی گفتگو پر فیصلہ کیا گیا کہ کسی کاہن سے اس سلسلہ میں رجوع کیا جائے چنانچہ فاکہہ مخزومی، عتبہ عبشمی[1] اور ہند اپنے اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ یمن کی جانب روانہ ہوئے۔ جب یمن کے ایک شہر میں پہنچے اور آرام کرنے کی خاطر قیام کیا یہاں ایک مشہور کاہن رہتا تھا لہذا یہ طے ہُوا کہ سفر کی تکان دور کرنے کے لیے آج رات آرام کیا جائے صبح کو کسی کاہن سے رجوع کیا جائے۔

ہند نے جب یہ باتیں سنیں تو اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ باپ نے جب بیٹی کی کیفیت دیکھی تو بہت گھبرایا اور ہند نے معلوم کیا کہ بیٹی گھبرانے کی کیا بات ہے اور تیرے اُوپر یہ کیسی حالت طاری ہے مجھے اب بھی صحیح حالات سے آگاہ کر دے تاکہ وہ ہر اخیزی جو مکہ میں ہو چکی ہے یہاں نہ ہو۔

ہند نے جواب دیا بابا جان حقیقت تو وہی ہے جو میں نے آپ کو بتادی ہے مگر یہ فکر دامن گیر ہے کہ تم لوگ ایسے شخص کے سپرد معاملہ کر دگے

---

[1] عبدشمس کی اولاد کہلاتی ہے۔ (محمد اطہر نعیمی)

جس سے دونوں باتیں ممکن ہیں وہ درست فیصلہ دے یا اس سے فیصلہ میں غلطی یا کوتاہی ہو جائے۔ عتبہ نے بیٹی کو تسلی دے کر کہا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اَلحَق یَعلُوا وَلَا یُعلٰی۔ سچ بات سامنے آجائے گی۔ اور حقیقت واضح ہو جائے گی۔

امیر معاویہ کی ولادت کی پیشن گوئی: غرضیکہ دوسری صبح عتبہ اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ کاہن کے پاس گئے یہاں آکر عتبہ نے کاہن سے دریافت کیا کہ میں اپنی چند عورتوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ الغرض کاہن ہر عورت کو اپنے پاس بلاتا اس کے شانے پر تھوڑی دیر ہاتھ رکھ کر اس کو رخصت کر دیتا۔ جب ہند بنت عتبہ کا نمبر آیا تو اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا:

"جا تو بے عیب ہے تیرے پیٹ سے ایک بادشاہ پیدا ہو گا جس کو سب معاویہ کہیں گے۔"

کاہن کی باتیں سن کر فاکہہ مخزومی کے کان کھڑے ہوئے اور وہ ہند کے قریب آیا اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو ہند اس کا ہاتھ جھٹک کر کہنے لگی دور ہٹ یہ شرف تجھے نہیں ملے گا یہ عزت کسی اور کو ہی حاصل ہو گی جب یہ قافلہ یمن سے واپس آیا اور کاہن کی پیشن گوئی مکّہ کی گلیوں میں مشہور ہوئی تو ابوسفیان جو نہایت موقع شناس اور دور اندیش تھے یمنی کاہن کی پیشن گوئی سن کر فوراً ہند کو شادی کا پیغام بھیجا اور اس طرح یہ دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے جس کے نتیجہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو خلفائے بنو اُمیّہ کے مورثِ اعلیٰ بنے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ابو سفیان سے پہلے ہی خفیہ طور پر اسلام قبول کر چکے تھے۔

بعثت نبوی اور اہل مکہ کا طرز عمل: جب عمر شریف چالیس سال ہوئی اور ستارۂ نبوت نے اُفق بعثت پر طلوع کیا تو سابقون الاولون کے علاوہ سارے مکہ والے اپنے اور بیگانوں کے امتیاز کے بغیر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانی دشمن بن گئے ان مخالفوں میں حضرت ابو سفیان اور ان کی بیوی ہند پیش پیش تھے۔ جب کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کفارِ مکہ سے مقابلہ ہوا تو ہند رجزیہ اشعار پڑھ کر کافروں کے جذبات کو برانگیختہ کرتی۔

جنگ بدر کے موقع پر جب حنظلہ بن ابو سفیان حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہند کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو حضرت امیر حمزہ اور ہند کے چچا شیبہ بن ربیعہ کو حضرت علی و حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اجتماعی طور پر قتل کیا تو ان کے وارثوں کی آتش عداوت بھڑک اٹھی اور ہند تو آپے سے باہر آ گئی اس نے حضرت امیر حمزہ کو قتل کرنے کے لیے وحشی کی خدمات خطیر انعام کا لالچ دے کر حاصل کیں جب وحشی نے حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا تو ہند نے اپنے جسم سے سارا زیور اُتار کر وحشی کو دے دیا تھا۔ اور خود مقتل میں آکر حضرت سید الشہداء کی نعش کے ساتھ جو کچھ زیادتی کر سکتی تھی اس میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی (تفصیل غزوۂ اُحد کے ضمن میں بیان کی گئی ہے مزید تفصیلات سیرت کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں)۔

فتح مکہ سے قبل جب مرالظہران کے مقام پر ابو سفیان اسلام کے

شرف سے مشرف ہو کر اور اسلامی لشکر کا مظاہرہ دیکھ کر مکہ واپس ہوئے تو ہند ابو سفیان کی داڑھی پکڑ کر لٹک گئی اور ان کے منہ پر اتنے طمانچے مارے جس سے ابو سفیان کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ کہنے لگی کہ تو نے اسلام کیوں قبول کیا۔ منجملہ اور وجوہ کے اس کا خون مباح ہونے کی مذکورہ وجوہ بھی تھیں۔

ہند کی حضور علیہ السلام سے بیعت

ماسبق صفحات میں ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عورتوں سے بیعت لینے کا واقعہ ذکر کیا ہے ان خواتین میں ہند بھی شامل تھیں اس وقت جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں سے مذکورہ چھ باتوں پر بیعت لے رہے تھے اُس وقت ایک شق بیان فرماتے اور اس پر عہد لیتے۔ ایک مرحلہ ایسا آیا کہ جب ایک گروہ سے بیعت لیتے وقت جب اللہ کی واحدانیت کا عہد لینا چاہا ہند جو خواتین میں چادریں لپٹی ہوئی بیٹھی تھیں کہنے لگیں خدا کی قسم اب ہم سے اس بات پر بیعت لے رہے ہیں جس پر مردوں سے بیعت نہیں لی۔ پھر بھی آپ کے زمانے کے مطابق ہم وحدانیت کا عہد کرتے ہیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوری نہ کرنے کا عہد لیا تو ہند ضبط نہ کر سکی اور اب تک اس طرح چھپی بیٹھی تھی کہ پہچانی نہ جائے لیکن اب یارائے ضبط نہ رہا اور کہنے لگی کہ میرا خاوند ابو سفیان نہایت بخیل ہے میں نے اس کے مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیا ہے مجھے معلوم نہیں کہ میرا یہ عمل کس زمرہ میں آئے گا۔ اتفاقاً ابو سفیان بھی وہاں موجود تھے اُنھوں نے بیوی کی زبان سے جب یہ الفاظ سنے تو کہنے لگے کہ اسلام سے قبل جو کام ہو چکے وہ سب تجھ پر حلال

ہیں ۔شوہر بیوی کی اس گفتگو سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہند کو پہچانا۔ در تبسم فرما کر دریافت کیا تو ہند بنت عتبہ ہے ۔ اس نے عرض کیا ہاں میں وہی ہوں ۔میری جان آپ پر قربان ۔آپ رحمۃ اللعالمین ہیں میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور میرے لیے خالق کائنات سے دعا فرمائیں کہ وہ میرے گزشتہ اعمال کو معاف فرمادے ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی عرضداشت کے جواب میں فرمایا میں نے تو معاف کردیا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ۔تیسری بات زنا سے اجتناب پر جب عہد لیا تو ہند نے عرض کیا کہ اے سرور عالم کیا آزاد عورتیں بھی زنا کا ارتکاب کرتی ہیں ۔

جب چوتھی شرط پر عہد لیا کہ ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے تو ہند نے کہا کہ ہم نے تو اپنی اولاد کو پال پوس کر بڑا کیا ۔جب وہ سن شعور کو پہنچے تو آپ نے انھیں میدان بدر میں قتل کردیا آپ جانیں اور وہ جانیں (یعنی آپ کو ان کا حال معلوم ہے) ہند کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس زور کی ہنسی آئی کہ اس کو ضبط کرنا مشکل ہوگیا[۱] اور زمین پر چت ہو گئے ۔ اس موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک پر بھی تبسم فرمانے کے آثار ظاہر ہوئے ۔

جب سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانچویں شق کے بارے میں عہد لیا تو ہند کہنے لگی کہ بہتان بہت بڑا کام ہے جو کچھ آپ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے وہ آپ کا مکارم اخلاق تھا ۔

---

[۱] حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ نبوی کے آداب کا کس قدر لحاظ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے ۔ (محمد اطہر نعیمی)

جب چھٹی بات پر عہد لیا کہ اچھے کاموں میں میری نافرمانی نہ کرو تو ہند نے کہا
کہ ہم سب اس دربار میں اس غرض سے نہیں آئے کہ کسی بات میں آپ کی نافرمانی
کریں۔

اس کے بعد ہند کے چہرے سے نور ایمان چمکنے لگا اور وہ مجلس نبوی سے
اپنے جسم کو ظاہر و باطن سے آراستہ کر کے کلمہ طیبہ پڑھتی ہوئی اٹھیں اور تمام عمر
اسی پر قائم رہیں۔

اسلام کے بعد ہند کا طرزِ عمل: جنگ یرموک کے موقع پر رومی عیسائیوں
کے مقابلہ کے لیے اپنے شوہر حضرت
ابو سفیان کو آمادہ کرتی تھیں اور جہاد کی طرف مائل کرتی تھیں۔

ہند کی وفات: جس دن ابو قحافہ والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات
پائی اسی دن ہند نے بھی دنیا کو خیر باد کہا۔ بعض
مورخین نے لکھا ہے کہ ہند کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
دورِ خلافت میں ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سارہ[۱]: ابو عمرو صیفی بن ہاشم (جد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی لونڈی
تھی۔ وہ دورِ جاہلیت کے گانے اور نوحہ کرنے والی عورتوں میں سے
تھی۔ اور اس کام کو پیشہ کے طور پر اختیار کیا تھا۔ ابن خطل جس کا تذکرہ ماسبق
میں گزرا ہجویہ شعر کہہ کر اس کو یاد کراتا جس کو سارہ گایا کرتی تھی۔ اسی وجہ سے
اس کو واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ فتح مکہ سے قبل سارہ مدینہ آئی اور سرکار دو عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی گفتگو اس طرح ہوئی:

---

[۱] اس کا نام حاطب بن بلتعہ کے تذکرہ کے ضمن میں سائرہ لکھا گیا ہے۔ اصل نام کیا ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ (محمد اطہر نعیمی)

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ اے سارہ کیا تو مسلمان ہونے آئی ہے۔

سارّہ :۔ نہیں۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ کیا تو ہجرت کر کے آئی ہے۔

سارّہ :۔ نہیں۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ پھر تیری آمد کا مقصد کیا ہے۔

سارّہ :۔ سرکار آپ میرے مالک اور آقا کی اولاد ہیں۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ صاف صاف کہہ کیا بات ہے

سارّہ :۔ میں مفلسی کے پھندے میں پھنس گئی ہوں

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم :۔ مَا کَانَ فِی غِنَائِکِ مَا یُغْنِیکِ تیرے گانے میں کیا تھا اور تو کیا گاتی تھی۔

سارّہ :۔ جب سے بعض قدر دان آقا میدان بدر میں مارے گئے قریش نے راگ رنگ کی محفلیں اُجاڑ دیں اور گانا سننا بند کر دیا۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ اب تیری غرض کیا ہے

سارّہ :۔ صلہ رحمی اور کچھ مانگ کر قوت لایموت حاصل کرنا۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس جو سراپا رحمت تھی سارّہ کی باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے۔ بنی عبد المطلب اور دوسرے قریش مہاجرین کو بلا کر سارّہ کو ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے اس کی امداد کی اپیل کی ان تمام حضرات نے حسب حیثیت و مقدرت نقد اور سامان سے سارّہ کی امداد کی۔ اس کے لیے زادِ راہ اور سواری کا انتظام کیا۔ جب اس کی جھولی مال و اسباب سے بھر گئی تو اُس نے مکّہ واپسی کا ارادہ کر لیا۔

انھیں دنوں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکّہ پر چڑھائی

کا پروگرام بنا رہے تھے اور یہ بات خاص الخاص صحابہ کو معلوم تھی۔ عوام کو اتنا ہی معلوم تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین یا کسی دوسری جانب روانگی کا ارادہ رکھتے ہیں (یاد رہے کہ مکّہ کی روانگی کا فیصلہ مخفی تھا) جب سارہ مکّے جانے لگی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے قریشِ مکّہ کے نام خطا اس کے ہاتھ روانہ کیا تھا جس کی تفصیل ما سبق میں بیان کی جا چکی ہے۔

فتح مکّہ کے موقع پر سارہ اس خیال سے کہ اس کا نام بھی واجب القتل افراد میں شامل ہے کہیں چھپ گئی جب اسے یہ معلوم ہوا کہ بہت سے مجرموں کی جان بخشی ہو چکی ہے تو اس نے بھی کسی نہ کسی طرح امان حاصل کی اور مشرف بہ اسلام ہو گئی۔

صاحب کامل التواریخ نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکّہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچی لیکن ابو الفتح فتح الدین صاحب عیون الاثر اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ سارہ مسلمان ہوئیں اور خلافتِ فاروقی میں کسی سوار کے گھوڑے کے نیچے دب کر جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

۳۔ **ابن خطل کی باندیاں:** ابن خطل کے پاس تین باندیاں تھیں جو فن موسیقی میں مہارت رکھتی تھیں ان کے نام فرتنا۔ قریبہ اور ارنب تھے۔ ابن خطل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہتا اور یہ لونڈیاں ان اشعار کو گایا کرتی تھیں اُن میں سے قریبہ اور ارنب فتح مکہ کے دن قتل ہوئیں فرتنا روپوش ہو گئی لیکن بعد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئی اور زمانہ خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک زندہ رہیں۔

۴۔ **اُمّ سعد:** شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں

ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن قتل ہوئی اس کے بارے میں معلوم نہیں کون تھی اور
کا جرم کیا تھا اور اس کو کس نے کیفرِ کردار کو پہنچایا۔

جناب مؤلف نے کتاب ہذا کے انتباہ ددم کا تتمہ ان دو مخزومیوں
مخزومی : کے حالات میں لکھا ہے۔ یہ دونوں کفر میں نہایت شدت
تے تھے اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن بانی اسلام علیہ السلام اور مسلمانوں
سخت عداوت رکھتے تھے۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر دی جانے والی امان سے
ثنیٰ اور واجب القتل قرار دیئے جا چکے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام
رث تھا۔ اس کا شجرہ نسب اس طرح ہے :۔ حارث بن ہشام بن مغیرہ
عبد اللہ بن عمر بن مخزوم (ابو عبد الرحمٰن) قریشی مخزومی۔

یہ ابوجہل کا بھائی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عم زاد
۔ یہ بدر و اُحد میں مشرکوں کے شانہ بشانہ شریکِ جنگ تھا۔

دوسرا زہیر تھا اس کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے بن اُمیہ
عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریشی۔

یہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی اور رسول اکرم صلی اللہ
لیٰ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا۔

یہ دونوں فتح مکہ کے موقع پر پہلے تو روپوش ہوئے اس کے بعد اُمہانی
ت ابی طالب حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہن کے گھر میں
ہ گزین ہوئے۔ اُم ہانی نے اپنے سُسرالی رشتہ کی خصوصیت اور اُن سے
ملقات کی وجہ سے اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ اُم ہانی کا شوہر ہبیرہ بن ابی
ہب مخزومی عبد اللہ بن زبعریٰ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر نجران بھاگ
یا تھا۔ اور وہیں شرک کی حالت میں مر گیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ یہ دونوں اُمّ ہانی کے
گھر میں چھپے ہوئے ہیں تو وہ برہنہ تلوار لیے ہوئے بہن کے گھر آئے اور کہنے
لگے خدا کی قسم میں ان دونوں کو قتل کردوں گا یہ واجب القتل ہیں۔ اُمّ ہانی
کہنے لگیں میں ان کو ہرگز قتل نہ کرنے دوں گی اور اپنے مکان کا دروازہ بند
کرلیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُمّ ہانی ان دونوں کو لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اُمّ ہانی کو دیکھ کر مرحبا اہلاً وسہلاً یا اُمّ ہانی فرمایا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمّ ہانی سے آنے کی وجہ معلوم فرمائی تو اُمّ ہانی نے کہا کہ میں
نے ان دونوں کو پناہ دے دی ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو
قتل کرنا چاہتے ہیں۔

اُمّ ہانی کی بات سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
جس کو تم نے پناہ دی اس کو میں نے پناہ دی ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں
مسلمان ہوگئے اور مشہور یہ ہے کہ اُمّ ہانی بھی اسی دن مشرف بہ اسلام ہوئیں
لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اُمّ ہانی قدیم الاسلام تھیں لیکن اپنے اسلام
کا اظہار نہ کرتی تھی اور اس دن اپنے اسلام کا برملا اظہار کیا۔ واللہ اعلم
صاحبِ سیرت نبویہ نے ان دونوں مخزومیوں کو بجائے ارنب اور
اُمّ سعد کے قرار دیا اس سے واجب القتل لوگوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہے
جو پہلے مذکور ہوئی۔

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْاط وَذَالِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِیْنَ ط

معرکۂ حُنین

"اللہ تعالیٰ نے بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کی خصوصاً یوم حنین میں۔
تم اپنی کثرت پر اتراتے تھے مگر یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور زمین اپنی
تمام وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی۔ تم پلٹ کر دوڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
اپنے رسول اور مسلمانوں کے لیے تسکین قلبی عطا فرمائی اور ایسا لشکر بھیجا جو دکھائی نہ دیتا
تھا۔ کافر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے۔ یہ سزا کافروں کے لیے کافی ہے۔ اس
کے بعد اللہ تعالیٰ تو یہ قبول کرے گا اور جسے چاہے گا۔ بخشنے گا وہ بخشنے والا
مہربان ہے"

مقامِ حنین

یہ عجیب بات ہے کہ حنین کا مشہور اور اہم میدانِ جنگ جس کا قرآن میں نام کے ساتھ ذکر ہے، صدیوں سے گوشۂ گمنامی میں چلا گیا ہے، اور پرانے جغرافیہ نگاروں کو یہ تک نہ معلوم ہو سکا کہ حنین کس جگہ واقع تھا۔ وہ مختلف روایتیں بیان کرتے ہیں جن میں باہم تطابق کی کوئی صورت نہیں اور مجبوراً اُن کے باہم تعارض کے باعث سب ہی کو ساقط اور نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔ حال کے سالوں میں متعدد اہلِ علم سیاحوں نے اس جگہ کا پتہ لگانے کی کوشش کی، اور ۱۳۵۷ھ کے اواخر میں[1] حج کے زمانے میں آٹھ سال کے وقفے کے بعد میں نے اس کی دوسری مرتبہ جستجو کی، اور اب کی دفعہ ساٹھ ستر میل کی مسافت گدھے پر طے کرنے کے باوجود بھی گوہرِ مراد، افسوس سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہاتھ نہ آیا۔

اصل میں ہم لوگ اب تک حنین کو مکّے اور طائف کے بیچ میں ڈھونڈ رہے ہیں، اور اب میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ قصور ہمارا ہی ہے کہ مقصد کو نہیں پہنچتے، سب لوگ جانتے اور مانتے ہیں، اور احادیث میں بھی صراحت سے ذکر ہے کہ سوائے تبوک کے موقع کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ فوجی مہموں میں توریہ (دکھاوا) فرمایا کرتے تھے اور غیر سمت میں چل کر نامانوس اور سنسان راستوں سے گزر کر دشمن کو انجان جا لیتے تھے۔ اس لیے یہ قطعاً غیر یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکّے سے طائف

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہ مؤلف اسلامی جنگیں۔

و بیدھے راستے سے گئے ہوں۔

یوں بھی سیرتِ نبویہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ حنین کی لڑائی جبل اوطاس کے درّوں اور پرپیچ وادیوں کے قریب ہوئی۔ دوسری اہم تفصیل ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ محنین سے فارغ ہو کر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ کرنے روانہ ہوئے تو نخلۂ یمانیہ اور قرن سے ہوتے ہوئے پہلے مقام لیّہ پہ پہنچے اور وہاں سے آگے بڑھ کر خاص طائف کی فصیل کے نیچے آٹھہرے۔

یہ دونوں تفصیلیں بڑی اہم ہیں، اوّلاً اوطاس کے متعلق یہ یاد رہے کہ اس نام کا پہاڑ یا وادی نہ تو مکّے اور طائف کے بیچ میں کہیں واقع ہے اور نہ طائف کے آس پاس کسی جگہ، البتہ خدا بخشے سلطان عبدالحمید خان ثانی کو انھوں نے حجاز ریلوے ڈالی تو انجینئروں سے ایک نقشہ بھی تیار کرایا اس نقشے میں مقامِ اوطاس طائف کے شمال شرق میں کوئی تیس چالیس میل پر اب تک بھی مشہور ہونا بتایا گیا ہے۔

وادی لیّہ قدیم سے بڑی مشہور جگہ ہے اور میں نے اسے شہر طائف کے تقریباً شرق جنوب مشرق میں کوئی چھ میل پر ایک زرخیز اور آباد گاؤں پایا۔

ایک اور اہم چیز جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ طائف سے دہاں کے لوگوں کے بیان کے مطابق کوئی تین دن کے فاصلہ پر پڑتا ہے اور اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو یہ اسی سمت میں پڑتے ہیں، جدھر مقامِ اوطاس نقشۂ حجاز ریلوے میں بتایا گیا ہے۔

اب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فوجی نقل وحرکت بہت صاف سمجھ میں آجاتی ہے اور وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہوازن کو قلعہ بند

شہر طائف میں پہنچنے سے روکا جائے۔ آپ مکّے سے تقریباً شمال میں روانہ ہوتے ہیں اور نصف دائرہ سا راستہ بنا کر حُنین پہنچتے ہیں اور تھوڑی سی دشواری کے بعد دشمن کو تتر بتر کر کے اور ان کے بیوی بچّوں اور مال مویشی کو گرفتار کر کے حفاظت سے مکّے کی سمت روانہ کر دیتے ہیں۔ پھر اسی طرح چکّر دار راستے سے آگے بڑھتے ہوئے اوطاس سے ہو کر لیّہ پہنچتے ہیں اور وہاں کی گڑھی منہدم کر دیتے ہیں اس کی فتح اہل طائف کے لیے بڑا معاشی دُکھ پہنچاتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر طائف کو ایک ایسے رُخ سے آ کر گھیر لیتے ہیں، جدھر وسیع میدان ہیں اور پڑاؤ وغیرہ کی سہولت ہے، مگر جدھر سے آپ کے آنے کا اہلِ طائف کو گمان نہیں ہو سکتا تھا۔

حُنین غالباً جبلِ اوطاس کی ایک وادی کا نام تھا۔ میں غلط فہمیوں میں مبتلا رہ کر سفرِ حجاز کے مواقع پر اُدھر نہ جا سکا۔ اس لیے وہاں کی تفصیل دینی ممکن نہیں ہے۔

طائف تقریباً تین ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطحِ مرتفع ہے۔ مکّے سے وہاں پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ قریب ترین راستہ جو عرفات سے گزر کر جبلِ کرا کے دامن میں پہنچتا ہے، اور پھر ایک دشوار پہاڑی چڑھائی کے بعد طائف پہنچا دیتا ہے، وہ صرف گدھوں کے ذریعے سے طے کیا جا سکتا ہے یہ تقریباً پچاس ساٹھ میل ہوگا اور عصر کو سوار ہوں تو آدھی رات تک چل کر صبح تک وقفہ لیتے ہیں۔ پھر ظُہر تک طائف پہنچ جاتے ہیں، دوسرا راستہ جو جعرانہ سے گزرتا ہے اُونٹوں کے راستے سے طے ہوتا ہے، مجھے اس کی واقفیت نہیں، تیسرا راستہ اب وادیِ نعمان اور میل سے گزر کر موٹر میں طے ہوتا ہے اور ڈاک کی موٹر اس ستّر پچھتر میل کی مسافت کو تین چار

گھنٹوں میں طے کر لیتی ہے اور ہموار چوڑی وادیوں میں شاید ہی کہیں دشوار گزار راستہ آتا ہے۔

خود طائف میں قدیم زمانے میں قبیلہ دار محلّے تھے اور ایک دوسرے سے فرلانگ دو فرلانگ میل دو میل کے فاصلے پر، اور ہر محلّے کے ساتھ زراعت اور باغبانی کے الگ انتظامات تھے۔ ایسے بہت سے محلّے اب کھنڈر نظر آتے ہیں مگر بعض قدیم محلّے اب بھی باقی ہیں اور وادی وَجّ سے سیراب ہوتے ہیں جو تقریباً نصف دائرہ بناتی ہوئی گزرتی اور بارش کے سوا ور دنوں میں خشک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کسی بند کا آس پاس انتظام نہیں ہے پانی کے چشمے البتہ موجود ہیں اور انھیں سے کاریز (زمین دوز نہریں) نکال کر باغوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں بعض ایرانی انجنیروں کی مدد سے آبادی کا ایک محفوظ اور مسطح حصّہ دیکھ کر ایک فصیل کے ذریعے سے قلعہ بند کر لیا گیا تھا اور اسی حصّے کو "طائف" گھیرا کہتے ہیں۔ ورنہ پوری آبادی وَجّ کہلاتی تھی۔ مقامی روایات کے مطابق لات و عزّیٰ کے بُت خانے بھی اسی "گھیرے" کے اندر تھے۔ ایک کی جگہ آج کل سرکاری ہوٹل یا مہمان خانہ بنا ہوا ہے اور دوسرے کی جگہ ایک بڑا سا خانگی گھر۔ موجودہ فصیل ترکی دور کی یادگار ہے۔ لیکن اس کا کم از کم کچھ حصّہ ضرور قدیم "گھیرے" ہی کی جگہ ہے کیونکہ شہدائے محاصرۂ طائف کی قبریں مسجد ابن عباسؓ سے متصل فصیل کے عین نیچے ہی اب تک موجود ہیں اور وہیں حضرت ثابت (کاتب وحی و میر منشیٔ دربارِ رسالت) بھی آرام فرما رہے ہیں اور بقول ابن ہشام اسی مسجد کے پاس اسلامی پڑاؤ تھا۔

کسی قلعے کا محاصرہ کرنا طائف میں اسلامی فوجوں کے لیے ایک نیا تجربہ

تھا اور ظاہر ہے کہ صحرا نشین خانہ بدوش بدوی جمعیتوں کے مقابلے کے لیے جو اُصول جنگ کام آتے ہیں وہ بہت کچھ بے کار تھے۔ اسی لیے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منجنیق، دبابے اور عرّادے اور اسی طرح کے قلعہ شکن آلات استعمال فرمائے اور پھر معاشی دباؤ ڈالنے کے لیے بیرون قلعہ فوجی مقامات کو تباہ کر دینے کی دھمکی دی۔ مگر چونکہ رحمۃ للعالمین اور نبی کا منشا وہ نہیں ہو سکتا تھا جو عام فاتحوں کا کہ حریف کو ہر طرح نقصان پہنچائیں اس لیے اہل طائف کی التجا پر باغوں کی مزید قطع و برید روک دی گئی۔

دوسری تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ اعلان فرمایا کہ دشمن کے ملک کا جو غُلام بھاگ کر آ کر اسلام قبول کر لے وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ جو فقۂ اسلامی میں داخل ہو چکا ہے، رنگ لائے بغیر نہ رہا۔

ایک اور انتظام یہ فرمایا گیا کہ محاصرے کے لیے منجنیق اور دبّابوں وغیرہ کے بنانے اور چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لیے چند قابل کاریگر کو جرش نامی مقام پر روانہ فرمایا۔ یہ طائف کے جنوب میں کچھ فاصلے پر تھا نہ کہ عرب کے شمال میں جیسا کہ شبلی مرحوم نے سیرت النبی میں لکھا ہے۔ عرب کے شمال میں جو اس کا ہم نام شہر تھا اس سے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی خاص اہم واقعہ کو کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اس مقام (جُرَش) پر جو طائف ہی کی طرح ایک فصیل دار اور محفوظ شہر تھا۔ یہودیوں کی خاصی آبادی تھی جیسا کہ خیبر کے یہود میں بھی نظر آتی ہے۔

اہلِ طائف کو غالبًا اس طرح محصور ہونے کا اس سے پہلے بارہا تجربہ ہو چکا ہوگا۔ وہ اس کی مدافعت کی تدبیروں سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے تھے منجنیق سے انھیں کوئی خاص نقصان نہ پہنچا اور دبابے میں بیٹھ کر فصیل شکنی

انھوں نے دہکتی ہوئی فولادی میخوں سے دبابوں پر منڈھے ہوئے چمڑے کو
جلا کر اور عام لوگوں کو تیر اندازی کا نشانہ بنا کر قریب آنے سے کامیاب طور پر روکا۔
شہر میں کھانے پینے کی کمی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

غرض ان مختلف وجوہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا
لیا اور واپس ہو گئے۔ جعرانہ پہنچ کر ہوازن سے اوطاس میں لوٹے ہوئے مال
غنیمت کی تقسیم کی اور کچھ دن بعد اہل ہوازن کے وفد کے آنے پر ان کے تمام
بیوی بچوں کو واپس فرما دیا اور اس طرح طائف کو اس کے سب سے بڑے
مددگار سے بچھڑا دیا اور یوں بھی طائف کے چاروں طرف اسلامی اثرات جو
کافی تھے روز بروز بڑھتے ہی چلے گئے اور محاصرے میں کامیاب مدافعت
کے باوجود سال چھ ماہ کے اندر ہی انھوں نے اپنا وفد مدینہ بھیجا اور لات
وعزیٰ کو توڑ کر خدائے واحد کے پرستار بن گئے۔

غزوۂ حنین

سابقہ صفحات میں حنین اور طائف کی جغرافیائی تفصیل کا مطالعہ کر چکے
ہیں۔ اب اس معرکہ کے واقعات پر نگاہ ڈالی جائے گی۔ اس غزوہ کو غزوۂ ہوازن
بھی کہا جاتا ہے کیونکہ قبیلہ ہوازن کے لوگ اس معرکہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے
لیے جمع ہوئے تھے۔

ہوازن کی وجہ تسمیہ: بدوی عربوں کا ایک بڑا گروہ اور قبیلہ ہے جو مختلف
اجداد کی اولاد سے تھے۔ ان میں سے اکثر ہوازن

بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن عیلان بن الیاس بن مضر کی اولاد سے تھے یہ لوگ نہایت تند خو اور جنگجو تھے۔

غزوۂ حنین کی اہمیت : دوسرے غزوات کے مقابلہ میں غزوۂ حنین کی خصوصیت یہ ہے کہ اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی اعانت کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔ کتاب ہدایت قرآن مجید میں اس موقع کی مناسبت سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :

ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ

بیشک مدد فرمائی ہم نے مسلمانوں کی بہت سے مواقع پر

اور یہ مواقع غزوۂ بدر، غزوۂ بنی نضیر، غزوہ بنی قریظہ، غزوۂ خندق، غزوہ حدیبیہ اور غزوۂ خیبر تھے لیکن غزوۂ حنین کے موقع کے لیے خصوصیت کے ساتھ آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

ویوم حنین اذا عجبکم کثرتکم

اور حنین کے موقع پر جبکہ تم اپنی کثرت پر نازاں تھے

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر کسی صحابی نے یہ کہا کہ آج تو ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان صحابی کی یہ بات پسند نہ آئی چنانچہ پہلے ہی ہلے میں مسلمانوں کو شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ قرآن کریم اس واقعہ کی منظر کشی اس طرح فرماتا ہے :

فلن تغن عنکم شیئًا

تمھاری کثرت نے دشمن کے غلبہ کو دور نہ کیا۔

اور اس کی وعید کے موقع پر یہ وضاحت فرمائی گئی :

وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین

"حنین کی سرزمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی
اور تم پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے۔"

جب مسلمانوں کی یہ حالت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ رمائی تو آپ نے اپنے عم مکرم حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا: (جو نہایت بلند آواز تھے) ان کو روکئے یہ کہاں جاتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بھاگنے والوں کو للکارا تو یہ لوٹے اس اثنا میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مشت خاک اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی اور یہ خاک کفار کی آنکھوں اور منہ پر پڑی اور اس اثر سے کافر بھاگ کھڑے ہوئے تو مسلمانوں کو اطمینان ہوا۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ثم انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ وعلی المومنین
وانزل جنوداً لم تروھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے طمانیت نازل فرمائی اور ایسا لشکر بھیجا جو تم نے نہیں دیکھا تھا۔

یہ لشکر فرشتوں کا تھا جو سفید لباس میں ملبوس اور سرخ عمامہ باندھے ہوئے تھے جن کے شملے دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے ان کی تعداد پانچ۔ آٹھ اور سولہ ہزار بتائی جاتی ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ایک اور مژدہ جانفزا اس آیت کریمہ میں بتایا گیا:

وعذب الذین کفروا و ذالک جزاء الکافرین

"اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا کافروں کے لیے ہے۔"

یعنی وہ کافر تو قتل کئے گئے اور ان کے اہل و عیال قیدی بنائے گئے۔

غزوہ حنین کا سبب: سیرت نگاروں نے اس غزوہ کی تفصیل اس طرح

بیان کی ہے کہ فتح مکہ سے فارغ ہو کر تمام قبائل کو مطیع و منقاد کرنے کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان مبارک ہی کے مہینہ میں مدینہ طیبہ کو واپسی کا ارادہ فرمایا تھا کہ اس اثناء میں آپ کو ذمہ دار ذرائع سے اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف کے لوگ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیاری کر رہے ہیں اور ان قبائل کے سرداروں کا کہنا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے شہری لوگوں سے جنگ لڑی ہے جن کو لڑائی کا ڈھنگ نہیں آتا تھا اس لیے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان پر غالب آئے تھے۔ قبل ازیں کہ وہ ہماری طرف قصد کریں، بہتر یہی ہے کہ ہم ہی پیش قدمی کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کر لیں۔

چنانچہ مالک بن عوف نضری سردار ہوازن اور کنانہ بن عبد یا لیل ثقفی سردار ثقیف اپنی جماعتوں کیساتھ جنگ کے ارادے سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے ان کے ہمسایہ بدوی، بنی نضر، بنی جشم، بنی سعد، بنی ہلال وغیرہ بھی ان سے آملے مگر بنی کلاب اور بنی کعب نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ بقول زرقانی بیس[۲] ہزار اور بعض مورخین کے مطابق تیس (۳۰۰۰۰) ہزار تھی۔

لیکن ذمہ دار مورخین نے لکھا ہے کہ حقیقت میں یہ قوت صرف چار ہزار تھی اور بقیہ ان کے مویشی سامان اور اہل و عیال تھے۔

جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوازن اور ثقیف کے ارادوں اور ان کے اجتماع کی اطلاع ملی تو آپ نے تفتیش احوال کے لیے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو روانہ فرمایا اور خود آپ نے لشکرِ اسلام کو تیاری کا حکم دیا۔

مکہ کا انصرام و اہتمام: اب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے مکہ مکرمہ کے نظم و نسق کا بھی مسئلہ تھا لہٰذا آپ نے حضرت عتاب بن اُسید بن ابی العیص بن اُمیہ بن عبد شمس کو مکہ کا عامل مقرر فرمایا حضرت معاذ بن جبل کا تقرر معلم فقہ و شرائع (یا بالفاظ دگر قاضی) کیا اور بہ نفس نفیس بارہ یا سولہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر ان مفسدین کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے مورخین نے اسلامی لشکر کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے:

۱۔ مدینہ سے ساتھ آنے والے	دس ہزار
مکہ مکرمہ کے نو مسلم	دو ہزار

ان کے علاوہ مکّہ کے بہت سے لوگ مال غنیمت کی طمع میں ساتھ ہو گئے ان کے علاوہ مکّہ مکرمہ کے اسّی سردار جو اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے وہ بھی اسلامی لشکر کا انجام کار دیکھنے کے لیے ساتھ ہو گئے جنہیں صفوان بن اُمیّہ، سہیل بن عمرو وغیرہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ بعد میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اس طرح ممکن ہے کہ اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار سے تجاوز کر کے سولہ ہزار ہو گئی ہو۔

علّامہ نبہانی نے انوارِ محمدیہ میں مدینہ سے آنے والے مسلمان مجاہدین کی تفصیل لکھی ہے:[1]

مہاجرین	ایک ہزار

---

[1] ماسبق صفحات میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر آنے والوں کی تعداد ۶۶۰۰ چھ ہزار چھ سو لکھی گئی ہے جس میں بنو سلیم کے ایک ہزار افراد بعد میں آکر شریک ہوئے تھے اس طرح حساب سے سات ہزار چھ سو افراد ہوتے ہیں ممکن ہے کہ بعد میں اور لوگ آکر شامل ہوئے ہوں اور یہ تعداد دس ہزار تک پہنچی ہو۔

انصار	چار ہزار
جہنیہ	ایک ہزار
مزنیہ	ایک ہزار
اسلم	ایک ہزار
غفار	ایک ہزار
اشجع	ایک ہزار

اسلامی لشکر کے علمبردار: جب اسلامی لشکر مقام جنگ کے قریب آیا تو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین کا پرچم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار خزرج کا حضرت خباب بن منذر کو اور انصار اوس کا علم حضرت اسید بن حضیر کو عطا فرمایا۔ ان کے علاوہ دوسرے قبائل کے سرداروں کو بھی پرچم عنایت فرمائے۔

جنگ کے لیے حضور علیہ السلام کی تیاری: پرچم بردار مقرر فرمانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو زرہیں بیضہ و مغفر زیب تن فرما کر بغلہ[1] بیضاء (جس کو بغلہ شہباء بھی کہا جاتا ہے) پر سوار ہوئے اس سوار کو دلدل بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ رب العالمین تعلّی اور بڑ بولے پن کو پسند نہیں فرماتا یہاں کسی شخص نے اللہ کی رحمت و نصرت پر بھروسہ کرنے کی بجائے کثرت لشکر کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ آج ہماری شکست کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم آج ہرگز مغلوب نہ ہوں گے اس شخص کی یہ بات نہ صرف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] بغلہ = خچر

وسلم کو پسند نہ آئی بلکہ اللہ رب العالمین کو بھی اس کا عُجب ناپسند ہُوا۔

یہی وجہ ہے کہ لشکرِ اسلام کو ابتداء ہی میں پسپائی کا

اسلامی لشکر کی پسپائی: سامنا کرنا پڑا۔ مالک بن عوف سردار ہوازن نے اپنی جمعیت کو پہلے ہی وادیٔ حنین میں جمار کھا تھا اور کچھ جمعیت کو اسلامی فوج کی گزرگاہوں کی کمین گاہوں میں چھپا رکھا تھا تاکہ جب اسلامی لشکر اس راہ پر آئے تو دفعتًا ان پر حملہ کر دیں۔

لشکرِ اسلام نور کے تڑکے میں تیار ہو کر صبح ہوتے ہی نشیب کے راستہ حنین کی وادی کی جانب رواں دواں تھا چونکہ راستہ تنگ تھا اور لشکر کا گزر ایک مرتبہ میں ناممکن نظر آیا تو مختلف جماعتوں اور قبائل کے لوگ علیحدہ علیحدہ کئی راستوں سے حنین کی وادی میں داخل ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی سلیم کے دستہ کی قیادت فرما رہے تھے اور مقدمۃ الجیش یہی دستہ تھا۔ جب یہ جماعت گھاٹی کے قریب آئی تو قبیلہ ہوازن کے لوگ جنھیں پہلے ہی مالک بن عوف نے متعین کر رکھا تھا۔ مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ بنو سلیم کے اکثر لوگ اس مرتبہ خالی ہاتھ تھے وہ اس تیروں کی بارش سے گھبرا کر پیچھے ہٹے ان کے عقب میں مکہ مکرمہ کے نومسلم تھے بنو سلیم کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر یہ نومسلم بھاگ نکلے۔ ان کی دیکھا دیکھی عقب میں آنے والے دوسرے دستوں کے لوگ بھی افراتفری کا شکار ہو کر بھاگنے لگے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس منظر کو ملاحظہ فرمایا:

یا انصار اللہ الی این یا ایھا الناس

"اے اللہ کے مددگارو اور اے اللہ کے لوگو کدھر جاتے ہو"

کہنے لگے اس افراتفری اور انتشار میں کون سنتا تھا۔

مکّہ کے نومسلموں کی بکواس : مکّہ کے یہ نومسلم جنھیں مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے اور ان کے قلوب ابھی تک صاف نہ تھے نازیبا باتیں زبان سے نکالنے لگے ایک بدبخت کہنے لگا کہ محمدی تو ایسے بھاگے ہیں کہ سمندر کو دیکھ کر بھی نہیں رکیں گے۔ کلدہ بن جنبل حضرت صفوان بن اُمیّہ کا ماں شریک بھائی کہنے لگا کہ (خاکم بدہن) آج تو سارا سحر محمدی باطل ہو جائے گا۔

کسی شخص نے صفوان سے جا کر کہا کہ تمھیں خوشخبری سناتا ہوں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کا لشکر بھاگ نکلا ہے۔ حضرت صفوان اس کی ہرزہ سرائی سُن کر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ تیرا منہ توڑے۔ ہمارے لیے یہ بہتر ہے کہ کوئی قریشی ہمارا سردار بنے بجائے اس کے کہ ہوازن والے ہم پر سرداری کریں اور ہمارے مالک بنیں۔

معرکہ ہوازن میں ثابت قدمی : جب بھاگنے والوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات نہ سنی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبرد گاہ میں ٹھہر گئے صرف چند اصحاب جان کی بازی لگا کر آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے ان کی تعداد میں مورخین مختلف الرائے ہیں بعض نے سَو بعض نے اسّی کسی نے بارہ اور کسی نے چار لکھا ہے۔

جن مورخین نے چار کی تعداد لکھی ہے انھوں نے ثابت قدم رہنے والوں کے نام اس طرح لکھے ہیں۔ ان میں سے تین کا تعلق بنو ہاشم سے اور ایک کا تعلق قبیلہ ہذل سے تھا۔ ۱۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۔ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے تھے اور ابوسفیان بن حارث دلدل کی باگ پکڑے ہوئے تھے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی بائیں جانب سے سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی حفاظت فرما رہے تھے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ ساتھ کے لوگ سب افراتفری کا شکار ہو کر ادھر اُدھر ہو گئے تو بنفس نفیس حملہ کا ارادہ فرمایا اور دُلدل کو ایڑ لگائی لیکن حضرت ابوسفیان بن حارث نے سواروں کی باگ پکڑ لی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکاب پکڑ کر سواری کو آگے بڑھنے سے روک لیا۔ اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ کلمات تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

"میں نبی ہوں اور یہ کوئی غلط بات نہیں ہیں
عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"

ایسے حالات میں جبکہ ساتھ آنے والا لشکر ساتھ چھوڑ گیا ہو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اور حملہ کا ارادہ فرمانا کمال شجاعت پر دلالت کرتا ہے۔

آیہ کریمہ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ

رسول خدا کا انعام الٰہی: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثابت قدمی اور جرأت پر دلالت فرما رہی ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں لکھا ہے کہ حضرت عباس جہر الصوت تھے لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان سے فرمایا میرے ساتھیوں کو پکارو چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے یا معشر الانصار یا اصحاب السمرہ اور یا اصحاب سورۃ البقر کہہ کر پکارا تو سب لوگ جس طرح شہد کی مکھیاں امیر النحل کی طرف جمع ہوتی ہیں اسی طرح تمام افراتفری کا شکار لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے اور کافروں سے مصروفِ پیکار ہو گئے۔

اس موقعہ پر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری سے اُترے ایک مشت خاک زمین سے اُٹھائی اور اسے کافروں کی طرف شاہت الوجوہ کہہ کر پھینک دیا اور سواری پر تشریف رکھی۔ کافروں میں کوئی فرد بھی ایسا نہ بچا جس کے منہ اور سر پر خاک نہ آئی ہو۔ آیت قرآنی اس پر شاہد ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

"اے حبیب جو خاک آپ نے دشمنوں پر پھینکی وہ آپ کا عمل نہ تھا بلکہ قدرتِ خداوندی نے آپ کی طرف سے ان کافروں پر خاک ڈال دی۔"

اس کے بعد ہوازن کے کافر کافور ہو گئے اور اسلامی فتح کا پرچم لہرانے لگا۔

ایک سازشی کی ناکامی: شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عبدالدار قرشی عبدالجمی راوی ہیں کہ جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ قریش مکہ کی ایک جماعت حنین کی جانب رواں دواں تھی تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا اور میرا مقصد یہ تھا کہ اگر مجھے موقع ملا تو میں اپنے باپ اور بھائی کے بدلے بدر اور اُحد میں جو قتل ہوئے تھے کسی نہ کسی طرح خاکم بدہن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ختم کر سکوں گا گو بظاہر میں نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر عرب و عجم پیغمبر اسلام کے مطیع و فرمانبردار بھی ہو جائیں تو بھی میں ان کی اطاعت نہ

کروں گا۔

جب طرفین میں لڑائی شروع ہوئی اور مسلمانوں میں بھگدڑ پڑی تو میں نے خیال کیا کہ یہ موقع بہت عمدہ ہاتھ آیا ہے لہٰذا میں تلوار ہاتھ میں لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور داہنی جانب سے حملہ کا ارادہ کیا وہاں حضرت عباس بن عبد المطلب موجود تھے بائیں جانب آیا تو ابو سفیان بن حارث کو پایا جب داہنی اور بائیں جانب مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تو عقب سے حملہ کا ارادہ کیا ناگاہ ایک شعلہ میرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا قریب تھا کہ میں اس شعلہ سے جل کر خاکستر ہو جاتا چنانچہ اس شعلہ سے خوف زدہ ہو کر میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری جانب نظریں اٹھا کر فرمایا شیبہ میرے قریب آ۔ میں جب آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قریب گیا تو آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے سینہ پر رکھ کر فرمایا خداوندا شیبہ کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دے۔

ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ادھر میرا قلب تمام برے خیالات سے پاک ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مجھے ساری کائنات سے زیادہ محبوب ہو گئی۔ اب میں نے خود کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا لیا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اس وقت اگر میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا تو میں اس کو بھی تلوار سے قتل کر دیتا۔

دشمنوں کے بھاگنے کے بعد جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیمہ میں تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا اس وقت حضور نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثعلبہ تیری خواہش کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو تیرے لیے چاہا وہ بہتر ہے۔ اس موقع پر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی مغفرت کے لیے عرض کیا تو آپ نے غفر اللہ لک فرما کر میری دلجمعی فرمادی۔

ایک مشرک کی لافیں: ایک مشرک جس کا نام ابوجردل تھا نہایت سفاک اور جری تھا۔ عرب کے بہادر بھی اس کے مقابلہ سے گھبراتے اور اس کا مقابلہ کرنے سے منہ چراتے تھے۔ حنین کے معرکہ کے دن شجاعت کے غرور میں مست رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں آیا اور مبارز طلب ہوا۔ بہت سے لوگوں کو اس بدبخت مغرور سے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی لیکن حیدر کرار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھپٹ کر اس کے مقابلہ پہ آئے اور تلوار آبدار کا ایسا وار کیا کہ اس کی گردن تنِ ناپاک سے بھٹے کی طرح کٹ گئی۔

جنگ حنین کے مقتولین: مورخین کی تحقیق کے مطابق اس معرکہ میں ستر کافر واصل جہنم ہوئے اور صرف چار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس معرکہ میں مالِ غنیمت کے علاوہ بہت سے کافر غازیانِ اسلام کے ہاتھوں اسیر ہوئے۔ اسلامی لشکر کے شہداء کے نام اور ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ: ان کا سلسلہ ابن سعد اور ابن مندہ نے اس طرح کہا ہے۔ ایمن بن عبید بن زید بن عمرو بن بلال بن ابی الحرباء بن قیس بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔ یہ اپنے والد کے بجائے والدہ کے نام سے مشہور ہوئے ان کی والدہ حضرت اُمِ ایمن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائی کہلاتی تھیں۔ یہ محترمہ برکتہ

کے نام سے بھی مشہور تھیں۔

حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارگاہِ رسالت سے جو خدمت تفویض ہوئی تھی وہ اپنی جگہ انفرادی حیثیت رکھتی ہے یہ بارگاہِ رسالت میں مطہرہ[1] بردار تھے۔

یہ محترم ان آٹھ حضرات میں شامل ہیں جن کے متعلق بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حنین کے معرکے میں اُنھوں نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا تھا۔

۱۔ حضرت ایمن بن اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۲۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے صاحبزادے حجاج بن ایمن راویانِ حدیث میں شامل ہیں۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ کا نام برکتہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو

---

[1] وضو اور طہارت کے پانی کا لوٹا یا برتن۔

بن ابی شیخ ہے یہ وہی بی بی ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائی کہلاتی ہیں۔ آپ کے والد مکرم حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب بزرگوار کی کنیز تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے وقت آپ ہی حضور کو مکہ میں واپس لائی تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو آزادی سے مشرف فرمایا۔ ان کے فضائل و مناقب میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری والدہ کے انتقال کے بعد یہ میرے لیے والدہ کی طرح ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں جب عبید بن زید بن عمرو مکہ آکر مقیم ہوئے تو ام ایمن نے ان سے نکاح کر لیا تھا لیکن بعد میں عبید حضرت ام ایمن کو مدینہ طیبہ جو اُس وقت یثرب کہلاتا تھا لے آئے یہیں حضرت ایمن متولد ہوئے۔ عبید کے انتقال کے بعد حضرت ام ایمن مکہ واپس آگئیں۔

اور حضرت زید بن حارثہ سے عقد ثانی کیا اس شادی کے نتیجہ میں حضرت حارثہ بن زید پیدا ہوئے۔

اب سلسلہ وحی منقطع ہو گیا: حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے طویل عمر پائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت روئیں لوگوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رونے کی بات یہ ہے کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

جب ابو لولو مجوسی کے لگائے زخموں کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کی شہادت ہوئی تو حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت روئیں اور فرمانے لگیں کہ اب اسلام سست ہو گیا۔

آپ کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔

بعض مورخین نے ایمن بن عبید حبشی اور ایمن بن اُم ایمن کو ایک شخصیت لکھا ہے جبکہ ابن ابی خثیمہ نے انھیں دو علیحدہ شخصیتیں قرار دیا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابن ابی خثیمہ کی تائید کی ہے۔

حنین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

۲۔ حضرت زہیر بن عجوہ ہندلی: بعض مورخین نے آپ کا نام زہیر اور عرفیت عجوہ لکھی ہے۔

ان کے والد کا نام بعض حضرات نے

۳۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ربعہ بعض نے ربیعہ اور بعض نے زمعہ لکھا ہے۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: زید بن ربعہ بن اسد بن عبد العزیٰ اسدی۔

مورخین نے آپ کی شہادت کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض لوگوں نے آپ کو شہدائے حنین میں شمار کیا جبکہ دوسرے اس تحقیق سے اختلاف کرتے ہیں۔

ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف

۴۔ حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ہے۔ بعض نے ان کے والد کا نام حارث اور بعض نے خباب لکھا ہے مگر آپ کے جد (دادا) عدی عجلانی میں مورخین نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ لیکن ابو عمرو کی تحقیق کے مطابق

یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں اور دونوں غزوہ حنین میں شہید ہوئے لیکن ابن مندہ اور ابو نعیم نے دونوں کو ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے۔ صاحب اسد الغابہ ابن اثیر نے ابو نعیم کی تائید کی۔ حقیقت کا علم اللہ رب العالمین کو ہے۔

سریہ اوطاس

محل وقوع: ہوازن کے علاقہ میں ایک وادی ہے جو اوطاس کے نام سے مشہور ہے اس علاقہ میں جو جنگ لڑی گئی وہ حسب معمول علاقہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

وادی حنین میں جنگ میں شکست کھانے کے بعد حنین کے سردار بھاگ کر آس پاس کے مختلف علاقوں میں جا چھپے۔ یہ لوگ خاصی شہرت کے حامل تھے۔ ان کے تین گروہ ہو گئے:

۱۔ مالک بن عوف نضری کے ساتھ قلعہ طائف میں پناہ گزین ہوا۔
۲۔ ایک گروہ لبطن نخلہ چلا گیا۔
۳۔ کچھ لوگ اس جگہ آ گئے جہاں قبائل ہوازن و ثقیف کا مال رکھا تھا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد مسلمان مجاہدین کا ایک دستہ عبید بن سلیم بن حضار بن حرب (ابو عامر اشعری) کی قیادت میں روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ابو عامر اشعری کے ساتھ حضرت زبیر بن العوام، سلمہ بن اکوع جیسے جلیل ال

صحابہ شریک تھے جب مجاہدین اسلام اوطاس پہنچے تو بد نہاد کفار نے مسلمانوں سے جنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں طرفین کا کافی نقصان ہوا اور بہت سے افراد شہید و قتل ہوئے۔ ان میں امیر سریہ حضرت عابد بن سلیم المعروف ابو عامر اشعری بھی شامل تھے۔

حضرت ابو عامر امیر سریہ اوطاس کی شہادت

حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کے بارے میں مورخین مختلف الخیال ہیں اُن میں سے بعض نے ان کی شہادت اوطاس میں لکھی ہے اور بعض نے اس کے خلاف لکھا ہے۔

محمد بن اسحاق کی تحقیق کے مطابق حضرت ابو عامر

بھائیوں کو کیفر کردار کرنا: کے مقابلہ میں دس کافر آئے جو سب آپس میں بھائی تھے۔ ابو عامر کے ہاتھوں ان میں سے نو واصل جہنم ہوئے۔ حضرت ابو عامر کا طریق کار یہ تھا کہ پہلے وہ اس کو اسلام کی تبلیغ کرتے جب وہ اسلام سے انکار کرتا تو اَللّٰھُمَّ اَشْھِدْ عَلَیْہِ کہتے اور اپنے مقابل کو جہنم کا راستہ بتاتے۔

جب دسواں بھائی ان کے مقابلہ پر آیا تو حضرت ابو عامر کے اَللّٰھُمَّ اَشْھِدْ عَلَیْہِ کے جواب میں کہا اَللّٰھُمَّ لَا تَشْھِدْ عَلَیَّ اس فقرہ کو سن کر حضرت ابو عامر نے یہ خیال کیا کہ اس نے میری دعوتِ اسلام کا اثبات میں جواب دے دیا ہے لہٰذا وہ اس کی جانب سے مطمئن ہو گئے لیکن حریف نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر حضرت ابو عامر کو شہید کر دیا لیکن انھیں شہید کرنے کے بعد خود مسلمان ہو گیا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اس نو مسلم کو دیکھتے تو فرماتے

هٰذا شَرِیْدُ اَبِیْ عَامِر یعنی یہ ابو عامر کا دوڑ کیا ہوا ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو عامر کو حارث بن جشم کے دو بیٹوں اعلاء اور اوفیٰ[1] نے تیروں سے شہید کیا۔

لیکن باوثوق روایت کے مطابق جو حضرت عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار (ابو موسیٰ برادر زادہ[1] ابو عامر) کا بیان ہے کہ جب ہم حنین کے بھگوڑوں کے تعاقب میں روانہ ہو کر اوطاس کے مقام پر پہنچے تو فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ دوران جنگ بنی جشم کے ایک شخص نے تیر چلایا تو یہ تیر ابو عامر کے زانو پر لگا جس کی وجہ سے وہ زمین پر بیٹھ گئے میں ان کے قریب گیا اور معلوم کیا کہ چچا[2] جان آپ کو کس نے زخمی کیا ہے۔ ابو عامر نے ایک شخص کی جانب انگلی اٹھا کر بتایا میں فوراً اس کی جانب بڑھا تو وہ مجھے بڑھتا دیکھ کر بھاگ گیا میں نے اس کو للکارا بزدل مقابلہ سے دم دبا کر بھاگ رہا ہے۔ مردوں کی طرح مقابلہ کر۔ میری للکار سن کر وہ رکا اور تلوار میان سے نکالی لیکن میں نے سبقت کر کے اس کو دنیا ناپائیدار سے دار البوار پہنچا دیا۔ اور ابو عامر کو اس کافر کے قتل کی خبر سنائی تو ابو عامر نے مجھ سے کہا کہ اب میرے زانو سے تیر نکالو۔ چنانچہ جب میں نے ان کے زانو سے تیر کھینچا تو اس جگہ سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ اس تیزی سے خون نکلتا دیکھ کر حضرت ابو عامر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور مجھے کہنے لگے بھتیجے زندگی کی اُمید نہیں ہے۔ تم بارگاہ رسالت میں میرا اسلام

---

[1] سابقہ سطور میں مصنف نے حضرت ابو موسیٰ کو ابو عامر کا چچا لکھا تھا لیکن یہاں برادر زادہ لکھا ہے اور یہی درست ہے۔

[2] یہاں جناب مصنف نے حضرت ابو موسیٰ کا قول نقل کر کے ہوئے ابو عامر کو چچا جان کے خطاب سے مخاطب کرایا۔

عرض کر کے میری مغفرت کے لیے درخواست کرنا۔ اس کے بعد ابو عامر نے اسلامی پرچم میرے ہاتھ میں دے کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اوطاس کی جنگ میری قیادت میں فتح سے ہم کنار ہوئی۔

اوطاس سے واپسی کے بعد میں نے

ابو عامر کے لیے دُعائے مغفرت: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح کی خوشخبری سنا کر حضرت ابو عامر کا سلام عرض کیا اور دُعائے مغفرت کی التجا کی۔ اس موقع پر حضور نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وضو کر کے دو رکعت نماز شکرانہ ادا فرمائی اور دونوں ہاتھ بلند فرما کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اَغْفِرْ لِعُبَیْدَ اللہِ بْنَ سَلِیْم وَاجْعَلْہ مِنْ اَعْلٰی اُمَّتِی فِی الْجَنَّۃِ۔

اے اللہ عبید اللہ بن سلیم کی مغفرت فرما اور ان کو جنت میں میرے امتیوں میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔

اس موقع پر میں نے درخواست کی کہ میرے لیے بھی دُعا فرمادیں تو آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللہِ بْنِ قَیْس ذَنْبِہٖ وَاَدْخِلْہُ مُدْخَلاً کَرِیْمًا۔

اے رب العالمین عبد اللہ بن قیس کی مغفرت فرما اور اس کے گناہوں سے درگزر فرما اور اسے جنت میں مقام عطا فرما۔

جنگ اوطاس کے دوسرے شہید: مصنف کتاب المشاھد کی تحقیق

کے مطابق اس معرکہ اوطاس میں حضرت ابو عامر کے علاوہ اور بھی بہت سے مسلمان شہید ہوئے جن میں زیادہ تعداد بنی رباب کی تھی لیکن ان کے نام تلاش و تجسس کے باوجود کتب تاریخ میں نہیں ملے۔

طائف

وجہ تسمیہ اور محل وقوع : مکہ مکرمہ سے تقریباً دو منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جہاں کھجور، چھوارے اور دوسرے پھل بکثرت ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں ان میں اصح قول یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی وارزقھم من الثمرات خداوندا اس علاقہ کے رہنے والوں پر پھلوں کی بہتات فرمادے۔ یہ دعا بارگاہِ الٰہی میں مستجاب ہوئی اور حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس خطہ زمین کو کسی دوسرے خطہ سے بدل دو۔ چنانچہ حضرت جبریل امین علیہ السلام اس خطہ زمین کو شام یا یمن کے علاقہ صنعاء سے ایک قطعۂ زمین اپنے پروں پر اٹھا کر مکہ مکرمہ لائے اور خانہ کعبہ کے گرد طواف کرایا اس کے بعد اس کو اس جگہ (جہاں اب طائف ہے) رکھ دیا۔ اس وجہ سے اس علاقہ کا نام طائف ہوا۔

معرکۂ طائف : معرکہ حنین سے قبیلہ ہوازن وثقیف کے لوگوں نے بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ لی۔ یہ لوگ یہاں آکر قلعہ پذیر ہو گئے۔ اس قلعہ میں انھوں نے ایک سال کا سامان خورد و نوش جمع کر لیا تھا۔

چنانچہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معرکہ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان بھگوڑے قبائل کی طرف توجہ فرمائی اور حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں ایک ہزار افراد پر مشتمل ایک دستہ مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ فرمایا۔

حضور سید کائنات مفخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے طائف پہنچنے سے پہلے ہی ہوازن و ثقیف والوں نے قلعہ بندی کے ساتھ ساتھ سب انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ چنانچہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلعہ طائف کے قریب نزول اجلال فرمایا لیکن قلعہ والوں نے تیر اندازی کی جس کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے ایک اونچی جگہ جہاں اب مسجد طائف ہے منتقل ہو گئے اس جگہ اسلامی لشکر کا قیام باختلاف روایت اٹھارہ تیس یا چالیس دن رہا۔ روزانہ نبرد آزمائی ہوتی رہی لیکن نتیجہ جنگ کچھ نہ نکلا۔ اس اثنا میں ذی القعدہ کا چاند نظر آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لیا اور وہاں سے مقام جعرانہ جہاں جنگِ حنین کا مال غنیمت رکھا تھا تشریف لے آئے یہاں آکر اس مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ (اس تقسیم کی تفصیل آئندہ صفحات میں لکھی جائے گی)۔

غلاموں کی آزادی کا اعلان: محاصرہ کے دوران حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ قلعہ سے جو غلام آکر لشکرِ اسلام میں داخل ہوگا۔ اس کو آزادی دے دی جائے گی۔ چنانچہ بیس افراد قلعہ سے اُتر کر لشکرِ اسلام میں آگئے اور حسبِ وعدہ آزادی سے ہم کنار ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں صحابہ کرام کی نگرانی میں دے دیا تاکہ وہ آزاد کردہ غلاموں کے سامان خورد و نوش کے نگران ہوں۔

جب ثقیف کے سربر آوردہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تو انھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے غلام ہمیں واپس کر دیئے جائیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اولئک عتقا اللہ یہ تو اب اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اب تمھاری غلامی میں نہیں آسکتے۔

شہدائے طائف: سیرت نگاروں کے مطابق اس غزوہ میں بارہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان شہداء کے نام تاریخ کے صفحات پر ثبت نہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکہ میں قبیلہ لیث کے ایک دو قریش کے سات افراد نے جامِ شہادت نوش کیا۔ البتہ اسماء الرجال کے علماء نے ان بارہ شہداء کے نام اور حالات اس طرح تحریر کیے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ابی بکر صدیق بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ بن کعب بن لوی قرشی تیمی۔

آپ اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ان کا تعلق بھی بنی عامر بن لوی سے تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقون الاولون یعنی قدیم الاسلام ہیں۔

جن ایام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار ثور میں مقیم تھے تو یہ ان حضرات کو کھانا پہنچاتے تھے۔ دن بھر قریش کی مجلسوں میں بیٹھتے حالات معلوم کرتے اور شام کو جب کھانا لے کر جاتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ کے حالات سے مطلع کرتے رات غار میں بسر کرتے اور صبح کو مکہ واپس آتے تھے۔

فتح مکہ حنین و طائف کے علاوہ اور کسی غزوہ میں آپ کی شرکت ثابت نہیں ہوتی۔

طائف کے محاصرہ کے دوران محجن ثقفی کے تیر سے زخمی

شہادت کا اعزاز: ہوئے۔ بعد میں یہ زخم مندمل ہو گیا تھا لیکن مشیت ایزدی کا تقاضا کچھ اور ہی تھا اور مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کے مصداق قدرت کو اعزاز شہادت دینا مقصود تھا۔ شوال ۱۱ھ میں یہ زخم خود بخود ہرا ہو کر پھٹ گیا اور اپنے والد محترم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اس جہان فانی سے راہی ملک جاودانی ہوئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

ردائے نبوی اور حضرت عبد اللہ کی وفات: علیہ وسلم نے جب اس دار فانی سے سفر آخرت فرمایا تو ایک چادر میں صحابہ نے آپ کو مکفون کرنا چاہا لیکن وہ چادر استعمال میں نہ آئی لہذا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سات دینار میں خرید لیا تھا تاکہ یہ ان کے کفن میں کام آئے۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ اس چادر کو میرے کفن میں استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اگر اس میں کوئی خوبی ہوتی تو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استعمال میں آجاتی۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ان کے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ قبر میں آپ کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر حضرت عمر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اترے۔ نماز ظہر کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا شمار مورخین نے شہدائے طائف میں کیا ہے۔

(ابی امیہ حذیفہ کے نام سے بھی موسوم

حضرت عبد اللہ بن ابی امیہ: تھے) بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم قرشی مخزومی۔

آپ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے آپ کی والدہ عاتکہ بنت عبد المطلب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں

اسلام لانے سے قبل حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سخت عداوت رکھتے تھے انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو باتیں اسلام کے بارے میں کی تھیں ان کو قرآن کریم نے اس طرح نقل کیا ہے۔

لَن نُّؤمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفجُرَ لَنَا مِنَ الاَرضِ يَنبُوعًا
اَو تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ الخ

حضرت عبداللہ اپنی عداوت پر مستحکم طریقہ پر قائم و دائم تھے کہ مشیت الٰہی نے ان کی کایا پلٹ دی اور ان کے قلب کو کفر سے اسلام کی جانب پھیر دیا اور فتح مکہ سے چند دن قبل یہ اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب مکہ مکرمہ سے عازم مدینہ ہوئے۔ راستے میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لشکر ملا ان دونوں حضرات نے یہ درخواست کی کہ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاقات کی اجازت نہ دی۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں کی سفارش فرمائی کہ عبداللہ آپ کا برادر نسبتی اور ابوسفیان آپ کا عم زاد ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان دونوں سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ابوسفیان نے میری ہجو کی اور میرے برادر نسبتی نے میرے بارے میں مکہ میں کیا کچھ نہیں کیا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ اور سفارشی کلمات فرمائے یارسول اللہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کو اشقیاء کے زمرہ میں داخل نہ فرمائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوسفیان کو مشورہ دیا کہ تم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جا کر یہ کلمات کہنا:

تَا اللّٰہ لَقَد اٰثرَکَ اللّٰہُ عَلَینَاط

جیسا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے ان کے سامنے کہا تھا۔

چنانچہ ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے کسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور وہی کلمات کہے جو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتائے تھے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زبان سے جب یہ کلمات سنے تو آپ نے فرمایا:

لَا تَثرِیبَ عَلَیکُم الیَومَ

آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں

حضور رحمت للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کا قصور معاف فرما دیا۔ اور یہ دونوں راسخ العقیدہ مسلمان ثابت ہوئے۔

حضرت ابوسفیان بن حارث کی جانبازی اور ثابت قدمی کا حال معرکہ حنین کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن ابی امیہ فتح مکہ، غزوہ حنین اور معرکہ طائف میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ طائف کی جنگ میں کسی کافر کے تیر سے زخمی ہوئے اور اسی دن داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار

شبیہ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم: خوش قسمت افراد میں شامل ہیں جنھیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شبیہ ہونے کی سعادت حاصل تھی ان کے علاوہ حسب ذیل حضرات بھی اس شرف کے حامل تھے۔

۱۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ قثم بن عباس بن عبدالمطلب

۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سعد بن سہم قرشی سہمی۔

۴۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن حارث۔ یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ یہ دونوں بھائی سابقون الاولون اور ذوہجرتین میں پہلے مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کی اور بعد میں حبشہ سے مدینہ آئے طائف کے معرکہ میں دونوں بھائیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (واللہ اعلم)

خاندان بنی حارث میں بقول مورخین کوئی باقی نہ رہا۔

۵۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن سعید بن العاص بن اُمیہ بن عبدشمس قرشی آپ کی والدہ صفیہ بنت مغیرہ حضرت خالد بن ولید اور ابوجہل بن ہشام کی پھوپھی تھیں۔

حضرت سعید فتح مکہ سے چند دن قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں مکّہ کے تجارتی اُمور کا نگران مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق طائف کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن حباب بن حبیب ازدی۔ آپ بنی اُمیّہ بن عبدشمس بن عبد مناف کے حلیف تھے۔ ان کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہوسکا کہ معرکہ

طائف میں جامِ شہادت نوش کیا۔

۷۔حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عامر بن ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ بن عامر بن سعد بن عبد اللہ بن حارث بن رفیدہ بن عنز بن وائل معنزی۔

عنز پہلے بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے لیکن بعد میں خطاب بن نفیل قرشی عدوی کے حلیف ہوئے۔

آپ کے والد حضرت عامر بن ربیعہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ ان کو ذوہجرتین ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے ان کے ایک فرزند عبد اللہ اکبر نے بقول زبیر بن بکار اور واقدی جنگ طائف میں شریک ہو کر جام شہادت نوش فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ کو قدرت نے ایک اور فرزند عطا فرمایا۔ عبد اللہ اصغر اپنے بھائی عبد اللہ اکبر کی شہادت کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں پیدا ہوئے۔

۸۔حضرت رقیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن ثابت بن ثعلبہ بن اکال بن حارث بن امیر بن معادیہ بن مالک بن عوف انصاری اوسی۔

بعض مورخین نے ان کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا ہے:

رقیم بن ثابت بن ثعلبہ بن زید بن لوذان بن معادیہ انصاری۔

آپ کی کنیت ابو ثابت ہے۔ اہل مغازی کی متفقہ تحقیق کے مطابق آپ طائف کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

۹۔حضرت عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن قوال بن قیس انصاری۔ عددی کی تحقیق کے مطابق اسدی صحابی ہیں

اور طائف کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

۱۰۔ حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عمرو بن قوال بن وقش انصاری خزرجی ساعدی سعد کی تحقیق کے مطابق طائف کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

۱۱۔ حضرت المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عبداللہ یا ابن عبد یا ابن عباد بن قوال بن دقش بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ انصاری خزرجی ساعدی۔

آپ کے والد کے نام میں ابن اسحاق، واقدی اور ابو عمرو نے اختلاف کیا ہے۔ ابن مندہ نے آپ کے شجرہ نسب سے قوال کو ساقط کیا ہے لیکن ابن اسحاق اور واقدی کی تحقیق کے مطابق آپ طائف کی جنگ میں شہید ہو گئے۔

۱۲۔ حضرت المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بن عبداللہ بن نوفل۔ ان کا مکمل شجرہ دستیاب نہیں۔ مصنف نے انھیں لیثی قبیلہ سے لکھا ہے لیکن وہ اس سلسلہ میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہتے۔ واقدی نے آپ کو شہدائے معرکہ طائف میں شمار کیا ہے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

طائف کے معرکہ سے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ یہاں حنین کے معرکہ میں جمع شدہ مال غنیمت رکھا گیا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اوطاس اور طائف کے

معرکوں کا مال غنیمت بھی اس میں شامل کر کے اس تمام مال کو تقسیم کیا جائے۔

مال غنیمت کی تفصیل:

عورتیں اور لڑکے	اُونٹ
۶۰۰۰	۲۴۰۰۰

چاندی	بکریاں
۴۰۰۰ اوقیہ[1]	۴۰۰۰۰ سے زیادہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہ تعمیل حکم نبوی جب ان چیزوں کی تقسیم کی تو فی کس چار اُونٹ اور چالیس بکریاں آئیں۔[2] اس موقعہ پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقسیم کرتے وقت مولفتہ القلوب کو ترجیح دی جائے۔

داد و دہش کی ایک معیاری مثال: منقول ہے کہ اس دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے چاندی کا ڈھیر دیکھ کر ابوسفیان بن حرب کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ سب قریشیوں سے زیادہ مال دار نظر آرہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر تبسم فرمایا ابوسفیان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی اس مال میں مجھے بھی عنایت فرمائیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو سو اُونٹ

---

[1] اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور مثقال تقریباً ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے۔

[2] یہاں اُونٹوں کی تعداد میں غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مؤلف نے اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار لکھی ہے۔ اس طرح فی کس دو اُونٹ آتے ہیں نہ کہ چار جیسا کہ مؤلف نے لکھا ہے۔ علاوہ ازیں ابوسفیان کو تین سو اُونٹ عطا فرمائے: اس طرح حساب غلط ہوتا ہے

اور چالیس اوقیہ چاندی عطا کی۔ اپنا حصّہ لینے کے بعد ابوسفیان نے اپنے بیٹے یزید کے لیے درخواست کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یزید کو بھی اتنا ہی حصّہ عطا فرمایا۔ اب ابوسفیان نے اور ہاتھ پاؤں پھیلائے اور کہا کہ میرا دوسرا بیٹا معاویہ اس داد و دہش سے کیوں محروم رہے اس کو بھی عطا فرمائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اس درخواست کو ردّ نہ فرمایا اور اتنا ہی حضرت معاویہ بن ابوسفیان کو عطا فرما دیا۔

اس داد و دہش کو دیکھ کر حضرت ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کی ذات اقدس جنگ و صلح دونوں حالتوں میں کریم ہے۔ خداوند کریم نے آپ کو دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ اللہ کریم آپ کو مزید بہترین نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

حکیم بن حزام کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ عطا فرمائے تو اس نے مزید سو اونٹوں کی تمنا کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو مزید سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس کے بعد نضر بن حارث، سہیل بن عمرو، خویطب بن عبدالعزیٰ، اقرع بن حارث تمیمی، عینیہ بن حصن، اسید بن جاریہ ثقفی، حارث بن ہشام برادر ابوجہل، صفوان بن امیہ، قیس بن عدی کو فی کس سو اونٹ دلوائے۔

ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی صحابی ایسے ہیں جن کی سو سو اونٹ عطا فرمائے جن کی تفصیل اوپر درج کی گئی ہے۔ اس طرح یا تو چار اونٹ فی کس کی تعداد غلط ہے یا اونٹوں کی جو تعداد مؤلف نے لکھی ہے اس میں تسامح ہے۔

علاء بن جاریہ ثقفی ۔ مخرمہ بن نوفل ۔ سعید بن یربوع ۔ عثمان بن نوفل ۔ ہشام بن عمرو عامری کو فی کس پچاس اونٹ عطا فرمائے ۔

رافع بن خدیج روایت فرماتے ہیں کہ جب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو سو اونٹ اور عباس بن مرداس کو سو اونٹ سے کم عطا فرمائے تو اس نے فی البدیہہ چند ابیات کہے جن سے اس تقسیم پر ناراضگی کا اظہار تھا ۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا :

اُقْطَعُ عَنّی لِسَانُہٗ

میرے بارے میں اس کی زبان بند کر دو

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس بن مرداس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا تو میرے ساتھ چل راہ میں عباس سے معلوم کیا کہ آپ میری زبان کاٹیں گے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو خاموشی سے میرے ساتھ چلا آ ۔ میں صرف خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کروں گا غرض کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس کو اونٹوں کے گلے میں لے گئے اور اس سے کہا کہ تو اس گلے میں سے اپنے لیے اونٹ چن لے چنانچہ اس نے اس گلے سے سو اونٹ چن لیے ۔

انصار کی آزردگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی

جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالیف قلب کے طور پر

سرداران قریش اور روسائے عرب کو انعام و اکرام سے نوازا تو انصار مدینہ کے لیے یہ طرز عمل افسردگی خاطر کا سبب ہوا۔ یہ لوگ آپس میں کہنے لگے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطایا و انعام کی بارش سرداران قریش پر فرمائی ہے ایسا طرزِ عمل ہمارے ساتھ روا نہیں رکھا۔ حالانکہ مشرکوں کا خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ شدہ شدہ یہ خبر حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تمام انصار ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اس مجمع میں انصار کے علاوہ اور کوئی شخص نہ آئے۔ چنانچہ حسب الحکم تمام انصار ایک خیمہ میں جمع ہوئے تو حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عم زاد برادر کے ساتھ اس خیمہ میں تشریف لائے تو اللہ رب العالمین کی حمد و ثناء کے بعد انصار سے فرمایا یہ کیسی بات ہے جو تمھاری طرف سے سُنی جارہی ہے آیا تم لوگوں نے یہ بات کہی ہے یا نہیں؟

انصار کے کچھ لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے بزرگوں اور معمر لوگوں نے تو اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ البتہ چند نوجوانوں نے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایسی باتیں کہہ دی تھیں۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اے گروہِ انصار کیا میں اس وقت تمھارے پاس نہیں آیا جبکہ تم آتشیں دھانے پر پڑے تھے۔ میری وجہ سے اللہ رب العالمین نے تمھیں اس آتش فشاں پہاڑ سے نجات عطا فرمادی تھی۔

انصار مدینہ: اے اللہ کے برگزیدہ رسول آپ کا فرمانا درست ہے

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کیا میں ایسی حالت میں تمھارے پاس نہیں آیا جبکہ تم گمراہی کی زندگی بسر کر رہے تھے میرے سبب اللہ رب العالمین

نے تمھیں ہدایت عطا فرمائی ؟

انصار مدینہ : یہ بات بھی حق و درست ہے ۔

نبئ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : کیا ایسی بات کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے میری وجہ سے مقلب القلوب نے تمھارے درمیان الفت و محبت پیدا فرمادی ۔

انصار مدینہ : یہ بات بھی حق ہے ۔

نبئ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : کیا تمھاری تعداد کم نہ تھی اللہ تعالیٰ نے میری آمد کی وجہ سے تمھیں کثیر التعداد کر دیا ۔

انصار مدینہ : صَدَقتَ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انصار مدینہ سے اس گفتگو کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تم لوگوں نے کسی بات کا جواب نہیں دیا ۔

انصار مدینہ : اے اللہ کے رسول علیک السلام ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن احسانات کا تذکرہ فرمایا ہم پر آپ کے احسانات اس سے بھی بہت زیادہ ہیں ۔

نبئ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اگر تم میری باتوں کے جواب میں یہ کہتے تو یہ بھی کم و کاست درست ہوگا کہ اے نبی علیک السلام آپ ہمارے یہاں اس حال میں آئے تھے جبکہ آپ کی قوم والوں نے آپ کی تکذیب کی تھی اور ہم نے آپ کی تصدیق کی ۔ آپ اپنے وطن سے بے سروسامانی کی حالت میں آئے تھے ہم نے آپ کو جگہ دی آپ مالی پریشانیوں کا شکار تھے ہم لوگ دوستی سے آپ کے ساتھ پیش آئے ۔ آپ جب یہاں تشریف لائے تھے تو خائف تھے ہمارے

معاشرہ میں آپ بے خوف ہو گئے۔

انصار مدینہ: آپ کی گفتگو سُن کر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ ان کے بزرگ اور معمر حضرات اُٹھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دست بوسی کر کے عرض کرنے لگے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے راضی اور خوش ہیں۔ اگر حضور مناسب خیال فرماتے ہیں تو ہمارے ذاتی مال و متاع کو تقسیم کر دیں تو بھی ہم زبان نہ ہلائیں گے ہم لوگ آپ کے فرمان کے تابع ہیں۔ ہمیں آپ کی فرمانبرداری کے مقابلہ میں مال و متاع کا کوئی خیال نہیں۔ ہم کو اگر اندیشہ ہے تو حضور کی جدائی کا، مال و متاع کی کمی و زیادتی کا کوئی خیال نہیں ہے

نبیٔ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قریش مکہ جہالت و ضلالت میں پھنسے ہوئے تھے ابھی وہ جہالت کی وادی اور کفر کی ضلالت سے نکلے نہیں۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کی مصیبت کا تدارک کر دوں اور ان کے قلوب کو الفت و محبت سے اسلام کی جانب مائل کر دوں۔ اے گروہ انصار کیا تم اس کام سے راضی ہو اور خوش ہو گے کہ مال پانے والے دنیا کی نعمتوں کے ساتھ اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کے ساتھ اپنے وطن کو واپس ہو۔ کیا یہ بات تمھیں معلوم نہیں ہے کہ جعیل بن سراقہ ضمری کو جو اصحابِ صفہ میں ہیں اور اکثر غزوات میں میرے ساتھ رہے ہیں۔ کے لیے مال غنیمت میں کچھ بھی نہیں دیا ہے؟ عینیہ اور اقرع قبائل کے لوگوں کو بنظر تالیف قلب کے سَو سَو اُونٹ دیئے۔ عینیہ کے ایمان کے مقابلہ میں مؤلفۃ القلوب کو کیا مرتبہ حاصل ہے اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے

انصار اور ان کی اولاد کے لیے خیر و برکت کی دُعا فرمائی تو تمام انصار خوشی سے اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ اور سب اللہ رب العالمین کا شکر کرتے ہوئے اپنی اپنی قیام گاہوں کو واپس ہو گئے۔

ہوازن اور ثقیف کا انجام

سردار ہوازن مالک بن عوف نضری اپنے قبیلہ کے ساتھ آکر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اپنے مال واسباب کی واپسی اور اسیروں کی رہائی کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا لیکن جب تم لوگ نہ آئے تو سارا مال و متاع مع اسیروں کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ البتہ تمہاری عورتیں اور بچے جو میرے اور بنی ہاشم کے قبضہ میں ہیں، وہ سب واپس کر دیئے جائیں گے لیکن جو دوسرے مسلمانوں کے حصّہ میں آتے ہیں اگر وہ بطیب خاطر واپس کر دیں گے تو خیر ورنہ انھیں معاوضہ دے دیا جائے گا۔

حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سُن کر تمام مہاجرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ مال غنیمت میں جو کچھ ہمارے حصّہ میں آیا ہے وہ سب حضور کا ہی ہے جس کو چاہیں بخش دیں اس کے بعد انصار نے بھی انہیں جذبات کا اظہار کیا۔ آخر کار تمام مسلمانوں نے اپنے حصّہ کے غلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہوازن کو واپس کر دیئے۔

دخترِ حلیمہ سعدیہ بارگاہِ رسالت میں: ہوازن کے ساتھ بنی سعد کے لوگ

بھی اسیروں میں شامل تھے۔ ان میں شیماء (حذافہ بنت حارث بنت عبد العزیٰ بن رفاعہ) دائی حلیمہ سعدیہ کی صاحبزادی بھی قیدیوں میں شامل تھیں جب انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے حبیب میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا ثبوت ہے کہنے لگیں کہ آپ کے بچپن میں ایک مرتبہ آپ کو کھلا رہی تھی تو آپ نے میری پشت پر کاٹا تھا اور دانت کا نشان میری پشت پر موجود ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو پہچان کر مرحبا کہا اور کھڑے ہو کر اپنی ردائے مبارک شیما کے لیے بچھادی اور شیما کو اس پر بٹھا کر آبدیدہ ہو گئے اس کے بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے والدین کا حال دریافت فرمایا تو شیما نے جواب دیا کہ وہ دونوں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے انتقال پر اظہارِ تاسف فرمایا اور شیما سے کہا تمھیں اختیار دیتا ہوں اگر تم چاہو تو میرے پاس اعزاز و اکرام و آرام سے رہو اور اگر چاہو تو میں تمھیں انعام و اعزاز کے ساتھ رخصت کر دوں۔ تم اپنے وطن اور قوم والوں میں واپس چلی جاؤ۔ شیما نے جن جذبات کا اظہار کیا اس کو کسی شاعر نے نہایت پیارے انداز میں ادا کیا ہے:

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر است
خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر است
یوسف کہ بہ ملک مصر بادشاہی می کرد
می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر است

شیما نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا اور اپنے وطن واپسی کی خواہش

اظہار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ایک اونٹ چند بکریاں
ب باندی اور ایک غلام مکحول نامی دے کر اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت
رمایا۔

شیما کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لوری : محمد بن المعلی نے کتاب الرقیص میں لکھا ہے
جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے یہاں مقیم تھے اس
وقت شیماء بنت حارث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں لیکر ہلاتی اور ان
الفاظ سے لوری دیا کرتی تھیں۔

یا ربنا ابق محمدا
حتی اراہ یا فعا وامروا
ثم اراہ سیدا مسعودا
والبت اعادیہ معاد الحسوا
واعطہ عزا یدوم ابدا

"خداوندا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو
باقی رکھ۔ انھیں اعزاز و اکرام عطا کر یا انھیں
سردار اور ذی عزت بنا اور انھیں ایسے
اعزاز عطا فرما جو ابد تک باقی رہیں"

محمد بن المعلی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابو عمرہ جب ان اشعار کو پڑھتے تو
کہتے تھے کہ کیا اچھی دعا تھی جو شیما نے کی تھی اور اس کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت
بھی عطا فرمادی۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی : ان تمام مراحل کی تکمیل کے بعد

مکہ مکرمہ واپسی کے موقعہ پر جعرانہ سے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ تشریف لاکر مراسم عمرہ ادا فرمائے۔ اس کے بعد ایام حج میں حج فرمایا اور اس کے مناسک کی تکمیل کے بعد مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے۔

مدینہ طیبہ واپس آکر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اشعر حرام کے گزرنے کے بعد اب طائف کی طرف منزل ہو گی۔ یہ بات سن کر مالک بن کعب انصاری نے چند اشعار موزوں کیے جس میں بنی ثقیف کو تہدید کی گئی تھی۔

اہلِ طائف کو جنگی تیاریوں کی اطلاع : طائف والوں کو جب مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی اور مالک بن کعب انصاری کے تہدیدی اشعار کی گونج طائف میں سنائی دی تو اُنھوں نے ہراساں و ترساں اپنا قاصد صلح کا پیغام لے کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

طائف کا ایلچی بارگاہِ رسالت میں : طائف کا قاصد جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور پیغامِ صلح پیش کیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کے جواب میں فرمایا صلح ممکن ہے لیکن تمھاری طرف سے صلح کی کوئی شرط ہے۔ ایلچی نے عرض کیا حسب ذیل شرائط صلح کے لیے ہونی چاہئیں۔

۱۔ جہاد کے مواقع پر معاونت کے لیے ہم لوگوں کو طلب نہ کیا جائے۔
۲۔ عشر کی ادائیگی ہم پر لازم نہ ہو۔
۳۔ نماز کی پابندی ہم پر عائد نہ کی جائے۔
۴۔ ایک سال تک ہم لات کی پرستش کے مجاز ہوں گے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرائط صلح کو سن کر فرمایا وہ دین جس میں رکوع وسجود نہ ہوں لائق صلح نہیں ہوسکتا۔ الغرض ان قاصدوں سے گفتگو جاری رہی جس میں انھوں نے اس پر زیادہ زور دیا کہ نماز کی پابندیاں عائد نہ کی جائیں۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو اختیار کیے بغیر صلح کی گفتگو نہ ہوگی۔ انتہائی ردوکد کے بعد ان قاصدوں نے نماز کی ادائیگی کے بارے میں رضامندی کا اظہار کیا۔

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اب تمھاری پہلی اور دوسری شرائط صرف اس حالت میں قبول ہیں کہ تم سے ایک وقت کی نماز بھی قضا نہ ہو اور چوتھی شرط کا قبول ہونا تو درکنار یہ شرط مسموع بھی نہیں۔

ایلچی کہنے لگے کہ چوتھی شرط کی منظوری کے بغیر ہم اسلام قبول نہیں کریں گے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس شرط کو یکسر رد فرما دیا حالانکہ یہ قاصد دیر تک لات پرستی کے درپے رہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل انکار فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ قاصد یہ سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فعل قبیح کی اجازت نہ دیں گے۔ اثناء گفتگو میں ایک انصاری نے اہل طائف سے کہا تم نے لات پرستی کا ذکر اور اس پر اصرار کر کے ہمارے دلوں میں آگ لگا دی ہے۔ خداوند تمھارے کاہنوں کو آگ نصیب کرے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلامی سرزمین پر بت پرستی کی اجازت دیں گے ہرگز نہیں ناممکن۔ اور جو شخص لات پرستی پر راضی ہو اور بت پرستی پر لات نہ مارے ہم اس کو مسلمان نہیں سمجھتے۔

تم لوگ اللہ رب العالمین سے دور ہو اگر مسلمان ہونا چاہتے ہو تو خالصاً اسلام اختیار کرو اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ کرو۔

جب یہ قاصد نا اُمید ہو گئے کہ اب ہماری شرائط میں سے تیسری اور چوتھی شرطیں کسی حالت میں قبول نہ ہوں گی تو نا اُمید ہو کر کہنے لگے کہ ہم لات کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں گے۔ یہ کام کسی دوسرے کے سپرد کر دیا جائے تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو حکم دیا کہ وہ اس خوش گوار فن کو انجام دے۔

غرضیکہ تمام بنی ثقیف دائرہ اسلام سے وابستہ ہو گئے البتہ ان کا

ابو عامر کا ترکہ: سردار کنانہ بن عبد یالیل اپنی شقاوت ازلی کی وجہ سے شرافت اسلامی کو قبول نہ کر سکا اور وہ وہاں سے۔ قسطنطنیہ میں سگ زرد برادر شغال کے مصداق اپنے ہم خیال ابو عامر فاسق کے پاس چلا گیا۔ اس سے دوستی کی پینگیں بڑھائیں۔ جب ابو عامر مرا تو ہرقل شاہِ روم نے اس کا ترکہ کنانہ کو دلوا دیا۔ اس طرح یہ بھی وہیں اپنے بھائی کے بوجھ کی گٹھڑی اپنے سر پر رکھ کر واصل جہنم ہو گیا۔

خاتمۃ الکتاب

مؤلف نے لکھا ہے کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ اس کتاب کو مہاجرین وانصار کے نسب نامے لکھ کر انجام کو پہنچاؤں۔ توفیق ایزدی شامل حال تھی لہٰذا میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا۔ والحمد علی ذلك

مؤلف فرماتے ہیں کہ علم الانساب کے ماہرین کی مختلف آراء نے کمر ہمت کو کمزور اور ڈھیلا کر دیا۔ ادھر یہ بھی خیال دامن گیر تھا کہ کتاب طوالت اختیار نہ کرے اس لیے بہت سی جگہ میرے ارادے مضمحل ہوئے اور مناسب یہی ہے کہ بارگاہ رب العالمین میں دست بدعا ہوں کہ تو اپنے فضل وکرم سے انصار ومہاجرین

اصحابِ کبار، آلِ اطہار، اولیائے ابرار کے طفیل مجھ مؤلف کتاب ہٰذا کے گناہوں سے درگزر فرما اور ناظرین باتمکین کو توفیق عطا فرما کہ وہ اس سرمایہ کو خطا پوش نظر سے ملاحظہ فرما کر مؤلف کے حق میں دُعا خیر فرمائیں۔

اللھم صل وسلم علی سیدنا وشفیعنا محمد المختار
والہٖ واصحابہ الکبار بعدد المھاجرین والانصار
والتابعین الابرار والحمد للہ اولاً و اخراً

ROAD TO MARR AL-ZUHRAN

NORTH

MAIN ARMY UNDER THE PROPHET

ROAD TO MINA, TA'IF & NAJD

KADA PASSAGE

ARMY FIRST SA'D IBN 'UBADAH THEN 'ALI

CEMETERY MALAT

BIRTHPLACE OF THE PROPHET

MALAT

HAJUN

QUAIQI'AN

Mt. BU QUBAIS

Mt. KHANDAMAH

ROAD TO JIDDA

AJYAD

MASFALAH

MODERN FORT

ARMY UNDER KHALID IBN AL-WALID

ROAD TO YEMEN

MAP OF THE CONQUEST OF

MECCA

M. H., 6/12/1367 H.
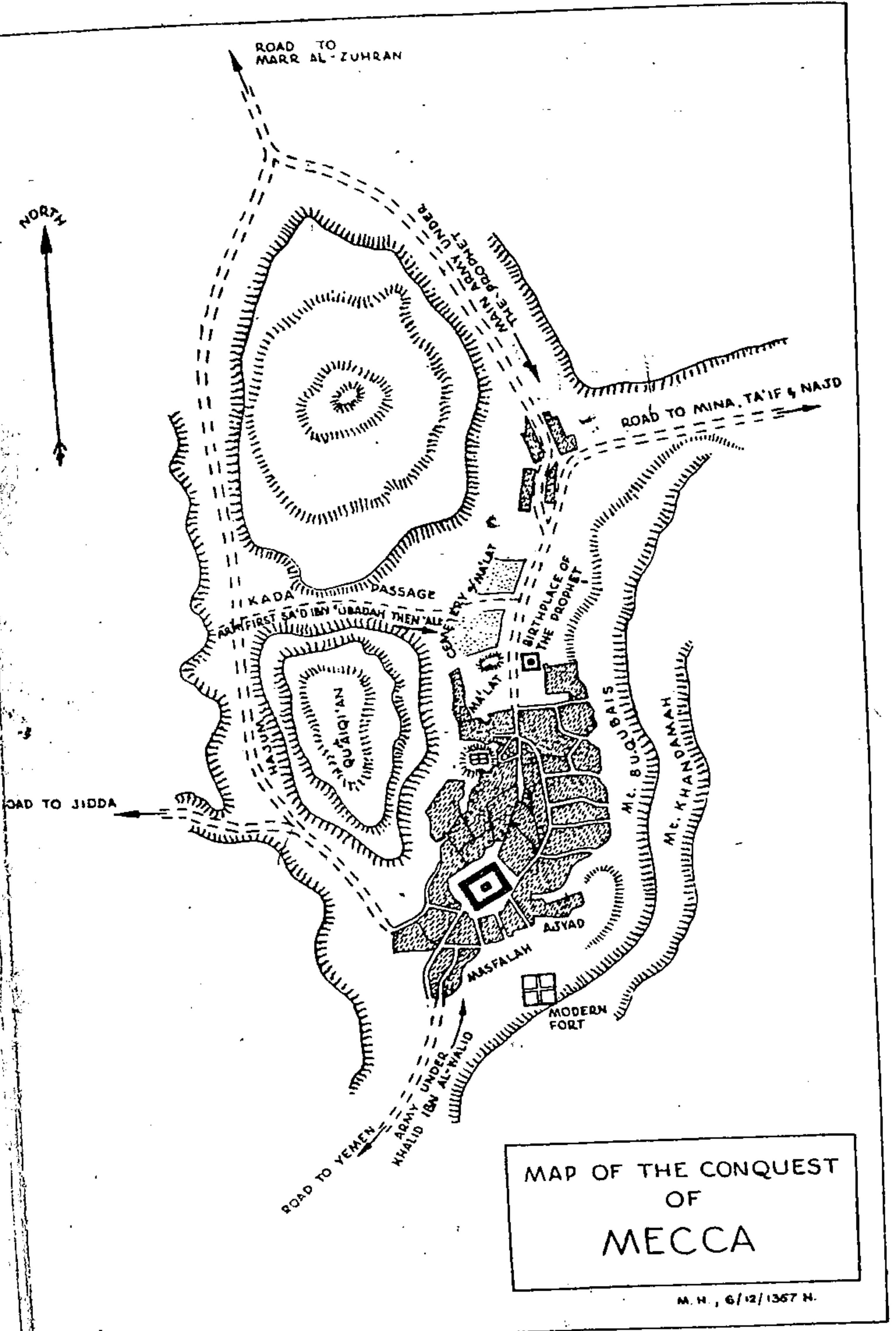
فتح مکہ کے دن اسلامی لشکر کے مختلف راستے نظر آ رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ

اصحابی

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا

تالیف

مولانا رحمان علی قدس سرہ

اضافات وتعلیقات

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

نظر ثانی

مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی

مکتبہ نبویہ

لاہور